رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

تمام خط و کتابت بنام مُحرر	قیمت بہر حال پیشگی	قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۵	بابت ماہ جنوری ۱۹۲۰ء مطابق ربیع الاول سنہ ۱۳۳۸ھ	نمبر ۱

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

قیمت سالانہ

(عہ)

عوام سے دو روپیہ آٹھ آنہ

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد ... نے شائع کیا

سالانہ جلسہ جماعت احمدیہ

پر

حضرت خلیفة المسیحؑ نے تشحیذ کی سفارش فرمائی

الحمد للہ کہ ہمارا جلسہ سالانہ نہایت کامیابی سے بخیر و خوبی ختم ہوا۔ حضور نے اپنی پہلی تقریر میں رسالہ تشحیذ کی نسبت فرمایا۔ کہ اس میں علمی مضامین جو بہت مفید ہیں۔ شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور پچھلے دنوں اختلاف کے موقعہ پر بھی مفید و علمی مضامین اس میں چھپے۔ پس اس کے خریدار بننا چاہیئے۔

پھر ارشاد کیا۔ کہ میں نے اس رسالہ کی اعانت کے لئے بھی تحریک کروائی تھی۔ اس میں بھی احباب کو حصہ لینا چاہیئے۔ میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ احباب جماعت احمدیہ حضرت خلیفة المسیح کے اس ارشاد و تحریک کی نسبت خاص توجہ دینگے۔ اور جہاں تک جلد ممکن ہو سکے۔ تشحیذ کیلئے نئے خریدار اور رقم اعانت یہاں بھجوائینگے۔ اس سے پہلے جناب ناظر صاحب نے پانچ بار الفضل میں تحریک فرمائی مگر بہت کم احباب نے اس طرف توجہ دی ہے۔ اب جبکہ حضرت خلیفة المسیحؑ نے تمام جماعت احمدیہ کے قائمقاموں کو جو جلسہ سالانہ پر حاضر تھے۔ خود زبان مبارک سے بتا دیا۔ کہ تشحیذ کی علمی خدمات سلسلہ احمدیہ میں قابلقدر ہیں۔ اس کے خریدار بڑہانے چاہئیں۔ اور زر اعانت بھیجکر اس قرض کو بے باق کر دینا چاہیئے۔ جو پانسو کے قریب تشحیذ کے ذمے اور واجب الادا ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے۔ کہ پھر اس بارے میں کبھی لکھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

نیاز مند منیجر تشحیذ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء

تصحیح الصلوٰۃ فی جواب توضیح الآیات

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس نے دنیا کی اصلاح کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ اور آپؐ کو ایسی کتاب دی۔ جو تمام کتب سے اکمل و افضل ہے۔ اور خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ کوئی نہیں۔ جو شریعت محمدیہ میں تبدیلی کر سکے۔ جیسا کہ فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون ط لیکن پھر بھی باوجود ایسے وعدۂ حفاظت کے بعض کم عقل لوگ اس پاک و مطہر کتاب کی طرف تبدیلی کا نقص منسوب کر رہے ہیں۔ اور خلق خدا کو گمراہی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ حال میں ہی ایک رسالہ مسمی بتوضیح الآیات فی رکعات الصلوٰۃ موصول ہوا ہے۔ جو ایک خفیہ مسمی مولوی تصدق حسین صاحب کی تصنیف ہے۔ اور اس میں اس نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ نماز دراصل دو رکعت ہی فرض ہے۔ چار رکعت نہیں۔

خطاب اگرچہ اس میں شیعوں سے کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ ہم احمدی جماعت سے ہیں۔ اور مسیح موعودؑ کو مانتے ہیں۔ اسلئے جو کوئی بھی قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے برخلاف عقیدہ نکالے۔ اس کے مقابلہ پر آتے ہیں۔ اور ہر وقت سینہ سپر رہتے ہیں۔ اس لئے ہم نے اس کے جواب دینے کی ضرورت متصور کر کے چاہا ہے۔ کہ اس کا جواب مختصر طور پر لکھ دیا جائے۔

ہمارا استدلال رسالہ توضیح الآیات کے جواب میں ہم نے اکثر شیعوں ہی کی کتابوں سے تمسک کیا ہے۔ پس ناظرین اس بات کو ذہن نشین کر لیں۔ کہ مشکوٰۃ و بخاری و مسلم و ترمذی و ابن ماجہ کے سوا جن کتب کا حوالہ جواب میں دیا گیا ہے۔ وہ شیعوں کی مسلمہ کتب ہیں۔ اور خصوصاً وہ کتابیں جن سے خود مصنف توضیح الآیات نے استدلال کیا ہے۔ ہمارے استدلال میں مدنظر ہیں۔ اب ہم توضیح الآیات کا جواب ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ و ہو ہذا

مصنف صاحب کا تمسک مصنف رسالہ مذکورہ نے قرآن مجید سے تمسک کرنا چاہا ہے اور اپنے مقصد کے اثبات کیلئے چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ کہ کسی نہ کسی طرح قرآن مجید سے ثابت ہو جائے۔ کہ نماز دو رکعت ہی فرض ہے۔ چار رکعت نہیں۔ اور ہر ایک نماز کی دو دو رکعت ہی ہیں۔ اور اپنے استنباط میں کچھ احادیث بھی لکھی ہیں۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا ہے۔ کہ کچھ احادیث بھی اس بات کے اثبات میں لکھ دیں۔ کہ جنسے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نماز دراصل دو رکعت ہی فرض نہیں۔ بلکہ تین اور چار بھی ہیں۔ اور اسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ اور صحابہ کرامؓ اور ائمہ اہل بیت اور تمام اُمّت محمدیہ کا سوائے مصنف اور اس کے ہمخیالوں کے تعامل رہا ہے۔ کہ نماز دو رکعت ہی فرض نہیں ہے۔

استدلال مصنف مصنف رسالہ توضیح الآیات نے قرآن مجید کی آیت فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوٰت فسوف یلقون غیا پیش کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ آیت لترکبنّ طبقا عن طبق ملا کر یہ ثابت کیا ہے۔

کہ یہ ایک پیشگوئی تھی۔ کہ اُمت محمدیہ بھی نماز کو ضائع کریگی۔ اور یہ سچ ہے۔ کہ کوئی بھی جو قرآن مجید کے اصولوں کے خلاف قلم اٹھاتا ہے۔ اور بدعت نکالتا ہے۔ تو بدعت کے نکالنے کے لئے کھڑا نہیں ہوتا۔ مگر اس کی حالت ولا یقوم الا کما یتخبط الشیطن من المس کی سی ہوتی ہے۔ اور مخبوط الحواسی اور پریشانی اور فساد عقل اس کے شامل حال جیساکہ مصنف صاحب کے ساتھ ہے ؎

مُصنّف کی مخبوط الحواسی

لائق مصنف رسالہ توضیح اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے کرنے کے لئے تفسیر صافی کا حوالہ دیتے ہیں۔ کہ اضاعوا الصلوٰۃ اخروھا عن وقتھا و فی الکافی عن الصادق علیہ السلام فی حدیث ولیس ان عجلت قلیلا و اخرت قلیلا بالذی یضرک مالم تضیع تلک الاضاعۃ فان اللہ عزوجل یقول لقوم اضاعوا الصلوٰۃ الایۃ و فی مجمع البیان عنہ اضاعوا الصلوٰۃ بتاخیرھا عن مواقیتھا من غیر ان ترکوھا

ترجمہ۔ ضائع کرتے تھے نمازوں کو یعنی اوقات سے تاخیر کرتے تھے۔ کافی میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ تھوڑا سا وقت سے پس وپیش کرنا ایسا نہیں کہ تجھے ضرر پہنچائے۔ یہ اس حد تک نہیں پہنچتا جس کے لئے اللہ عزوجل نے ایک قوم کو فرمایا۔ کہ ضائع کرتے تھے نماز کو۔ اور مجمع البیان میں انہی حضرت علیہ السلام سے ہے۔ کہ ضائع کی انہوں نے نماز وقت میں دیر کرنے سے نہ یہ کہ تارک الصلوٰۃ تھے یہ ترجمہ کر کے لائق مصنف اس کی یہ تشریح کرتے ہیں۔ پہلی حدیث کا مطلب صاف یہی ہے۔ کہ وقتوں میں آگے پیچھے کرنا اس آیت کا مصداق نہیں۔ دوسری حدیث میں صاف یہ لفظ ہیں کہ وہ تارک الصلوٰۃ نہ تھے ؎

اب دیکھو۔ مؤلف صاحب کا لکھنا کہ اضاعوا الصلوٰۃ سے مراد نمازوں میں تعجیل و تاخیر نہیں۔ کیا ثابت نہیں کرتا۔ کہ ان کے دماغ میں کوئی فتور ہے۔ یا عربی سے نابلد ہیں۔ کیونکہ پہلے تحریر فرما چکے ہیں۔ کہ اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے اخروھا عن وقتھا کے ہیں (۲) پھر حدیث کے معانی بیان کرنے میں جو غلطی کی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔ اس لفظ کے

معنے جس سے یہ نکلتا تھا۔ کہ تعجیل و تاخیر بھی اضاعوا الصلوٰۃ کے معنوں میں شامل ہے
چھوڑ دیئے۔ یعنی مالم تضیع تلک الاضاعۃ (اسوقت تک تعجیل و تاخیر اضاعوا الصلوٰۃ
میں شامل نہیں۔ جبتک کہ وہ اضاعۃ کی حالت کو نہ پہنچے) یعنی جب بہت تعجیل و تاخیر
نمازوں میں کرنی شروع کردیں۔ تو وہ اضاعوا الصلوٰۃ میں شامل ہونگے؛

تفسیر عمدۃ البیان

اس کے بعد ہم دوسری تفاسیر میں دیکھتے ہیں۔ کہ کیا مصنّف صاحب
کی بات کی تائید کسی دوسری تفسیر سے بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر
نہیں ہوتی۔ تو ان کو ڈرنا چاہیئے۔ کہ اپنی رائے سے کیوں غلط تفسیر کرتے ہیں۔ اور
جو تفسیر صافی میں لکھا ہے۔ اس کے کیوں برخلاف کرتے ہیں۔ رسول کریمؐ فرماتے ہیں
من فسر القرآن برأیہ فاصاب الحق فقد اخطاء کہ جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے
سے کرتا ہے۔ تو اگر وہ حق کو پا بھی لے۔ تو بھی وہ مخطی ہے۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہی روایت ہے۔ کہ من فسر القرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار۔
کہ جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے۔ تو وہ اپنی بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنالے۔ پھر
امام ابو عبداللہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ قال من فسر القرآن برایہ ان اصاب
لم یوجر وان اخطاء فھو ابعد من السماء۔ تفسیر صافی صہ۹ (المقدمۃ الخامسۃ)۔
پھر تفسیر عمدۃ البیان اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے یہ لکھتا ہے۔ ضائع اور ترک
کیا۔ انہوں نے نماز کو کبھی پڑھی اور کبھی نہ پڑھی اور جو پڑھی۔ تو وقت کو ٹال کر تنگ
وقت میں پڑھی؛

تفسیر مجمع البیان

تفسیر مجمع البیان میں اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے ای ترکوھا عن محمد
بن کعب قیل اضاعوھا بتاخیرھا عن مواقیتھا من غیر
ان ترکوھا اصلا عن ابن مسعود و ابراھیم و عمر بن عبد العزیز و الضحاک
و ھو المروی عن ابی عبد اللہ لکھے ہیں۔ یعنی اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے یہ ہیں۔ کہ
انہوں نے نمازوں کو چھوڑ دیا۔ محمد بن کعب سے روایت ہے۔ کہا گیا ہے۔ انہوں نے
نمازوں کو ضائع کردیا۔ ان کے وقتوں سے مؤخر کردینے کے ساتھ۔ یہ نہیں۔ کہ انہوں

نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ ابن مسعود اور ابراہیم اور عمر بن عبدالعزیز اور ضحاک اور ربانی عبیداللہ سے بھی یہی مروی ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔ پس واضح ہو گیا۔ کہ امم سابقہ کے لوگ صاحب شریعت کے بعد نمازوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ لفظ الفقہ میں ضائع بمعنی لم یعبوا تم لکھا ہے۔ جس کے معنے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ دیکھو اوپر تو امام صاحب کے معنے یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ اضاعوا الصلوٰۃ سے مراد ان کے اوقات سے مؤخر کر کے پڑھنا ہے لیکن یہاں آ کر اس کی ترمیم کرتے ہیں۔ کہ وہ معنے ٹھیک نہیں۔ بلکہ لم یعبؤ کے معنے صحیح ہیں۔ الفقہ کے معنے لکھنے سے شاید یہ مراد ہے۔ کہ امام صاحب کے معنے غلط ہیں ؎

قولہ - اب اس بیان کو یہاں آیت لترکبن طبقا عن طبق سے مطابق کر کے نتیجہ نکالو۔ اور غور فرماؤ۔ پھر اس کے آگے اس آیت کی تفسیر تفسیر صافی سے نقل کی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ اُمت محمدیہ یہود اور نصاریٰ کی ضرور ضرور پیروی کریگی اور وہ ان گناہوں کی ضرور مرتکب ہو گی۔ جن کی پہلی امم مرتکب ہوئیں۔ اور ان چیزوں میں سے جو اسلام میں امت محمدیہ ضائع کریگی۔ امامت ہو گی۔ اور دوسرے اس میں سے نماز ہو گی ؎

اقول - یہ بات بالکل صحیح اور سچ ہے۔ کہ امت محمدیہ نے یہود کی باتوں کو اختیار کیا اور انہی کے نقش قدم پر چلی۔ جیسا کہ مصنف نے قمی کی عبارت نقل کی ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ ان چیزوں سے جو کہ اسلام میں ضائع ہونگی۔ امامت ہے۔ یعنی جب امام آخرالزمان مبعوث ہو گا۔ تو لوگ اس کا انکار کرینگے۔ پس موجودہ زمانہ میں امام آخرالزمان پیدا ہوا۔ اور اس نے دنیا کو صراط مستقیم پر بلایا۔ لیکن جیسا کہ رسول کریمؐ فرما چکے تھے۔ کہ میری امت یہود کی پیروی کریگی۔ انہوں نے اس کے ماننے سے ایسا ہی انکار کیا۔ جیسا کہ یہودیوں نے کیا۔ کیونکہ یہود نے بھی بروقت دعوت عیسٰے علیہ السلام ناصری کو یہی جواب دیا تھا۔ جیسا کہ حال کے مسلمانوں نے محمدی مسیحؑ کی دعوت پر دیا۔ یہود نے کہا تھا۔ کہ ہم تجھکو کیسے مان سکتے ہیں۔ حالانکہ ملاکی نبی کی

کتاب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ایلیا آسمان سے اتریں گے۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی یہی جواب دیا۔ کہ ہم مسیح موعودؑ مرزا غلام احمد صاحب کو کیسے مان سکتے ہیں۔ جبکہ مسیح ناصری آسمان پر سے اترینگے۔ اور دوسرا یہ لکھا ہے۔ کہ "نماز ضائع ہو گی۔" سو نماز بھی ضائع ہوئی۔ جس کے معنے تفاسیر میں یہ لکھے ہیں۔ کہ انہوں نے نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنا چھوڑ دیا۔ اور بعض تو بالکل تارک الصلوٰۃ ہو گئے۔ اور بعض نے نماز کو چٹی سمجھ لیا۔ اور نماز کے اصل مقصد کو چھوڑ دیا۔ لیکن جو مصنف نے اس سے نتیجہ نکالا ہے۔ کہ نماز دو رکعتیں فرض تھیں۔ ان کو چار قرار دے لیا ہے۔ صحیح نہیں کیونکہ بے پرواہی اور غفلت اس بات کو نہیں کہتے۔ کہ دو کی بجائے چار رکعتیں فرض کر لی جائیں۔ کیونکہ غفلت اور سستی تو اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ نماز کو کم کر کے پڑہا جائے۔ نہ کہ زیادہ۔ اور آپ کے نزدیک دو اور زیادہ کرلی گئی ہیں۔ ہاں آپ جیسے ساھون میں شامل ہو سکتے ہیں۔ جو نماز کو کم کر رہے ہیں۔ نہ کہ وہ جو زیادہ نمازیں پڑہتے ہیں۔

قولہ۔ اس آیت کے مضمون کو پہلی آیت سے ملا کر جب دیکھو گے۔ تو ضرور سمجھ لوگے کہ پہلی اُمتوں میں نماز ضرور ضائع ہوئی ہے۔ اور اس اُمت میں البتہ ہوگی۔ یہ خبر اسی علیم و خبیر و بشیر و نذیر کی دی ہوئی ہے۔ اب جس بگڑی ہوئی نماز کے نماز ہی حضرت خاتم النبیین سلام اللہ علیہ و آلہ المعصومین کے زمانہ تک تھے۔ جن کو حضرت رسول اللہ صلعم نے مامور من اللہ نماز سکہائی تھی۔ وہ نماز حضرت صلعم کے بعد بگڑے گی جس کی مامور من اللہ اصلی صورت دکہانے کے لئے یہ رسالہ آپ کے پیش نظر ہے۔

اقول۔ مصنف صاحب کا اس سے مطلب ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ جو کہ اضاعوا الصلوٰۃ سے انہوں نے کرنا چاہا ہے۔ کہ نماز فرض دو رکعت تھیں۔ جن کو چار بنا یا گیا ہے کیونکہ شریعت محمدیہ کی حفاظت کا وعدہ خداتعالےٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ جیسا کہ خداتعالےٰ فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ اور پھر رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ لا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین لا یضرھم من خذلھم

کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ تمام اُمت محمدیہ گمراہ ہو جائے۔ بلکہ ایک حصّہ امت کا ضرور حق پر رہیگا۔ لیکن مولوی تصدق حسین کے صدقے جانا چاہیئے۔ جنہوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ اور کہا کہ اسوقت نماز ضائع ہوگئی ہے۔ دو رکعتیں فرض تھیں جن کو چار قرار دیا گیا ہے۔ لیکن مولوی صاحب کو غور و فکر اور عقل و دماغ سے کام لینا چاہیئے تھا۔ کہ نماز کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے۔ اور نماز کا پڑھنا شرعی احکام میں داخل ہے لہذا یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ تیرہ صدیاں اسکا اصل مٹا رہے۔ اور تمام اُمت محمدیہ مورد جہنم ہو۔ اور آج تصدق حسین خاں اُٹھیں۔ اور اس کا اصل بتائیں۔ کہ تمام امت محمدیہ گمراہی پر ثابت قدم ہے۔ اصل نماز کوئی بھی نہیں پڑھتا۔ جس کے متعلق قرآن مجید حکم دیتا ہے۔ بلکہ اصل نماز وہ ہے جسکو میں پیش کرتا ہوں۔ ہم مولوی تصدق حسین صاحب کو حدیث المسلم مراۃ المسلم پر عامل ہوتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں۔ کہ وہ ایسی بدعات نکالنے سے رُک جائیں۔ جنکا نہ قرآن میں ذکر ہے۔ نہ احادیث میں۔ اور سوچیں کہ نماز جیسی ضروری چیز جو اسلام کا ایک رکن اعظم ہے۔ جس کے متعلق رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ من ترك الصلوٰة متعمدا فقد كفر (مشرک ... کافر اور مسلم کے درمیان مابہ الامتیاز نماز ہی ہے) اس کا اصل تو دنیا سے بالکل مٹ جائے۔ اور نئی پیدا شدہ نماز ہی قائم رہ جائے۔ پس موجودہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے اور نیز احادیث صحیحہ و قرآن مجید سے اس بات کا ثابت نہ ہونا کہ فرض دو رکعتیں ہیں۔ چار نہیں۔ بتاتا ہے۔ کہ آپ کا از خود تراشیدہ عقیدہ ہے۔ ورنہ ماننا پڑے گا۔ کہ گذشتہ تیرہ سو سال میں تمام امت محمدیہ ضلالت پر جمع رہی۔ حالانکہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ لن یجمع اللہ امۃ محمد علی ضلالۃ کہ امت محمدیہ ضلالت پر جمع نہیں ہوسکتی۔

قولہ۔ بگڑی ہوئی نماز کا ثبوت قرآن مجید سے قال اللہ تعالیٰ۔ ما کان صلوٰتھم عند البیت الا مکاءً و تصدیۃ۔ یعنی ان کی نماز سوائے سیٹی بجانے اور تالیاں مارنے کے نہ تھی۔ اس سیٹی بجانے کو پروردگار عالم الغیب والشہادۃ نے ان کی نماز فرمایا ہے۔ اور اہل تفاسیر کل اس میں میرے ہمخیال ہیں۔ دیکھیئے۔

تفسیر صافی مکاءً وتصدیۃ یعنی وضعوا المکاء والتصدیۃ موضع الصلوٰۃ۔
یعنی مکاء و تصدیہ نماز کے بدلے کیا کرتے تھے۔ جس سے یقین ہو گیا۔ اس امر کا
کہ وہ لوگ اسے نماز سمجھ کر عمل میں لاتے تھے۔

اقول۔ غور کرنے کی بات ہے کہ مصنف توضیح کو کوئی بھی ٹھیک بات نہیں
سوجھتی۔ جس طرح بھی ہو۔ آیت قرآنیہ اپنا مقصد ثابت کرنے کے لئے پیش کر دیتے
ہیں۔ حالانکہ آیت میں اس بات کا ذکر ہی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آیت ما کان
صلوٰتھم سے بگڑی ہوئی نماز کا ثبوت دینا چاہا ہے۔ حالانکہ آیت بگڑی ہوئی نماز کے
اثبات کو متضمن نہیں۔ کیونکہ بگڑی ہوئی چیز تو اس کو کہا جاتا ہے۔ کہ وہ شئے تو موجود
ہو۔ لیکن اس کی صورت بدل جائے۔ اور کسی اور شکل میں متشکل ہو جائے۔
لیکن آیت مذکورہ میں تو نماز کا بالکل اصل ہی نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ سیٹی وتالی وغیرہ
کو نماز سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ کیونکہ اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ پہلے مشرکین مکہ
کوئی نماز پڑھتے تھے۔ جس کو انہوں نے بدل دیا ہو۔ اس کتاب میں اہل کتاب یہود
ونصاریٰ کا تو ذکر ہی نہیں۔ بلکہ مشرکین عرب کا ذکر ہے۔ پس جبکہ مشرکین پہلے
کوئی نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ تو پھر بدلنے کے کیا معنے۔ بلکہ آیت سے یہ مراد ہے
کہ وہ نماز کی بجائے سیٹیاں وتالیاں بجایا کرتے تھے۔

پھر دوسرا مغالطہ جو مصنف نے اپنی عبارت میں اختیار کیا ہے۔ یہ ہے۔ کہ اہل تفاسیر
بھی اس میں میرے ہم خیال ہیں۔ حالانکہ جس تفسیر کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس میں یہ لکھا
ہے۔ کہ وضعوا المکاء والتصدیۃ موضع الصلوٰۃ یعنی نماز کے بدلے وہ سیٹیاں
اور تالیاں بجاتے تھے۔ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ نے ثابت تو یہ کرنا ہے
کہ نماز کی ہیئت بدل گئی۔ نہ یہ کہ بالکل اس کا اصل ہی مٹ گیا ہو۔ جیسے کہ آپ کا
دعوےٰ ہے۔ کہ امت محمدیہ نے اصل نماز کو بدل دیا ہے۔ اور دو فرضوں کو چار بنا لیا ہے،
نہ یہ کہ بالکل ہی انہوں نے نماز کو چھوڑ دیا ہے۔ پھر آگے اسی تفسیر صافی میں ما کان
صلوٰتھم کے ماتحت لکھا ہے۔ قیل کانوا یطوفون بالبیت عراۃ یشبکون بین اصابعھم

یصفرون فیہا ویصفقون وکانوا یفعلون ذٰلک اذا قرأ رسول اللہ فی صلوٰۃ یخلطون علیہ وفی المجمع روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی فی المسجد الحرام قام رجلان من بنی عبد الدار عن یمینہ فیصفران ورجلان عن یسارہ فیصفقان بایدیہما فیخلطان علیہ صلوٰتہ فقتلہم اللہ جمیعا ببدر۔ کہ لوگ بیت اللہ کا ننگے ہوکر اپنی انگلیوں میں تشبیک کرکے طواف کیا کرتے تھے۔ اور اس میں سیٹیاں بجاتے تھے۔ اور وہ ایسا کرتے تھے جب آپ اپنی نماز میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔ تو وہ آپ پر نماز کو مخلوط کرتے تھے۔ اور مجمع البیان میں لکھا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ جب حضور مسجد الحرام میں نماز پڑھتے تھے۔ تو دو دو آدمی بنی عبد الدار سے آپ کے دائیں بائیں کھڑے ہوکر سیٹیاں اور تالیاں بجا کر نماز کو آپ پر مخلوط کیا کرتے تھے۔ تو ان تمام کو جنگ بدر میں خدا تعالےٰ نے قتل کر دیا۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ان معنوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے۔

قال ابن عباس کانت قریش یطوفون بالبیت عراۃ یصفرون ویصفقون وصلوٰتہم معناہ دعائہم ای یقیمون المکاء والتصدیۃ مکان الدعاء والتسبیح کہ صلوٰتہم میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے۔ کہ انہوں نے مکاء اور تصدیہ کو دعا اور تسبیح کی جگہ قرار دے لیا ہے۔ اسی طرح باقی تفاسیر میں لکھا ہے۔ پس اس آیت سے مصنف کا مقصد کسی طرح بھی نہیں نکل سکتا۔ فتدبروا یا اولی الالباب

پھر دوسری آیت بگڑی ہوئی نماز کے اثبات میں یوں رقم کرتے ہیں۔

قولہ۔ حضرت کے بعد جو نماز بگڑنے والی تھی۔ اس کی خبر عالم الغیب نے اس آیت میں دی ہے۔ فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہون الذین ہم یراؤن ۔ یعنی سخت مغلوب ہونگے وہ نمازی جو اپنی نماز کو ضائع کرتے ہیں۔ وہ لوگ صرف دکھانے کے لئے نمازی بنتے ہیں۔ دیکھئے تفسیر صافی۔ الذین ہم عن صلاتہم ساہون غافلین غیر مبالین بہا یعنی ساہون غافل اور بے پرواہ ہیں

پھر اسی تفسیر میں لکھا ہے۔ القمی عن صادق علیہ السلام ہو تاخیر الصلاۃ عن اول وقتھا بغیر عذر و فی المجمع عن امیر المومنین ہو الترک لھا و التوانی عنھا و فیہ و فی الکافی عن الکاظم قال ہو التضیع

تفسیر قمی میں صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ ساہون تاخیر ہے نماز کی وقتوں سے بلا عذر۔ اور تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر علیہ السلام سے ساہون کو ترک اور بے پرواہی لکھا ہے۔ اور مجمع البیان اور کافی میں حضرت کاظم علیہ السلام نے اس کے معنے ضائع کرنا لکھا ہے۔

اقول۔ مذکورہ بالا آیت کو مصنف صاحب نے اس بات کے اثبات میں کہ نماز اصل بگڑنے والی تھی پیش کیا ہے۔ اور نماز کے بگڑنے کا طریق ان کے نزدیک یہ ہے۔ کہ دو رکعت کو چار رکعت بنا دینا۔

اول تو یہ آیت پیشگوئی نہیں ہے۔ بلکہ ایک واقعہ پیش آمدہ کی خبر ہے۔ جیسے صحابہؓ کے وقت کیلئے تھی۔ ویسا ہی قیامت تک کے لئے ہے۔ کہ نمازوں میں سستی اور غفلت نہیں کرنی چاہئے۔ اور جو سستی اور غفلت اور نماز کو چھوڑے گا۔ تو وہ مورد عذاب ہوگا۔ اس آیت سے مصنف صاحب کا تو مقصد ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ ان کے عقیدہ کی ناک صفائی سے کٹ جاتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ اس آیت میں جس قسم کی نماز کا بگڑنا بتایا گیا ہے۔ وہ امت محمدیہ میں ہونیوالا تھا۔ اور آیت کے معنے تفسیر صافی سے انہوں نے خود نقل کر دئے ہیں۔ کہ ساہون کے معنے نمازوں میں غفلت اور بے پرواہی اور ان کا اول وقتوں پر ادا نہ کرنا اور نمازوں کو چھوڑنا اور ان سے دور رہنا اور نماز کا ضائع کرنا ہے۔ نہ کچھ اور (ضائع کے معنے پہلے آچکے ہیں۔ کہ اول وقت سے تاخیر کر کے پڑھنا) پس مصنف صاحب کا مقصد ثابت نہیں ہوتا کیونکہ لغتاً شرعاً اصطلاحاً کسی طرح بھی ساہون کے معنوں میں دو رکعتوں کا چار رکعت بن جانا داخل نہیں ہے۔

پھر ملاحظہ ہو مجمع البیان جلد ۲۔ فویل للمصلین الذین الخ وھم الذین

یؤخرون الصلوٰۃ عن اوقاتہا عن ابن عباس و مسروق و روی ذالک مرفوعا وقیل یرید المنافقین الذین لا یرجون لہا ثوابا ان صلوا و لا یخافون علیہا عقابا ان ترکوا فہم عنہا غافلون حتّی یذہب وقتہا فاذا کانوا مع المؤمنین صلوہا ریٔیا و اذا لم یکونوا معہم لم یصلوا وقیل ساہون عنہا لا یبالون صلوا ام لم یصلوا عن قتادۃ وقیل ہم الذین یترکون الصلوٰۃ عن الضحاک

پھر اسیطرح عمدۃ البیان میں لکھا ہے۔ عن صلاتہم ساہون نماز اپنی سے غافل اور بے خبر ہیں۔ اور اس کی کچھ توقیر نہیں کرتے ہیں۔ چاہے پڑھے چاہے نہ پڑھے۔ اور اگر پڑھے تو بے عذر بسبب مشغول ہونے دنیاوی کاروبار کے اول وقت میں نہ پڑھے بسبب نہ اعتقاد کرنے اس کے ثواب پڑھنے کے اور عذاب نہ پڑھنے کے۔ اور حضرت صادق علیہ السلام سے کسی نے اس آیت کی تفسیر پوچھی کہ کیا وہ وسوسہ شیطان کا ہے۔ فرمایا۔ کہ نہیں۔ وہ تو سب کو پہنچتا ہے۔ لیکن اس سے یہ مراد ہے۔ کہ نماز سے غفلت کرے۔ اور چھوڑ دے اس کو اول وقت میں پڑھنے سے اور تنگ وقت میں اس کو پڑھے۔ دوسری روایت میں فرمایا ہے۔ کہ وہ تاخیر نماز کی ہے۔ بتلاؤ۔ پیشگوئی تو آپ کے نزدیک یہ تھی۔ کہ دو کی تین اور چار رکعت ہو جائیگی۔ حالانکہ اس بات کو نہ آیت کے الفاظ متحمل ہیں۔ اور نہ ہی تفاسیر کے بیان۔ کیونکہ نہ تو آیت کے الفاظ میں کوئی لفظ ہے۔ جو دلالت کرے کہ اس آیت سے مراد دو کی تین چار رکعت ہو جانا ہے۔ اور نہ ہی کسی تفسیر میں اس آیت کے ماتحت آپ کے مقصد کے مطابق معنے لکھے ہیں۔

مصنّف کی نرالی سادگی

مصنف توضیح بھی عجب بھولے ہیں کہ بچوں جیسی باتیں کرتے ہیں۔ اور ساہون سے اپنے مقصد کو نکالنا چاہتے ہیں جس سے کسی طرح بھی ان کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ کیا ساہون وہی ہوتے ہیں۔ جو دو فرضوں کو چار بنالیں۔ یا چار کو دو بنالیں۔ کیونکہ غفلت اور سستی اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ ایک بڑی عبادت کو کم کر کے پڑھا جائے۔ نہ یہ کہ چھوٹی عبادت کو

بڑی بناد یا جائے۔ پس جبکہ امت محمدیہ ساھون میں شامل ہوگئی۔ اور ساھون کے معنی نماز کو چھوڑنا اور اپنے وقتوں پر ادا نہ کرنا اور اس کے ادا کرنے میں غفلت اور سستی کرنا ہوا۔ تو کیا ساھون وہ ہوئے جو دو کی بجائے چار پڑھیں۔ یا آپ جیسے ۹ جو چار کی بجائے دو خلاف قرآن مجید و حدیث پڑھنا چاہیں۔ یاد رکھیئے۔ غفلت و سستی ہمیشہ کمی کو چاہتی ہے۔ نہ زیادتی کو۔ ذرا ہوش کی لیں اور اپنے گریبان میں تھوڑی دیر مونہہ ڈال کر غور و فکر کریں۔ تو آپ اس بدعقیدہ سے اگر حق پسند ہوں۔ ضرور بضرور توبہ کرلیں۔ جبکہ تمام امت محمدیہ آپ کے نزدیک سوائے آپ کے ساھون میں شامل ہوئی۔ تو وہ تمام مورد ہلاکت ہوئی۔ اور کوئی بھی جنتی نہ ہوا۔ اور اُمت محمدیہ ہی دوزخ کو بھرنے والی ہوئی۔ حالانکہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ کہ تم جنت کے نصف ہوگے اور تمام امم سابقہ پر تم کو فضیلت ہوگی۔ اور کنتم خیر امۃ" اور وجعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس قرآن مجید میں امت محمدیہ کے لئے وارد ہوا ہے۔ اور آپ اس کو شرالامم اور جہنم کو بھرنے والی بتارہے ہیں۔ ذرا خوف خدا کو دل میں لاؤ اور قرآن مجید کے خلاف نہ کرو۔

اس کے بعد مصنف صاحب نے نماز کی اصلی صورت بتانے کے لئے خامہ فرسائی کی ہے۔ اور اپنے من گھڑت عقیدہ کو قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہا ہے۔ جیسے کہ بدعتیوں کا قاعدہ ہے۔

قولہ۔ بسم اللہ تعالیٰ وبہ نقتی قال اللہ العلی العظیم وھو اصدق القائلین و احکم الحٰکمین ؕ اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم . . . . . . واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتأت طائفۃ اخرٰی لم یصلوا فلیصلوا معک پ ۵ رکوع ۱۱ سورۃ النساء

یعنی اے مومنو جب کبھی تم سفر کرو۔ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم نماز کو قصر پڑھو

بشرطیکہ تمہیں خوف ہو۔ اور اے ہمارے رسول جب کبھی تو ایسی حالت میں مومنوں کے ساتھ ہو۔ اور تو انہیں نماز پڑھائے۔ تو چاہیئے کہ ایک حصّہ مومنوں میں سے تیرے ساتھ معہ اسلاح نماز ادا کرے۔ پس جب سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہٹ جائیں۔ اور دوسرا حصہ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ آکر تیرے ساتھ نماز پڑھیں۔ اس آیت شریف پر ذرا غور کرنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مومنوں کے دو فرقوں نے ایک ایک رکعت نماز پڑھی۔ چونکہ پہلے حصّہ نے قیام سے شروع کر کے سجدہ پر نماز تمام کی۔ اور انہیں حق تعالےٰ نے نمازی فرمایا۔ پھر دوسرا گروہ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ ان کے بعد وہ آکر ایک رکعت پڑھ گئے۔ پس یہ ایک ہی رکعت پڑھنے پر مامور من اللہ تھے۔ یہ نماز قصر کا حال ہے جب ایک رکعت قصر کی ہوئی۔ تو تمام نماز کی دو رکعت بالیقین ہونی چاہئیں۔"

اقول ۔ یہی ایک آیت ہے۔ جس سے مصنف توضیح نے اپنا مقصد ثابت کرنے کے لئے کچھ کا کچھ مطلب نکال لیا ہے۔ اور اپنے دعوٰے کی بنا اسی آیت کو قرار دیا ہے۔ کہ یہ ایک نص محکم ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہر نماز دو رکعت ہی ہے۔ پس قبل اس کے کہ میں ان احادیث کو لکھوں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نماز دو ہی رکعت فرض نہیں۔ اور اس آیت کا مطلب لکھوں۔ ناظرین کو اس استدلال کا سقم دکھلانا چاہتا ہوں۔ جو مصنف نے کیا ہے۔

سوال اور پہلا نقص

دراصل یہ آیت اگر اپنے اندر نماز خوف کو ہی رکھتی ہے۔ اور اس آیت کا یہی مطلب ہے۔ کہ سفر میں قصر جائز نہیں ہے بلکہ قصر بشرط خوف ہے۔ تو میں مصنف صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کہ شریعت اسلامی جبکہ ایک کامل شریعت ہے جیسے کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم سے ظاہر ہے اور اس کے بعد کوئی اور شریعت نہیں ہے۔ تو بتائیں۔ اگر غنیم کسی مقیمین شہر پر چڑھائی کر کے آجائے۔ تو اس وقت کی نماز کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ آیا وہ نماز کو قصر کریں یا نہ کریں۔ اگر کہو۔ کہ وہ نماز کو قصر کریں۔ تو اذا ضربتم فی الارض

کے لحاظ سے ضرب فی الارض کی قید نہیں پائی جاتی اگر کہو کہ وہ پوری نماز پڑہیں۔ تو ان یفتنکم الذین کفروا کی قید پائی جاتی ہے۔ پس بتلاؤ کس قید کے خلاف کروگے اور کس بات پر عمل کروگے۔ قرآن مجید میں سے کوئی اس کے متعلق فتویٰ نکال کر دکہائیں۔

ہم پہلے بتا آئے ہیں۔ کہ شریعت کی حفاظت کا وعدہ خدا تعالےٰ نے کیا ہوا ہے وہ بدل نہیں سکتی۔ اور نہ ہی نماز کی رکعات جو فرض ہیں۔ کوئی بدل سکتا ہے۔ اس آیت سے یہ نہیں نکل سکتا۔ کہ فرض دو رکعتیں ہی ہیں۔ بلکہ اس آیت میں خوف کی نماز باجماعت کا طریق بتایا گیا ہے۔ کہ خوف کی نماز کیسے پڑہنی چاہیئے۔ اور اس آیت سے یہ نہیں نکلتا۔ کہ کل نماز دو رکعت فرض ہیں۔ اسواسطے کہ آیت میں ایک رکعت پڑہنے کا حکم ہے۔ کہ جب ایک فریق ایک رکعت پڑھ لے تو دوسرا فریق پڑھے۔ چونکہ اس آیت میں جماعت کا ذکر ہے۔ اور ایک رکعت کے پانے سے جماعت کا ثواب ملجاتا ہے جیسے کہ حدیث من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرک الجماعۃ سے ظاہر ہے۔ پس ایک ایک رکعۃ دونو طائفوں کا امام کے ساتھ پڑہنا اسلیے ہے۔ کہ وہ ایک ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھکر جماعت کا ثواب لے لیں۔ پھر اس آیت میں یہ نہیں بتایا گیا۔ کہ وہ ایک رکعت کے بعد کچھ پڑہیں۔ یا نہ پڑہیں۔

دوسرا نقص دوسرا نقص مولوی صاحب کے عقیدہ کو صحیح ماننے سے یہ لازم آئیگا کہ اگر حضر میں فرض نماز دو رکعت ہی تہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو رکعت خوف کے وقت کیوں فرض کی گئیں۔ اگر خوف میں دونو گروہوں کا امام کے ساتھ ایک ایک رکعت پڑہنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ پوری نماز دو رکعتیں ہیں۔ تو رسول کریمؐ پر اسی اصول کی رو سے چار رکعات ہر نماز کی حضر میں فرض ہونگی۔ یہ کیا وجہ ہے۔ کہ رسول کریمؐ پر تو چار رکعات ہر نماز کی فرض ہوں۔ اور امت پر دو رکعت۔ حالانکہ امت کے لئے حکم ہوتا ہے۔ کہ اطیعوا اللہ واطیعو الرسول اور ان لکم فی رسول اللہ حسنۃ۔ کہ آنحضرت صلعم کا ہر مومن کو نمونہ

اختیار کرنا چاہیئے۔ اور پھر وما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھو پر نبی کریمؐ کا اور کچھ کرنا اور اُمت کا کچھ اور کرنا اس آیت اور حدیث صلوا کما رأیتمونی کے کیا خلاف نہیں ہے ؟

تیسرا نقص پھر اس سے یہ بھی لازم آئیگا۔ کہ رسول کریمؐ کے لئے کوئی علیحدہ نماز کا حکم ہو۔ حالانکہ قرآن مجید میں جو نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں تمام مومن بمعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔ جیسے کہ اقیموا الصلوٰۃ اور اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق الیل وغیرہ آیات میں ہے۔ جس میں مومن اور نبی کریمؐ بھی شامل ہیں۔

چوتھا نقص پھر یہ نقص بھی لازم آئیگا۔ کہ رسول کریمؐ جب حضر میں جماعت کرائینگے۔ تو اسوقت مقتدی یا تو دو رکعت کے بعد سلام پھیر لیتے ہونگے۔ یا چار پڑھتے ہونگے۔ اور نیز وہ مقتدی جو آخری دو رکعتوں میں شامل ہوتا ہوگا۔ وہ بھی ساتھ ہی سلام پھیرتا ہوگا۔ اور نیز جو شروع سے جماعت میں داخل ہوا ہوگا۔ وہ دو رکعت پڑھ کر سلام بھی پھیر سکتا ہے۔ تو وہاں جماعت کیا ہوتی ہوگی۔ ایک تماشاگاہ بنی ہوئی ہوتی ہوگی کچھ تو دو رکعتوں کے بعد بیچ سے نماز چھوڑ کر باہر نکل رہے ہونگے۔ اور کچھ اور بھرتی ہوکر نماز با جماعت کو ادا کرنے کے لئے شامل ہو رہے ہونگے۔ کوئی آتا ہوگا۔ کوئی جاتا ہوگا۔ خاصہ ریل کا نظارہ ہوگا۔ کہ کچھ اتر رہے ہیں۔ اور کچھ چڑھ رہے ہیں۔

پانچواں نقص پھر یہ بھی ایک نقص لازم آئیگا۔ کہ وہ مقتدی جو دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہونگے۔ ان کی نماز با جماعت نہیں ہوسکیگی۔ کیونکہ امام کی نیت تو چار کی ہوگی۔ اور مقتدیوں کی دو کی۔ تو امام اور مقتدیوں کی نیت میں اختلاف لازم آئیگا۔ اور رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ انما جعل الامام لیؤتم بہ۔ کہ امام کی اقتدا کرنی چاہیئے۔ تو جب نیتوں میں اختلاف ہوا۔ تو انما الاعمال بالنیّات کے لحاظ سے شرعی اعمال کی جزا و سزا نیت پر منحصر ہے۔ یا مقتدی بھی چار رکعت کی نیت کرتے ہونگے تو ان میں سے بھی دو تو فرض کی اور دو نفل کی اس سے بھی نیتوں کا اختلاف لازم آیا۔

امام کی دو فرضوں کی نیت اور مقتدیوں کی نفلوں کی نیت ہوئی۔ اور نیز دوسرا محال یہ بھی لازم آئیگا۔ کہ ایک وقت میں فرض اور نفل کی نیت ماننی پڑیگی۔ جو ایک نیت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جیساکہ خود مصنف نے اپنی کتاب توضیح الایات کے صفحہ ۴۸ میں تسلیم کیا۔ "کہ فرض اور سنت ایک نیت میں جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔" پھر یہی نہیں۔ کہ یہ بات نبی کریمؐ کے وقت تک محدود رہیگی۔ بلکہ آپ کے بعد جو بھی امام ہوگا۔ اس کو صلوٰۃ خوف میں دو رکعت پڑہانی ہونگی۔ اور اس کے لحاظ سے حضر میں اس پر چار فرض ہونگے۔ اور پھر ہر زمانہ میں وہی نقائص لازم آئینگے۔ جو پہلے لکھے جا چکے ہیں۔

پس امام کے لئے چار رکعت کا فرض ماننا اور مقتدیوں کے لئے دو۔ تو اس طرح باجماعت نماز ہو ہی نہیں سکتی۔ اور نیز پھر اماموں کے لئے کوئی علیحدہ شریعت چاہئے جس میں ان کے احکام بیان ہوں۔ لیکن اماموں کے لئے نماز کے متعلق کوئی علیحدہ حکم پایا نہیں جاتا۔ پس آیت متنازعہ فیہا سے نماز کا دو رکعتیں نکالنا بنیاد فاسد بر فاسد ہے۔

اصل مطلب

اب ہم آیت کا اصل مطلب بتاتے ہیں۔ کہ اس آیت سے کیا نکلتا ہے پس جاننا چاہئے۔ کہ در اصل یہ دو آیتیں ہیں۔ ایک آیت نہیں۔ اور ان دونوں میں دو احکام بتائے گئے ہیں۔ ایک تو سفر کے متعلق دوسرے خوف کے متعلق۔ اب دونوں آیتوں کو ہم علیحدہ علیحدہ بیان کر کے بتاتے ہیں۔ کہ ان سے صحابہ و تابعین و علماء و ائمہ اہلبیت نے کیا سمجہا ہے۔

پہلی آیت

پہلی آیت تو یہ ہے۔ واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ان الکفرین کانوا لکم عدوا مبینا۔ کہ جب تم سفر کرو۔ تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ کہ تم نماز کو قصر کرکے پڑہو۔ اگر تمہیں خوف ہو۔ کہ کفار تمہیں فتنہ میں ڈالیں اور تنگ کا فر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ اوّل تو ہم بتلاتے ہیں۔ کہ اس آیت سے صحابہؓ کیا سمجھے خوف کے سوا نماز قصر کرنی چاہئے۔ یا نہیں۔ تو ملاحظہ ہو تفسیر ابی السعود بر حاشیہ تفسیر کبیر

جلد ۲ صد ۴۲۶ اور ابن ماجہ جلد اوّل عن یعلی ابن امیۃ قال سئلت عمر ابن الخطاب قلت لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا وقد امن الناس فقال عجبت مما عجبت منہ فسئالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذالک فقال صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقتہ؛

یعلی بن امیہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے عمر ابن الخطاب سے پوچھا کہ قرآن مجید میں لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا آیا ہے اور اب تو خوف نہیں ہے۔ بلکہ لوگ امن میں ہو گئے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ جس بات سے تم نے تعجب کیا ہے۔ اسی سے میں نے بھی کیا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے متعلق پوچھا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ ایک صدقہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے تم پر کیا ہے تو تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ پس اس حدیث سے دانشمند سمجھ سکتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے یہی سمجھا ہے۔ کہ سفر میں نماز قصر کی جائے لیکن یہ آیت مجمل ہے۔ کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں۔ کہ نماز کتنی رکعت ہو۔ اور قصر نصف کو کہتے ہیں۔ یا ثلث کو بھی۔ تو اسکا مفسر اسی کو ہونا چاہئے جس پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے چنانچہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے فیصلہ کی راہ بتا دی ہے۔ کہ اگر تم کسی مسئلہ میں اختلاف کرو تو تمہیں چاہئے۔ کہ قرآن مجید و احادیث کو ثالث ٹھہرا کے اس کا فیصلہ کر لیا کرو جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول الایۃ۔ پس فیصلہ کے لئے ہمیں حدیث صحیحہ اور آئمہ کے اقوال کو دیکھنا چاہئے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جب رکعات وغیرہ کی تعداد نہیں بتائی گئی۔ تو دوسرے درجہ پر سنت ہے۔ اسلئے اسمیں دیکھنا چاہئے۔ کہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر کیا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو کیسے اور نیز صحابہؓ و تابعین وغیرہ کا اس کے متعلق کیسا خیال ہے؛

پہلی حدیث حضرت عمرؓ کی حدیث ہے۔ جو پہلے بیان کی گئی ہے؛

دوسری حدیث عن عکرمۃ عن ابن عباس قال سافر النبی صلعم سفرا فاقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسعۃ عشر یوما یصلی رکعتین

رکعتین فنحن اذا اقمنا تسعۃ عشر یوماً نصلی رکعتین رکعتین فاذا اقمنا اکثر من ذالک صلینا اربعاً (رواہ البخاری) ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ۱۹ دن مقیم رہے۔ اور دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔ تو ہم بھی ۱۹ دن دو دو رکعت نماز پڑھیں گے۔ جب زیادہ دن مقیم ہیں۔ تو چار رکعت پڑہیں گے۔

تیسری حدیث عن حفص ابن عاصم قال صحبت ابن عمر فی طریق مکۃ فصلی لنا الظہر رکعتین ثم جاء رحلہ وجلس فصدنی ناسا قیاماً فقال ما یصنع ھؤلاء قلت یسبحون قال لو کنت مسبحا اتممت صلاتی صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان لا یزید فی السفر علی رکعتین وابا بکر وعمر وعثمان کذالک متفق علیہ۔

حفص بن عاصم کہتے ہیں۔ کہ میں ابن عمر کا مکہ کے رستہ میں ساتھی تھا۔ تو اس نے ہمیں ظہر کی دو رکعتیں پڑہائیں۔ پھر اپنے ڈیرے میں آئے۔ اور اس میں بیٹھ گئے۔ اور لوگوں کو دیکھا۔ کہ کھڑے ہیں۔ تو کہا۔ کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ تو میں نے کہا۔ کہ نفل پڑھ رہے ہیں۔ ابن عمر نے جواب دیا۔ کہ اگر میں نفل پڑہنے والا ہوتا۔ تو میں نماز کو پہلے پورا پڑہتا (یعنی سفر میں اگر نفل ہوتے تو فرض نماز کو پورا کیوں نہ پڑہنا ہوتا) میں رسول کریمؐ کا سفر میں ساتھی رہا۔ آپ دو رکعتوں سے زیادہ پڑہنے کو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ نے کیا۔ اسکو بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث عن عمران ابن حصین قال غزوت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشہدت معہ الفتح فاقام بمکۃ ثمانی عشرۃ لیلۃ لا یصلی الا رکعتین یقول یا اہل البلد صلوا اربعاً فانا سفر۔ رواہ ابوداؤد

عمران بن حصین نے کہا۔ کہ میں نے نبی کریمؐ کے ساتھ ملکر لڑائیاں کیں اور فتح مکہ میں بھی آپکے ساتھ حاضر ہوا۔ تو آپؐ مکہ میں ۱۸ رات رہے۔ آپ دو رکعت ہی نماز پڑہتے رہے۔ اور آپؐ شہر والوں کو کہتے تھے۔ تم چار پڑہو۔ کیونکہ ہم مسافر ہیں۔

پانچویں حدیث عن محمد بن مسلم قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام اکزل

یرید السفر متیٰ یقصر قال اذا توارٰی من البیوت قال قلت الرجل یرید السفر فیخرج حین تزول الشمس قال اذا خرجت فصل رکعتین (فروع کافی جلد ۱)

محمد بن مسلم نے کہا۔ کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کہا۔ کہ جو آدمی سفر کا ارادہ کرے۔ تو وہ کب قصر کرے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ جب اپنے گھروں سے چھپ جائے میں نے کہا۔ کہ ایک آدمی سفر کا ارادہ کرے سورج کے زوال کیوقت نکلے۔ تو اس کیلئے نماز کا کیا حکم ہے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ جب تو نکلے۔ تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔

چھٹی حدیث

عن بشیر قال خرجت مع ابی عبد اللہ علیہ السلام حتی اتینا الشجرۃ فقال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام یا نبال قلت لبیک قال انہ لم یجب علی احد من اہل ہذا العسکر ان یصلی اربعہ غیری وغیرک وذالک انہ دخل وقت الصلوٰۃ قبل ان نخرج (الفروع من الجامع الکافی جلد ۱)

بشیر ابن نبال نے کہا۔ کہ میں ابو عبد اللہ علیہ السلام کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ ہم شجرہ کے مقام پر پہنچے۔ تو ابو عبد اللہ علیہ السلام نے مجھے بلایا۔ کہ اے نبال میں نے کہا۔ جناب حاضر ہوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان تمام لشکریوں میں سے کسی پر بھی چار رکعت نماز واجب نہیں سوائے میرے اور تیرے اور اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم نکلے اسوقت تھے۔ کہ جب نماز کا وقت ہو گیا تھا۔

ساتویں حدیث

عن محمد بن مسلم قال سئلت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن رجل یدخل من سفرہ وقد دخل وقت الصلوٰۃ قال یصلی رکعتین فاذا خرج الی السفر وقد دخل وقت الصلوٰۃ فلیصل اربعاً (الفروع من الجامع الکافی)

محمد بن مسلم سے روایت ہے۔ کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے ایک ایسے آدمی کے متعلق سوال کیا۔ کہ جو اپنے سفر سے واپس آتا ہو۔ اور اسپر نماز کا وقت سفر میں ہی ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ دو رکعتیں پڑھے۔ پس جب سفر کو نکلے۔ اور قیام کی حالت میں داخل ہو جائے۔ تو چار رکعت پڑھے۔ پس ان مذکورہ بالا احادیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

پہلا۔ سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز ہے۔ اور رسول کریمؐ اور صحابہؓ اور باقی ائمہ اہلبیت کا بھی یہی مذہب ہے،

دوسرا۔ قصر چار رکعتی نماز دو رکعت کر کے پڑھنے کا نام ہے،

اب احادیث کے بعد ہم تفاسیر کی اوراق گردانی کرتے ہیں۔ کہ وہ اس آیت کے متعلق کیا لکھتے ہیں۔ آیا مطلق سفر بلا شرط خوف میں نماز قصر کرنی جائز ہے یا نہیں۔ اور کس کس نماز میں قصر جائز ہے اور کس کس میں نہیں۔

تفسیر صافی | تفسیر صافی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

وفی الفقیہ والعیاشی عن زرارة ومحمد بن مسلم قالا قلنا لابی جعفر ما تقول فی الصلوٰة فی السفر کیف هی وکم هی فقال ان الله عزوجل یقول فاذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰة فصار التقصیر فی السفر واجبا کوجوب التمام فی الحضر قالوا قلنا انما قال الله تعالیٰ فلیس علیکم جناح ولم یقل افعلوا کیف اوجب ذالک کما اوجب التمام فی الحضر فقال اولیس قد قال الله عزوجل ان الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیه ان یطوف بهما الا ترى ان الطواف بهما واجب مفروض لان الله عزوجل ذکره فی کتابه وصنعه نبیه وکذالک التقصیر فی السفر شئ صنعه النبی وذکره الله فی کتابه قالا قلنا له فمن صلّى فی السفر اربعا ایعید ام لا قال ان کان قد قرئت علیه اٰیة التقصیر وفسرت له وصلى اربعا اعاد وان لم یکن قرئت علیه ولم یعلمها فلا اعادة علیه والصلوٰت کلها فی السفر الفریضة رکعتان کل صلاة الا المغرب فانها ثلاث لیس فیها تقصیر وترکها رسول الله صلی الله علیه وسلم فی السفر والحضر ثلث رکعات۔

ترجمہ۔ من لا یحضرہ الفقیہ اور تفسیر عیاشی میں زرارہ اور محمد بن مسلم سے روایت ہے۔ ان دونو صاحبوں نے کہا۔ کہ ہم نے امام ابو جعفر سے عرض کیا کہ

آپ سفر میں نماز کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں۔ سفر میں نماز کیونکہ اور کتنی ہے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ کہ جب تم سفر کرو۔ تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کو قصر کرو۔ تو قصر کرنا سفر میں واجب ہوگیا۔ جیسے کہ پوری نماز پڑھنی حضر میں واجب ہے۔ زرارہ و محمد بن مسلم کہتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ کہ خداتعالےٰ نے تو یہی کہا ہے کہ تم پر کوئی گناہ نہیں۔ وجوب کہاں سے نکلا۔ کیونکہ افعلوا تو نہیں کہا۔ جو کہ وجوب پر دلالت کرے تو امام صاحب نے جواب دیا۔ کہ کیا خداتعالےٰ نے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما نہیں کہا۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔ کہ صفا اور مروہ کا طواف حج اور عمرہ میں واجب و مفروض ہے۔ اور اسوجہ سے بھی کہ قرآن مجید میں اسکا ذکر آیا ہے۔ اور نبی کریمؐ نے اس پر عمل فرمایا۔ اور اسی طرح تقصیر سفر میں ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جسکو نبی صلعم نے کیا ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ تو پھر زرارہ اور محمد بن مسلم کہتے ہیں۔ کہ ہم نے کہا کہ کیا وہ شخص جو سفر میں چار رکعتیں پڑھے وہ لوٹائے یا نہ۔ تو امام صاحب نے جواب دیا۔ کہ اگر اس پر آیتہ تقصیر پڑہی گئی ہے۔ اور اسکی تفسیر سنائی گئی ہے۔ اور پھر اس نے چار رکعت نماز پڑہی۔ تو وہ لوٹائے۔ اور اگر اس پر آیت پڑہی نہیں گئی۔ اور وہ اس کو نہیں جانتا تو اس پر اعادہ نہیں ہے۔ اور تمام کی تمام نمازوں کے سفر میں فرض دو دو رکعتیں ہیں۔ سوائے مغرب کے کہ وہ تین رکعت ہیں۔ اسمیں تقصیر نہیں۔ اور رسول کریمؐ نے سفر اور حضر دونوں میں تین ہی رکعت پر چھوڑا۔

خلاصۃ المنہج واذا ضربتم فی الارض۔ وچوں سفر کنید در زمیں۔ فلیس علیکم جناح پس نیست در شما گناہے۔ ان تقصروا من الصلوٰۃ۔ در آنکہ کوتاہ سازید از نماز یعنی چہار رکعتے را دو رکعت گذارید۔ ان خفتم ان یفتنکم الذین اگر بترسید آنکہ در فتنہ اندازند و بکشند۔ یا مشرک سازند شمارا آنانکہ کافر شدند ایں شرط باعتبار غالب است چہ در انوقت در حوالی مدینہ مسلمانرا دشمناں بودہ اند و حالا بے ترس نیز تقصیر

باید کرد۔ در سفر باجماع و روایات متواترہ و ترک جناح در امر واجب و سنت و مباح مستعمل است و اینجا مراد بامر واجبیست چہ قصر صلوٰۃ در سفر و خوف در سفر باجماع ؎

مجمع البیان واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ اس آیت کے ماتحت جو لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ لکھتا ہوں۔ کہ جب تم سفر کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ کہ تم نماز سے قصر کرو۔ قصر میں بہت سے اقوال ہیں ؎

قول اوّل ایک قول تو یہ ہے۔ کہ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ عدد صلوٰۃ سے قصر کرو رباعیات کو دو دو رکعت کر کے پڑھو۔ یہ مجاہد اور مفسرین کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ اور یہی قول اکثر فقہاء کا ہے۔ اور یہی مذہب اہل بیت کا ہے ؎

قول ثانی دوسرا قول یہ ہے صلوٰۃ خائف کی مسافر کی نماز کو قصر کرنا ہے۔ اور وہ دو قصر ہیں۔ ایک قصر امن کا چار سے دو رکعتوں کی طرف اور دوسرا قصر خوف کا دو رکعتوں سے ایک رکعت کر کے پڑھنا جابر اور مجاہد سے مروی ہے اور ہمارے اصحاب نے بھی روایت کیا ہے۔ کہ اسکے حدود صلوٰۃ سے قصر کرنا ہے۔ انہوں نے ابن عباسؓ سے اور طاؤس سے روایت کی ہے۔ اور وہ وہی ہے۔ جسکو ہمارے اصحاب نے شدت خوف کی نماز میں بیان کیا ہے۔ کہ وہ نماز اشارہ سے پڑھی جائے۔ اور سجدہ رکوع سے ذرا نیچے ہو۔ اگر ایسا بھی نہ ہو سکے۔ تو تسبیح مخصوص ہی ہر ایک رکعت سے کافی ہے

قول ثالث کہ مراد قصر سے جمع بین الصلوٰتین ہے اور صحیح پہلا ہی قول ہے۔

اب مذکورہ بالا احادیث و تفاسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

پہلا۔ امر یہ کہ قصر کا موجب سفر بشرط خوف ہی نہیں۔ بلکہ مطلق سفر بھی ہے۔

دوسرا۔ امر یہ کہ قصر چار رکعتوں کو دو دو کر کے پڑھنا ہے جیسے کہ تفسیر صافی میں لکھا ہے۔ ان تقصروا من الصلوٰۃ بتنصیف الرباعیات اور تفسیر مجمع البیان میں ان معناہ ان تقصروا من عدد الصلوٰۃ فتصلوا الرباعیات رکعتین رکعتین (۲) کنز العرفان میں ان التقصیر نقص من الصلوٰۃ کما و کیفا والنقص فی الکم فی

الرباعیات بتنصیفھا وجعلھا اثنتین (۳) تفسیر سیوطی میں ان تقصروا من الصلوٰۃ بان تردوھا من اربع الی اثنتین۔

پس ان سب تفاسیر سے ثابت ہے۔ کہ قصر چار رکعتوں کو دو کرکے پڑھنے کا نام ہے

تیسرا امر یہ ہے۔ کہ ظہر اور عصر اور عشا میں قصر ہے۔ شام اور صبح کی نماز میں قصر نہیں۔

چوتھا۔ امر یہ ہے۔ کہ سفر میں قصر کرنا ضروری اور واجب ہے۔ جیسا کہ حضر میں پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔

پانچواں۔ امر یہ ہے۔ کہ قصر خوف کے ساتھ مشروط نہیں۔ بلکہ مطلق سفر میں جائز ہے۔ اور رسول کریمؐ نے اس کو ایک صدقہ قرار دیا ہے۔ خوف کے ساتھ مقید نہیں کیا

چھٹا۔ امر یہ ہے کہ مغرب کی نماز کی سفر و حضر میں تین ہی رکعتیں ہونگی۔

ساتواں۔ امر یہ ہے۔ کہ حضر میں ظہر۔ عصر۔ عشا میں فرض چار چار رکعت ہیں جیسا کہ زرارہ اور محمد بن مسلم نے امام محمد باقرؑ سے سوال کیا۔ کہ اگر کوئی شخص سفر میں چار پڑھ لے۔ تو اسکا کیا حکم ہے۔ تو ان کے سوال سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکو اس بات کا یقین تھا۔ کہ حضر میں چار رکعات ہیں۔

آٹھواں۔ امر یہ ہے۔ کہ اگر کوئی سفر میں چار رکعات پڑھ لے۔ تو اگر تو وہ نماز قصر سے خوب اچھی طرح واقف ہے اور اس کی تفسیر اس نے سنی ہوئی ہے۔ تو وہ نماز کا اعادہ کرے۔ ورنہ نہیں۔

نواں امر یہ ہے۔ کہ نماز پوری دو رکعت نہیں ہے۔ بلکہ حضر میں چار رکعات ظہر اور عصر اور عشاء میں اور شام میں تین اور صبح میں دو۔ جیسا کہ آگے بھی اسکا ذکر آئے گا۔

اعتراض پس اگر کوئی کہے۔ کہ اگر قصر صلوٰۃ کو مشروط بخوف نہ جانئے۔ تو پھر اس کے تم کیا معنے کرتے ہو۔ اور کیا ان معنوں کی قرآن مجید سے بھی کوئی تائید نکلتی ہے یا نہیں۔

جواب تواس کا جواب ہم آپ کو جو مجمع البیان میں لکھا ہے۔ لکھ دیتے ہیں۔
وفی قراءۃ ابی بن کعب فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان یفتنکم الذین کفروا من غیر ان یقرأن خفتم وقیل ان معنی ھذہ القرأۃ ان لا یفتنکم او کراھۃ ان یفتنکم کما فی قولہ یبین اللہ لکم ان تضلوا وظاھر الایۃ یقتضی ان القصر لا یجوز الا عند الخوف لکنا قد علمنا جواز القصر عند الامن ببیان النبی۔

ترجمہ۔ ابی بن کعب کی قرأت میں ان خفتم کا لفظ نہیں آیا۔ اور اس قرأت کے لحاظ سے معنے اسطرح بیان کئے گئے ہیں۔ کہ تم پر کوئی گناہ نہیں۔ کہ تم قصر کرو نماز کو کہ تم کو فتنہ میں نہ ڈالے۔ یا اس کراہت کیوجہ سے کہ وہ تم کو فتنے میں ڈالیں۔ کافر اور ان معنوں کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ یبین اللہ لکم ان تضلوا۔ کیونکہ اس کے معنے ہیں۔ یبین اللہ لکم ان لا تضلوا کہ خدا تعالےٰ کھول کھول کر اسواسطے بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اسیطرح قرآن مجید میں آیا ہے۔ تاللہ تفتؤ تذکر یوسف تو اس کے معنے ہیں۔ تاللہ لا تفتؤ تذکر یوسف کہ تو ہمیشہ یوسف کو ہی یاد کرتا رہیگا۔ اسی طرح قرآن مجید میں آیا ہے۔ ان تقولوا انا کنا عن ھذا غفلین۔ تو اس کے معنے ہیں۔ ان لا تقولوا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو۔ کہ ہم اس سے غافل تھے۔

جواب دوم دوسرا جواب انہوں نے یہ دیا ہے۔ کہ اگرچہ ظاہر آیت اس بات کی مقتضی ہے کہ قصر خوف کے سوا جائز نہیں لیکن ہم نے نبی کریمؐ کے بیان سے معلوم کیا ہے۔ کہ امن کی حالت میں بھی قصر جائز ہے۔

پس جبکہ ثابت ہو گیا۔ کہ قصر بغیر خوف کے جائز ہے۔ اور ابی بن کعب کی قرأت کے لحاظ سے آیت کے یہ معنے ہوئے کہ تمکو اسوجہ سے قصر کا حکم دیا گیا ہے۔ کہ تمہیں کفار ضرر نہ پہونچائیں۔ اور اس سے شرطیت خوف کی ثابت نہیں۔ خود سفر بھی اپنے اندر ضرر کو رکھتا ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ السفر قطعۃ

من العذاب۔ کہ سفر بھی عذاب کا ایک ٹکڑہ ہے۔ تو سفر میں قصر بغیر خوف کے بھی کر سکتا ہے۔ پس ایسا شخص جو رسول کریمؐ اور آئمہؑ کے ایسے اقوال کو جو قرآن مجید اور صحیح احادیث کے موافق ہیں نہیں مانتا۔ تو وہ بدعتی ہے۔ اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے۔ من احدث فی امرنا ھذا لیس منہ فھو رد دوسری حدیث میں ہے۔ فلیس منا کہ اس کا ہم سے تعلق نہیں ہے۔ جو بدعتی ہے۔

دوسری آیت میں قصر نماز خوف کا ذکر ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے۔

فاذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخریٰ لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم ود الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ الخ

ترجمہ پس جب تو اپنے اصحاب مجاہدین میں ہو۔ اور تو انہیں باجماعت نماز پڑھانا چاہے۔ تو چاہیئے ایک گروہ ان سے تیرے ساتھ کھڑا ہو۔ اور اپنے اسلحہ اور اوزاروں کو اپنے پاس رکھے۔ پس جب وہ سجدہ کر چکیں۔ تو وہ دشمنوں کے مقابلہ میں چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے نماز نہیں پڑھی تو وہ تیرے ساتھ آکر نماز پڑھے۔ اور وہ بھی اپنا بچاؤ کریں اور اپنے اسلحہ کو لے لیں۔ کیونکہ کفار یہ چاہتے ہیں۔ کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اسباب سے غفلت اور تساہل کرو۔ تو تم پر وہ یکدفعہ حملہ کر دیں۔

اب ترجمہ کرنے کے بعد ہم بتاتے ہیں۔ کہ مفسرین نے اس آیت کے متعلق کیا لکھا ہے۔ اور احادیث میں بھی صلوٰۃ خوف کے متعلق کچھ لکھا ہے یا نہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں صلوٰۃ خوف کے متعلق چار مذاہب لکھے ہیں۔ طائفہ اولیٰ میں اختلاف ہے۔ کہ طائفہ اولیٰ جب اپنے سروں کو سجدے سے اٹھائیں اور ایک رکعت سے فارغ ہوں۔ تو پھر وہ کیا کریں۔

پہلا مذہب ہمارا مذہب تو یہ ہے۔ کہ وہ دوسری رکعت پڑھیں۔ اور تشہد پڑھ کے سلام پھیریں۔ اور امام دوسری رکعت میں کھڑا رہے اور وہ اپنے

ساتھیوں کی جگہ جا کھڑے ہوں - اور دوسرے آئیں - اور نماز شروع کریں - اور کہا گیا ہے ان کو امام دوسری رکعت نماز پڑھائے - اور تشہد کو لمبا کرے - یہاں تک کہ وہ کھڑے ہوں - اور اپنی بقیہ نماز ادا کریں - پھر امام کے ساتھ وہ بھی تشہد میں بیٹھ کر سلام پھیر دیں - پس طائفہ اولی کے لئے تکبیر افتتاح کی ہوگی - اور دوسرے کے لئے تسلیم اور یہی مذہب امام شافعی ؒ کا ہے -

دوسرا مذہب یہ ہے - کہ طائفہ اولیٰ ایک رکعت کے بعد سلام پھیر کے دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں - اور دوسرا طائفہ آئے - پھر وہ بھی امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے - یہ مذہب مجاہد اور جابر اور جن لوگوں کا خیال ہے کہ صلوٰۃ خوف ایک رکعت ہے، ہے -

تیسرا مذہب کہ امام ہر ایک طائفہ کو دو رکعت نماز پڑھائے - اور پھر دوسرے کو بھی دو رکعت پڑھائے - یہ حسن سے روایت ہے -

چوتھا - مذہب یہ ہے - کہ پہلا گروہ ایک رکعت نماز امام کے ساتھ پڑھ کے دشمن کے مقابل چلا جائے - اور دوسرا گروہ بھی آکر ایک رکعت امام کے پیچھے نماز پڑھ کر چلا جائے پھر پہلا فریق آئے - اور بقیہ ایک رکعت ادا کرے - پھر دوسرا گروہ آکر ایک رکعت ادا کرے - یہ امام ابو حنیفہ رح کا مذہب ہے -

پس بہر حال ان تمام مذاہب میں سے تین مذہب تو اس بات پر متفق ہیں - کہ خوف کی نماز بھی دو رکعت ہیں - صرف ایک مذہب ہے - جو خوف کی نماز ایک رکعت بتاتا ہے - لیکن محدثین اس بات پر متفق ہیں - کہ صلوٰۃ خوف دو رکعت ہیں - اور جماعت کے ساتھ ایک رکعت ہے - چونکہ آیت میں جماعت کا طریق بتایا گیا ہے اسلئے وہاں پر ایک ایک رکعت بتائی ہے - اگر کوئی کہے کہ ہم احادیث کو نہیں مانتے - تو ہم کہینگے کہ آیت میں تو سجدہ کا لفظ آیا ہے رکعت کا نہیں پھر تم نے ایک ایک رکعت کہاں سے نکالی - پھر احادیث میں اس بات کا ذکر آتا ہے - کہ رسول کریم ؐ نے دونو طائفوں کو ایک ایک رکعت پڑھائی - تو ہم کہتے ہیں - کہ انہی احادیث میں آتا ہے - کہ پھر ان دونو گروہوں

نے ایک ایک رکعت خود ادا کی۔ پس ہم ذیل میں احادیث کو ایسے طریق سے لاتے ہیں۔ کہ جن سے ثابت ہو۔ کہ نماز خوف کے ادا کرنے کے کتنے طریق ہیں۔

پہلا طریق خوف کی نماز

عن الحلبی قال سألت اباعبداللّٰہ علیہ السلام عن صلوٰۃ الخوف قال یقوم الامام وتجئ طائفۃ من اصحابہ فیقومون خلفہ و طائفۃ بازاء العدو فیصلی بھم الامام رکعۃ الخ

ترجمہ: حلبی سے روایت ہے۔ کہ میں نے ابو عبداللّٰہ علیہ السلام سے صلوٰۃ خوف کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ امام کھڑا ہو۔ اور ایک گروہ اس کے اصحاب سے آئے۔ اور امام کے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ اور دوسرا گروہ دشمنوں کے مقابل میں رہے۔ تو امام ان کو ایک رکعت پڑھائے۔ پھر امام کھڑا ہو۔ اور وہ بھی ساتھ ہی کھڑے ہو جائیں تو امام کھڑا رہے۔ اور پہلا گروہ دوسری رکعت ادا کر کے سلام پھیر کر دشمن کے مقابل چلا جائے۔ اور دوسرا گروہ جس نے نماز نہیں پڑھی آ کر امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شامل ہو جائے۔ پھر جب امام ایک رکعت پڑھالے تو آپ بیٹھا رہے۔ اور مقتدی اٹھیں اور دوسری رکعت خود پڑھ کر امام کے ساتھ سلام پھیر دیں۔ (الفروع من الجامع الکافی کلکتہ فی التغیر)

دوسرا طریق نماز خوف کا

دوسرا طریق نماز کا وہی ہے جو پہلے بیان ہوا۔ لیکن اسمیں زیادتی اتنی آئی ہے۔ عن الصادق علیہ السلام ثم جلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فتشھد ثم سلم فقاموا ثم قضوا لانفسھم رکعۃ ثم سلم بعضھم علی البعض وقد قال اللّٰہ لنبیہ فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک وذکر الایۃ فھذہ صلوٰۃ الخوف التی امر اللّٰہ بھا نبیہ (وسائل الشیعہ)

جب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے تشہد بیٹھ کر سلام پھیرا۔ تو اسوقت دوسرا گروہ دوسری رکعت کے ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ اور اپنے لئے دوسری رکعت کو پورا کر کے سلام پھیر دیا۔ اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے فرمایا ہے۔ کہ جب تو اپنے اصحاب میں ہو۔ اور تو انکو نماز باجماعت پڑھانا چاہے۔ پس چاہئے۔ کہ ان میں سے ایک طائفہ تیرے ساتھ کھڑا ہو۔ اور تمام آیۃ کو پڑھا پس یہ نماز خوف ہے جسکا خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم فرمایا۔

تیسرا طریق نماز خوف کا

عن ابی بصیر قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول انکنت فی ارض مخافۃ فخشیت لصا او سبعا فصل علی دابتک ابی بصیر سے روایت ہے اس نے کہا۔ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام کو کہتے سُنا۔ کہ اگر تو خوف والی زمین میں ہو۔ اور تو چور یا درندہ سے ڈرے۔ تو تو اپنی سواری پہ نماز پڑھ لے۔

دوسری حدیث جو کہ عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ سے مروی ہے۔ کہا اس نے کہ میں نے امام ابوعبداللہ سے فان خفتم فرجالا اوؔ رکباناً کے متعلق پوچھا۔ کہ وہ کیسے نماز پڑہی جاتی ہے۔ اور اس بارے میں کہ جب کسی درندے یا چور کا خوف ہو۔ اس وقت نماز کا کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ کہ تکبیر کہے اور اپنے سر کے ساتھ اشارہ کرے۔ (الفروع من الجامع الکافی)

چوتھا طریق نماز خوف کا

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اذا جالت الخیل تضطرب السیوف اجزائہ تکبیرتان فھذا التقصیر اخر (الفروع من الجامع الکافی) ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب گھوڑے جولانی کریں اور تلواریں ہلتی ہوں۔ اور ایک دوسرے پر پڑتی ہوں یعنی جنگ ہو۔ تو اس وقت دو تکبیریں ہی کافی ہونگی۔

دوسری حدیث میں ہے ہر ایک نماز کی دو تکبیریں ہونگی۔ مگر مغرب کی تین ہونگی اور ایسا ہی حضرت علیؓ امیرالمومنین نے جنگ حنین میں کیا ہے۔

پانچواں طریق نماز خوف کا

عن جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الخوف فصففنا خلفہ صفین والعدو بیننا وبین القبلۃ الخ (مسلم) جابرؓ سے روائت ہے کہ ہمیں نبی کریمؐ نے صلوٰۃ خوف پڑہائی۔ پس ہم نے دو صفیں باندھیں۔ اور دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھے۔ تو ہم نے رسول کریمؐ کے ساتھ تکبیر بعدہ رکوع کیا۔ اور سب نے اکھٹے رکوع سے سر اٹھایا۔ تو پھر نبی کریمؐ نے اور جو آپؐ کے ساتھ کی صف تھی۔ سجدہ کیا۔ اور دوسری صف پیچھے کھڑی رہی۔ پس پہلی صف کھڑی ہو گئی۔ تو اگلی صف پیچھے آگئی۔ اور پچھلی آگے چلی گئی۔ پس جب

رسول کریمؐ سجدہ میں گئے۔ تو پہلی رکعت کیطرح پچھلی صف کھڑی رہی اور اگلی صف نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر تمام نے اکٹھے سلام پھیرا۔

پس یہ پانچ طریق صلوٰۃ خوف کے ہم نے احادیث سے لکھے ہیں۔ ان سب سے ثابت ہے۔ کہ صلوٰۃ خوف میں بھی جہاں کہیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی ہے۔ تو دونو فریقوں نے ایک ایک رکعت جماعت کے ساتھ اور ایک ایک رکعت خود ادا کی ہے۔ اور دو ہی رکعت انہوں نے نماز پڑھی ہے۔

اب ہم ان احادیث کو لکھتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ فرض حضر میں دو رکعت ہی نہیں جس کے مولوی تصدق حسین صاحب مدعی ہیں اور قصر دو رکعت ہیں نہ ایک رکعت۔ ملاحظہ ہو۔

حدیث اوّل ثم یصنع فی الرکعۃ الثانیۃ مثل ذالک ثم اذا قام من الرکعتین کبر ورفع یدیہ۔ پھر دوسری رکعت میں پہلی رکعت کیطرح کرے۔ پھر جب دو رکعتوں سے کھڑا ہو جائے۔ تو اللہ اکبر کہے اور اپنے ہاتھوں کو اٹھائے۔ آگے لکھا ہے۔ اذا قعد فی الرکعتین قعد علی بطن قدم الیسریٰ ونصب الیمنیٰ واذا کان فی الرابعۃ افضی بورکہ الیسریٰ الی الارض واخرج قدمیہ من ناحیۃ (مشکوٰۃ) جب مصلی دو رکعتوں میں بیٹھے۔ تو اپنے بائیں پاؤں کے بطن پر بیٹھے۔ اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرے۔ اور جب چوتھی رکعت میں بیٹھے۔ تو بائیں سرین کو زمین کے ساتھ ملائے۔ اور اپنے دونو پاؤں کو ایک جانب سے نکالدے۔

حدیث ثانی عن مجاھد عن ابن عباس قال افترض اللہ الصلاۃ علی لسان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین (ابن ماجہ)

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی زبان پر حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض کی ہیں۔

حدیث ثالث عن ابی سعید الخدری قال کنا نحزر قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الظھر والعصر فحزرنا قیامہ فی الرکعتین الاولیین من الظھر قدر

قرادۃ الم تنزیل السجدہ وحرزنا قیامہ فی الاخرین قدر النصف من ذالک وحرزنا فی الرکعتین الاولین من العصر علی قدر قیامہ فی الاخرین من الظہر وفی الاخرین من العصر علی النصف من ذالک (مسلم)

اور عن ابی قتادۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ بنا فی الرکعتین الاولین من صلاۃ الظہر ویسمعنا الایۃ احیانا (ابن ماجہ) کہ نبی کریمؐ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت پڑہتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنائی بھی دیتی تھی۔

حدیث رابع عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال الفریضۃ والنافلۃ احدو خمسون رکعۃ منہا رکعتان بعد العتمہ جالسا تعدان برکعۃ وھو قائم الفرایض منہا سبعۃ عشر رکعۃ والنافلۃ اربع وثلثون رکعۃ (الفروع من الجامع الکافی)

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ فرض اور نفل نماز اکاون رکعتیں ہیں۔ ان سے دو رکعتیں وہ ہیں۔ جو عشاء کے بعد بیٹھ کر پڑہی جاتی ہیں۔ اور ایک شمار کی جاتی ہیں۔ اور سترہ رکعتیں فرض ہیں۔ (نہ جیسا کہ مولوی تصدق حسین دس رکعات فرض خیال کرتے ہیں۔) اور چونتیس رکعتیں نفل ہیں۔

حدیث خامس عن ضان قال سئال عمرو بن حریث اباعبد اللہ علیہ السلام و انا جالس فقال لجعلت فداک اخبرنی عن صلوۃ رسول اللہ فقال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی ثمانی رکعات الزوال واربعا الاولی وثمانی بعدھا واربعا العصر وثلثا المغرب واربعا بعد المغرب والعشاء الاخرۃ اربعاء ثمانی صلوۃ اللیل وثلث الوتر ورکعتی الفجر وصلوۃ الغداۃ رکعتین (الفروع من الجامع الکافی)

ضان نے کہا۔ کہ عمرو بن حریث نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے میری موجودگی میں سوال کیا۔ اور کہا۔ کہ میں آپ پر قربان جاؤں۔ مجھے نبی کریمؐ کی نماز سے خبر دیں۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ آپؐ زوال کے وقت یعنی ظہر کی نماز میں بارہ رکعات چار پہلے کی اور آٹھ بعد کی پڑہتے تھے۔ اور چار رکعت عصر کی پڑہتے تھے۔ اور تین مغرب کی۔

اور چار رکعت اس کے بعد اور عشاء کی چار رکعت اور آٹھ اس کے بعد رات کی نمازیں اور تین وتر اور دو فجر کی رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور دو رکعتیں صبح کی نماز کی۔ پس اس حدیث میں ظہر و عصر و عشاء کے چار چار فرض اور شام کے تین اور صبح کے دو فرض بیان کیئے۔ اور باقی سنتیں اور وتر۔

حدیث سادس | عن احمد بن محمد ابن ابی نصر قال قلت لابی الحسن علیہ السلام ان اصحابنا یختلفون فی صلوٰۃ التطوع بعضھم یصلی اربعا واربعین و بعضھم یصلی خمسین فاخبرنی بالذی تعمل بہ انت کیف ھو حتی اعمل بمثلہ فقال اصلی واحدۃ وخمسین ثم قال امسک وعقد بیدہ .... والفرائض سبع عشرۃ فذالک احد وخمسون (الفروع من الجامع الکافی)

احمد بن محمد ابن ابی نصر سے روایت ہے۔ کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام کو کہا۔ کہ ہمارے اصحاب صلوٰۃ التطوع میں اختلاف کرتے ہیں۔ بعض تو چوتالیس پڑھتے ہیں۔ اور بعض پچاس۔ پس آپ مجھے اپنی حالت سے خبر دیں۔ کہ آپ سنتیں پڑھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں تو اکاون پڑھتا ہوں۔ پھر انکی تفصیل کر دی۔ اور چونتیس رکعتیں بتا کر کہا۔ کہ باقی سترہ فرض ہیں۔ پس کل رکعات اکاون ہوئیں۔

حدیث سابع | عن یونس قال حدثنی اسمٰعیل بن سعد الاحوص قال قلت للرضا علیہ السلام کم الصلوٰۃ من رکعۃ فقال احدی وخمسون رکعۃ (الفروع من الجامع الکافی)

یونس نے کہا کہ میرے پاس اسمٰعیل بن سعد الاحوص نے بیان کیا۔ کہ میں نے رضا علیہ السلام کو کہا۔ کہ نماز کی کتنی رکعتیں ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اکاون رکعتیں ہیں۔

حدیث ثامن | عن النضر بن سوید عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ قال الصلوٰۃ فی السفر رکعتان لیس قبلھا ولا بعدھما شیٔ الا المغرب ثلث (تہذیب الاحکام)

نضر بن سوید نے عبد اللہ بن سنان اور اس نے ابو عبد اللہ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ نماز سفر میں دو رکعتیں ہیں۔ نہ ان کے پہلے کوئی چیز ہے نہ بعد مگر مغرب کی تین رکعتیں ہیں۔

حدیث تاسع | عن فضیل ابن یسار عن ابی عبد اللہ قال الفریضہ والنافلہ احد وخمسون رکعۃ منہا رکعتان بعد العتمۃ جالسا تعدان برکعۃ الفریضہ سبع وعشر رکعۃ والنافلہ اربع وثلثون رکعۃ (تہذیب الاحکام)

فضیل بن یسار نے ابوعبداللہ سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے کہا۔ فرض اور نفل اکاون رکعتیں ہیں جن میں سے دو رکعتیں تاریکی شب کے بعد بیٹھ کر پڑھی جاتی ہیں جو ایک رکعت شمار ہوتی ہے اور فرض سترہ رکعتیں ہیں اور نفل ۳۴ رکعتیں ہیں۔

حدیث عاشر | عن الفضل بن شاذان عن الرضا علیہ السلام فی کتابہ الی المامون قال والصلوٰۃ الفریضۃ الظہر اربع رکعات والعصر اربع رکعات والمغرب ثلث رکعات والعشاء الاخرۃ اربع رکعات والغداۃ رکعتان ھذہ سبع عشر رکعۃ والسنۃ اربع وثلثون رکعۃ (وسائل الشیعہ فی عیون الاخبار)

وسائل الشیعہ میں عیون الاخبار سے مروی ہے۔ کہ فضل بن شاذان نے رضا علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے ایک خط میں مامون کی طرف یہ لکھا۔ کہ فرض نماز ظہر کی چار رکعتیں ہیں۔ اور عصر کی بھی چار رکعتیں اور مغرب کی تین رکعتیں اور عشا کی چار۔ اور فجر کی دو رکعتیں۔ یہ سب ملکر سترہ رکعتیں فرض ہیں۔ اور باقی سنتیں چونتیس رکعتیں ہیں۔

حدیث احدی وعشر | عن ابی عبد اللہ فی حدیث ان ذالثمرۃ قال یا رسول اللہ اخبرنی عما فرض اللہ علی فقال لہ رسول اللہ فرض اللہ علیک سبعۃ عشرۃ رکعۃ فی الیوم واللیلۃ (وسائل الشیعہ)

ابوعبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے کہ ذوالثمرہ نے رسول کریمؐ سے پوچھا۔ کہ حضورؐ مجھ پر فرض نماز کتنی ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے سترہ رکعتیں رات اور دن میں فرض کی ہیں۔

پس ناظرین کی سہولت کے لئے ہم نے یہاں گیارہ احادیث لکھدی ہیں۔ جن سے صاف ثابت ہے۔ کہ پانچوں نمازوں میں دو رکعت فرض نہیں ہیں۔ جیسا کہ مولوی

تصدق حسین کا خیال ہے

پس سترہ رکعتوں کا فرض ہونا حد تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ اور ایک ایسی جماعت نے روایت کیا ہے۔ کہ جن کا کذب پر اتفاق نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ منطقیوں نے لکھا ہے۔ والمتواترات وھو اخبار جماعۃ یحیل العقل تواطئھم علی الکذب وتعیین العدد لیس بشرط بل الضابطۃ مبلغ یفید الیقین اور ایسا ہی اصول والوں نے متواتر حدیث کی یہ تعریف کی ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ وہ یقین کا فائدہ دیتی ہے۔ پس جبکہ تواتر سے ثابت ہے۔ کہ فرض سترہ رکعتیں ہیں۔ اور تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور پھر تمام امت محمدیہ کا سترہ رکعتوں کے فرض ہونے پر اتفاق ہے اور نبی کریمؐ نے بھی فرض سترہ رکعتیں ہی پڑھی ہیں تو سترہ رکعتیں ہی فرض پڑھنے چاہئے۔ کیونکہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ عن مالک بن حویرث قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی (متفق علیہ) کہ تم ایسے نماز پڑھو۔ جیسے کہ تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ اور پھر مولوی تصدق حسین کے اعتقاد کے مطابق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز خوف پڑھائی تو آپ پر اسی قاعدہ کے بموجب کہ جیسا دونو فریقوں نے قصر ایک ایک رکعت پڑھی تو حضر میں دو فرض ہونگے۔ نبی کریمؐ کے لئے حضر میں چار فرض ہونگے اور رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ صلوا کما رأیتمونی اصلی کہ تمہاری نماز کا وہی طریق ہونا چاہئے۔ جیسے میں پڑھتا ہوں۔ اگر کوئی کہے۔ کہ رسول کریمؐ نے یونہی ان کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ حضر میں سترہ رکعتیں فرض پڑھا کریں۔ تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ رسول کریمؐ تو اتنے محتاط اور رؤف و رحیم تھے۔ کہ ایک دفعہ عشاء کی نماز پڑھانے میں آپ کو دیر لگی اور بچے عورتیں وغیرہ سو گئے۔ تو آپ نے اسوقت نماز پڑھائی اور فرمایا۔ کہ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا۔ کہ یہ میری امت پر مشقت ہوگی۔ تو میں ان کو اسی وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک مع کل وضوء عند کل صلاۃ۔ کہ میں اگر اپنی امت پر مشقت کا خیال نہ کروں۔ تو میں ہر نماز کے ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دوں۔ پس جبکہ آپ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اتنے محتاط تھے

تو دس کی بجائے سترہ رکعات کیوں فرض کر دیں۔ اگر درحقیقت فرض نہیں تھیں۔ پس فرض دراصل سترہ رکعتیں ہیں۔ کیونکہ نبی کریمؐ اور خلفاء اور صحابہ اور ائمہ و اہلبیت و علمائے اسلام غلطی نہیں کھا سکتے۔ اور نہ ہی امت محمدیہ کا قرآن مجید اور احادیث کے خلاف بُرا اجماع ہو سکتا ہے۔

پس مولوی صاحب! موجودہ نماز بگڑی ہوئی نہیں۔ بلکہ ایسے ہی شروع سے چلی آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے نماز کے بگاڑنے کا ذمہ لے لیا ہے۔ اور اضاعوا الصلوٰۃ کے مصداق بننے لگے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے "میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا"

قولہ - پس یہ ایک ہی رکعت پڑھنے پر مامور تھے۔ یہ نماز قصر کا حال ہے۔

اقول - ہرگز نہیں۔ مطلق نماز قصر کا یہ حال نہیں۔ بلکہ اس نماز قصر کا جو بحالت خوف جماعت کے ساتھ ہو۔ اور وہ خوف جو کہ نسبتہً زیادہ ہو۔ سفر کی نماز قصر کے ساتھ اسکو تعلق نہیں۔ کما کتب اولا۔

قولہ - جب ایک رکعت قصر کی ہوئی تو تمام نماز کی دو رکعت بالیقین ہونی چاہیے۔

اقول - یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ یہ قصر نہیں۔ بلکہ قصر در قصر ہے۔ کیونکہ سفر کی وجہ سے دو رکعت قصر ہوئی۔ اور پھر خوف کی وجہ سے ایک رکعت ہوئی۔

قولہ - مفسرین و محدثین کو جو دھوکہ ہوا ہے۔ وہ محض بے تدبری کا ثمرہ ہے ان چند وجوہات سے پہلی وجہ سفر باعث قصر ہے یا خوف۔

اقول - مفسرین کو تو دھوکہ لگا ہو یا نہ لگا ہو۔ لیکن آپکا دماغ ضرور تناسخ کے چکر میں ہے۔ ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ سفر بھی باعث قصر ہے۔ اور خوف بھی۔

قولہ - نماز قصر و نماز خوف دو ہیں یا ایک۔

اقول - نماز قصر و نماز خوف میں تردید ہی غلط ہے۔ کیونکہ یہ دونو ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں۔ مثلاً سفر بھی ہو۔ اور خوف بھی۔ تو وہاں سفر کی وجہ سے قصر اور خوف کی وجہ سے بھی قصر ہوگا۔ تو پھر لفظ یا کے کیا معنی۔

قولہ - حضرت رسول اللہ صلعم نے دو رکعتیں پڑہیں یا مومنین نے ایک رکعت -

اقول - اس میں تو کوئی شک نہیں - کہ رسول اللہؐ نے دو رکعت پڑہیں - اور مومنوں کی ایک ایک رکعت با جماعت ہوئی - اور غزوہ ذات الرقاع وغیرہ میں مومنین نے بھی دو دو پڑہیں - جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں -

قولہ - نماز خوف کی معذوری حالت پر جسے میں نے خوف مطلق لکہا ہے - غور فرماؤ - یہاں علمائے اسلام کو بڑا دہوکہ لگا ہے - دیکھو آیۃ مبارکہ حافظوا علی الصلوٰۃ - والصلوٰۃ الوسطےٰ و قوموا للہ قانتین فان خفتم فرجالا او رکبانا "

پھر تفسیر صافی فی الکافی والفقیہ والتہذیب عن الصادق علیہ السلام فی ھذہ الایۃ انھا فی رکعتین تنقص منھما واحدۃ یتما فی حال الخوف - دیکھئے حضرت سلام علیہ سے کس طرح صاف و ظاہر ہے - یہ امر کہ نماز قصر و خوف میں فرق ہے نماز خوف میں قصر سے بھی کم کی جاتی ہے - پس یہ حکم آیۃ ان خفتم فرجالا او رکبانا کے متعلق ہے - جہاں خوف شدید مراد ہے - لیکن مفسرین نے غلطی سے آیت ان تنقصروا میں لکہدیا -

اقول - کہاں آیت واذا ضربتم فی الارض اور کہاں آیت ان خفتم فرجالا او رکبانا دونوں کو ایک جگہ ملا دیا ہے - اور تفسیر صافی کی عبارت کو ان خفتم فرجالا او رکبانا میں شامل کیا ہے - حالانکہ تفسیر صافی والے نے اس کو واذا ضربتم کے ماتحت لکہا ہے - ان خفتم فرجالا او رکبانا میں تو ایسی نماز کا ذکر ہے جسمیں ضروری نہیں کہ رکوع و سجود ہوں - بلکہ ایماء و اشارہ ہی کافی ہے - پھر آپ تفسیر صافی کی عبارت کو آیت ان خفتم پر محمول کر رہے ہیں - اور نماز قصر اور نماز خوف میں فرق ہے جیسے کہ ہم پہلے صلوٰۃ خوف کے طریق بتا آئے ہیں - کہ کتنے طریق سے نبی کریمؐ نے صلوٰۃ خوف کو ادا کیا -

اور جو صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے - اس سے صاف ظاہر ہے - کہ قصر سفر میں دو رکعتیں ہیں - اور جو کہ مولوی تصدق حسین کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہے

جسکو خوف کے وقت ایک کرکے پڑھا جائیگا۔ مفسرین نے غلطی نہیں کی۔ بلکہ مولنا صاحب خود غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ وہاں آیت میں ایک تو قصر نماز سفر کا بیان ہے۔ اور دوسرا قصر نماز خوف کا۔ جو کہ باجماعت ایک رکعت ہے۔"

قولہ ۔تفسیر مجمع البیان قد روی عن النبیؐ انہ قال فرض المسافر رکعتان غیر قصر وان الخوف بانفرادہ موجب القصر ۔ روایت کی گئی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ انہوں نے فرمایا۔ مسافر پر دو رکعت فرض ہیں۔ یہ قصر نہیں ہے۔ اور تحقیق خوف ہی باعث قصر ہے۔ (مؤلف) یہ عبارت مجمع البیان کی میرے مقصد کو خوب ثابت کرتی ہے۔ اول یہ کہ مسافر پر دو رکعت ہیں۔ غیر قصر یعنی قصر کے سوا پس معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسافر پر قصر نہیں۔ الخ

اقول ۔ اس سے مولنا صاحب کی علمیت کا بھی پتہ لگ گیا ہے۔ کہ مولوی صاحب علم میں کس پائے کے آدمی ہیں۔ کیونکہ ان الخوف بانفرادہ موجب القصر کے معنے کہنے میں یوں گوہر افشاں ہوئے ہیں۔ کہ خوف باعث قصر ہے اول تو مولوی صاحب یہاں قصر کا کوئی حرف نہیں پایا جاتا۔ جس سے آپنے قصر کا حصر خوف میں ہی کر دیا۔ نیز اس حرف کی جس سے آپنے حصر نکالا تھا۔ تشریح کر دی ہوتی۔ کہ یہاں سے حصر نکلتا ہے۔ اس کے معنے تو صاف ظاہر تھے۔ کہ وہ امور جو موجب قصر ہیں۔ ان میں سے خوف اکیلا ہی موجب قصر ہے۔ پس یہ روایت آپکے مقصد کو کسطرح ثابت کرتی ہے۔ یہ روایت تو آپکے مقصد کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں تو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ نماز تین قسم کی ہے۔ ایک نماز مقیم۔ دوسری نماز مسافر۔ تیسری نماز خوف۔ تو اس روایت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ نماز سفر میں دو رکعت فرض ہیں ان میں قصر نہیں۔ کیونکہ وہ حضر کی نماز کا قصر ہیں۔ اور نماز خوف میں ان دو سے قصر ہو کر ایک رکعت ہوگی۔ تو اس روایت سے کہاں نکلا۔ کہ نماز سفر قصر میں نہیں ہے کیونکہ غیر قصر کے معنے یہ ہیں۔ کہ نماز سفر کی دو رکعتیں فرض ہیں۔ ان میں قصر نہیں اور یہ سچ ہے۔ ہم کب دو رکعتوں میں قصر کرتے ہیں۔ ہم بھی سفر کی نماز میں دو رکعت

کو فرض مان رہے ہیں۔ بحران اللہ عنی بالقصر فی الایۃ قصر صلوٰۃ الخوف من صلوٰۃ السفر کہ خدا تعالےٰ نے آیۃ میں قصر سے مراد صلوٰۃ خوف کا قصر نماز سفر سے لیا ہے نہ کہ نماز حضر سے کیونکہ نماز سفر قصر ہے نماز حضر سے اور صلوٰۃ خوف قصر ہے سفر سے پھر پہلے ہم مجمع البیان سے نقل کر چکے ہیں۔ کہ نماز کی کے رکعتیں ہیں۔ اسے مولوی صاحب اپنے عقیدہ کے خلاف سمجھکر بالکل چھوڑ گئے۔ پس ایسے لوگ کیونکر مصلح ہو سکتے ہیں۔ جو اپنا ایسا مذہب بنا لیتے ہیں۔ جو قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے بالکل مخالف ہے

قولہ۔ (کنز العرفان) فنقول الخوف اذا انتھی الی ملا یمکن معھا الاستقرار والایقاع الافعال صلی الناس فرادیٰ بحسب امکانھم الخ

ترجمہ۔ پس میں کہتا ہوں۔ کہ جس وقت خوف یہاں تک پہنچ جائے۔ کہ سیدھا کھڑا رہنا۔ اور افعال نماز کا واقع ہونا ممکن نہ ہو۔ تو لوگ فرداً فرداً بحسب امکان نماز ادا کریں گے اور اگر اس قدر خوف نہ ہو۔ یعنی افعال نماز کو بجا لا سکیں۔ تو یہ صورت ادا اُنکی نماز کی تین طرح پر ہے۔ پہلی صورت جو نماز مقام بطن النخل میں واقع ہوئی۔ دوسری صلوٰۃ عسفان۔ تیسری ذات الرقاع۔ غور فرمائیے۔ اس عبارت کو کنز العرفان نے میرے مقصد کی شہادت کے لئے واضح کر کے لکھا ہے۔ یعنی نماز خوف کی دو قسم جدا جدا لکھی ہیں۔ اس کے تمام علماء و فقہاء قائل ہیں۔ کہ ضرور دو قسم کا خوف ہے ایک میں تکلیف نمازی بحسب امکان ہے بلا وقوع افعال نماز جو آیۃ رجالا و رکبانا کے مطابق ہے۔ دوسری قسم میں ایک رکعت کا مل صدا

اقول۔ مولوی صاحب کنز العرفان کی عبارت آپکے مقصد کی شاہد نہیں۔ بلکہ آپکے مقصد کو جڑ سے اکھیڑ رہی ہے۔ اس لئے کہ وہ خوف جس میں تکلیف نمازی بحسب امکان ہے سو بلا وقوع افعال نماز جو آیۃ رجالا او رکبانا کے مطابق ہے اس میں رکعات نہیں بتائیں۔ کہ اس میں کتنی رکعتیں ہیں۔

تعجب ہے۔ کہ پہلے صفحہ ۱۵ میں تسلیم کر آئے ہیں۔ انھا فی رکعتین تنقص منھم واحدۃ یعنی فی حال الخوف یہ حکم ان خفتم فرجالا او رکبانا کے متعلق ہے۔

اور یہاں دو جا لا اور کبھا نا میں اور قسم کی نماز کو شامل کرتے ہیں۔ اور دوسری قسم جو کنز العرفان والے نے لکھی ہے۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ دوسری قسم میں ایک رکعت کامل ہے۔ حالانکہ نبی کریمؐ نے جو نماز خوف ذات الرقاع میں پڑھی ہے۔ اس میں صحابہؓ نے بھی اور نبی کریمؐ نے بھی دو دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ جیسا کہ نماز خوف کے ادا کرنے کے طریقوں میں ہم لکھ چکے ہیں؛

قولہ ۔ مگر فرق فہم علماء اور میرے مطلب میں صرف اتنا ہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قسم ثانی جو باعث قصر ہے۔ وہ خوف خفیف میں ہے۔ علماء فرماتے ہیں۔ محض سفر باعث قصر ہے۔ قسم ثانی نماز خوف۔

اقول ۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کہ علماء محض سفر کو ہی باعث قصر قرار دیتے ہیں بلکہ وہ خوف کو بھی باعث قصر قرار دیتے ہیں۔ اور جو عبارت کنز العرفان کی مولوی صاحب نے لکھی ہے۔ اس میں تو سفر کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ اس میں تو خوف کی کمی و زیادتی کے لحاظ سے دو قسم نماز خوف کی لکھی ہیں۔ جن میں سے پہلی یہ ہے۔ کہ جب خوف بہت زیادہ ہو۔ تو اسوقت ایماء و اشارہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن دوسری قسم کی تین قسمیں لکھی ہیں۔ اور نبی کریمؐ اور صحابہؓ نے دو دو رکعتیں غزوہ ذات الرقاع میں پڑھی ہیں۔ پس آپ کا کہنا کہ دوسری قسم میں ایک رکعت ہی ہے۔ غلط ہے۔ جو ایک رکعت نماز خوف کی حدیثوں میں آئی ہے۔ وہ تو قصر سفر کی نماز سے کی گئی ہے نہ کہ نماز حضر سے۔ جیسے کہ تفسیر صافی کی عبارت سے ظاہر ہے۔ جو پہلے لکھی جا چکی ہے؛

قولہ ۔ قصر بمعنی نصف ہے۔

اقول ۔ قصر بمعنی ثلث یا ربع یا نصف بھی ہو سکتا تھا۔ جس کا تعین رسول کریمؐ نے خود اپنے عمل سے بتا دیا۔ کہ حضر کی چار رکعتوں کو آپ سفر میں قصر کرکے دو پڑھتے رہے۔ پس قصر بمعنی نصف ہے۔ جیسے کہ نبی اکرمؐ نے اپنے عمل سے بتایا۔ اور نماز خوف جو ایک رکعت ہے۔ تو وہ قصر در قصر ہے۔ یعنی سفر کی نماز سے قصر بمعنی نصف ہی کی گئی ہے؛

قولہ - ان تقصروا من الصلوٰۃ میں ال جنسی ہے -

اقول - آیت میں دونو احتمال ہوسکتے تھے - کہ ال عہدکا ہو یا جنس کا - لیکن نبی کریمؐ کے تعامل نے جیساکہ احادیث صحیحہ اور تفاسیر سے ظاہر ہے - بتادیا - کہ ان تقصروا من الصلوٰۃ میں ال جنسی نہیں - بلکہ عہد کا ہے ؎

قولہ - (مجمع البیان) ظاہر الامۃ تقتضی ان القصر لا یجوز الا عند الخوف لکنا قد علمنا جواز القصر عند الامن من بیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم - پس کیا عندالامامیہ یہ امر مسلم نہیں - کہ حدیث مخالف قرآن افترا ہے ؎

اقول - یہ بات تو صحیح ہے - کہ جو حدیث قرآن مجید کے خلاف ہوگی - وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے - عمل کے لائق نہیں - لیکن متنازعہ فیہا آیت کی تفسیر میں جو احادیث پیش کی گئی ہے - وہ قرآن مجید کے مخالف نہیں - معلوم ہوتا ہے - مولویصاحب نے قرآن مجید کے مخالف یا موافق ہونیکا مطلب نہیں سمجھا - کیونکہ مخالف قرآن ہونیکا مطلب صرف اتنا ہے - کہ قرآن مجید کچھ کہتا ہو اور حدیث میں اس کے خلاف ہو - لیکن وہ احادیث جن میں رکعتوں کا حضر میں دو سے زیادہ فرض ہونا بتایا گیا ہے قرآن مجید کی آیت فاذا اقمت لھم الصلوٰۃ کے خلاف نہیں ہے - کیونکہ آیت میں تو نماز خوف کا باجماعت ہونیکا ذکر ہے - ورنہ اگر اسی آیت سے یہ قیاس کیا جائے کہ کل نماز حضر میں دو رکعت فرض ہیں - تو اس آیت کی رو سے یہ بھی لازم آئیگا - کہ نماز کو سجدہ پر ختم کیا جایا کرے - کیونکہ آیت میں تو پہلے فریق کیلئے وارد ہوا ہے - فاذا سجدوا جب پہلا فریق سجدہ کر چکے - تو ان کی جگہ دوسرا گروہ جسنے نماز نہیں پڑھی کھڑا ہو - تو اس طرح پر تمام نمازیں بغیر تشہد کے ہونگی - حالانکہ مولوی تصدق حسین صاحب بھی اس بات کے ابھی تک قائل نہیں ہونگے - کہ نماز سجدہ پر ختم کر دینی چاہئے - آگے ہوجائیں تو شاید ہوجائیں - کیونکہ جب انہوں نے نماز کو بگاڑنے کا بیڑا اٹھالیا ہے - تو ضرور ہے - کہ وہ اچھی طرح نماز کو موجودہ طریقہ سے بگاڑینگے - اور آگے نماز کو سجدہ پر ہی ختم کر دیا کرینگے - پس جبکہ نبی کریمؐ کا عمل اور تمام امت محمدیہ کا عمل اور پھر سوال کے جواب میں

نبی کریمؐ کا فرمانا کہ یہ ایک صدقہ ہے۔ جو ہم پر خدا تعالیٰ نے کیا۔ ہمیں قبول کرنا چاہیئے ساور متفقہ طور پر احادیث کا چار رکعتوں کے فرض ہونے پر وارد ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اصل نماز دو رکعت ہی فرض نہیں جیساکہ مولوی صاحب کا خیال ہے۔

اگر کوئی کہے۔ کہ نبی کریمؐ نے غلطی کھائی تھی آپ چار رکعات پڑھتے رہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کسی نبی کو بھی غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتا۔ ہمیشہ ان کی زندگی میں ہی ان کو اطلاع دیدیا کرتا ہے۔ مگر آپ کے نزدیک یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلطی پر قائم رہے۔ کہ آپؐ چار رکعات فرض پڑھاتے رہے۔ اور امت محمدیہ کو بھی گمراہی میں ڈالا۔ یا مانو۔ واقعی چار رکعت ہی فرض تھیں۔ نہ کہ دو رکعتیں۔

قولہ۔ اگر علت قصر محض سفر منجانب اللہ ہوتی۔ تو حد سفر یا صفات سفر جس میں قصر ہونا چاہیئے منجانب اللہ قرآن میں ضرور بیان ہوتا۔ چونکہ سفر باعث نہیں۔ بلکہ خوف معین باعث قصر ہے۔ اس لئے حد خوف و رفع خوف کی تدبیر نماز کی فعلی صورت قرآن میں تعلیم ہوئی۔ غرض مسئلہ کے تمام پہلو کامل اکمل قرآن میں موجود ہیں۔ پس بانیوجہ مقررہ معین باعث قصر خوف ہی ہے نہ سفر۔

اقول۔ ہم کب کہتے ہیں۔ اور مفسرین و محدثین نے کہاں لکھا ہے۔ کہ محض علت قصر سفر ہی ہے۔ اگر آپ کے نزدیک ہر ایک بات کا کامل طور پر قرآن مجید میں بیان ہونا ضروری ہے۔ اور نماز کے مسئلہ کو کامل و اکمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ تو اس قاعدہ کو صحیح ماننے سے مندرجہ ذیل امور لازم آئینگے۔

(۱) ایک تو یہ کہ حدیث یا تفسیر کی کوئی ضرورت نہیں؛

(۲) یہ کہ نماز سجدہ پر ختم کردینی چاہیئے نہ کہ تشہد پر؛

(۳) یہ کہ دو نمازیں کبھی جمع نہیں کرنی چاہئیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ذکر نہیں؛

(۴) زکوٰۃ جتنی کوئی چاہے۔ ادا کرے۔ چاہے لاکھ پیچھے ایک روپیہ دے۔ تو اسکو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ قرآن مجید میں زکوٰۃ کی حد اور تفصیل وغیرہ بیان نہیں کیگئی؛

(۵) نصاب سے پہلے بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ کیونکہ قرآن مجید میں نصاب کی شرط نہیں؛

(۶) ہر ایک چیز میں زکوٰۃ ہوگی۔ کیونکہ قرآن مجید نے کسی کو علیحدہ نہیں کیا۔
(۷) پھر حج کیلئے احرام باندھنے کا ذکر نہیں کہ کہاں سے باندھا جائے۔ اور حج کا طریق کہ کیسے کیا جائے۔

اور نیز نماز جنازہ کیسے پڑھی جائے۔ یہ بیان نہیں کیا۔ شاید اسکی بھی مولویصاحب کے نزدیک دو رکعت پڑھنی چاہیئے۔ کیونکہ جنازہ کے لئے بھی ولا تصلّ علی احد منہم مات ابدًا نماز پڑھنے کا ہی لفظ آیا ہے۔

(۸) یہ امر کہ آیت میں اس بات کا ذکر نہیں۔ کہ حضر میں کتنی رکعات فرض ہیں۔
(۹) امر یہ کہ پہلے طائفہ کیلئے آیت میں رکوع کا لفظ نہیں آیا۔
(۱۰) امر یہ کہ دوسرے طائفہ کے لئے سجدہ کا بھی لفظ نہیں۔ تو ان کی نماز کا کیا طریق ہوگا۔
(۱۱) امر یہ کہ نماز کی بھی حد اور صورت کامل طور پر نہیں بیان کیگئی۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال الصلوٰۃ اربعۃ الاف حد و فی روایۃ اخریٰ الصلوٰۃ اربعۃ الاف باب۔ کہ امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ نماز کی چار ہزار حدود ہیں۔ اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ چار ہزار دروازے ہیں۔ قرآن مجید میں کہاں اتنی حدود اور دروازے بیان ہوئے ہیں۔

پس آپ کے اصول کو صحیح ماننے سے زکوٰۃ۔ نماز جنازہ۔ حج۔ اور حضری نماز فرض نہیں ہونگی۔ کیونکہ ان کی حدود قرآن مجید میں بیان نہیں کیگئیں۔ پس جبکہ ہر ایک بات قرآن مجید میں بیان نہیں کی گئی۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ کہ جو رسول تمہارے پاس لائے۔ اور عمل کرے۔ تم بھی اسکو کرو۔ کیونکہ ان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔ اور جس بات سے روکے۔ اس سے رک جاؤ۔ پس پہلے ہم اس کے متعلق کافی بحث کر آئے ہیں۔ کہ فرض نماز کتنی رکعت ہیں۔ دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

قولہ ۔ اصل حقیقت یہ ہے ۔ کہ دونو کا فرداً فرداً نماز کی ایک رکعت پڑھنا خلاف قرآن ہے ۔ اگر بحکم حضرت صلعم اسکو بیان کرتے ہیں ۔ تو حضرت رسول صلعم پر بہتان ہے ۔ اور اگر نمازیوں کا خود ہی فرداً فرداً پڑھنا بیان کرتے ہیں ۔ تو ان بیچاروں کا آثم وخاطی ہونا معلوم ہوتا ہے ۔ اسلئے کہ دارالحرب کے نمازی فریقین بشرط معیۃ حضرت صلعم کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیئے ماموربن اللہ ہو چکے ہیں ۔ فرداً فرداً نماز ان کی باطل ہے ؛

اقول ۔ جبکہ حقیقت یہی ہے ۔ کہ دونو کا فرداً فرداً نماز کی ایک رکعت پڑھنا خلاف قرآن ہے ۔ اسوجہ سے کہ اس کا قرآن میں ذکر نہیں ۔ اور دارالحرب میں نماز پڑھنے کیلیئے معیۃ کی شرط ہے ۔ تو اس سے معلوم ہوا ۔ کہ سوائے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کے نماز خوف جائز ہی نہیں ؛

دوسرے اگر کوئی آدمی اکیلا خوف کی جگہ میں ہو ۔ تو وہ نماز خوف ایک رکعت نہیں پڑھ سکتا ؛

تیسرے آنحضرت کے بعد اس طریق پر جس کا قرآن میں ذکر ہے ۔ کوئی نماز خوف دارالحرب میں نہیں پڑھا سکتا ۔ کیونکہ بقول مصنف توضیح الایات معیۃ کی شرط ہے ۔ تو جب آنحضرت صلعم فوت ہو گیئے ۔ تو مشروط بھی فوت ہو گیا ۔ کیونکہ اذا فات الشرط فات المشروط ۔ حالانکہ آیت کا یہ بالکل مقتضا اور مقصد اور مطلب نہیں ؛

پھر اس کے بعد مصنف توضیح الایات نے چند احادیث کتاب علل الشرائع سے اور ایک حدیث کافی کی اپنے مقصد کے اثبات کے لیئے تحریر کی ہے جن کا ماحصل مصنف صاحب کے الفاظ میں یوں ہے ۔

"کہ نماز مفروض من اللہ دو دو رکعت ہی ہے ۔ یعنی نماز پنجگانہ صرف دس رکعت تھی ۔ لاکن علماء کی کم توجہی و بے رغبتی نے جو دین کیطرف سے انہیں ہو رہی ہے ، دس رکعت واجب سے سترہ رکعت واجب بنا دیں ۔ اور اسیطرح اکثر احکام خدا میں

بندوں کی تکلیف کو بڑھا بھی دیا - اور مشکل میں بھی پھنسا دیا۔"

اوّل تو یہ علماء کی کم توجہی اور بے رغبتی نہیں - اور نہ ہی انہوں نے کوئی رکعت اپنی طرف سے بڑھائی ہے - اور نہ گھٹائی ہے (سوائے مولوی تصدق حسین صاحب کے) پس اگر ان احادیث شیعہ کو تسلیم کیا جائے - تو ان سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا - کہ علماء نے کسی قسم کی زیادتی کی ہے - بلکہ زیادتی خود رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے - اور دوسری حدیث جو مصنف صاحب نے کتاب علل الشرائع سے نقل کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے - کہ سفر میں قصر جائز ہے - جو کہ خود مصنف کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہے - جیسا کہ اس میں یہ فقرہ آیا ہے - وقصر فیما فی السفر الا المغرب - کہ وہ رکعات جو دو زیادہ کی گئیں - آپؐ انکو سفر میں چھوڑ دیتے تھے - مگر مغرب کی نماز میں - اب دیکھنا یہ ہے - کہ جو دو پر زیادہ رکعتیں کی گئی ہیں وہ واجب ہیں یا سنت - تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں نہیں پایا جاتا - کہ وہ سنت ہیں - اور فروع کافی کی حدیث میں جو سنّت کا لفظ آیا ہے - تو وہ حدیث کے لفظ جو آنحضرتؐ سے منقول ہیں - ان میں نہیں ہے - اور اہلسنت کی احادیث میں سے بھی ایک حدیث مصنف صاحبؒ نے پیش کی ہے۔

عن عمر رضی اللہ عنہ صلوٰۃ السفر رکعتان غیر قصر علیٰ لسان نبیکم - وعن عائشہ - رضی اللہ عنہ اول ما فرضت الصلوٰۃ رکعتین رکعتین فاقرت فی السفر وزیدت فی الحضر -

ترجمہ - ابن عمر سے روایت ہے - کہ سفر میں دو ہی رکعت ہیں - یہ قصر نہیں - انکا بیان حضرت صلعم سے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے - اللہ تعالےٰ کیطرف سے دو رکعت ہی واجب ہوئی تھی - پھر سفر میں تو اسی طرح مقرر ہوئی - لیکن وطن میں بڑھ گئی -

اقول - عمر رضی اللہ عنہ کے تو قول سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے - کہ سفر کی نماز دو رکعت ہے - اس میں قصر نہیں - اور یہ ہم مانتے ہیں - کہ سفر میں دو ہی رکعتیں ہیں

ان میں قصر نہیں۔ اور حضرت عائشہ رضؓ کی حدیث میں صاف الفاظ ہیں۔ کہ پہلے دو رکعت فرض تھیں۔ لیکن پھر ان پر حضر میں زیادہ کی گئی۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ زیادہ سے مراد آیا فرض ہے یا سنت۔ تو ہمیں دور جانیکی ضرورت نہیں۔ بلکہ انہی احادیث (یعنی بخاری و مسلم) میں جہاں یہ دو رکعتوں والی عائشہ رضؓ کی حدیث آئی ہیں۔ انہی کتابوں میں زیادتی کے معنوں کو بھی کھولدیا گیا ہے۔ کہ زیادتی سے کیا مراد ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صـ ۱۱۹

عن عائشۃ قالت فرضت الصلوٰۃ رکعتین ثم ہاجر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ففرضت اربعا وترکت صلاۃ السفر علی الفریضۃ الاولیٰ (متفق علیہ)

عائشہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ پہلے دو دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی۔ لیکن جب نبی کریمؐ نے ہجرت کی۔ تو پھر چار رکعت فرض ہوئی اور سفر کی نماز پہلے فرض پر چھوڑی گئی۔ جو کہ حضر کی فرض رکعات کا نصف ہے۔

پھر دوسری حدیث ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صـ ۱۱۹

عن ابن عباس قال فرض اللہ الصلوٰۃ علےٰ لسان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین وفی الخوف رکعۃ (رواہ مسلم)

ابن عباس نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی زبان پر حضر میں چار رکعت فرض کیں اور سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت ؂

پس یہ دونو احادیث اس بات پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں۔ کہ نبی کریمؐ نے خود اپنی طرف سے زاید نہیں کیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے فرض کی ہیں۔

اور پہلے میں لکھ آیا ہوں۔ کہ رسول کریمؐ اپنی امت پر بہت شفقت کہانے والے تھے۔ اور اپنی امت پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتے۔ پس اگر خدا تعالےٰ چار رکعت فرض نہ کرتا۔ تو آپؐ کبھی اپنی امت کو چار رکعت پڑھنے کی تکلیف نہ دیتے پس جب یہ تواتر سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضر میں

چار رکعات ظہر و عصر و عشاء اور دو رکعت صبح اور تین رکعت مغرب کی پڑھتے رہے ہیں۔ اور جبکہ یہی طریقہ آپ کے خلفاء اور صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین و آئمہ اہلبیت اور تمام امت محمدیہ کا رہا ہے۔ تو ایسے شخص کو ڈرنا چاہیے۔ جو اس کے خلاف من گھڑت عقیدہ بناتا ہے۔ کیونکہ نبی کریمؐ فرماتے ہیں۔

عن عائشہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من احدث فی امرنا ھذا لیس منہ فھو رد (ابن ماجہ) کہ جو کوئی ہمارے امر میں نئی بات نکالے۔ تو وہ مردود ہے۔ اور پھر رسول کریمؐ نے وصیت میں یہ فرمایا تھا۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ و ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ) یعنی تم میرے اور خلفائے راشدین مہدین کے طریقے کو لازم پکڑنا چاہیئے۔ اور محدثات امور سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ دین میں نئی بات نکالنا بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پس جبکہ پہلے احادیث سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ نبی کریمؐ اور خلفاء بھی چار چار رکعت پڑھتے رہے ہیں۔ تو صاف ثابت ہو گیا۔ کہ مولوی تصدق حسین کا خیال ایک بدعت ہے۔ کیونکہ نئی بات ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ لہذا اس بات کا متبع بھی گمراہ ہوا۔ اور پھر حدیث میں آیا ہے۔

عن المقدام بن معد کرب الکندی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوشک الرجل متکئ علی اریکۃ یحدث بحدیث من حدیثی فیقول بیننا وبینکم کتاب اللہ عزوجل فما وجدنا فیہ من حلال استحللناہ وما وجدنا فیہ من حرام حرمناہ الا وان ما حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل ما حرم اللہ (ابن ماجہ)

مقدام بن معد کیرب کندی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ ایک آدمی تخت پر ٹیک لگائے ہوئے ہوگا۔ وہ میری حدیث سے حدیث بیان

کرے گا۔ پس وہ کہے گا۔ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہی ہے۔ جو اس میں حلال پایا جاتا ہے۔ ہم اس کو حلال سمجھتے ہیں۔ اور اس میں جو حرام لکھا ہے تو ہم اسکو حرام کہینگے (یعنی وہ احادیث کو نہیں لے گا) خبردار! جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حرام کریں۔ وہ بھی خدا کا حرام کیا ہوا ہوگا۔ پس جب نبیؐ کریمؐ کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اور آپؐ کا حرام کرنا یا حلال کرنا خدا تعالےٰ کا حرام کرنا اور حلال کرنا ہے۔ تو اسی طرح اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ دو پر جو باقی رکعت زاید کی گئی ہے۔ خدا نے نہیں فرض کیں۔ بلکہ نبی کریمؐ نے اپنی طرف سے فرض کریں تو اس حدیث کی رو سے وہ بھی خدا تعالےٰ کیطرف سے ہی فرض سمجھی جائیں گی۔ کیونکہ رسول کریمؐ کا فرض کرنا گویا خدا تعالیٰ کا فرض کرنا ہے؛

پس خلاصہ کلام یہ کہ مولوی تصدق حسین صاحب کا یہ خیال کہ نماز فرض دو رکعت ہی ہے۔ اس سے زائد نہیں غلط ہے۔ اور قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے بالکل خلاف ہے۔ اور زیادتی کا الزام کہ علماء نے اپنی طرف سے رکعات کو زیادہ فرض کر لیا ہے۔ کذب صریح ہے۔ کیونکہ علماء نے خود زیادتی نہیں کی۔ بلکہ دو سے زیادہ رکعات کا فرض ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ جس کا انکار کوئی مومن صالح متقی پرہیزگار نہیں کر سکتا۔ سوائے اُس شخص کے جس پر شقاوت غالب آ گئی ہے۔ اور قعر ضلالت میں گرا ہوا ہے اور اس سے نکلنا نہیں چاہتا۔ اور دین اسلام میں بدعتیں نکالتا ہے۔ اور روز بروز گمراہی میں بڑھتا جاتا ہے؛

پھر مصنف توضیح کا یہ کہنا کہ علمائے اسلام کی غفلت کی وجہ سے رکعات زاید کی گئی ہیں۔ غلط ہے۔ کیونکہ غفلت ہمیشہ کمی کو چاہتی ہے۔ نہ زیادتی کو۔ پس عبادت کو اپنے لئے بڑھانا غفلت نہیں۔ بلکہ خود مصنف توضیح غفلت کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور ایسے پھنسے ہیں۔ کہ نکلنا مشکل ہو گیا ہے۔ اور ایسے ہی لوگوں کے اسلام میں بدعات نکالنے کی وجہ سے مسیح موعودؑ کے آنے کی ضرورت

پڑی۔ جس نے سوئے ہوؤں کو جگایا۔ اور دین کے پیاسوں کو پانی پلایا۔ اور ان سے غفلت کو ہٹایا۔ اور جنہوں نے ظلمت میں سے نکلنا نہ چاہا۔ ان کو مباہلہ کے لئے بُلایا۔ اور جو مباہلہ کے لئے مقابل میں آیا۔ اس نے ہلاکت کو پایا۔ اور اکثر نے مباہلہ سے انکار کر کے اپنی جان کو بچایا۔ اور ہر چند مباحثہ کے لئے بھی کفرولی کو بلایا۔ لیکن کوئی میدان میں نہ آیا۔ جیسا کہ مسیح موعودؑ نے مخالفوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے فرمایا:۔ ؎

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند ۔ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

پس ہم نے اس واسطے کہ کوئی شخص مصنف توضیح کی باتوں سے دہوکہ کھا کر اس کے دام کید (مکر) میں نہ آجائے۔ یہ مختصر جواب لکھدیا ہے۔

اور اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ سب کو ہدایت کرے۔ اور گمراہوں کو سیدھے راستہ پر لائے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ

لوب کریم فیلن یو میسہا

راقم

جلال الدین مولوی فاضل (سیکھوانی)

فہرست مضامین دربارۂ شیعہ

(از منشی خادم حسین صاحب بھیروی)

ماہِ فروری کا پرچہ وی پی ہوگا

میں تمام خریداران تشحیذ کو نہائت ادب سے اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ کہ ان کے نام سنہ ۱۹۲۰ء کا پیشگی چندہ وصول کرنے کے لئے فروری کا رسالہ وی۔پی ہوگا۔ تشحیذ کا سال تو جنوری ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ مگر جلسہ کی مصروفیت کی وجہ سے جنوری کا رسالہ وی۔پی نہیں ہو سکا۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ تشحیذ کے قدیمی عنایت فرما - وی۔پی وصول کر کے مجھے مشکور فرمائینگے اگر وی۔پی وصول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو پہلے اطلاع دیدیں۔ کیونکہ وی۔پی کی واپسی سے بہت نقصان ہوتا ہے؎

علمی خدمات

اس جلسہ سالانہ پر ہمارے تاجران کتب نے بہت سا مفید لٹریچر باوجود گرانی کاغذ بہت اچھے کاغذ پر مہیا کیا۔ اس کا ذکر تفصیل سے میں آئندہ مہینے بشرط گنجائش کرونگا؎

۲ - دفتر تالیف و اشاعت کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریریں جو جلسہ سالانہ سنہ ۱۹۱۸ء پر ہوئی تھیں "عرفان الٰہی" کے نام سے اور ایک کتاب مؤلفہ جناب مولوی فضل الدین صاحب "نعم الوکیل" شائع ہوئی ہے۔ احباب کو اُن سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے؎

احمدی جنتری سنہ ۱۹۲۰ء } برادر محمد یمین صاحب تاجر کتب نے۔ احمدی جنتری سنہ ۱۹۲۰ء کی نئے مضامین کے ساتھ شائع کی ہے۔ علاوہ تواریخ کے اس میں نہائت کارآمد مضامین درج ہیں؎

مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی والا رسالہ تشحیذ بہت کم رہ گیا ہے۔ جو دوست چاہیں۔ ۸؍ فی جلد کے حساب سے منگوا لیں۔ ورنہ پھر ملنا مشکل ہوگا۔ ایسا ہی **صادقوں کی روشنی** والا تشحیذ بھی چند جلدیں رہ گیا ہے۔ اسکے ساتھ الوصیت بھی ہے۔ چاہیں تو ایک روپیہ فی کاپی کے حساب سے منگوا لیں؎

(مینیجر)

رجسٹرڈ ال نمبر ۵۶۴

کافوری جنتری [illegible] عیسوی

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ سب جنتریوں سے اعلیٰ کافوری جنتری سنہ ۱۹۲۰ء کی چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلا قیمت و محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپکو ضرورت ہو۔ تو دس متفرق جگہ کے پڑھے لکھے ہوئے اشخاص کے نام اور پتہ لکھکر بھیجدیجئے مذکورہ بالا جنتری بواپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کردیجاویگی ✦

قوت کی گولیاں

۳۱ برس تمام ہندوستان میں مشہور ہورہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اسکینیا ڈامینا ملاکر یہ گولیاں بنی ہیں۔ اسلیئے مغز۔ ریڑھ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں۔ زیادہ محنت جوانی کی خرابی و بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز سے فائدہ ظہور میں آتا ہے۔ بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے۔ چہرہ پر رونق جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے۔ قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ۔ محصولڈاک ایک سے دو شیشی تک ۵ ✦

طاقت بڑھانیوالا پھل

کولاٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے۔ زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری و تبدیلی آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہوگیا ہو تو اسکو استعمال کیجیئے۔ نئی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ دم کو بڑھاتا ہے۔ اسلیئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی کشتی کثرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اس کو استعمال کرنیسے دم نہیں پھولتا۔ حوال دل دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہو۔ اسکو کھا لیجئے۔ تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھوڑاتا ہے۔ مفصل حالات کی فہرست بلاقیمت منگوا کر دیکھیئے۔ قیمت ۲۲ خوراک کی شیشی عمر ✦

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلي على رسوله الكريم

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

رسالہ تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵	بابت ماہ فروری ۱۹۲۰ء مطابق جمادی الاول ۱۳۳۸ھ	نمبر ۲

فہرست مضامین

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودھری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت سالانہ عوام سے [illegible] غیر ممالک سے [illegible] طلباء سے [illegible]

ابھی تشحیذ کا قرض نہیں اوترا

مکرمی ناظر صاحب تالیف و اشاعت پانچ چھ مرتبہ حسب منشائے حضرت خلیفۃ المسیح اپیل کر چکے ہیں۔ پھر جلسہ سالانہ کے اجتماع پر ایک خاص اشتہار بعنوان "یکہزار احمدی کی ضرورت" شائع کیا گیا۔ دیواروں پر چسپاں ہوا۔ کمروں میں پہنچایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے بکمال مہربانی سفارش فرمائی۔ اور ارشاد کیا۔ کہ تشحیذ کی خریداری کیطرف توجہ چاہیئے۔ اور قرض کے ادا کرنیکے لئے جو تحریک میں نے کروائی تھی۔ اسکی طرف بھی متوجہ ہوں۔ اس کے بعد اب میرا کچھ عرض کرنا لاحاصل ہے چنانچہ میں نے ارادہ کر لیا تھا۔ کہ اب اسبارے میں کچھ نہ لکھونگا۔ مگر اگلے دن مخدوم و مکرم جناب ماسٹر عبد المغنی صاحب ناظر بیت المال نے مجھے بکمال یقین و اطمینان فرمایا۔ کہ آپ کا قرض تو ادا ہو گیا اور خریدار بھی کافی ہو گئے ہونگے۔ لیکن جب میں نے انہیں بتایا۔ کہ جلسہ پر صرف تین روپے اعانت ہوئی۔ وہ بھی دو روپے معرفت دفتر محاسب بذریعہ ڈاک۔ تو ان کو تعجب ہوا۔ ممکن ہے بعض اور دوستوں کو بھی یہ خیال ہو۔ کہ اب تشحیذ کا قرض اتر چکا ہوگا۔ اسلئے مزید اعانت کی ضرورت نہیں۔ اسلئے میں اطلاعاً گذارش کرتا ہوں۔ کہ جلسہ سے پہلے دو سَو روپے اس مد میں وصول ہوئے تھے۔ اس کے بعد تا حال دس ۱۰ سے زیادہ اعانت نہیں۔ ابھی پونے تین سو روپے کی مزید ضرورت ہے۔ اور خریدار بھی اتنے نہیں۔ جو ان کی آمد سے اخراجات رسالہ باوجود سخت کفایت و باوجود نہ ہونے کسی محرر کے پورے کئے جاسکیں۔ پس احباب کی خاص اور فوری اور پرجوش توجہ کی ضرورت ہے۔

ختم نبوت مفت

مولوی عبید اللہ صاحب مبلغ ماریشیس کا ایک مضمون ۱۰ اکتوبر کے تشحیذ میں چھپا ہے۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آسکتا ہے۔ اور مخالفین نبوت کی بندش کے جو دلائل پیش کرتے ہیں۔ اُن کا جواب دیا ہے۔

یہ رسالہ مفت فی جلد ۱/ محصول ڈاک کے حساب سے دفتر تشحیذ سے منگوالیں۔

اور شیخ مشتاق حسین صاحب (راولپنڈی) کی فیاضی کے مشکور ہوں۔

تصحیح - پہلے صفحہ پر حسن نظامی کی قدر دانی کی بجائے قرآن دانی پڑھا جائے اور فروری سنہ ۱۹ کی بجائے سنہ ۲۰ء اور صفحہ ۱۴ پر نو سے کم کی بجائے دس سے کم ** مرشد بن بیٹھے کی بجائے مرشد کے ایڈیٹر بن بیٹھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری ۱۹۲۹ء

رسالہ استانی

اور

خواجہ حسن نظامی کی قرآن دانی

ہندوستان میں بہت سے انشا پردازوں نے خواتین کے اصلاح حال کیلئے رسالے اور اخبار جاری کیئے۔ مگر انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ اس کام کیلئے جناب سید ممتاز علی صاحب ہی موزون ثابت ہوئے۔ خواجہ حسن نظامی ملک کے مشہور ادیبوں سے ہیں۔ آپ ہر سال ایک نیا رنگ بدلتے ہیں۔ کبھی پالیٹکس میں دخل دیتے ہیں۔ کبھی مذہب میں۔ جب دونوں جانب سے ناکامی کا سامنا ہوا۔ تو مرشد بن بیٹھے۔ مگر کاغذی مرشد کب تک۔ آخر اب

خواجہ بانو کے نام سے رسالہ اُستانی جاری کر دیا۔ اس کے مضامین بتا رہے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب کو اپنی نسبت غلط فہمی ہوئی۔ اسوقت ربیع الاول کا نمبر میرے سامنے ہے۔ اس میں ایک نامہ نگار نے "مسلمان عورت" کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے۔ آپ کا طرز خطاب ملاحظہ ہو:۔

"اے عورت! سب سے قبل تیری ہی گود میں مَیں نے اللہ کو پہچانا ..... پھر حیف ہے۔ کہ تو ہی اس خدائے پاک کا نام بھلادے۔ تیری ہی زبان اس کے ذکر سے غیر مانوس ہو جائے۔ ..... میں یہ کیا سُن رہا ہوں۔ کہ اب تمہارے ہی وہ کان خدا کے ان احکام سے غیر مانوس ہوتے جاتے ہیں۔ ..... سچ بتانا۔ کہ وہ کلام الہی جو محض نمائش کے لئے تمہارے جہیزوں میں تمہیں ملا تھا۔ ..... کبھی کھولکر دیکھا اور سمجھا۔ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ ..... میں خدا کے صرف چند احکام جو عورتیں (عورتوں ہوگا۔ راقم) کے متعلق ہیں تمہیں سُناتا ہوں۔"

یہ عبارت پڑھتے ہی مضمون نگار کا تصوّر جو ذہن میں آتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ماشاء اللہ آنجناب کو قرآن و حدیث پر پورا عبور ہے۔ عمر دین میں گھلے جا رہے ہیں۔ ہر وقت تلاوت قرآن مجید و مطالعہ صحاح ستّہ آپ کا شغل ہے۔ اس لئے آپ کو اس بات کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی ماؤں کو جن کی گود میں سب سے پہلے اللہ کو پہچانا۔ اے عورت کہہ کے پکاریں۔ اور ڈانٹیں۔ کہ تم نے کبھی کلام الہی کو کھول کر بھی دیکھا؟

لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ جب میں "خدا کے چند احکام سُناتا ہوں" سے نیچے کلام الہی بخط جلی لکھا ہوا دیکھتا ہوں۔ اور پہلا حکم یہ درج پاتا ہوں:۔

"جنّت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

"سب سے اچھا مرد وہ ہے۔ جو اپنی عورتوں سے اچھی طرح پیش آتا ہے۔"

"علم حاصل کرنا مرد و عورت دونوں پر یکساں فرض ہے۔"

"عورت اپنے خاوند کے گھر کی شہنشاہ ہے۔"

"دنیا میں مسرت و امتنان کی کمی نہیں۔ اور اس کا سب سے اچھا ذریعہ باعصمت بیوی ہے۔"

یا الٰہی! یہ کیا قیامت ہے۔ اور علم دین پر کیسی آفت ہے۔ کہ ایک شخص خود تو اسقدر جہل مرکب میں مبتلا۔ کہ قرآن و حدیث میں تمیز نہیں۔ اور اپنی ماؤں کو ڈانٹتا ہے۔ کہ تم قرآن مجید کھول کر بھی نہیں دیکھتیں۔ اچھا صاحب! آپ تو ہر وقت قرآن مجید تلاوت فرماتے رہتے ہیں۔ فرمائیے:-

"جنّت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے" کس آیت کا ترجمہ ہے؟ اور علم حاصل کرنا مرد و عورت پر یکساں فرض ہے" یہ آیت کس سورت میں ہے؟۔ میں تو سمجھتا ہوں آپ آیت تو در کنار۔ اسے حدیث صحیح سے بھی ثابت نہیں کر سکینگے۔ پہلے پہلے تو میں نے بہت حسن ظن سے کام لینا چاہا۔ اور گمان کیا۔ کہ قول الرسول چونکہ ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحی کے سرچشمہ سے ہے۔ اس لئے غالباً اسے کلام الٰہی کے ذیل سے لکھدیا ہے۔ مگر آپ کو ان فقرات کے کلام اللہ قرآن مجید کا حصّہ ہونے پر بوجہ جہل مرکب ایسا یقین ہے۔ کہ آپ لکھے لکھا کر فرماتے ہیں۔ یہ تو صرف چند آیتوں کے ترجمے دیئے گئے ہیں۔ حضرت! خدا نہ کرے۔ کہ آپ کو ایسی چند اور آیات کا ترجمہ دینے کی توفیق حاصل ہو۔ ورنہ غضب ہی ہو جائیگا۔ ممکن ہے۔ ہمارے فاضل ایڈیٹر اصلاح حق شفعہ کا دعوےٰ دائر کر دیں۔ اور پکار اُٹھیں۔ کہ غار میں جس چالیس پاروں کے قرآن کا پتہ دیا جاتا تھا۔ اسکی چند آیات پبلک میں آگئیں۔ اور اہلسنّت کے پرچوں میں اس کا ترجمہ بھی چھپنے لگا۔ اور یہ کسی جاہل مسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ سات کروڑ مسلمانوں کے قائمقام حلقۂ نظام المشائخ کے روح رواں حضرت خواجہ حسن نظامی کے خدمات خصوصیہ در بارۂ قرآن حمید کا ادنیٰ اکرشمہ ہے۔

ممکن ہے کوئی صاحب کہدیں۔ کہ کاتب کی غلطی سے کلام الرسول کا ہیڈنگ رہ گیا۔ لیکن تبسّر مارہروی نے کسی قسم کی بدگمانی کا موقعہ رہنے ہی نہیں دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ "یہ تو صرف چند آیتوں کے ترجمے دیئے گئے ہیں۔" پھر ارشاد ہوتا ہے "خیر یہ تو خدا کا کلام تھا۔ اب اس انسان کا کلام بھی سن لو۔ جس نے اپنی سچائی کا ثبوت تمام عالم کو دیدیا" بلکہ اس کے بعد اقوال الرسول کا عنوان جمایا ہے۔ اب فرمائیے۔ کاتب کی فروگذاشت کیونکر ہو سکتی ہے

نامہ نگار صاحب بھول گئے تھے۔ تو حضرت خواجہ حسن نظامی ہی دیکھ لیتے۔ مگر رقص... کی یاد اور گریمو فون کے شور و غوغا میں لہو و لعب پر طبع آزمائی کرنیسے کبھی فرصت ہو۔ تو قرآن مجید بھی دیکھیں میرے خیال میں اگر غیرت ہو گی۔ تو آئندہ کبھی مذہب اور مذہب اسلام کا نام اپنے مضامین میں نہ لینگے اور جس احاطہ میں کام کر سکتے ہیں۔ اسی میں اپنے قلم کی جولانیاں دکہائینگے۔ مذہب کا "خشک مضمون" ہم وابستگان دامن مسیح موعودؑ کے لئے رہنے دو۔ اے دنیا کے فرزندو! کہ تم اس میدان کے مرد نہیں۔ یہ دشت پیمائی باوجود آبلہ پائی کچھ ہم وارفتگان محبوب لم یزلی ہی کر سکتے ہیں ؛

امام ابو حنیفہؒ کا سال وفات

صحیح حدیث میں

امام ہمام نعمان بن ثابت کی فضیلت سے کس مسلمان کو انکار ہو سکتا ہے۔ آپ کی خدمات دربارہٗ مسائل فقہیہ مسلم ہیں۔ آپ کے متبعین کی بہت بڑی تعداد اس وقت دنیا پر موجود ہے۔ اور یہی امر آپ کی بزرگی کے اظہار کیلئے کافی ہے۔ مگر ہمارے حنفی بھائی خواہ مخواہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپکا نام۔ کام۔ مقام۔ حتےٰ کہ سال ولادت سال وفات دکہانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایک معتبر کتاب میں یہ حدیث میری نظر سے گذری ہے۔ یرفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین ومأۃ۔ اس عربی جملے کو بڑے زور شور سے حدیث رسولؐ بیان کیا ہے اور پھر لکھا۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ پھر یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ زینۃ الدنیا سے مراد حضرت نعمان بن ثابت امام اعظم کوفی ہیں۔ کوئی پوچھے کیوں ؟ یہ کسطرح ثابت ہوا۔ اور کیونکہ مجرد زینۃ الدنیا زبان سے نکلتے ہی حضرت امام ابو حنیفہؒ کا تصور آجاتا ہے۔ تو سوا اس کے کیا کہا جائے۔ کہ حدیث کے معنے کرنیوالے کا حسن اعتقاد جو دوسرے پر حجت نہیں ہو سکتا۔ پھر شاید شارح حدیث کو چند آیات قرآنی کھٹکی ہیں۔

(۱) المال والبنون زینۃ الحیٰوۃ الدنیا والباقیات الصّٰلحٰت خیر عند ربک ثواباً وخیر عملاً ؕ

(۱) واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ ولا تعد عیناک عنھم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھوٰہ وکان امرہ فرطا۔

(۲) انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوھم ایھم احسن عملا۔

اس لئے آپ فرماتے ہیں

"حدیث شریف کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ کہ دنیا کی زینت یا یوں کہو کہ اس کی برکت ۱۵۰ھ ہجری میں جاتی رہیگی" (کیونکہ یہ سال وفات امام ابوحنیفہؒ ہے)

دنیا کی زینت کے معنے "دنیا کی برکت"۔ اور پھر حدیث میں سنۃ خمسین ومائۃ جو فرمایا۔ تو اس سے مراد ۱۵۰ھ ہجری ہے۔ خوب! کوئی پوچھے کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں ہجری سنہ کب رائج تھا۔ جب اس سنہ ہجری کا نام ونشان ہی نہیں تھا۔ تو اس سن میں کسی واقعہ کی خبر دینے کے کیا معنے ہو سکتے ہیں۔ اور کیا؟ سوا اس حدیث کے کوئی اور نظیر ایسی حدیث صحیح سے پیش کیجا سکتی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے سنۃ فرمایا ہو۔ اور اس سے مراد یہ سنہ ہجری ہو۔ جو حضرت عمرؓ کے وقت میں رواج پذیر ہوا۔ میں علمائے حنفیہ سے درخواست کرونگا۔ کہ وہ اس قسم کی رکیک تاویلات سے اپنے آپ کو اضحوکۃ العقلاء نہ بنائیں۔ ورنہ ایک مسلم ان کے علم وعقل کے مرقد پر تبسم کے دو پھول چڑھانے کے سوا کیا کر سکتا ہے۔

فائدہ جلیلہ - بہرحال یہ جملہ حدیث ہے۔ اور حدیث بھی صحیح۔ اور اس سے حضرت امام ابوحنیفہؒ زینۃ الدنیا ثابت ہوتے ہیں۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ ہم تو خوش ہیں۔ کہ اس سے ایک مسئلہ متنازعہ کا فیصلہ ہوتا ہے۔ وہ کیا؟ رفع کے معنے موت۔ یرفع زینۃ الدنیا کے معنے بیان کئے جاتے ہیں۔ زینۃ الدنیا یعنی امام ابوحنیفہؒ فوت ہو جائینگے۔ مسلّم۔

پس حضرات! اگر حضرت عیسےٰ بن مریم کے لئے رفعہ اللہ آئے۔ تو اس کے معنے بھی یہی کیجئے۔ کہ اللہ نے عیسےٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا۔ یعنی وفات دیدی +

(الکمل)

شیعہ نے غلط حوالہ دیا

(نمبر ۲)

تشحیذ ماہ نومبر میں شیعہ مضمون نگار کی بے دیانتی دکھائی جا چکی ہے۔ ایک حوالہ اہل سنت کے مقابلہ میں صحیح البخاری سے پیش کیا۔ کہ حضرت عمرؓ نے سید ولد آدم آنحضرت صلعم کے بابت کہا "یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔"

لیکن جب پوچھا گیا۔ کہ صحیح البخاری کتاب المرضٰی میں کہاں لکھا ہے۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ آپ نے اچھی طرح دیکھا نہیں۔ پارہ ۱۸ میں کتاب المرضٰی دیکھئے۔ یک نہ شد دو شد۔ پہلے کتاب المرضٰی تو مل گئی تھی اور اس میں حوالہ نہ ملا تھا۔ مگر اب پارہ ۱۸ کا حوالہ جو دیا۔ تو اس میں کتاب المرضٰی ہی ندارد۔ حوالہ کا تو کیا مذکور۔ اس پر ستم یہ کہ افترا پردازی کا الزام مجھ پر۔ یہ تو حضرت اصلاح کی کارروائی ہے۔ اب اس کے برادر خورد مدیر البرہان کی کارستانی ملاحظہ ہو۔ آپ اپنی تصنیف منیف صراط السوی میں لوگوں کو یوں گمراہ فرماتے ہیں۔ کہ صفحہ ۳۵۸ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں:۔

"من ولد فاطمہ جدہ الحسین بن علی و والدہ الحسن العسکری ابن الامام علی النقی ابن الامام محمد ن التقی ابن الامام علی الرضاء ابن الامام موسی الکاظم ابن الامام جعفر ن الصادق ابن الامام محمد ن الباقر ابن الامام زین العابدین علی بن الحسین بن الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم یواطی اسمہ اسم رسول اللہ۔"

اور ارشاد یہ ہے۔ کہ شیعوں کے بارہویں امام محمد بن حسن العسکری کو کئی علمائے اسلام و محققین اہل سنت نے مہدی موعود مانا ہے۔ منجملہ ان کے شیخ ابن عربی اور مولانا جامیؒ کا نام نامی بھی ہے۔

اب ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ کتاب فتوحات مکیہ کا صفحہ ۳۶۴۔ جزو ثالث باب ۳۶۶ فی معرفۃ وزراء المہدی الظاہر فی آخر الزمان بشرہ رسول اللہ صلعم

ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں اصل حوالہ یوں ہے۔

"من ولد فاطمہ جدہ الحسن بن علی یواطی اسمہ اسم رسول اللہ صلعم و یبائع الناس بین الرکن والمقام"

اس عبارت کو جس میں آنے والے مہدی کو حسن بن علی کی اولاد سے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے۔ کس دیدہ دلیری سے حسین بن علی کر دیا گیا ہے۔ تاکہ شیعوں کے اس مشہور و مقبول عقیدہ کو مدد پہونچے۔ کہ آنیوالا مہدی حسین بن علی کی اولاد سے ہوگا۔ (کیونکہ حضرت حسن سے شیعہ بوجہ صلح حضرت معاویہ ناراض ہیں۔ اور نہیں چاہتے۔ کہ ان کی اولاد سے کوئی بھی امام ہو) اور پھر اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ اپنے بارہ اماموں کے اسمائے گرامی بھی بڑھا دئے ہیں۔ تاکہ شیعیت ابن عربی کے نام سے بہت سے قلوب پر چھا جائے۔

اسی طرح مولانا جامیؒ کی شواہد النبوۃ مطبوعہ نولکشور کا صفحہ ۲۱۶ ملاحظہ ہو۔ جس میں فتوحات کی تقریر کو ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔

من ولد فاطمہ رضی اللہ عنہا یواطی اسمہ اسم رسول اللہ صلعم وکنیتہ کنیت جدہ الحسن بن علی یبائع بین الرکن والمقام

دیکھئے یہاں بھی حسن بن علی کی اولاد سے لکھا ہے۔ نہ کہ حسین بن علی۔ مگر شیعہ صاحب ہیں۔ کہ ہمیں فتوحات کے حوالہ سے حسین بن علی سنائے جا رہے ہیں۔ حالانکہ فاضل دیار بکری صاحب تاریخ خمیس بھی قال صاحب الفتوحات المکیۃ فی ذکر المھدی کے ماتحت لکھتے ہیں۔

من ولد فاطمہ اسمہ اسم رسول اللہ صلعم وکنیتہ۔ کنیتہ جدہ حسن بن علی یبایع بین الرکن والمقام (تاریخ خمیس جلد ۲ مطبوعہ مصر ص ۳۲۱)

فتوحات کے اسی حوالہ کے متعلق حجج الکرامہ میں جو بحث ہے۔ وہ برادر مکرم منشی خادم حسین صاحب کے اصل الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

تیسری شہادت۔ نواب صدیق حسن خان حجج الکرامہ میں اسی حوالہ کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

محمد بن عربی طائی حاتمی اندلس در باب سہ صد و شصت و شش از فتوحات مکیہ گفتہ کہ

خدائے تعالیٰ را خلیفہ ست از عترت رسول خدا صلعم از ولد فاطمہ کہ نامش نام رسول خدا باشد صلعم۔ جد او حسین بن علی است بیعت کردہ شود۔ او را میان رکن و مقام مانا باشد برسول خدا صلعم در سیرت نہ در صورت۔ حجج الکرامہ صہ ۲۸۲

نوٹ۔ واضح ہو کہ اس حوالہ میں جو بجائے حسنؓ بن علیؑ کے حسینؓ بن علیؑ لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حجج الکرامہ کے کاتب سے سہواً لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں نواب صاحب نے دوسرے مقامات پر بحث کرتے ہوئے کہ مہدی موعودؑ جناب امام حسن علیہ السلام کی ذریت طیبہ سے ہوں گے۔ یا جناب امام حسین علیہ السلام کی سے۔ انہی علمائے دین کی تائید کی ہے۔ جو قائل ہیں۔ کہ وہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد امجاد سے ہونگے۔ اور خصوصاً مقام زیر بحث کے متعلق خود انہوں نے بحوالہ کتاب اشاعہ شیخ عبد الوہاب مصنف الیواقیت والجواہر کی تردید بھی لکھدی ہے۔ جس سے پھر ذرہ بھر شبہ بھی نہیں رہ جاتا۔ کہ نواب صدیق حسن خان نے عبارت فتوحات کا فارسی میں ترجمہ کرتے ہوئے اس مقام پر ضرور "حسنؓ بن علیؑ" ہی لکھا ہوگا۔ اور جو حسینؓ لکھا بھی ہوگا۔ تو سہواً۔ یا پھر کاتب سے ہی سہو ہو گئی ہے۔ ورنہ دوسرے مقام پر وہ خود ہی اسی قول کی تردید کو واضح نہ فرماتے۔ ملاحظہ ہوں مقامات ذیل:۔

(ا)۔ و اہل حدیث نیز ہمیں رفتہ اند۔ کہ وے از اولاد حسنؓ بن علی باشد الی آخرہ۔ حجج الکرامہ صہ ۳۵۷

(ب) وہم در اشاعہ گفتہ کہ شیخ عبد الوہاب شعراوی در کتاب الیواقیت والجواہر بر ہمیں قول رفتہ و آں را نسبت طرف فتوحات مکیہ نمودہ حالانکہ در وے اثرے ازیں قول نیست بلکہ خلاف اوست۔ یعنی مہدی از اولاد حسنؓ است۔ و شک نیست۔ کہ محمد بن حسن عسکری از اولاد حسینؓ بود۔ و ظاہر آنست۔ کہ ایں قول مدسوس است بر شعراوی و موید اوست عدم تحریر او ایں کتاب را در حیات خودش و در وے گفتہ لا احل لاحد ان یروی عنی ھذا الکتاب حتی یعرضہ علی علماء المسلمین ویحررّ وامافیہ و آنچہ از وے ترسیدہ بود۔ ہماں واقع شد۔ و مذہب شیعہ را در وے مدسوس کردند۔ و منجملہ مدسوسات بر وے آنست۔ کہ در طبقات وے درج کردہ اند۔ در ترجمہ حسینؓ بن علیؑ کہ عقب صرف

ازروے باقی است - نہ از برادرش حسنؑ بن علیؑ و ایں نیز از دسائس رافضہ است - ورنہ شعراوی انکار نسب حسنؑ چہ قسم خواہد کرد - با آنکہ اکابر اولاد حسنؑ در مصر موجود بودند - مثل طباطبا و غیرہم فلیتنبہ لذالک انتہی حجج الکرامہ صہ ۳۵۲

ترجمہ (۱) اور محدثین کا مسلک بھی یہی ہے - کہ مہدی امام حسنؑ بن علیؑ کی اولاد سے ہونگے -

(ب) اور اشاعرہ میں آیا ہے - کہ شیخ عبدالوہاب شعراوی بھی اسی قول (مہدی از نسل حسینؑ بن علیؑ) پر گیا ہے - اور اس کو فتوحات مکیہ کی طرف منسوب کیا ہے - حالانکہ اس میں اس قول کا پتہ ہی ندارد ہے -

بلکہ اس کے خلاف لکھا ہے - یعنی یہ کہ مہدیؑ اولاد حسنؑ سے ہیں - اور بلاشک محمد بن حسن عسکری (شیعوں کے بارہویں امام یعنی مہدی) امام حسینؑ علیہ السلام کی اولاد سے تھے - اور معلوم ہوتا ہے - کہ یہ قول شعراوی (مصنف کتاب الیواقیت) پہ افترابندی ہے اور اس امر کی تائید میں یہ بات ہے - کہ انہوں نے اس کتاب کو اپنی حین حیات میں نہیں لکھا - اور اس میں فرمایا ہے - کہ میں کسی کو اجازت نہیں دیتا - کہ میری اس کتاب سے کوئی میری طرف سے روایت کردے - جبتک کہ علمائے مسلمیں کو دکھا نہ دے - اور جب تک وہ اس کے مسائل مندرجہ کو پسند نہ کریں - اب دیکھو - کہ جس بات سے اسکو اندیشہ تھا - وہی واقعہ ہوگئی - یاروں نے شیعہ مذہب کی باتیں اس میں ملا جلادیں - اور منجملہ ان کے یہ ہے - کہ شعراوی کی کتاب طبقات میں امام حسین بن علی علیہما السلام کے حالات میں اس کی طرف سے یہ داخل کردیا - کہ اولاد تو صرف امام ممدوح کی باقی ہے - نہ کہ ان کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی - حالانکہ یہ رافضیوں کی محض اپنی ملاوٹ ہے - ورنہ کوئی وجہ نہیں - کہ شعراوی امام حسن علیہ السلام کی نسل سے انکار کردے - کیونکہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے مشہور لوگ مصر میں موجود تھے - جیسے طباطبا وغیرہ - پس اس سے متنبہ رہ - فقط

پس اے جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ البرہان - ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین

خادم حسین - "روڑ ولا" - امرتسر
۳۰ نومبر ۱۹

کیا اصحاب کہف تین سو نو برس غار میں زندہ رہے؟

ایک دفعہ دو اہلحدیث مولویوں کے ساتھ حیات و ممات مسیح علیہ السلام پر گفتگو ہو رہی تھی - کہ ایک نے کہا کیا قرآن میں اصحاب کہف کے بارہ میں خدا نے نہیں فرمایا ولبثوا فی کہفہم ثلٰث مائۃ سنین وازدادوا تسعاً کہ تین سو نو برس تک وہ غار میں زندہ رہے - تم احمدیوں کے غلط عقاید کی تردید میں سورہ کہف کے اندر بڑے زبردست دلائل ہیں منجملہ حیات مسیح علیہ السلام کی تائید میں یہ آیت ایک بیّن دلیل ہے - میں نے عرض کی - کہ اول تو جس طرح اصحاب کہف کی طویل زندگی کا ذکر قرآن مجید میں آچکا ہے - کاش کہ مسیح علیہ السلام کے بارہ میں بھی کوئی آیۃ موجود ہوتی جیسے کہ نوح علیہ السلام کے متعلق بھی مذکور ہے - پھر کوئی جھگڑا پیدا ہی نہ ہوتا - دوم یہ تو خدا نے سائلین یا معترضین کیطرف سے حکایتاً فرمایا ہے - کہ وہ ایسا کہتے ہیں کہ اصحاب کہف تین سو نو برس غار میں رہے - کیونکہ اس کے متصل بعد میں ارشاد الہی ہے قل اللہ اعلم بما لبثوا یعنے اے پیغمبر تو کہدے - کہ اللہ تعالیٰ کو ہی بخوبی معلوم ہے - کہ وہ کتنا عرصہ اس میں رہے - اور اگر درحقیقت وہ تین سو نو برس تک اس میں رہے ہوتے - تو پھر اس کے بعد یہ کیوں فرمایا گیا - تو کہدے کہ خدا ہی بخوبی جانتا ہے - جتنا عرصہ وہ رہے اگر تین سو نو برس کی میعاد لبث امر واقعہ تھا - تو پھر اسی میعاد کی کیفیت و کمیت کا علم خدا کی طرف کیوں منسوب کیا گیا ؟ فتدبر

پس لامحالہ ماننا پڑیگا - کہ قول اول عوام الناس کا زعم باطل ہے جسکی تصحیح قول ثانی سے کیگئی ہے ٹھیک جس طرح پر کہ اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق ان ہی آیات سے پیشتر عوام کا قول منقول ہے سیقولون ثلٰثۃ رابعہم کلبہم ویقولون خمسۃ سادسہم کلبہم رجماً بالغیب ویقولون سبعۃ وثامنہم کلبہم یعنے تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے اور کہتے ہیں - کہ پانچ ہیں چھٹا کتا ہے - یونہی اٹکل پچو باتیں ہیں - اور کہتے ہیں سات ہیں - اور آٹھواں ان کا کتا ہے - اس کی تصحیح میں ارشاد الہی ہوتا ہے - قل ربّی اعلم بعدتہم ما یعلمہم الا قلیل - یعنی تو کہدے - اے پیغمبر کہ میرا پروردگار ہی ان کی تعداد سے زیادہ واقف ہے - نہیں جانتے ان کو مگر قلیل لوگ ہی : اس سیاق و سباق آیات سے ہر ایک ذی شعور بادنیٰ تامل جان سکتا ہے - کہ قول اول عوام کالانعام کا ہے - اور وہ مردود ہے - اور قول ثانی جو واقعی منجانب اللہ ہے - وہی درست اور امر واقعہ ہے

پس اسی طرح تین سو نو برس کی مدت کا ذکر بھی عوام کیطرف سے حکایتاً اللہ کو رہا ہے۔ جبھی تو اسکی تردید میں وحی الہی کا ارشاد ہے۔ قل اللہ اعلم بما لبثوا۔ کہ اے پیغمبر کہدے کہ اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنا عرصہ غار میں رہے۔ اس پر دوسرے مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ یہاں نواب صدیق حسن خان کی تفسیر ترجمان القرآن موجود ہے۔ ذرا اسکو بھی نکال کر دیکھنا چاہئے میں نے کہا کہ قرآن مجید کی صریح شہادت کے ہوتے ہوئے کسی اور کی تفسیر دیکھنے کی اول تو ضرورت ہی نہیں لاکن ترجمان القرآن کو بھی دیکھ لیجئے دیکھیں اس میں کیا لکھا ہے۔ چنانچہ میں نے موقعہ مطلوبہ نکالکر پڑھنا شروع کر دیا۔ مختلف اقوال کے ضمن میں آخر سب سے زیادہ معتبر اور معقول قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نکل آیا جو میری تائید میں تھا۔ اس کو سُنکر اہلحدیث مولوی صاحبان کا ناطقہ بند ہو گیا۔ اور وہ خدا کے فضل و کرم سے فبہت الذی کفر کے مصداق ہو کر مبہوت و سرنگوں ہو کر رہ گئے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

جماعت احمدیہ کیلئے یہ امر موجب کمال فخر و مباہات بیقیاس کا ہے۔ کہ اس کے اکثر عقاید کی تائید مفسر ربانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال و روایات سے ثابت ہو جاتی ہے مثلاً آیہ انی متوفیک کے معنے ممیتک اور آیتہ فلما توفیتنی کی تفسیر خود رسول صلعم کی زبان مبارک سے جسکے معنی فلما امتنی کے بغیر ممکن نہیں۔ سب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی بخاری شریف سے ثابت ہیں۔

اب اصحاب کہف کے متعلق بھی جو آپکا مذہب ہے۔ ترجمان القرآن سے ثابت ہو گیا۔ وھو ہذا

ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ ان الرجل لیفسر الایۃ یری انھا کذالک فیھوی ابعد ما بین السماء والارض ثم تلا ولبثوا فی کہفھم الایۃ۔ پھر کہا قوم کتنی مدت کہف میں رہی بولے تین سو نو برس کہا اگر اتنی مدت رہتے۔ تو اللہ یوں نہ فرماتا۔ قل اللہ اعلم بما لبثوا ولکن اللہ نے مقالہ قوم کی حکایت کی اور کہا سیقولون ثلثۃ الی قولہ رجماً بالغیب پس خبر دی کہ انکو معلوم نہیں ہے۔ پھر کہا سیقولون ولبثوا فی کہفھم الی قولہ تسعاً ف۔ قرطبی نے کہا۔ اصحاب کہف میں اختلاف ہے۔ کہ مر کر فنا ہو گئے۔ یا اب تک خواب راحت میں ہیں۔ اور جسد ان کے محفوظ ہیں۔ ابن عباسؓ نے کہا۔ اولئک قوم فنوا و عدموا منذ مدۃ طویلۃ یہ لوگ مدت سے فنا ہو گئے ان ابن عباسؓ کے ہمراہ لوگ بعض غزوات شام میں گئے تھے۔ سو غیر کہف تک وہاں کچھ ہڈیاں پائیں۔ ترجمان القرآن اُردو صد ۲۱۰ سورہ کہف۔

ہمارے غیر احمدی مولوی صاحبان حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل میں اکثر اصحاب کہف کے متعلق آیۃ ولبثوا فی کہفھم کو بڑے جوش وخروش سے پیش کرتے رہتے تھے۔ ان کا یہ استدلال بھی از روئے اثر ابن عباسؓ بکمال وضاحت ومعقولیت آخر کار بالکل بودا نکلا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک ؂

خاکسار خادم حسین۔ ۸ دسمبر ۱۹۱۹ء

تذکرۃ الانبیا میں خلاف عقل و نقل باتیں:۔

میر ممتاز علی صاحب نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت میں جو خدمات کی ہیں ان سے انکار نہیں ہو سکتا لیکن یہ کہنے میں بھی تامل نہیں۔ کہ جب کبھی انہوں نے مذہب میں دخل دیا ہے۔ غلطی کہائی ہے۔ حقوق نسواں ان کے مردوں کو بتائے یہ ان کا احسان ہے۔ مگر الرّجال قوامون علی النساء کے یہ معنے کرکے کہ مرد عورتوں کے خدمتگار ہیں"۔ اپنی ساری کتاب کو بے وقعت کر دیا۔ اور جو کچھ ہماری نسبت حق بات کہی وہ بھی بے اثر ہو گئی۔ ایک اور کتاب آپ نے (مولوی سید ممتاز علی صاحب) لکھی ہے تذکرۃ الانبیاء۔ افسوس ہے۔ کہ اس کتاب میں بعض ایسے قصّے درج کر دئے۔ جو عقل و نقل دونوں کے خلاف ہیں۔ بچّے بچّیاں جب اُسے پڑھینگے۔ تو جھوٹ اور واہیات باتوں کا ایک نقش ان کے لوح دل پر بیٹھ جاویگا جس کا نقصان ظاہر ہے۔ اگر کتاب مسلمان بھائیوں کے فائدہ کیلئے لکھی جائے۔ کم از کم اس میں یہ تو چاہئیے۔ کہ قرآن مجید کو جو خداوند زمین و آسمان کا کلام ہے۔ مقدم رکھا جائے۔ مگر آپ نے قرآن مجید کلام حمید کی صریح آیات پر اسرائیلی روائتوں کو مقدم رکھا ہے۔ جو بہت افسوس کی بات ہے۔ خدا تعالیٰ تو قرآن حمید میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت فرماتا ہے۔ واذکر عبدنا داؤد ذالاید انہ اوّاب (سورہ صٓ رکوع ۲) اور آتینٰہ الحکمۃ وفصل الخطاب۔ یعنی کہ آپ بڑے عبادت گذار خدا کی طرف بار بار رجوع کرنے والے تھے۔ آپ کو پختہ باتیں اور فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی تھی۔ اور میر ممتاز علی صاحب فرماتے ہیں "حضرت داؤدؑ سے دو برے کام ہو گئے۔ ان کا ایک سردار لشکر اریا نام تھا۔ اس کی بیوی نہایت حسین تھی۔ اتفاق

سے حضرت داؤدؑ نے اسے کہیں دیکھ لیا۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد آریا کو لڑائی پر بھیج دیا جہاں اس بیچارے نے اپنے آقا کے نام پر جان قربان کر کے سرخروئی حاصل کی۔ تب حضرت داؤدؑ نے اس شخص کی بیوہ سے نکاح کر لیا۔ اب جناب میر صاحب خود ہی خدا لگتی کہیں۔ کہ یہ قصہ پڑھکر بچوں پر کیا اثر ہو گا۔ جب نبی ایسی ایسی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (معاذاللہ) تو امتیوں کے لئے سب کچھ جائز ہو گیا۔ اسی طرح تفصیل تو اتنی پسند ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا قصہ بھی لکھدیا۔ جس میں یہ بھی درج ہے۔ کہ سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی گم ہو گئی۔ جو ایک جن لیکر بادشاہ بن بیٹھا۔ اور سلیمانؑ ایک ماہی گیر کا نوکر بننے پر مجبور ہوئے۔ لاحول ولا قوۃ۔

ان خرخرفات لایعنی کی کوئی حد ہے۔ جو سراسر لیس سلطانہ علی الذین اٰمنوا کے خلاف ہے۔ پھر آپ کی بیوی کو ایک بت پرست بتایا۔ حق فرمایا کلام مجید میں۔ ما کفر سلیمٰن ولکن الشیٰطین کفروا۔ یہ بیہودہ باتیں تو میر صاحب نے لکھدیں۔ مگر قرآن کریم میں جو یہ ذکر ہے۔ کہ آپ کے سامنے تیز رو گھوڑے پیش کئے گئے۔ آپ ان کو چمکارتے رہے۔ کہ ان انعامات سے خدا کے احسانات یاد آتے ہیں۔ اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ شاید اس لئے کہ ایسی ایسی باتوں سے ان کا نعم العبد اور اوّاب ہونا ثابت ہوتا تھا۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے بیان میں تو بہت سی باتیں خلاف آیات قرآن مجید لکھدی ہیں۔ ایک موٹی بات ہے۔ حضرت یوسفؑ نے خود ملازمت کی درخواست کی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم (یعنی حضرت یوسفؑ نے درخواست کی۔ کہ مجھے مالی معاملات سپرد فرمائیے۔ میں حساب دان اور نگرانی رکھنے والا ہوں۔)

مگر میر صاحب لکھتے ہیں۔ اس (بادشاہ) نے کہا۔ میں کس آدمی کو اس کام پر مقرر کروں مجھے تو آپ سے بہتر کوئی دیانت دار نظر نہیں آتا۔ اس لئے آپ ہی یہ کام قبول فرمائیے۔ حضرت یوسفؑ نے اس کی درخواست منظور کی۔ اب کون سچا ہے؟ خداوند کریم یا (میر ممتاز علی) ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت یوسفؑ بارہ برس قید خانہ میں رہے۔ (صفحہ ۲۶۴) میں

مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ (فلبث فی السجن بضع سنین)۔ یوسفؑ نو برس سے کم جیل میں رہے۔ بضع نو سے کم تعداد کے لئے آتا ہے۔ اس کے علاوہ کئی واقعات میں اختلاف ہے۔ جو سورۂ یوسفؑ کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مسلمان بھائیوں کے لئے جو کتاب لکھی جائے۔ اس میں چاہئے تھا کہ لکھنے والا قرآن مجید کی آیات کو بہر صورت مقدم رکھتا۔) جہاں کتاب میں اس قسم کے سقم ہیں۔ وہاں قابل تعریف بات بھی ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت کسی روایت پر اعتبار نہیں کیا۔ اور روزن سے نکل جانے اور ان کی شبیہ کسی دوسرے پر پڑنے کا قصہ نقل نہیں کیا۔ بلکہ لکھدیا ہے "نہ وہ قتل ہوئے۔ نہ صلیب پر مرے۔ بلکہ مرنے کی سی شبیہ بن گئی۔ اور بعد میں اللہ تعالےٰ نے کسی وقت انہیں دنیا سے اُٹھا لیا" اور یہ بھی تسلیم کر لیا۔ کہ حضرت عیسےٰ ہی صلیب پر چڑہائے گئے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"عید کی وجہ سے شام کو صلیب سے اتارا۔ تو وہ مردہ سمجھے گئے۔ چنانچہ وہ قبرستان میں بھیجدئے گئے۔ اللہ نے انہیں بچانا منظور تھا۔ کوئی دردمند خدا کا بندہ انہیں وہاں لے آیا۔ اور اس کی اگلی صبح ان کی قبر کھلی پائی گئی۔ جب وہ ہوش میں آئے۔ تو کہیں غائب ہو گئے۔ جسکا صحیح صحیح علم آجتک کسی کو نہیں ہے"

میر صاحب سے مخفی نہیں۔ کہ صحیح صحیح علم تو خدا کے ایک برگزیدہ بندہ کو دیا گیا۔ کہ وہ سرینگر محلہ خانیار میں مدفون ہے۔ بہتر ہے۔ کہ میر ممتاز علی صاحب ایسی ایسی فروگذاشتوں کی اصلاح کر دیں۔ جنکا کچھ ذکر اس مضمون میں کیا گیا۔ اور برا نہ مانیں جو مشورہ انکو دیا گیا۔ بہت نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ ہے۔ نکتہ چینی کیلئے نہیں۔ ہماری خواہش ہے۔ کہ جو کتاب تذکرۃ الانبیاء کے بارے میں ہو۔ وہ خلاف قرآن مجید نہ ہو۔ اور نہ اس میں خلاف عقل باتیں ہوں۔ جو سمجھ میں نہ آسکیں۔ اور اللہ تعالےٰ آپ کی مدد فرمائے۔ والسّلام

خاکسار سکینۃ النساء از قادیان

جوابات اعتراضات شیعہ

نمبر ۲

(از سید صادق اٹاوی)

اعتراض نمبر ۴۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفاً فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفاً لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جہنم وبئس المصیر۔ یعنی اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ تم جب کفار سے مقابلہ کرو۔ تو پیٹھ نہ دو کفار کی لڑائی سے۔ یعنی ہرگز نہ بھاگو۔ اور جو پیٹھ دے کافروں کو لڑائی سے مگر اس حالت میں کہ پھیرنے والا ہو لڑائی کے لئے۔ یا پناہ لینے والا ہو طرف ایمان والوں کے۔ پس تحقیق وہ لوٹا خدا کے غصہ کے ساتھ اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما المومنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا علٰی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ یعنی مومن نہیں مگر وہ کہ ایمان لائے خدا اور رسولؐ پر اور جب ہوں ساتھ اس کے کسی امر جامع پر نہ جائیں مگر جب تک اجازت نہ دے رسولؐ۔

غزوۂ احد

(۱) تاریخ طبری جلد ثالث مطبوعہ مصر صـ ۱۹ یعنی انس بن نضر جو انس بن مالک کا چچا تھا۔ وہ عمر بن الخطاب تک پہنچا۔ حضرت عمرؓ کی معیت میں طلحہ بن عبداللہ بھی تھے۔ اور بہت سے لوگ مہاجرین و انصار سے تھے۔ مگر یہ سب لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ انسؓ نے کہا تم لوگ یہاں بیٹھے کیا کرتے ہو۔ اُن لوگوں نے جواب دیا۔ کہ کیا کریں۔ رسول اللہؐ تو قتل کر ڈالے گئے۔ تب انسؓ نے کہا۔ پھر جب رسول اللہؐ مر چکے۔ تو اب زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ اور جس دین پر رسول اللہؐ نے انتقال فرمایا ہے۔ اس پر تم بھی مر جاؤ۔ انسؓ بن نضر یہ کہکے کفار کے مقابلہ میں آیا۔ اور ان سے لڑ کر قتل ہو گیا۔

(۲) تاریخ طبری مذکور جلد ۳ صـ ۲۰ پر لکھا ہے۔ آپؐ کے اصحاب بھاگ کھڑے ہوئے بعضوں

نے مدینہ میں جا کر دم لیا - اور بعضوں نے پہاڑ پر چڑھ کر پتھر پر جا کر دم لیا - اور رسالت مآبؐ آوازیں دے رہے تھے - کہ بندگانِ خدا کہاں جاتے ہو - میری طرف آؤ ؛ اسی طبری میں ہے -

(۳) جو پہاڑ پہ تھے - اور پتھر پر چڑھ گئے تھے - بعض کہہ رہے تھے - کاش! اسوقت ہمارے پاس کوئی ایسا شخص ہوتا - کہ ہم قاصد بنا کر عبد اللہ بن ابی تک بھیجتے - جو ابو سفیان سے بھی ہمیں امان حاصل کر دیتا - (کہنے والے یہ کہہ رہے تھے) اے قوم! محمدؐ تو قتل ہو گئے اپنی قوم سے پھر ملجاؤ - ایسا نہ ہو وہ آجائیں - اور قتل کر ڈالیں ؛

(۴) اسی کتاب کے صفحہ ۲۱ پر لکھا ہے - کہ حضرت عثمان بن عفان بھی بھاگنے والوں میں تھے

(۵) تفسیر کبیر میں فخر الدین رازیؒ جلد ثالث مطبوعہ استنبول صفحہ ۱۰۸ میں لکھتے ہیں - بھاگنے والوں میں عمرؓ بھی تھے - مگر ان لوگوں میں نہ تھے - جو پہلے ہی بھاگے - بعض ایسے تھے - جو بھاگ کر دور نکل گئے تھے - جیسے حضرت عثمانؓ اور عتبہ اور سعد انصاری بھی تین دن کے بعد پلٹے - حضرت نے فرمایا - بڑی ہی دور بھاگے ؛

(۶) خود حضرت عمرؓ کا قول سنئے - (در منثور سیوطی) جب احد کا دن تھا - اور ہم سب نے فرار کیا - تو میں بھی بھاگا - یہانتک کہ میں پہاڑ پر چڑھ گیا - اور میں اپنے آپ کو اوچکتے ہوئے دیکھتا تھا - جیسے بز کوہی اچکتی ہے ؛

(۷) حضرت ابو بکرؓ کی بابت سنئے - تاریخ خمیس حصہ اول صفحہ ۴۳۱ - یعنی حضرت ابو بکرؓ بیان فرماتے ہیں - جسدن لوگ رسول اللہ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے - تو میں سب سے پہلے رسول اللہؐ کے پاس آیا تھا ؛

(۸) روضۃ الصفا جلد دوم - جتنے اصحاب تھے - ان سب نے فرار کیا - اور خدمت رسول اللہؐ میں سوائے امیر المومنین علی بن ابیطالب اور ابو دجانہ اور سہیل بن حنیف کے کوئی دوسرا شخص نہ تھا ؛

(۹) حبیب السیر جزء سوم صفحہ ۱۲۱ - میں بھی حضرات ثلثہ بھاگنے والوں میں لکھے ہیں ؛

(۱۰) صحیح بخاری جلد دوم مطبوعہ بمبئی صـ ۱۶۸ - وانہزم المسلمون وانہزمت معہم فاذا عمر بن الخطاب فی الناس فقلت لہ ما شان الناس قال امر اللہ یعنی قتادہ سے منقول ہے

کہ مسلمان لوگ بھاگ گئے اور میں بھی بھاگا۔ پس کیا دیکھتا ہوں میں کہ ان بھاگنے والوں میں عمرؓ بن الخطاب بھی موجود ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے۔ ہم لوگوں کا۔ عمرؓ نے جواب دیا۔ جو اللہ کو منظور تھا۔ وہ ہوا۔

(۱) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے وقیل انہ علیہ السلام سبّ الذین انھزموا یوم احد وکان فیھم عثمان بن عفانؓ فنزلت ھذہ الآیۃ الآیہ فکفّ عنھم

(۲) روضۃ الاحباب۔ مدارج النبوۃ۔ معارج النبوۃ میں لکھا ہے۔ کہ جب جنگ احد میں مسلمان بھاگ گئے۔ اور جناب رسول خدا کو تنہا چھوڑ دیا۔ تو حضرت کو غصہ آیا۔ دیکھا تو جناب امیر پہلو میں کھڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا۔ اے علیؑ! تم بھی ان لوگوں کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے۔ جناب امیرؑ نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ۔ لا کفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ کیا بعد ایمان کے کفر اختیار کرتا۔ میں تو آپؐ کا پیرو ہوں۔ دیکھیئے۔ جنگ سے بھاگنا کفر کی حد تک پہونچ گیا۔ جناب رسول خدا نے سب کیا۔ پس حضرات ثلثہ سب کے مورد ہیں۔ اور یہ بھاگنا ان کا کفر ہے۔

غزوہ احزاب

(۱) عمرو بن عبدود مبارز طلب ہوا۔ رسول اکرمؐ نے لشکر اسلام سے تین مرتبہ فرمایا۔ کہ کوئی اس کافر کے ساتھ لڑنے کو نکلے مگر کوئی نہ نکلا۔ حضرت رسول اللہ نے خاص کر حضرت عمرؓ سے فرمایا لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ تب حضرت علیؑ گئے اور اسکو قتل کر دیا۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ علی مرتضےٰ کی خندق کے دن کی لڑائی تمام امت کے اعمال سے افضل ہے۔ جو کہ وہ قیامت تک کریں۔

(۲) مدارج النبوت۔ صحیح مسلم۔ معارج النبوۃ۔ تفسیر درمنثور میں جنگ احزاب کے متعلق حذیفہ سے روایت ہے۔ کہ ہم رسول خدا کے ساتھ تھے۔ رات نہایت سرد تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کوئی شخص ایسا ہے۔ جو لشکر کفار کیطرف جائے۔ اور انکی خبر لائے۔ جو شخص ایسا کرے۔ تو عوض میں خداوند عزوجل اس کو بروز قیامت میرے ساتھ کریگا۔ حذیفہ کہتے ہیں پس ہم میں سے کوئی شخص نہ اٹھا۔ اور سب نے سکوت کیا۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ سے کہ تم جاؤ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ اللہ و رسول مجھکو معاف رکھیں۔ رسول خدا نے فرمایا۔ اگر تو جاتا۔ تو جا سکتا تھا۔ جیسے رسول خدا نے حضرت عمرؓ سے کہا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ کہ پھر

رسول اللہ نے میرا نام لیا۔ تو میں نے کہا۔ حضور بہت اچھا۔

غزوہ خیبر

(۱) تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے۔ جب رسول اللہ حصن خیبر کے پاس نازل ہوئے۔ تو آپ نے اپنے لوا کو عمر ابن الخطاب کو دیا۔ عمرؓ کے ساتھ جو لوگ گئے۔ وہ گئے۔ اہل خیبر کے مقابل آئے۔ مگر حضرت عمرؓ اور ان کے اصحاب بھاگ نکلے۔ اور رسول اللہ کی جانب پلٹے حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں کو بودا اور بزدل کہہ رہے تھے۔ اور لشکر حضرت عمرؓ کو بودا اور بزدل کہہ رہا تھا۔ تب حضرت رسول اللہ نے فرمایا۔ میں کل لوا اس شخص کو دونگا۔ جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اسکو دوست رکھتے ہیں۔ جب دوسرا دن آیا۔ تو حضرت عمرؓ و ابو بکرؓ نے بڑی بکر امیدواری کی۔ مگر حضرتؐ نے حضرت علیؓ کو بلا کر وہ نشان مرحمت کیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ رسول اللہ نے لعاب دہن سے آنکھوں کا علاج کر کے نشان ظفر مرحمت فرمایا؛

(۲) حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں بھی ویسا ہی لکھا ہے۔ جیسا طبری سے منقول ہوا۔ ذرا بھی غور کیا جائے۔ تو فراری شیخین ثابت ہونے کے علاوہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ و رسولؐ کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے؛

غزوہ حنین

صحیح مسلم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور میں حضرت جابر سے روایت ہے۔ کہ بیعت کے جلسہ میں چودہ سو اصحاب تھے۔ سمرہ کا درخت تھا۔ جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی۔ شرط یہ تھی۔ کہ میدان جنگ سے ہرگز نہ بھاگینگے۔ نکث بیعت کی بابت خدا فرماتا ہے۔ فمن نکث فانما ینکث علے نفسہ یعنی جو لوگ اس بیعت کو توڑیں گے۔ وہ اپنے نفس کیلئے برائی کرینگے بعد اس معاہدہ کے پہلا معرکہ خیبر کا پیش آیا۔ جس میں شیخین میدان چھوڑ آئے۔ از اں بعد معرکہ حنین پیش آیا۔ اس معرکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عباسؓ۔ علیؓ۔ ابو سفیان بن حارث اور ابن مسعود کے سوا کوئی نہ رہا؛

جواب

اس اعتراض میں دو آیتوں سے استدلال کیا گیا ہے۔ یعنی پہلی آیت یا ایہا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا۔ الخ اور دوسری آیت و اذا کانوا معہ علے امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ سے دونوں آیتوں کی بنا پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اصحاب ثلثہ چونکہ لڑائی میں

کافروں کے مقابلہ سے ہمت ہار کر بھاگ گئے۔ اس لئے وہ گنہگار بلکہ نعوذ باللہ جہنمی ہوئے۔ اور ایسے لوگ خلافت نبوت کے شایان نہیں۔ مذکورہ بالا دو نو آیتوں میں سے پہلی آیت ایسی ہے جس میں جنگ کے متعلق صریح احکام موجود ہیں۔ اس لئے ہم اسی کے متعلق زیادہ وضاحت کے ساتھ یہاں بحث کرتے ہیں۔ دوسری آیت کا مطلب بھی اسی بحث سے ظاہر ہو جائیگا۔

پس واضح ہو۔ کہ اس آیت میں میدان جنگ سے بھاگنے پر وعید جہنم بیشک موجود ہے۔ مگر اسی آیہ میں وعید مذکورہ سے متعلق ایک استثنا بھی موجود ہے۔ یعنی الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة اس استثنا میں تین لفظ قابل توجہ ہیں۔ اوّل متحرفاً۔ دوم متحیزاً سوم فئة۔ متحرفاً تحرف یا حرفة سے نکلا ہے۔ تحرف سے مشتق ہونیکی صورت میں اس کے معنی ہیں جھکنے والا۔ پھرنیوالا۔ کیونکہ تحرف انعطاف اور میل کو کہتے ہیں۔ اور حرفة سے مشتق ہونیکی صورت میں اس کے معنی ہیں پیشہ کرنے والا۔ ہنر دکھلانیوالا۔ متحیزا۔ تحیز سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیوالا۔ فئة جماعت غالب کو کہتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اور مطلق گروہ اور سردار لشکر کو بھی کہتے ہیں۔ لفظ لقتال مندرجہ آیت میں جو لام ہے۔ اس سے دو فائدے متصور ہیں۔ ایک تو یہ کہ جنگ سے تحرف یا کنارہ کشی حسب موقعہ اسی جنگ میں متحرف کو مفید معلوم ہو دوسرے یہ کہ وہ کنارہ کشی آئندہ جنگ میں مزید استحکام کے ساتھ شرکت کیلئے ہو۔ ان سب صورتوں میں جنگ سے فرار یا کنارہ کشی وعید کا مورد نہیں۔ بلکہ استثنا میں داخل ہے۔

تفسیر ترجمان القرآن میں زیر آیت مذکورہ لکھا ہے "اللہ نے میدان جنگ سے بھاگنے پر وعید آگ کی سنائی۔ مگر اسصورت میں کہ وہ بھاگنا کسی گھات کیلئے یا دوسرے گروہ کی مدد کیلئے ہو۔ مثلاً بھاگنے سے دشمن کے خیال میں یہ ڈالے۔ کہ اس سے ڈر کر بھاگا ہے۔ پھر موقع پر پہنچکر اور پھر کر اسکو قتل کرے۔ کہ اسطرح کا بھاگنا لا باس بہ ہے۔ سعید بن جبیر اور سدی اسی کے قائل ہیں۔ یا ایک سرے سے نکلکر طرف امیر لشکر یا امام اعظم کے جائے۔ کہ اس طرح کا بھاگنا داخل رخصت ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں میں ایک لشکر خرد میں تھا منجملہ لشکر ہائے حضرت کے کہ اتنے میں لوگ یکسو ہو گئے۔ میں بھی انہیں میں تھا۔ جو سٹ آئے تھے۔ میں نے کہا اب کیا کریں۔ ہم تو لڑائی میں سے بھاگے۔ اور خدا کا غصہ لیکر پھرے۔ اگر شہر میں پہنچ جائیں تو رات وہیں بسر کریں

پھر ہم نے کہا نہیں۔ بلکہ اپنی جانوں کو حضرت پر عرض کریں۔ اگر ہمارے لئے توبہ ہو بہتر ورنہ پھر چلدیں۔ ہم نماز صبح سے پہلے پاس حضرت کے آئے۔ حضرت نے نکلکر کہا من القوم یعنی تم کون لوگ ہو۔ ہم نے کہا۔ نحن الفرارون۔ یعنی ہم بھگوڑے ہیں۔ فرمایا۔ لا بل انتم العکارون انا فئتکم وانا فئة المسلمین یعنی بلکہ تم مکر حملہ کرنے والے ہو۔ میں تمہارا اور سب مسلمانوں کا گروہ ہوں۔ ہم نے حضرت کا ہاتھ چوما۔ رواہ احمد۔ وھکذا رواہ الترمذی و ابن ماجہ ابن ابی حاتم نے اتنا اور زیادہ کیا ہے۔ کہ پھر حضرت نے یہ آیت پڑہی او متحیزا الی فئة اہل علم نے کہا معنی عکاروں کے یہ ہیں۔ کہ العطافون۔ مشکوٰۃ جلد پنجم مطبوعہ مطبع احمدی لاہور کے صفحہ ۲۰۱ میں حدیث ابن عمر حسب ذیل درج ہے۔

عن ابن عمر قال بعثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی سریۃ فحاص الناس حیصة فاتینا المدینة فاختفینا بہا وقلنا ھلکنا ثم اتینا رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلنا یا رسول اللّٰہ نحن الفرارون قال بل انتم العکارون وانا فئتکم رواہ الترمذی وفی روایة ابی داؤد نحوہ وقال لا بل انتم العکارون قال فدنونا فقبلنا یدہ فقال انا فئة المسلمین"۔ ترجمہ روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ کہا بھیجا ہمکو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم نے بیچ ایک لشکر کے پس بھاگے لوگ بھاگنا پس آئے ہم مدینہ میں۔ پس چھپ رہے اس میں اور کہا ہم نے ہلاک ہوئے۔ ہم پھر آئے ہم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا ہم نے یا رسول اللّٰہ ہم ہیں بھاگنے والے فرمایا حضرتؐ نے بلکہ تم حملہ پر حملہ کرنیوالے ہو۔ اور میں جماعت تمہاری ہوں۔ روایت کی یہ ترمذی نے اور بیچ روایت ابوداؤد کی مانند اسی کے ہے۔ اور فرمایا نہیں بلکہ تم حملہ پر حملہ کرنے والے ہو۔ کہا ابن عمر نے پس نزدیک ہوئے۔ ہم اور بوسہ لیا ہم نے ہاتھ ان کے کا۔ اور فرمایا۔ حضرتؐ نے میں جماعت مسلمانوں کی ہوں؛

اور نیرنگ فصاحت ترجمہ اردو نہج البلاغة مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صد ۳۸۶ و ۳۸۷ میں لکھا ہے

وصیت جناب امیر علیہ السلام

مقام صفین میں دشمن کے مقابل ہونیسے پہلے حضرت نے اپنے لشکر کو یہ وصیت فرمائی۔ جب تک وہ ابتدا نہ کریں۔ تم ہرگز ان سے جنگ نہ کرنا.... لڑائی کے وقت حضرت اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے۔ "تم پر وہ فرار دشوار نہ ہو۔ جسکے بعد تمہیں پھر لڑائی

کیطرف آنا ہو۔ تم پر دشمن کیجانب سے وہ پلٹنا مشکل نہ ہو۔ جس کے بعد پھر حملہ کرنا مدنظر ہو۔ (اگر بر تقدیر تم ایک مرتبہ بھاگ نکلو۔ اور لڑائی سے پلٹ آؤ۔ تو اس سے تمہیں تنگدل نہ ہونا چاہیئے) اپنی تلواروں کو ان کا حق عطا کردو۔ اور کشتگان شمشیر کے گرنے کے مقام کے لئے دشمن کے پہلوؤں کو مہیا کردو۔

ان دونوں حوالوں سے روز روشن کیطرح ظاہر ہے۔ کہ سنی و شیعہ ہر دو فریق کے نزدیک یہ امر متفق علیہ ہے۔ کہ میدان جنگ یا مقابلہ کفار سے فرار اگر اس نیت سے ہو۔ کہ جماعت اہل اسلام یا مرلشکر اسلام سے جا ملے۔ یا اس نیت سے کہ حسب موقع کفار پر مکرر حملہ کرے۔ تو ایسا شخص فی الحقیقت فرار نہیں بلکہ عطاف و کرار یا عکار ہے۔ اور اسکا یہ فعل موجب معصیت و ملامت نہیں۔ بلکہ داخل رخصت بحکم پروردگار ہے۔

اب ہم ان روایتوں کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ جو معترض نے پیش کی ہیں۔ مگر قبل اس کے کہ ان روایتوں کے متعلق بحث شروع کریں۔ چند اصول حدیث و تفسیر وغیرہ کا بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) کسی آیت کی تفسیر وہ معتبر سمجھی جائیگی۔ جو دوسری آیات قرآن کریم و احادیث صحیحہ کے مخالف نہ ہو۔

(۲) متشابہات قرآنی کی وہ تفسیر مقبول ہوگی۔ جو محکمات قرانی کے تابع ہو۔

(۳) حدیث اسوقت صحیح سمجھی جائیگی۔ جب وہ آیات قرآنی کے مطابق اور سالم عن المعارض اور محفوظ عن الشذوذ ہو۔

(۴) احادیث و اخبار کے متعلق عموماً اور متعلق مطاعن صحابہؓ خصوصاً یہ امر بھی ضروری ہے کہ راوی اس کا مذہب اہلسنت کا مخالف نہ ہو۔

(۵) قانون روایت کے علاوہ قانون درایت کے مطابق بھی حدیث کا صحیح ہونا ضروری ہے۔

(۶) جو حدیث عقل یا نقل یا اصول یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے مخالف ہو وہ موضوع ہے۔

(۷) اگر کوئی حدیث، دیگر احادیث صحیحہ اور قطعیہ کے مخالف ہو۔ تو حتی الامکان وہ قابل تاویل ہوگی۔ ورنہ اس کے راوی کاذب سمجھے جائینگے۔

(۸) احادیث احاد عقاید میں حجت نہیں۔ اور جو اخبار احاد کتاب اللہ و سنت متواترہ

متعاملہ و اجماع اہلسنت اور مخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام ہوں۔ وہ ہرگز مقبول نہ ہونگی؛

(۹) علامہ عبد الرؤف فتاوے فیض القدیر شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں۔ قال ابن الکمال کتب التفسیر مشحونۃ بالاحادیث الموضوعۃ یعنی ابن کمال کا قول ہے۔ کہ تفسیر کی کتابوں میں احادیث موضوع بھری ہوئی ہیں۔ پس جب تک کوئی حدیث یا روایت مندرجہ تفسیر اصول روایت و درایت کے مطابق صحیح ثابت نہ ہو۔ قابل تسلیم نہیں؛

(۱۰) تاریخ کی کتابوں میں بہت سی لغو و باطل روایات و ہمیات قصص و حکایات بھری ہوئی ہیں۔ اسلئے تاریخ کی کتابیں علی العموم بغیر تنقید کے اعتبار کے لائق نہیں؛

یہ اصول جو بیان کئے گئے۔ سنیوں کے مسلک پر ہیں۔ شیعوں کے بیان کردہ حسب ذیل ہیں؛

(۱) مولوی دلدار علی صاحب مجتہد لکھنوی نے صوارم میں جو امامیہ مذہب کے اصول بیان کئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ امامیہ اصول و اعتقادات میں یقین حاصل کرتے ہیں۔ اور ظن و تقلید کو اصول دین میں جائز نہیں رکھتے۔ ... خبر واحد کو گو بواسطہ ثقات مروی ہو۔ اعتقادات میں حجت اور کافی نہیں سمجھتے۔ اگر کوئی خبر بظاہر خلاف ہو۔ اُس امر کے جسپر اجماع منعقد ہوا ہو۔ تو ضرور ہے۔ کہ وہ خبر یا اولی ہو گی یا مطروح۔ اسی اصل کی بنا پر وہ ان روایات کو جو زرارہ اور ہشام وغیرہ کی مذمت میں ہیں۔ مردود اور غلط سمجھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ بلا شبہ کچھ حدیثیں ہمارے مذہب میں ایسی ہیں کہ جنسے ایسے بزرگوں کا مقدوح ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ راوی اس قسم کی اخبار کے ضعیف اور مجروحین تھے۔ اور نیز اس قسم کی حدیثیں ان حدیثوں کے معارض ہیں۔ جو نہایت قوی ہیں اور جن پر امامیہ کا اجماع ہے۔ اسلئے ہمارے علماء نے اس قسم کی حدیثوں کو معرض اعتبار سے ساقط سمجھا ہے۔ اور پھر یہ فرماتے ہیں۔ کہ عقل اس بات پر شاہد ہے۔ کہ باوجود اخبار جرح کے جو ایسے بزرگوں کے حق میں بیان کئے گئے ہیں ہمارے علماء کے عقیدہ میں جو ان بزرگوں کی جلالت شان کی بابت ہے۔ کچھ خلل نہ ہو۔ اور کسی نے باوجود مشاہدہ کثرت اختلافات کے ان کا خلاف نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا سبب صرف یہ ہے۔ کہ انکی بزرگی و کمال کا آفتاب ان کی نظروں میں روشن تھا؛

(۲) سید محمد صاحب مجتہد لکھنوی نے ضربت حیدریہ میں ان روایات کو جو مشاجرین کے معائب میں

ہیں۔ مخالف اجماع اور معارض روایات متواترہ قرار دیکر ان روایات کو محتمل الطرح یا ماول ٹھہرایا ہے؛

(۳) مخدومی نواب محسن الملک مرحوم اٹاوی کی کتاب آیات بینات جلد اجزء اول کے جواب میں لکھنؤ کے ایک شیعہ مولوی خادم حسین نے رمی الجمرات نام کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کے حوالجات مندرجہ ذیل قابل توجہ ہیں؛

رمی الجمرات جلد ا صـ ۱۶۲ میں لکھا ہے۔ سینکڑوں حدیثیں صحاح ستہ کی ہمارے علماء نے بغرض صحیح اپنی کتب میں مندرج کی ہیں۔ اور بمقتضائے آنکہ نقل کفر کفر نباشد۔ مصدق اس کے نہیں ہیں۔ آپ کو لازم تھا۔ کہ پہلے ان دونوں روائتوں کی تصدیق کلام سے ہمارے علماء کے ثابت کرتے۔ تب اوسکو مقام استدلال میں لاتے؛

رمی الجمرات جلد ا صفحہ ۲۱۵/۲۱۶ " کتاب غیر مشہور کی توثیق کلام علماء سے لازم تھی بعد اس کے ضرور تھا۔ اسکا ثابت کرنا کہ صاحب کتاب مصدق روایت ہے۔ کیوں نہیں جائز ہے۔ کہ اس روایت کو اہلسنت سے نقل کیا ہو۔ اور مصدق اس کا نہ ہو۔ . . . . تو ہم جواب اس کا یوں دینگے۔ کہ چونکہ مخالف سینکڑوں احادیث اور آیات کے ہے۔ جو مذمت ثلاثہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اور مخالف مجمع علیہ امامیہ کے اور موافق مذہب عامہ کے ضرور ہے۔ کہ محمول بر تقیہ ہوئے؛

رمی الجمرات جلد ا صفحہ ۲۷۹ میں لکھا ہے " حدیث روضہ کلینی اخبار احاد سے ہے۔ جو مقام اعتقاد میں بکار آمد نہیں ہے اور دیگر روایات مطابق اس کے نہیں ہیں اور یہ روایت موافق عامہ بھی ہے۔ اور اصل اس روایت کی اہلسنت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ . . . پس محمول علی التقیہ بھی ہو سکتی ہے۔

رمی الجمرات جلد ا صـ ۲۹۳ میں لکھا ہے " روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق روایت امر دیگر ہے "؛

رمی الجمرات جلد ۲ صـ ۶۰۷ میں لکھا ہے " سینکڑوں حدیثیں موافق سنیوں کے ہماری کتب میں تقیۃً وارد ہیں۔ لیکن چونکہ آیات اور روایات قطعیہ اور مجمع علیہ ہمارے اصحاب کے خلاف ہیں۔ اور موافق مذہب عامہ ہیں۔ ہم انکو متروک اور محمول علی التقیہ کرتے ہیں؛

اسی جلد کے صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے " شاہ جی نے تحفہ مسروقہ میں جو جوابات بحوالہ سیر و تواریخ مجہول الاسم مثل کہانیوں شاہنامہ کے دئیے ہیں۔ وہ مقابلہ میں احادیث اور کتب معتبرہ کے چل نہیں

سکتے ہیں"

اسی جلد کے صفحہ ۴۴ میں لکھا ہے۔ متشابہات کی تاویل طرف محکمات کے کرنا شائع و ذائع بین الفریقین ہے"

پھر اسی جلد کے صفحہ ۴۳۹ میں لکھا ہے۔" اول آپ کو ضرور تھا۔ کہ تواتر اس حدیث کا اقرار شیعہ سے ثابت کرتے۔ تب اس سے استدلال فرماتے۔ کیونکہ مدار اعتقاد شیعہ اوپر متواترات کے ہے۔ نہ اوپر اخبار احاد کے ہے۔ پس اگر کوئی حدیث خلاف احادیث متواترہ ہو۔ تو شیعہ اسکو قابل الطرح یا قابل التاویل مثل آیات تشبیہ و تجسیم جانینگے۔ پھر آپکا استدلال شیخ چلی کا خیال ٹھہر جائیگا"

اس تمہید کے بعد اب ہم ان روایات کے جواب عرض کرتے ہیں جو شیعہ صاحب کیطرف سے پیش ہوئی ہیں"

غزوہ احد

جواب روایت ۔(۱) مورخ طبری محمد بن جریر نامی ایک شیعہ ہے جسکی تصنیفات سے ایضاح المسترشد وغیرہ کتابیں ہیں۔ دوسرا محمد بن جریر طبری سنی شافعی ہے۔ اس کی تاریخ کو تاریخ کبیر کہتے ہیں۔ معترض صاحب نے اگر شیعہ کی کتاب سے یہ روایت پیش کی ہے تو وہ اہلسنت کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتی۔ سنی کی کتاب سے روایت پیش کی ہے تو واضح ہو۔ کہ روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق امر دیگر ہے (رمی الجمرات جلد صـ۲۹۳) پھر یہ روایت از قسم احاد ہے۔ جو عقاید میں حجت نہیں۔ یہ روایت دیگر احادیث صحیحہ کے بھی معارض ہے۔ اسلئے بھی حجت نہیں۔ بفرض صحت روایت مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ میدان جنگ میں جب مومنین مختلف مقامات پر کفار سے لڑ رہے تھے۔ ناگہاں یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔ ایسی صورت میں عاشقان رسول اللہ صلعم کے دلوں کو جو صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ وہ عقلمندوں پر پوشیدہ نہیں۔ اس پریشانی کے عالم میں اگر بعض مومنین جنگ سے رُک کر یہ مشورہ کرنے میں مشغول ہو گئے ہوں۔ کہ اب لڑائی جاری رکھنا چاہیئے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی جو خبر مشہور ہوئی ہے۔ اس کی تحقیق کرنی چاہیئے۔ اور اگر یہ خبر خدانخواستہ صحیح نکلے۔ تو پھر چونکہ بغیر سردار اور امام کے

مناسب نہیں کسی امیر یا امام کے نصب کے بعد حسب مصلحت وصوابدید اہل اسلام اسی وقت جنگ قائم رکھی جائے۔ یا اسوقت طرح دیگر کسی اور وقت پر شروع کیجائے تو ان مومنین کا یہ فعل قرآن وحدیث وعقل سلیم کے نزدیک ہرگز قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ فی الحقیقت آیہ کریمہ متحیزاً الی فئۃ کی ایک لطیف تفسیر ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ انس بن نضر جو باوجود اس خبر سننے کے اعدائے دین سے لڑکر شہید ہو گئے۔ انکی نسبت کیا کہا جائیگا۔ تو جواب اس کا یہ ہے۔ کہ انس بن نضر کا یہ ذاتی اجتہاد تھا جسکی پابندی اور اہل الرائے پر لازمی نہ تھی۔ حضرت عمرؓ فاروق کی رائے صائب اور مشورہ مناسب کا نیک نتیجہ اوسیوقت ظاہر ہو گیا۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر غلط ثابت ہوئی۔ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ کو زیارت نبوی اور مکرر جان نثاری کا موقع ملا۔ جس سے اسلامی شکست تقریباً فتح یا مساوی التوائے جنگ سے مبدل ہو گئی۔ اور آئندہ اسلامی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ پس شیعہ صاحب کا اعتراض محض لغو و بے بنیاد ہے ؛

جواب روایت (۲) یہ روایت بھی اسی طبری کی ہے اور اسپر بھی وہی اعتراض ہے جو روایت اول کے مطابق لکھا گیا۔ علاوہ بریں یہ روایت بھی از قسم احاد ہے۔ جو عقائد میں حجت نہیں۔ اور احادیث صحیحہ کے معارض ہے۔ بفرض صحت روایت بمضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو مسلمان اس لڑائی میں مسلمانوں کی شکست دیکھ کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سنکر بھاگ گئے۔ اور پھر آپ کے زندہ ہونیکی خبر پاکر خدمت نبوی میں قتال کفار کیواسطے حاضر ہو گئے۔ ان پر آیہ کریمہ الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئۃ کے مطابق کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ رہی یہ بات کہ حضرت رسالت مآب آوازیں دے رہے تھے۔ کہ بندگان خدا کہاں جاتے ہو۔ میری طرف آؤ۔ مگر بعض صحابہؓ پھر بھی بھاگ گئے۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ اعتراض اسوقت ہو سکتا ہے۔ جب پہلے یہ ثابت کر دیا جائے۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک سن لی تھی۔ اور کفار کیطرف سے آنحضرتؐ تک ان کے پہنچنے میں کوئی روک نہ تھی۔ مگر اسے ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ومن ادعی فعلیہ البیان کتب سیر و تواریخ میں لکھا ہے کہ غزوہ احد میں جب مسلمانوں کی فتح کے بعد ناگہاں شکست کی نوبت پہنچی۔ اور آنحضرتؐ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو اسوقت مسلمانوں میں

اسقدر بدحواسی چھائی۔ کہ حذیفہؓ کے باپ کو جو مسلمان تھے۔ خود مسلمانوں نے قتل کر دیا۔ حالانکہ حذیفہؓ چلا چلا کر کہتے رہے۔ کہ میرا باپ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح زندگی میں سب سے قدیم کتاب "سیرۃ ابن ہشام ہے۔ جسمیں غزوہ احد کے بیان میں لکھا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ مسلمانوں کی شکست اور لوگوں میں حضورؐ کے قتل کی خبر مشہور ہونیکے بعد جس شخص نے اول آپؐ کو دیکھ کر پہچانا۔ وہ کعب بن مالک تھے۔ یہ کہتے ہیں۔ میں نے خودیوں سے حضورؐ کی دونوں آنکھیں چمکتی ہوئی دیکھ کر آپؐ کو پہچانا۔ اور پکار کر آواز دی۔ کہ اے معشر مسلمین خوش ہو جاؤ۔ یہ رسولخدا صحیح و سلامت موجود ہیں۔ حضورؐ نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو۔

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ جب مسلمانوں نے حضورؐ کو پہچان لیا۔ سب آپؐ کی طرف آنے شروع ہوئے۔ اور آپؐ ان کو لیکر گھاٹی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور آپؐ کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ بن خطاب اور حضرت شیر خدا علی مرتضےؓ اور طلحہؓ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام اور حرث بن صمہ وغیرہ بہادران صحابہؓ حاضر تھے۔ ۔۔۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضورؐ اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے تھے۔ جو کفاروں کے ایک گروہ نے گھاٹی پر حملہ کیا۔ اور ان کفاروں میں خالد بن ولید بھی تھا۔ حضورؐ نے اس وقت دعا کی کہ اے اللہ یہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ سکیں۔ اور عمرؓ بن خطاب نے چند مہاجرین کے ساتھ ان مشرکین کا مقابلہ کیا۔ اور مارتے مارتے ان کو بھگا دیا۔

سیرۃ ابن ہشام مؤلفہ علامہ ابو محمد عبد الملک بن محمد بن ہشام کا اردو ترجمہ مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور صت ۲۹۷-۲۹۸- اس کے مطابق تاریخ طبری میں لکھا ہے۔ ونہض نحو الشعب معہ علی بن ابیطالب وابوبکر بن ابی قحافہ وعمر بن الخطاب وطلحہ بن عبید اللہ والزبیر بن العوام والحارث بن الصمہ فی رھط من المسلمین طبری جلد ۳ مطبعہ حسینیہ مصر صت ۱۴۰۷

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عمرؓ بن خطاب نے اسوقت حسان بن ثابت سے فرمایا۔ اے ابن فریعہ تم سن رہے ہو۔ کہ ہندہ پتھر پر چڑھی ہوئی کیا ہجو کر رہی ہے اور حضرت حمزہ کی لاش کے ساتھ جو جو گستاخیاں اس نے کی ہیں۔ ان کے گیت بنا کر گا رہی ہے۔ تم اسکو جواب

کیوں نہیں دیتے؟ (سیرۃ ابن ہشام مترجم صہ ۳۰۱)

تلخیص الصحاح میں غزوہ احد کے متعلق براء بن عازبؓ سے روایت ہے۔ کہ اسدن ہم مشرکوں سے ملے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کا ایک لشکر (پہاڑ کے ناکے پر) بٹھایا اور عبد اللہ بن جبیر کو ان پر سردار کیا۔ اور فرمایا۔ کہ تم اپنے مکان سے نہ ہٹو۔ اگرچہ تم ہمکو دیکھو۔ کہ ہم کافروں پر غالب ہوئے۔ اور تم اپنی جگہ سے نہ ہٹیو اگرچہ تم کافروں کو دیکھو۔ کہ ہم پر غالب ہوئے۔ سو ہماری مدد نہ کرنا۔ پھر جب ہمارا ان سے مقابلہ ہوا۔ تو کافروں کو شکست ہوئی۔ یہانتک کہ مینے عورتوں کو دیکھا۔ کہ پہاڑ میں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے دوڑتی ہیں۔ ان کی پازیبیں کھلی ہیں۔ اور کہنے لگے۔ غنیمت لو۔ غنیمت لو۔ عبد اللہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد کیا ہے۔ کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹو۔ انہوں نے نہ مانا۔ پھر جب انہوں نے کہنا نہ مانا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کے منہ پھیر دئیے یعنی جب ناکہ خالی ہوگیا۔ تو کافر ادہر سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور ان میں سے ستر آدمی شہید ہوئے۔ تو ابو سفیان نے جہانکا اور کہنے لگا۔ کہ کیا مسلمانوں کی قوم میں محمدؐ موجود ہیں۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو جواب مت دو۔ پھر اس نے کہا۔ کہ کیا مسلمانوں میں ابی قحافہ کا بیٹا یعنی ابوبکرؓ ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب مت دو۔ پھر اس نے کہا۔ کہ کیا قوم میں عمرؓ بن خطاب موجود ہے۔ سو ہم سے کسی نے اس کو جواب نہ دیا۔ تو ابو سفیان نے کہا۔ کہ یہ لوگ مارے گئے اور اگر زندہ ہوتے۔ تو جواب دیتے۔ تو عمرؓ فاروق نہ رہ سکے۔ (بول اٹھے) سو انہوں نے کہا۔ کہ اے دشمن اللہ کے۔ تو جھوٹا ہے۔ اللہ نے زندہ رکھے ہیں وہ لوگ جو تجھکو ذلیل کریں۔ تو ابو سفیان کہنے لگا۔ اونچا ہوا ہے ہبل (ایک بت کا نام ہے) تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب دو۔ اصحابؓ نے عرض کیا۔ کہ ہم کیا کہیں۔ فرمایا۔ کہو۔ اللہ اعلیٰ واجل یعنی اللہ سب سے اونچا اور بزرگ ہے تو ابو سفیان نے کہا۔ کہ ہمارے لئے عزیٰ (بت کا نام ہے) ہے۔ اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں۔ تو حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب دو۔ اصحابؓ نے عرض کیا۔ کہ ہم کیا کہیں فرمایا۔ کہ کہو۔ ہمارا مولے اللہ ہے۔ اور تمہارا

کوئی مولیٰ نہیں۔ ابوسفیان نے کہا۔ کہ یہ دن بدلے دن بدر کے ہے۔ اور لڑائی مثل ڈول کے ہے۔ اور تم بعض قومی نک کان کٹا پاؤگے۔ نہ میں نے اس کا حکم کیا ہے۔ اور نہ مجھکو برا لگتا ہے۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب دو۔ اصحابؓ نے عرض کیا۔ کیا کہیں۔ فرمایا۔ کہو برابر نہیں۔ ہمارے مقتول مُردے بہشت میں داخل ہونگے۔ اور تمہارے مقتول آگ میں داخل ہونگے۔ بخاری اور ابوداؤد اس کے راوی ہیں۔ اس کے قول تک کہ مجھکو بُرا نہیں لگتا۔ اور باقی ۔۔ رزین نے روایت کی ہے۔ (تلخیص الصحاح جلد چہارم صفحہ ۲۸۷-۲۸۸۔ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور۔

تواریخ حبیب اللہ میں غزوہ احد کے متعلق لکھا ہے۔ کہ "بعد رونق افروزی آپؐ کے مدینہ طیبہ میں خبر پہونچی۔ کہ ابوسفیان بعد پھرنے کے پشیمان ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ غلبہ ہمنے پایا تھا۔ محمد کا کام کیوں تمام نہیں کیا۔ اب وہ مع لشکر پھر آتا ہے۔ آپؐ نے یہ خبر سنتے ہی حکم دیا۔ کہ لشکر بتعاقب ابوسفیان روانہ ہو اور خود بنفس نفیس مع لشکر روانہ ہوئے۔ اور ان ہی لوگونکو ہمراہ لیا۔ جو شریک غزوہ احد تھے۔ باآنکہ وہ لوگ خستہ اور زخمی تھے۔ حسب الحکم بمردانگی روانہ ہوئے۔ آیہ الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم ان کی شان میں ہے۔ ابوسفیان نے جب یہ حال سنا۔ ڈر گیا اور ہمراہیوں نے اس کے کہا کہ نام فتح کا ہوگیا ہے۔ پھرنے میں کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ بات الٹ جائے ابوسفیان نے مدینہ کیطرف رُخ نہ کیا۔ اور بعجلت مکہ کو روانہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند منزل تعاقب کرکے باشوکت وعظمت مدینہ طیبہ کو واپس لائے منزل حمراء الاسد تک آپؐ تشریف لیگئے تھے لہذا یہ سفر حمراء الاسد کہلاتا ہے۔ (تواریخ حبیب اللہ مطبوعہ مطبع محمدی کانپور ۷۶، ۷۷)

اسی موقعہ پر شمس التواریخ میں لکھا ہے کہ امام بخاری باب المغازی میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ستر مسلمان جن میں صدیق اکبرؓ بھی شامل تھے۔ ان کا تعاقب کرنے کو گئے تھے۔ (شمس التواریخ۔ خلافت صدیق۔ مطبع لامع النور آگرہ۔ صلا۴۶)

حوالجات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ غزوہ احد میں شیخینؓ میدان جنگ سے ہرگز فرار نہیں ہوئے؛

جواب روایت نمبر۳۔ تیسری روایت جو معترض نے پیش کی ہے۔ وہ بھی طبری ہی کی ہے۔

طبری کے متعلق جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں۔ وہ اس موقعہ پر بھی پڑھ لیا جائے۔ اور اس روایت کے متعلق یہ گذارش ہے۔ کہ یہ روایت سبائیہ کمیٹی کے کسی ممبر کی گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور جہانتک شیخین رضی اللہ عنہ کا اس روایت سے تعلق بیان کیا جائے۔ وہاں تک یہ روایت سراسر موضوع و باطل و معارض روایات صحیحہ ہے۔ اس لئے ہمیں تسلیم نہیں ؛

جوابات روایت نمبر ۴ ۔ یہ امر مسلّمہ ہے۔ کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست دیکھ کر اور آنحضرت صلعم کی خبر شہادت سنکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ بھاگ گئے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کے زندہ ہونے کی خبر سنکر پھر حضور رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ مگر یہ واقعہ معترض کے لئے کچھ فائدہ بخش نہیں۔ کیونکہ مقابلہ کفار سے مطلق فرار قرآنی تعلیم کے مطابق ممنوع نہیں بلکہ بعض قیود کے ساتھ ممنوع ہے۔ اور بعض قیود کے ساتھ لاباس بہ ہے۔ پس تقریب دلیل معترض ناتمام ہے مفصل جواب پہلی روایت کے جواب میں ہم لکھ چکے ہیں۔ حاجت اعادہ نہیں ؛

جواب روایت ۵ ۔ تفسیر کبیر کی عبارت نقل نہیں کی گئی۔ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اسلئے ہم اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے۔ مان بھی لیا جائے کہ اس مضمون کی روایت تفسیر کبیر میں موجود ہے تاہم روایت امر دیگر ہے اور تصدیق روایت امر دیگر ہے (رمی الجمرات جلد اصفحہ ۲۹۳) تصدیق بھی فرض کر لیجائے۔ تو بھی اس روایت سے معترض کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس روایت میں بھی مطلق مطلق بھاگنا اور پھر حضرت نبوی میں حاضر ہونا لکھا ہے۔ اور یہ امر بنیاد اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں ؛

جواب روایت ۶ ۔ تفسیر درمنثور سیوطی کی عبارت بھی نقل نہیں کیگئی۔ صرف ترجمہ خلاصۃً درج کیا گیا ہے۔ اسلئے ہم روایت تسلیم نہیں کرتے۔ مان بھی لیا جائے کہ اس مضمون کی کوئی روایت تفسیر درمنثور میں موجود ہے تو روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق روایت امر دیگر ہے (رمی الجمرات جلد اصفحہ ۲۹۳) کیوں نہیں جائز ہے۔ اس روایت کو اہل التشیع سے نقل کیا ہو۔ اور مصدق اسکا نہ ہو۔ (قاعدہ مندرجہ رمی الجمرات جلد اصفحہ ۲۱۵-۲۱۶) یہ روایت معارض احادیث صحیحہ و مخالف اجماع اہلسنت ہے اسلئے بھی قابل تسلیم نہیں معترض صاحب اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ تو اس میں سب کا فرار ہونا لکھا ہے۔ اور سب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم مقبولین اہل التشیع بھی داخل ہیں۔

فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ بالآخر گذارش ہے۔ کہ اصل واقعہ وہی ہے۔ جو سیرۃ ہشام صفحہ ۲۹۸ و ۲۹۹ سے ہم پہلے دکھلا چکے ہیں۔ کہ حضورؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے تھے۔ جو کفاروں کے ایک گروہ نے گھاٹی پر حملہ کیا۔ . . . اور عمرؓ بن خطاب نے چند مہاجرین کے ساتھ ان مشرکین کا مقابلہ کیا۔ اور مارتے مارتے ان کو بھگا دیا۔ کفار جب اسطرح بھاگے۔ تو حضرت عمرؓ پہاڑی پر چڑھ کر کسی جگہ سے اگر انکو جھانک کر دیکھتے ہوں۔ کہ وہ بھاگ کر چلے گئے یا پھر حملہ کرنیوالے ہیں۔ تو یہ بات کمال خیر خواہی اسلام پر دلالت کرتی ہے۔ اس پر اعتراض وہی شخص کر سکتا ہے۔ جو دشمن اسلام ہوگا۔

کتاب ترجمہ مغازی الرسول حصہ اول مطبع منشی نولکشور صفحہ ۲۱۹ میں لکھا ہے۔ اور کہا رافع بن خدیج راوی نے۔ پھر اسوقت رسولخداؐ نے ہم لوگوں کو طلب کیا۔ اور قتال و جہاد پر آمادہ کرنے لگے۔ اور میں دیکھتا تھا۔ کہ فلاں و فلاں یعنی لوگوں کو کہ قلہ کوہ پر چڑھے جاتے ہیں۔ تب اسوقت شیطان نے صیحہ کیا۔ کہ محمدؐ قتل ہوئے۔ یعنی اسلئے کہ مسلمان مغرور ہو جائیں چنانچہ عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ میں اسوقت آگے بڑھا۔ اور جبل پر مثل بزکوہی کے چڑھ گیا۔ پھر میں رسول خدا کی خدمت میں پہنچا۔ اس وقت وہ فرما رہے تھے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الخ۔ اب سیرۃ ابن ہشام کی روایت اور مغازی الرسول وغیرہ کی روایتوں کو ملا کر پڑھنے اور غور و فکر سے کام لینے سے یہ بات روز روشن کیطرح ظاہر ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ گھاٹی سے کافروں کو مار کر بھگانے کے بعد یہ دیکھتے تھے کہ مغرور کفار لوٹکر حملہ تو نہیں کرنا چاہتے۔ حضرت رسولخداؐ کی خدمت میں وہاں پہنچ گئے۔ جہاں آپ وہ گھاٹی چڑھ کر پہلے پہونچ گئے تھے۔ اور دیگر مسلمان پہاڑ پر آنحضرتؐ کی تشریف فرما ہونیکی خبر پاکر قلہ کوہ پر اسی غرض سے چڑھ گئے تھے۔ پس حضرت عمرؓ کا بلندی کوہسار پر چڑھنا جنگ سے فرار نہ تھا۔ بلکہ قلبی شجاعت اور فن جنگ کی لیاقت کا اظہار بغرض تلاش سید الابرار بسبب اشتیاق دیدار رسولؐ مختار تھا مگر کسی نے سچ کہا ہے ؎ ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسی واقعہ کو سبائیہ کمیٹی کے کسی ممبر نے تراش خراش کر کے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ اور سیوطی نے اسے تقیہ غریف کے دام میں پھنسکر بالغرض تردید تفسیر میں درج کر دیا ہے۔

جواب روایت ۷ - تاریخ خمیس کی عبارت بھی نقل نہیں کی گئی - صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے - اس لئے ہم اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے - مان بھی لیا جائے - کہ اس مضمون کی روایت تاریخ خمیس میں موجود ہے - تاہم روایت امر دیگر ہے - اور تصدیق روایت امر دیگر ہے - (رامی الجبرات جلد اص ۲۹۳) تصدیق بھی فرض کر لیجائے - تو بھی اس روایت سے معترض کا مدعا ثابت نہیں ہوتا - کیونکہ لڑائی میں مشغول ہونیکا حکم مومنین کو خود حضرت رسولخدا صلعم نے دیا تھا - اور لڑائی کسی کوٹھری میں نہیں ہوتی تھی - بلکہ ایک وسیع میدان میں متصل جبل احد ہوئی تھی - پھر لڑائی میں مشغول ہونیوالے حضرت رسولخدا کے پاس ہر وقت کیسے رہ سکتے تھے - سوائے ان لوگوں کے جنکو حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے پاس بطور باڈی گارڈ کے رکھا ہو - ایسی صورت میں وہ مومنین جو بحکم رسالت مآب آپ کو بیڈ کوارٹر پر چھوڑ کر کفار سے قتال میں مصروف ہوں - کیونکر قابل اعتراض ہو سکتے ہیں - بالفرض اگر یہ بات قابل اعتراض ہے - تو اس اعتراض سے حضرت علیؑ اور دیگر صحابہؓ مقبولین شیعہ بھی کسی طرح بچ نہیں سکتے - کیونکہ وہ بھی آنحضرت کو چھوڑ کر چلے گئے تھے - معلوم ہوتا ہے - کہ شیعوں کے نزدیک جان نثاری کے ساتھ آنحضرتؐ کی حکم کی تعمیل بھی قابل اعتراض بات ہے - استغفراللہ! روایت کا ماحصل یہ ہے - کہ وہ مومنین جو قتال کفار میں مصروف تھے - ناگہاں حضرت رسول خداؐ کے قتل کی خبر سنکر اوس مقام کیطرف دوڑے - جہاں حضرت رونق افروز تھے - اُن میں حضرت ابوبکرؓ کا نمبر اول تھا - پس یہ امر تو موجب فضیلت ابوبکرؓ ہے - نہ جائے اعتراض و وجہ ملامت ؟

جواب روایت ۸ - روضۃ الصفا کی یہ روایت محض لغو ہے - ہم اسے تسلیم نہیں کرتے احادیث صحیحہ اس کے معارض موجود ہیں - علاوہ بریں یہ روایت بھی از قسم احاد ہے - جو عقائد میں حجت نہیں - صاحب روضۃ الصفا کا اہلسنت سے ہونا بھی ہمکو مسلم نہیں - خود صاحب روضۃ الصفا نے اس روایت کو وثوق کے ساتھ نہیں لکھا - بلکہ اس روایت کی نسبت واللہ اعلم بصحتہٖ کہا ہے - چنانچہ عبارت روضۃ الصفا جلد دوم صد ۱۰۸ حسب ذیل ہے :-

وجہ بعضے روایات آمدہ واللہ اعلم بالصحتہ۔ ودیں اسعید وہب از عبداللہ بن مسعود پرسید کہ چناں شنیدہ ام کہ در روز احد بغیر از علیؓ و ابودجانہ وسہل بن حنیف کسے نزد پیغمبر نماندہ بود بعد از ساعتے عاصم بن ثابت وطلحہ بن ثابت آمدہ در خدمت خیر البشر کمر بستہ بودند۔ آیا ایں خبر بیان واقع است۔ گفت بلے ۔ پرسیدم۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کجا بودند۔ گفت ایشاں نیز بگوشہ رفتند۔ و در روز سوم از جنگ بخدمت آنسرور فائز شدند۔ حضرت رسولؐ فرمود کہ بدرستیکہ دریں واقعہ بعرض رفتہ اند ۔ اسی روضۃ الصفا جلد دوم ص۱۰۲ میں کشف الغمہ سے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ روایت زیر بحث کی تردید کیلئے کافی ہے۔ اور وہ روایت یہ ہے۔ کہ " در کشف الغمہ مسطور است۔ کہ چہاردہ کس از اصحاب نزد آں قدوۂ احباب ماندند۔ ہفت تن از انصار و ہفت تن از مہاجراں علیؓ و ابوبکرؓ و عبدالرحمٰنؓ بن عوف و سعد بن ابی وقاص وطلحہ و زبیر و ابو عبیدہ جراح ۔ و از انصار خباب ابن المنذر ۔ و ابودجانہ وعاصم بن ثابت و حارث بن سہل ۔ و اسید بن حضیر ۔ و سعد بن عبادہ ۔ و محمد بن مسلمہ ۔ و ہریک از ایشاں بدفع جمعے از مشرکان قیام مے نمودند۔ و باوجود کثرت اعدا بعنایت حق عزوعلا آسیبے بجانب ہیچ یک از انہا نرسید "

اور صفحہ ۱۱۵ میں لکھا ہے۔ " چوں مخالفاں را داعیہ بازگشتن بمکہ پیدا شد۔ خواستند کہ بیقین معلوم کنند۔ کہ خواجہ کائنات در زمرہ احیاست۔ یا از جملہ اموات است۔ ابوسفیان نزدیک بکوہ آمدہ فریاد برآورد۔ کہ آیا محمد درمیان شما ہست ۔ اصحاب بفرمودہ سرور احباب جواب ندادند۔ بار نعرہ زد۔ کہ پسر ابی قحافہ درمیان قوم ہست ؟ ایں نوبت نیز جواب نگفتند۔ چوں نوبت سوم از فاروق پرسید۔ ہیچ جواب نشنید ۔ روے بہم کیشاں خود آوردہ گفت جمیعے را کہ نام بردم ہمہ کشتہ شدند ۔ چہ اگر زندہ مے بودند ۔ جواب میدادند۔ ازیں سخن عمر بے طاقت شدہ گفت ۔ اے دشمن خدا دروغ گفتی ۔ چہ آنہا کہ ترا از حیات ایشاں کراہت مے آید۔ زندہ اند "

اور صفحہ ۱۱۶ میں لکھا ہے ۔ " چوں خبر عزیمت مخالفان درمعاودت بسامع علیہ رسید۔ سرورِ انبیاء السیان خواست ۔ کہ رعب و خوف در دل دشمناں انداز دو واند۔ کہ اہل اسلام را

شوکت باقی است۔ لاجرم در یوم الاحد کہ روز یسیں واقعہ احد بود۔ فرمود تا بلال منادی کرد۔
کہ رسول خدا می فرماید۔ کہ بطلب دشمناں بشتابید و باید کہ بغیر از حضار معرکہ احد بروں نیایند۔
اشراف مہاجرو اعیان انصار کہ فرمان رسولخدا شنیدند۔ با آنکہ اکثر جراحات متعدد داشتند۔
کمر انقیاد بہ میان بستند۔ و حضرت مقدس نبوی سلاح پوشیدہ بر سر راہے ایستادہ تا حامیان
حوزہ اسلام باو ملحق شدند۔ و در زمان سالکان طریق ایں آیہ نازل شد۔ الذین استجابوا
للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح للذین احسنوا منہم واتقوا اجر عظیم
و بغیر از جابر بن عبداللہ انصاری کہ در تخلف از حرب عذرے مسموع مقبول گشت۔ ہیچکس را
از موافقان رخصت نداد علم خود را بحضرت علیؑ داد۔ و بعضے گویند۔ کہ با ابوبکرؓ تفویض فرمودہ
تا بحمراء الاسد رفت ؎

جواب روایت ۹ ۔ حبیب السیر کی عبارت نقل نہیں کی گئی۔ نہ ترجمہ لکھا گیا۔ خلاصہ کسی
روایت کا اپنے خیال کے مطابق یہ لکھا ہے۔ کہ حضرات ثلثہ بھاگنے والوں میں تھے ہیں۔
پھر یوں طعنہ زنی کی ہے۔ "وہ کیسے یہ کیسے ایماندار مہاجرین و انصار تھے؟" معترض صاحب
کو چاہئے۔ کہ پہلے اپنے اعتراض کو ثابت کر دکھائیں۔ پھر شوق سے طعنہ زنی فرمائیں۔ یہ مثل
مشہور ہے۔ ثبت العرش ثم النقش۔ ہاں اعتراض کرنے کے وقت جناب امیرؑ کے اس
کلام حکمت نظام کو خوب مدنظر رکھیں "تم پر وہ فرار دشوار نہ ہو۔ جسکے بعد تمہیں پھر لڑائی
کی طرف آنا ہو۔ تم پر دشمن کیجانب سے وہ پلٹنا مشکل نہ ہو۔ جس کے بعد پھر حملہ کرنا مدنظر
ہو۔ (نہج البلاغۃ مترجم صد ۳۸۶-۳۸۷)

جواب روایت ۱۰ ۔ یہ روایت قطعی الصدور نہیں۔ از قسم احاد ہے۔ جو عقائد میں
حجت نہیں یہ مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ قتادہ کہتے ہیں یہ مسلمان
بھاگ گئے۔ اچھا مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ میں بھاگا۔ یہ بھی مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ فاذا
عمر بن الخطاب فی الناس۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ پس ناگہاں عمر بن خطاب لوگوں
میں آموجود ہوئے۔ یاد کہلائی دئے۔ ان الفاظ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ کہ عمر بن خطابؓ
بھی لڑائی سے بھاگ گئے تھے۔ آگے چلکر قتادہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے۔ یہ لوگوں کا۔

شوکت باقی است۔ لاجرم در یوم الاحد کہ روز پسین واقعہ احد بود۔ فرمود تا بلال منادی کرد۔
کہ رسول خدا مے فرماید۔ کہ بطلب دشمناں بشتابید و باید کہ بغیر از حضار معرکہ احد بیروں نیایند۔
اشراف مہاجرہ و اعیان انصار کہ فرمان رسول خدا شنیدند۔ باآنکہ اکثر جراحات متعدد داشتند۔
کمر انقیاد بمیاں بستند۔ و حضرت مقدس نبوی سلاح پوشیدہ بر سر راہے ایستادہ تا حامیان
حوزہ اسلام باو ملحق شدند۔ و در زمان سالکان طریق ایں آیہ نازل شد۔ الذین استجابوا
للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم
وبغیر از جابر بن عبداللہ انصاری کہ در تخلف از حرب عذرے مسموع مقبول گشت۔ ہیچکس را
از موافقان رخصت نداد و علم خود را بحضرت علیؓ داد۔ و بعضے گویند۔ کہ با ابو بکرؓ تفویض فرمودہ
تا بحمراء الاسد رفت ؎

جواب روایت ۹ ۔ حبیب السیر کی عبارت نقل نہیں کی گئی۔ نہ ترجمہ لکھا گیا۔ خلاصہ کسی
روایت کا اپنے خیال کے مطابق یہ لکھا ہے۔ کہ حضرات ثلاثہ بھاگنے والوں میں لکھے ہیں۔
پھر یوں طعنہ زنی کی ہے۔ وہ کیسے ایماندار مہاجرین و انصار تھے؟ معترض صاحب
کو چاہیئے۔ کہ پہلے اپنے اعتراض کو ثابت کر دکھائیں۔ پھر شوق سے طعنہ زنی فرمائیں۔ یہ مثل
مشہور ہے۔ ثبت العرش ثم النقش۔ ہاں اعتراض کرنے کے وقت جناب امیرؓ کے اس
کلام حکمت نظام کو خوب مدنظر رکھیں۔ تم پر وہ فرار دشوار نہ ہو۔ جسکے بعد تمہیں پھر لڑائی
کی طرف آنا ہو۔ تم پر دشمن کیجانب سے وہ پلٹنا مشکل نہ ہو۔ جس کے بعد پھر حملہ کرنا مدنظر
ہو۔ (نہج البلاغہ مترجم صد ۳۸۶-۳۸۷)

جواب روایت ۱۰ ۔ یہ روایت قطعی الصدور نہیں۔ از قسم احاد ہے۔ جو عقائد میں
حجت نہیں۔ مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ قتادہ کہتے ہیں۔ مسلمان
بھاگ گئے۔ اچھا مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ میں بھاگا۔ یہ بھی مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ فاذا
عمر بن الخطاب فی الناس۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ پس ناگہاں عمر بن خطاب لوگوں
میں آموجود ہوئے۔ یاد کہلائی دئے۔ ان الفاظ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ کہ عمر بن خطاب
بھی لڑائی سے بھاگ گئے تھے۔ آگے چلکر قتادہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے۔ ہم لوگوں کا

میں مشرکوں کے ساتھ نہ آیا تھا۔ اب آیا ہے۔ اور مسلمانوں سے کہہ رہا ہے۔ کہ میرے مقابل کون آتا ہے۔ حضرت علیؓ اس کے مقابل گئے اور اس سے کہا۔ اے عمرو کیا تو نے خدا سے عہد نہیں کیا تھا۔ کہ جو شخص قریش میں سے تجھکو دو خصلتوں میں سے اچھی خصلت کیطرف بلائیگا۔ تو اس خصلت کو قبول کریگا۔ عمرو نے کہا ہاں میں نے عہد کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ بس میں تجھکو خدا اور رسولؐ اور اسلام کیطرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا مجھکو اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ پھر میرے مقابل آ میں تجھکو جنگ کیطرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا۔ کیوں اے میرے بھتیجے میں تجھکو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا قسم ہے خدا کی میں تجھکو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اس جواب سے عمرو بہت خفا ہوا۔ اور اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ کر ہلاک کیا۔ پھر حضرت علیؓ پر تلوار ماری۔ حضرت نے اسکا وار رد کر کے ایسا ہاتھ مارا۔ کہ صاف دو ٹکڑے کر دیا۔ اور باقی قریشیوں کو بھی مارتے مارتے خندق سے باہر نکال کر بھگا دیا۔ اور عکرمہ بن ابی جہل ایسا بدحواس ہو کر بھاگا۔ کہ اپنا نیزہ بھی پھینک گیا۔ یہ واقعات ہم تسلیم کرتے ہیں باقی معترض صاحب نے جو کچھ اس اعتراض کی تقریر میں تحریر فرمایا ہے۔ وہ ہمارے نزدیک افسانہ ہے۔

جواب روایت ۲۔ غزوہ خندق کے متعلق حذیفہ بن یمان کی روایت جسطرح معترض نے لکھی ہے۔ وہ ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک صحیح اسقدر ہے جسقدر سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۲۴۴ میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ "ابن اسحاق کہتے ہیں۔ اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے حذیفہ بن یمان سے کہا۔ کہ کیا آپ نے رسول خداؐ کو دیکھا ہے۔ اور ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ حذیفہ نے کہا۔ ہاں۔ اس شخص نے کہا پس آپ کسطرح کام کرتے تھے۔ حذیفہ نے کہا ہم بڑی محنت کرتے تھے۔ اس شخص نے کہا۔ اے حذیفہ اگر ہم لوگ حضورؐ کے زمانہ میں ہوتے تو آپ کو کبھی زمین پر چلنے نہ دیتے۔ اپنی گردنوں پر سوار رکھتے۔ حذیفہ نے کہا اے میرے بھائی کے فرزند ہم خندق کی جنگ میں حضورؐ کے ساتھ تھے۔ حضورؐ نے عشاء کی نماز کے بعد صحابہؓ سے فرمایا۔ کہ ایسا کون شخص ہے۔ جو ہمکو مشرکین کی خبر لادے۔ اسکے لیے میں خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اس شخص کو جنت میں میرا رفیق کرے۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ خوف اور بھوک اور سردی کی

شدت سے کوئی شخص کھڑا نہ ہوا۔ تب حضورؐ نے مجھکو طلب کیا میں کھڑا ہوا۔ حضورؐ نے مجھسے فرمایا کہ تم جا کر دیکھو۔ کہ مشرک کیا کر رہے ہیں۔ اور کسی سے کچھ نہ کہنا۔ سیدھے ہمارے پاس چلے آنا۔ اور حذیفہ کہتے ہیں میں جب مشرکوں میں پہنچا۔ تو میں نے دیکھا کہ آندھی نے سب کو پریشان کر رکھا ہے۔ نہ آگ جلتی ہے۔ نہ خیمہ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر اوسیوقت ابوسفیان کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے قریش قسم ہے خدا کی تم ایسی جگہ میں آن کر ٹھہرے ہو۔ کہ جہاں جوتیاں تک ٹوٹ گئیں۔ اور بنو قریظہ نے ہم سے عہد خلافی کی اور ایسی باتیں کیں جو ہم کو بہت ناگوار گذریں۔ اور ہوا نے ہم کو ایسا پریشان کیا ہے۔ کہ کسیطرح کا ہمکو اطمینان نہیں ہے۔ نہ آگ جلتی ہے نہ خیمہ قائم رہتا ہے۔ پس میں تو یہ مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اب تم مکہ کو واپس چلے چلو۔ اور پھر ابوسفیان اپنے اونٹ کے پاس آیا۔ اس کے پیکڑہ بندھا ہوا تھا۔ ابوسفیان بدحواسی میں اونٹ پر سوار ہو کر اسکو مارنے لگا۔ تب ایک اور شخص نے اس کا پیکڑہ کھولدیا۔ اور ابوسفیان روانہ ہوا۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ پھر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت کھڑے ہوئے۔ ایک چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپؐ نے مجھکو دیکھا اپنے پیروں میں مجھکو داخل کر لیا۔ اور چادر مجھپر ڈالدی۔ پھر رکوع اور سجدہ کر کے سلام پھیرا میں نے سارا واقعہ عرض کیا۔"

اب اس روایت صحیحہ کی بنا پر بروئے شریعت محمدیہ صحابہ عموماً یا خصوصاً مورد ملام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جو کچھ فرمایا۔ وہ بطور ارشاد تھا۔ کوئی حکم نہ تھا جسکی خلاف ورزی معصیت ہے۔ علاوہ بریں اس ارشاد کو سنکر اصحاب رسولؐ میں سے ہر ایک کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ حاضرین میں سے کوئی نہ کوئی تعمیل ارشاد کیلئے آمادہ ہو جائیگا۔ اس لئے اس روایت سے کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر بزعم معترض کوئی اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ تو اس اعتراض کا نشانہ خود حضرت حذیفہ اور تمام حاضرین صحابہ ہوتے ہیں۔ جن میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا۔

اگر ہم روایت پیش کردہ معترض کے اس بیان کو کہ حضرت رسولخداؐ نے لیلۃ الاحزاب میں شیخین سے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ مشرکوں کی خبر لانیکے لئے جائیں۔ اور انہوں نے معافی چاہی صحیح فرض کرلیں تاہم اس سے

شیخین پر کوئی ایسا اعتراض وارد نہیں ہوتا جس سے ان کے تقدس اور منصب خلافت کے اہل ہونے میں فرق آئے۔ کیونکہ رسولخدا نے بھی خدا تعالے کے حکم کو سنکر اس کی تعمیل سے کئی مرتبہ معافی چاہی ہے چنانچہ کتاب روضۂ شیخ مفید سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بعد حجۃ الوداع کے جب توجہ مدینہ منورہ کیطرف فرمائی تو راہ میں حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اے رسول خداؐ کے اللہ تعالے بعد سلام کے فرماتا ہے۔ کہ علیؑ کو تم امام کردو۔ اور اپنی امت کو ان کی خلافت کی خبر دیدو۔ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ اے بھائی جبرائیلؑ۔ اللہ جانتا ہے۔ میرے اصحاب کے بغض کو علی کے ساتھ میں خوف کرتا ہوں کہ میں علیؑ کو خلیفہ کروں اور وہ سب جمع ہو کر میری ایذا دہی پر مستعد ہو جاویں پس معافی چاہ۔ تو اس حکم میں میرے رب سے پس چڑھ گئے حضرت جبرئیل اوپر۔ اور حضرت کے جواب کو اللہ کے سامنے عرض کیا اللہ نے پھر الٹے پاؤں اتارا۔ اور وہی حکم فرمایا۔ پھر رسول اللہ صلعم نے وہی معافی چاہی جو پہلے چاہی تھی۔ پھر حضرت جبرئیل چڑھ گئے۔ اور رسول اللہ صلعم کے جواب کو عرض کیا۔ پھر اللہ نے حضرت جبرئیل کو ساتھ عتاب شدید کے رسول اللہ صلعم پر نازل کیا۔ آخر کو رسول اللہ صلعم نے سب صحابہؓ کو جمع کر کے حضرت علیؑ کو خلیفہ کر دیا۔ عبارت اسکی یہ ہے۔ ان اللہ تعالی انزل جبریل علیہ السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد الفراغ من حجۃ الوداع والتوجہ الی المدینۃ فی الطریق فقال یا محمد ان اللہ یقرئک السلام ویقول لک انصب علیاً للامامۃ ونبہ امتک علی خلافتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اخی جبرئیل ان اللہ یعلم بغض اصحابی لعلیؑ انی اخاف منہم ان یجتمعوا علی اضراری فاستعف بی ربی فصعد جبرئیل و عرض جوابہ علی اللہ فانزلہ اللہ مرۃ اخری فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل ما قال اولا فاستعفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما فی المرۃ الاولی صعد جبرئیل فکر جواب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فامرہ اللہ بتکریر نزولہ معاتبا مشددا علیہ بقولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس الایہ فجمع اصحابہ وقال یا ایہا الناس ان علیا امیر المومنین وخلیفۃ رسول رب العلمین لیس لاحد ان یکون خلیفۃ بعدی سواہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ انتہی بحروفہ (ملخصاً)

غزوہ خیبر

جواب روایت ۱ سیرۃ ابن ہشام حصہ دوم صفحہ ۳۷۷ میں لکھا ہے۔ عمرو بن اکوع سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ نے خیبر کے ایک قلعہ کیطرف ابوبکر صدیقؓ کو سفید نشان عنایت کرکے روانہ کیا۔ ابوبکرؓ نے بڑی کوشش کی اور بہت لڑے مگر فتح نہ ہوا۔ آخر واپس گئے۔ پھر حضورؐ نے اسی قلعہ کیطرف یہی نشان دیکر عمر بن خطاب کو روانہ کیا۔ انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی کی۔ مگر آخر ناکامیاب ہوکر واپس چلے آئے۔

اور فاضل مورخ طبری نے لکھا ہے۔ فلما نزل رسول اللہ صلعم خیبر اخذته الشقيقة فلم يخرج الى الناس وان ابابكر اخذ راية رسول الله صلعم ثم نهض فقاتل قتالا شديدا ثم رجع فاخذها عمر فقاتل قتالا شديدا هو اشد من القتال الاول ثم رجع فاخبر بذلك رسول الله صلعم فقال اما والله لاعطينها غدا رجلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله ياخذها عنوة (صفحہ ۱۵۸۰) مطلب وہی ہے جو اوپر کی روایت سے ظاہر ہے۔

پس اصل واقعہ اسیقدر ہے۔ باقی روایتیں قابل اعتبار نہیں۔ اب اگر اس واقعہ کو کہ ابوبکرؓ و عمرؓ باوجود قتال شدید قلعہ خیبر فتح نہ کرسکے۔ اور ناکامیاب واپس آئے۔ فرار سے تعبیر کرکے اُن کو مصداق آیت ومن یولھم یومئذ دبرہ کا قرار دیا جاتا ہے۔ تو علاوہ اور مفاسد کے ایک بڑی مصیبت یہ پیش آتی ہے۔ کہ یہ اعتراض حضرت رسولخداؐ اور حضرت علیؓ پر بھی پڑتا ہے کیونکہ تواریخ کتب سیر وغیرہ میں بہ ضمن حالات غزوہ طائف لکھا ہے۔ کہ قلعہ طائف خود حضرت رسولخداؐ بھی (جنکے ساتھ علیؓ اور دیگر صحابہؓ تھے) فتح نہ کرسکے۔ اور بے نیل مرام واپس آئے۔ اگرچہ بعد ازاں بفضل الٰہی وہ قلعہ خود بخود فتح ہوگیا۔

تلخیص الصحاح جلد پنجم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے۔ ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کو گھیر لیا۔ اور دشمن سے کوئی چیز ہاتھ نہ آئی یعنی ان پر فتحیابی نہ ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہم انشاء اللہ کل پلٹنے والے ہیں۔ تو یہ بات اصحاب پر گراں گذری۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہم چلے جائیں اور حالانکہ ہم نے اس کو فتح نہیں کیا۔ ... تو آپ نے فرمایا۔ کہ صبح کو لڑائی پر چلو سو ہم صبح کو لڑائی پر گئے۔ تو اصحاب کو زخم پہنچے یعنی بعض اصحاب زخمی ہوئے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ہم انشاء اللہ کل پلٹنے والے ہیں۔ تو اصحاب اس بات سے خوش ہوئے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے شیخین اس کے راوی ہیں۔

روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۸۳ اور تواریخ حبیب اللہ صفحہ ۱۴۳-۱۴۴ میں بھی یہ واقعہ لکھا ہے۔

حیات القلوب مترجم جلد دوم صفحہ ۱۳۷ میں لکھا ہے۔ "شیخ مفید نے عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسولخدا نے اہل طائف کا محاصرہ کیا۔ اور دس روز یا سترہ روز تک قلعہ فتح نہ ہوا۔"

جواب روایت (۲) اسکا جواب اگرچہ روایت اول کے جواب میں لکھدیا گیا ہے۔ مگر یہاں کچھ اور بھی لکھے دیتے ہیں۔ حبیب السیر و روضۃ الاحباب و طبری کسی سے بھی شیخین کا فرار ہونا ثابت نہیں۔ نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ اللہ و رسولؐ کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔ بلکہ اسکے خلاف ثابت ہوتا ہے لیکن عداوت کیوجہ سے آپ کو دکہائی نہیں دیتا۔ اگر روایت کے الفاظ لاعطینہا غداً رجلاً یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ سے معترض صاحب نے شیخین کا محبت رسولؐ سے بے بہرہ ہونا اخذ کیا ہے۔ تو اسے خوش فہمی کے سوا اور کیا کہا جائے کسی شخص کی نسبت یہ کہنا کہ اللہ و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ اسکے یہ معنی نہیں۔ کہ اسکے سوائے کوئی اور اللہ و رسولؐ کو دوست نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر ایسے معنی کئے جائیں۔ تو اول تو بے دلیل ہیں۔ دوسرے صحابہؓ مقبولین شیعہ کی نسبت بھی یہی ماننا پڑیگا۔ کہ یہ لوگ اللہ و رسولؐ کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ چونکہ حضرت رسولخدا کو بالہام الٰہی یہ بات معلوم تھی۔ کہ امت محمدیہ میں آئندہ ایک فرقہ خوارج پیدا ہونیوالا ہے۔ جو حضرت علیؓ کے ساتھ عداوت رکھیگا اور انکی برائیاں بیان کریگا۔ اسلئے آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کے سر سے الزام دور کرنے کیلئے فرمایا یحب اللہ و رسولہ۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرتؐ کو منجانب اللہ یہ بات اس روز معلوم ہو چکی تھی۔ کہ خیبر کی فتح کل کے دن حضرت علیؓ کے ہاتھ سے اللہ تعالےٰ کو منظور و محبوب ہے اسلئے آپ نے لاعطینہا غداً رجلاً فرما کر پھر فتح خیبر کی بشارت یحب اللہ و رسولہ میں دی جسکے معنی یہ ہیں۔ کہ جسکے ہاتھ پر اللہ اور اسکے رسولؐ کو فتح منظور و محبوب ہے پس ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ شیخین اللہ و رسولؐ کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔ محض لغو ہے علاوہ بریں یہ روایت بھی از قسم احاد ہے۔ جو عقاید میں حجت نہیں۔

غزوہ حنین جواب۔ غزوہ حنین کے حالات جو معترض نے بیان کئے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ تلخیص الصحاح جلد پنجم صفحہ ۱۲ و ۱۳ میں غزوہ حنین سے متعلق دو روایتیں درج ہیں جنسے اس غزوہ کے اصل صحیح حالات بہت اچھی طرح سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابو اسحاق سے روایت ہے۔ کہ ایک مرد براء بن عازب کے پاس آیا سو اسنے کہا۔ اے ابو عمارہ کیا تمنے جنگ حنین کے دن پیٹھ پھیری تہی۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ نے تو پیٹھ نہیں پھیری لیکن جلد باز اور بے زرہ لوگ اس قوم ہوازن کیطرف چلے۔ اور وہ تیرانداز قوم تہی۔ سو انہوں نے انکو تیر مارے۔ گویا کہ وہ ٹڈیوں کا ایک لشکر تھا۔ سو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ سو وہ بہاگ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف پھر آئے۔ اور ابو سفیان بن حارث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کو کھینچ رہے تھے یعنی تا کہ آگے نہ بڑھے۔ سو آپ خچر سے اُترے اور دعا کی اور مدد مانگی۔ اور آپ فرماتے تھے۔ کہ پیغمبر ہوں جھوٹ نہیں۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ الہی اپنی مدد اوتار۔ پھر آپ نے ان کی صف باندہی۔ انتہی بقدر الحاجۃ

(۲) انس سے روایت ہے۔ کہ ام سلیم نے جنگ حنین کے دن ایک خنجر لے رکہا۔ سو وہ ام سلیم کے پاس تھا۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ کہ اے ام سلیم یہ کیا ہے یعنی کیوں لیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے یہ اسواسطے لے رکھا ہے۔ کہ اگر کافروں میں سے کوئی میرے نزدیک ہوا۔ تو اسکا پیٹ پہاڑ ڈالونگی۔ تو رسول اللہ صلعم ہنسنے لگے۔ پہر ام سلیم نے کہا۔ جو لوگ نو مسلم ہمارے پیچھے ہیں جنہوں نے آپکو شکست دلائی ہے۔ ان کو قتل کر دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اے ام سلیم تحقیق اللہ تعالے نے کفایت کی اور خوب کفایت کی۔ یعنی اب اللہ نے ہم کو فتح دیدی۔ انکو کیوں ماریں مسلم و ابو داؤد اسکے راوی ہیں۔ اصل الفاظ غور طلب یہ ہیں۔ فقالت یا رسول اللہ اقتل من بعدنا من الطلقاء الذین انہزموا بک شیخین اور ترمذی نے جو روایت انس سے لی ہے۔ اس میں بھی یہ الفاظ ہیں۔ ومعہ الطلقاء فادبروا عنہ

تلخیص الصحاح جلد پنجم صدلا۔ طلقاء جمع ہے طلیق کی اور طلیق اس شخص کو کہتے ہیں جسکی راہ چھوڑی گئی ہو اور وہ مکہ والے تھے۔ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ جنگ حنین میں یہی نو مسلم بھاگے تھے۔

سیرۃ ہشام حصہ دوم صدہا میں لکہا ہے۔ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں۔ جب مسلمان حنین کی وادی میں پہنچے۔ تو یہ وادی بہت نشیب میں تہی۔ ہمیں لوگ اترنے لگے۔ اور صبح صادق کا وقت تھا اور دشمن نے پہلے وہاں پہنچکر ٹیلوں اور گڑھوں میں چپ گئے تھے مسلمانوں کو اسکی خبر نہ تھی۔ اب جو مسلمان بیدہڑک اس وادی میں اترے تو یکبارگی ہوازن نے چاروں طرف سے ان پر حملہ کیا۔ مسلمان

وہاں سے الٹے پھرے۔ اور حضورؐ لشکر کے دائیں طرف تھے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو آواز دینی شروع کی۔ کہ اے لوگو میری طرف چلے آؤ۔ میں رسول خدا کا یہاں موجود ہوں۔ اور مہاجرین اور انصار اور اہل بیت کے لوگ آپؐ کے ساتھ تھے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ اور علیؓ اور عباسؓ اور ابوسفیان بن حرث اور ان کا بیٹا اور فضل بن عباس اور ربیعہ بن حرث اور اسامہ بن زید اور ایمن بن ام ایمن بن عبید جو اسی جنگ میں شہید ہوئے ؛

پھر صفحہ ۱۶۷ میں لکھا ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں۔ میں حضورؐ کے سفید خچر کو پکڑے ہوئے تھا۔ اور میں ایک جسیم بلند آواز شخص تھا۔ جب حضورؐ نے لوگوں کو شکست کی حالت میں دیکھا۔ تو آواز دی کہ اے لوگو کہاں جاتے ہو۔ عباسؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ لوگوں نے حضورؐ کی آواز نہیں سنی۔ تب حضورؐ نے مجھسے فرمایا۔ کہ اے عباس تم لوگوں کو آواز دو۔ کہ اے انصار کہاں جاتے ہو۔ پس میں نے آواز دی۔ اور انصار لبیک لبیک کہنے شروع ہوئے۔ کہتے ہیں اور لوگو نکی ایسی بدحواسی کی حالت تھی۔ کہ اونٹ پر چڑھنا چاہتے تھے اور چڑھ نہ سکتے تھے۔ کوئی اونٹ کی گردن پر اپنی زرہ پھینکدیتا تھا۔ اور کوئی تلوار اور ڈھال کو پھینکدیتا تھا۔ کوئی اونٹ کو چھوڑ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ جب حضورؐ کے پاس سو آدمی جمع ہو گئے۔ پھر وہ دشمن سے بھڑے اور سخت لڑائی لڑے۔ پھر خزرج کو آواز دی۔ یہ لوگ جنگ میں بڑے صبر کرنیوالے تھے۔ پھر حضورؐ جنگ کے ملاحظہ کرنے ایک بلندی پر چڑھے۔ اور صحابہؓ اوسوقت خوب اگرمی سے جنگ کر رہے تھے حضورؐ نے فرمایا۔ اب لڑائی گرم ہوئی ہے ؛

مورخ طبری نے جنگ حنین میں ثابت قدم رہنے والوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے وممن ثبت معہ من المہاجرین ابوبکر وعمر ومن اہل بیتہ علی بن ابیطالب والعباس بن عبدالمطلب وابنہ الفضل الخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲۹ یعنی مہاجرین میں سے جو لوگ آنحضرت صلعم کے پاس ثابت قدم رہے۔ انمیں سے ابوبکرؓ و عمرؓ مہاجرین میں سے تھے۔ اور اہلبیت کرام میں سے علی بن ابیطالب اور عباس بن عبدالمطلب اور فضل بن عباس تھے۔ الخ

علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ بحث غزوہ حنین میں لکھا ہے۔ روی البزاز عن انس ان ابابکر وعمر وعثمان وعلیاً ضرب کل منہم بضعۃ عشر ضربۃ۔ روایت کی ہے بزار نے انسؓ سے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ نے ہر ایک نے ان میں سے ہر ایک نفوس پر کئی ضربیں لگائیں ⁕

(از سید صادق حسین اٹاوی)

مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کس صفائی سے پوری ہوئی

نشان آسمانی جسکا دوسرا نام ہے شہادۃ الملہمین ہمارے سید و مولا حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ کی یہ کتاب جون ۱۸۹۲ء میں آج سے ۲۷ سال پہلے شائع ہوئی - اسمیں حضورؑ فرماتے ہیں:-

"اس زمانہ میں بجز اس عاجز کے کسی نے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ نہیں کیا۔ اس مسیح کے ظہور کے بعد ترکی کی سلطنت کچھ سست ہوجائیگی اور سلطنت کا مخالف بھی یعنی روس فتحیابی کا کچھ اچھا پھل نہیں دیکھیگا - اور آخر کار فتح کا سرور جاتا رہیگا اور خوار ہوجائیگا ... اور حدیثوں کی رو سے بھی ثابت ہوتا ہے - کہ مہدی کیوقت ترکی سلطنت کچھ ضعیف ہوجائیگی - اور عرب کے بعض حصوں میں نئی سلطنت کیلئے کچھ تدبیریں کرتے ہونگے - اور ترکی سلطنت کو چھوڑنے کیلئے تیار ہونگے"

اب واقعات حاضرہ اس پیشگوئی کی تصدیق کر رہے ہیں - یا نہیں - کیا روس کی خرابحالی عرب کی نئی سلطنت کی تجویز اور ترکی حکومت کے ضعف نے یہ نہیں بتادیا - کہ جو کچھ حضورؑ نے آج سے کئی سال پیشتر لکھا - وہ بالکل درست نکلا - اور نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کی جو تشریح حضورؑ نے کی وہی درست تھی میں سننا چاہتا ہوں - کہ مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے مکذبین اب کیا کہتے ہیں؟ پھر مفصل بھی لکھا جائیگا۔

شیعہ کا غلط حوالہ

اصلاح ناحق کوش کا مفسدانہ جوش

ماہ نومبر کے تشحیذ میں تفصیل کیساتھ لکھدیا گیا تھا - کہ اصلاح نے یہ عبارت شائع کی "رسول اللہؐ نے بوقت انتقال فرمایا تھا - کہ لاؤ قلم و دوات کو وصیتنامہ لکھدیں - تا پھر کوئی گمراہ نہ ہو عمرؓ نے کہا یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے کتاب خدا ہمکو کافی ہے" اور اسکا حوالہ دیا - دیکھو صحیح بخاری کتاب المرضیٰ صفحہ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی"

اس پر ہمنے سوال کیا - کہ کتاب المرضیٰ صحیح البخاری اول سے آخر تک دیکھی مگر کسی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ملے جنکو بہ ہیئت مجموعہ اصلاح میں شائع ہوئے ہیں - اسکے جواب میں شیعوں کے قائمقام اصلاح کے مدیر علام نے لکھا کہ حوالہ درست ہے - دیکھو بخاری کی کتاب المرضیٰ پارہ ۱۸ - اسپر ہمنے عرض کیا - کہ حضرت پہلے تو کتاب المرضیٰ میں یہ حدیث نہیں ملتی تھی اب پارہ ۱۸ سے کتاب المرضیٰ ہی نہیں ملتی - چلو ہاتھی معہ ہودج غائب یا مظہر العجائب -

یہ زک جو فاضل شیعہ نے اٹھائی ہمارے بعض اہلسنت احباب کا خیال تھا - کہ اب اصلاح صاحب کچھ مدت کیلئے خاموش

رہینگے۔ اور کچھ نہیں بولینگے۔ مگر ہم نے اسیوقت کہدیا تھا۔ کہ تبرا کی برکت سے ضرور کچھ فرمائینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
فاضل ایڈیٹر اصلاح نہ تو اسبات پر شرمائے۔ کہ کتاب المرضی کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ بحالیکہ اسمیں بلکہ تمام صحیح البخاری
میں وہ حدیث نہیں جسکے الفاظ کا یہ ترجمہ از روئے لغت عرب و قواعد نحو ہو سکے "وہ عمرؓ نے کہا کہ یہ شخص غلبۂ درد سے
ہذیان بک رہا ہے۔" اور نہ اس غلطی پر پشیمانی ظاہر کی۔ کہ کتاب المرضی پارہ ۱۸ میں ہے اور نہایت دیدہ دلیری سے لکھتے
ہیں تمہارا اصل مطلب اسقدر ہے۔ کہ فتنازعوا جمع کا صیغہ ہے پھر لکھا ہے فقالوا۔ اور آپ مجھے یہ ترجمہ کرنے پر مجبور کریں کہ عمرؓ نے کہا
حضرت! اصل مطلب یہ نہیں بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ آپ نے دعویٰ کیا صحیح البخاری کتاب المرضی صفحہ ۸۲۶ مطبوعہ
دہلی میں ایک حدیث ہے جسکا یہ ترجمہ ہے۔ کہ عمرؓ نے کہا یہ شخص (رسول اللہ ﷺ) غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔" اور میں کہتا ہوں
کہ ایسی کوئی حدیث صحیح البخاری میں نہیں۔ اور یہ مذہبی دنیا میں نہایت مکروہ بد دیانتی ہے کہ عمداً غلط حوالہ دیکر
لوگوں کو دھوکہ میں ڈالا جائے۔ فرمائیے اسکا کیا جواب آپ نے دیا؟ یہی کہ کتاب المرضی پارہ ۱۸ میں ہے۔ شیم!
اس کمر توڑ دینیوالی شکست کھانیکے بعد آپ سے سوائے گالیوں کے اور کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اس زبان سے
جو تبرا کی منجھی ہوئی ہو۔ اور گالیاں بھی ماں کی۔ آپکی ثقافت نے تجویز فرمائی ہیں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ذکر خواہ مخواہ
لے آئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ تجملت تبغلت۔ ولو عاشت تفیلت۔ شیعہ صاحب! ازواجہ امہاتہم
کا کچھ تو پاس کیا ہوتا۔ آخر مومنانہ حیا بھی کوئی چیز ہے۔

ایڈیٹر صاحب! اسلئے آپ نے حوالہ دیا اور غلط دیا۔ پھر اسپر اصرار کیا اور تیسری بار بھی منہ کی کھائی۔ "قال عمر
ان النبی غلبہ الوجع" باب کتابۃ العلم سے پیش کر کے آپکا یہ لکھنا کہ "اس روایت کو دیکھئے اور بتائیے کہ ہجر کا کہنے والا
بجز عمرؓ کون ہو سکتا ہے۔" آپکی کمزوری استدلال کو ظاہر کر رہا ہے۔ یہ عجیب منطق ہے۔ کہ جو غلبہ الوجع کہے وہی ہجر بھی
کہیگا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا غمخوار ہو۔ کہ آپکے درد کی تکلیف کو محسوس کرے۔ آپکو
کچھ لکھوانیکی تکلیف نہ دینا چاہتا ہو وہ کبھی ایسا لفظ نہ بولیگا۔ جو آپ صلعم کی شان میں گستاخی قرار دیا جا سکے۔
دوسری دلیل آپ یہ دیتے ہیں کہ "وعندنا کتاب اللہ حسبنا" تو تمامی روایات میں موجود ہے تو اب بجز عمرؓ کون
ہو سکتا ہے۔ جو کہے کہ حضرت غلبۂ درد سے ہذیان بک رہے ہیں۔" ماشاء اللہ خوب دور کی کوڑی لائے۔
جو حسبنا کتاب اللہ کہے ضرور ہے کہ وہ نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) ہذیان بک رہا ہے" بھی کہے۔ مگر اس جرم کے مجرم
تو پھر تمام مومنین قرار دینے پڑینگے جنمیں پنجتن پاک بھی (میرا ایمان ہے) کہ شامل ہیں۔ کیونکہ سبھی اس آیت پر
ایمان لاتے ہیں اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیہم ان فی ذلک لرحمۃ و ذکری لقوم یؤمنون

اسی کا مفہوم ہے۔ جو حضرت عمرؓ نے اس وقت ادا کیا ہے "

"تیسری دلیل آپ نے یہ دی ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا۔ قوموا عنّی ولا ینبغی عندی تنازع۔ شکر ہے آپ نے حسب معمول روایت میں تصرف کر کے قم یا عمر نہیں لکھدیا۔ بلکہ قوموا ہی فرمایا جس سے معلوم ہوا۔ کہ اگر حضور نے ناراضی سے ایسا فرمایا۔ تو اسمیں آپ کے مبغوض حضرت عمرؓ ہی نہیں۔ بلکہ آپ کے بہت سے محبوب بھی شامل ہیں معلوم نہیں اسوقت حضرت علیؓ (آپ کے نزدیک) موجود تھے یا نہیں۔ حضرت ابن عباس تو یقیناً ہونگے۔ اس روایت کی تشریح حدیث کے اسی فقرے میں ہے۔ فاختلف اھل البیت فاختصموا اہل بیت نے اختلاف کیا اور وہ جھگڑ پڑے۔ حضور نے فرمایا۔ قوموا عنی۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ یعنی اہل بیت کو فرمایا۔

جیسے آپ کا قرآن مجید الگ ایک غار میں محفوظ ہے۔ ایسے آپ کی احادیث ہیں۔ اور پھر صحیح البخاری کی حدیثوں کا ترجمہ کرنے کیلئے لغت اور صرف و نحو بھی نئی ہی ہے۔ اسلئے جہاں فقالوا کا ترجمہ فقال عمرؓ (پس کہا عمرؓ نے) ہے وہاں فاختلف اھل البیت فاختصموا کا ترجمہ بھی یہی ہوگا۔ کہ عمرؓ نے کہا۔ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔ اور عمرؓ جھگڑ پڑا۔ تاہم حضرت عمر فاروقؓ کو اہل البیت تو آپ کو ماننا پڑا۔

یہ دلائل عقلیہ آپ کی واقعی بہت زبردست ہیں۔ مگر سوال پھر بھی قائم رہتا ہے۔ جو منقولات کے بارے میں تھا۔ آپ سے صرف صحیح روایت کا مطالبہ تھا۔ کہ کتاب المرضی پارہ ۱۸ میں دکھائیے۔ اور پھر کتاب المرضی سے وہ حدیث نکالئے جسکا یہ ترجمہ ہو۔ کہ عمرؓ نے کہا۔ یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ اگر کتاب المرضی میں نہیں۔ تو تمام صحیح البخاری میں سے کوئی حدیث نکال کر دکھیئے جسکا یہ ترجمہ ہو۔ باقی آپ کا یہ لکھنا۔ کہ نسیم الریاض میں یوں لکھا ہے۔ کہ فقال عمر ان النبی ھجر ایک فضول بات ہے۔ بحث صحیح البخاری کے متعلق ہو رہی ہے۔ جس کے متعلق آپ کو آخر تسلیم کرنا پڑا۔ کہ یہ صرف بخاری صاحب کی پردہ داری ہے۔ جو فقال عمر کی جگہ فقالوا لکھتے ہیں۔ یعنی بخاری نے کہیں فقال عمر نہیں لکھا۔

پس یہ حوالہ کہ بخاری ص ۸۴۶ کتاب المرضی میں لکھا ہے۔ کہ عمرؓ نے کہا۔ یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے" سراسر بددیانتی سے دیا گیا تھا +

احمدیہ مسجد لنڈن

دوست محمد صاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح نے اپنی چٹھی میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو طعنہ دیا کہ تمہاری احمدیہ مسجد ہے ہی کونسی جس میں عید کی نماز پڑھنے کی رپورٹ تم نے اخبار میں چھپوائی ہے۔ خدا کی قدرت ادھر یہ طعن خلاف طریق صلحا (یہ اس لئے کہتا ہوں کہ انبیاء کی اُمتوں کو ابتدا میں واجعلوا بیوتکم قبلۃ پر عمل کرنا پڑتا ہے اور حدیث شریف میں ہے جعلت لی الارض مسجدًا اور لنڈن میں ایک کمرہ مسجد ہی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے) لنڈن میں لکھا جا رہا تھا ادھر اسی روز حضرت مفتی صاحب یہ لکھ رہے تھے۔ کہ یہاں ایک احمدیہ مسجد اپنے اہتمام سے بنوائی جائے۔ ۴ر جنوری کے پیغام میں یہ طعن لکھا جا رہا تھا۔ اور ادھر خدا نے حضرت خلیفۃ المسیح کے کے دل میں یہ ڈالا کہ احمدیہ مسجد کے لئے تحریک فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ۶ر جنوری کو مسجد مبارک میں اس مضمون کا ذکر فرمایا۔ اور ۱۴ر جنوری کو تیس ہزار روپیہ لنڈن میں بھیجا بھی جا چکا تھا۔ جو پونڈ کی قیمت انگلستان میں گر جانے کی وجہ سے قریباً ۲۵ ہزار ہو کر وہاں پہنچ بھی گیا ۴ر جنوری کا پیغام خدا کی حکمت کے ماتحت ۱۴ جنوری ہی کو شائع ہوا۔ اور اس طرح پر وہ طعنہ جو برادران یوسف کی طرف سے دیا جانے والا تھا قبل اس کے جو ہم تک پہنچے خنجر بن کر اُن ہی کی پسلی میں کھب گیا۔ چندہ کی تحریکیں تو آئے دن ہوتی رہتی ہیں لیکن اس تحریک میں جس جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا جا رہا ہے وہ بتاتا ہے۔ کہ الٰہی منشا یہ ہے کہ لنڈن میں احمدیہ مسجد جلد سے جلد بن جائے جو بہت سی برکات کو کھینچنے والی ہو حضرت خلیفۃ المسیح نے تمام جماعت کو ثواب کا موقعہ دینے کیلئے چندہ کی رقم ایک لاکھ کر دی ہے لیکن چندہ کی رفتار بتاتی ہے۔ کہ یہ رقم بھی جلدی پوری ہو جائیگی اسلئے احباب کو بہ استعجال تمام اسمیں حصہ لینا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ یہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائے مسجدیں تو لنڈن کیا تمام یورپ میں بنینگی اور صدائے جرس کی بجائے اللہ اکبر سننے والے سنینگے لیکن جو شرف اور اہمیت اس حیثیت سے پہلی مسجد کو ہے وہ دوسری کو حاصل نہیں ہوگا پس دوستو! انفاق الاموال فی سبیل اللہ میں ایک دفعہ پھر دنیا کو صحابہ کرام کا نمونہ دکھا دو۔ انما یعمر مسٰجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسٰی اولٰئک ان یکونوا من المھتدین ایمان باللہ اقامت صلوٰۃ ایتاء زکوٰۃ اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنا یہ اوصاف تمہیں میں تو ہیں پس مسجدیں تمہیں سے آباد ہونگی۔ اور تمہیں ایک مہدی کی قوت قدسیہ سے مہتدی ہو۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

درخواست دعا۔ احمدیہ ٹریننگ کلاس قادیان کا سالانہ امتحان عنقریب ہونیوالا ہے۔ احباب اس کلاس کی کامیابی کیلئے دردِ دل سے دعا کریں۔ طالب دعا احمد اللہ دتہ ملکیوی جہلم ٹریننگ کلاس قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل	قیمت بہرحال پیشگی	تمام خط و کتابت بنام منیجر

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

نمبر ۳	بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۸ھ	جلد ۱۵

فہرست مضامین

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت سالانہ عوام سے ۔۔۔

عرض حال

فروری کا رسالہ سنہ ۱۹۲۰ء کی قیمت پیشگی وصول کرنے کے لئے وی۔ پی کیا گیا تھا۔ جن احباب نے ازراہ کرم فرمائی وی۔ پی لے لیا۔ ان کا شکریہ۔ مگر جن دوستوں نے باوجود پہلے نوٹس دئیے جانے کے پھر بھی واپس بصیغہ انکاری کیا۔ وہ اپنے طرزِ عمل پر خود ہی غور فرمائیں۔ ہم نے تو اب کے یہ التزام کیا۔ کہ ان کو دوبارہ رسالہ بھجوا دیا۔ تاکہ ان کا فائل مکمل رہے۔ ورنہ اس سے پہلے تا وصولی قیمت وہ پرچہ واپس شدہ نہیں بھیجا جاتا تھا۔ وی۔ پی واپس کرنیکا صرف یہی نقصان نہیں کہ قیمت بروقت وصول نہیں ہوتی۔ بلکہ ۲ر فی وی۔ پی کے حساب سے ایک معقول رقم ضائع ہو جاتی ہے اور عموماً تہائی وی۔ پی واپس آجاتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ اب ہمارے مہربان دوست بذریعہ منی آرڈر قیمتیں بھجوا دیں گے بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ جنہوں نے پچھلے سال کی قیمتیں بھی نہیں دیں۔ وہ جلد توجہ فرمائیں۔

اعانت تشحیذ کی مد میں جلسہ کے بعد تیس روپے حضرت خلیفۃ المسیح کا عطیہ وصول ہوا۔ جزاہ اللہ احسن الجزا۔ جن دوستوں نے ابھی تک اس کارِ خیر میں حصہ نہیں لیا۔ وہ توجہ فرمائیں۔ تو میں بعد ادائے قرضہ بار بار سمع خراشی نہ کروں۔

تحسین سخن شناس محب مکرم مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل کے مضمون تصحیح الصلوٰۃ مندرجہ تشحیذ ماہ جنوری کے بارے میں مکرمی منشی خادم حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا موصوف کا مضمون مجھے بہت پسند آیا۔ ان کو اور آپ کو بسیار کرعرض کرتا ہوں کہ نہایت قابلیت سے لکھا گیا۔ اور اس کی واقعی ضرورت تھی۔ اس تصدق حسین کے جواب شیعوں نے بھی دئیے ہیں۔ مگر وہ اس وضاحت اور وسعتِ نظری و تحقیق سے نہیں لکھے گئے۔ خدا کے فضل سے شیعہ پر احمدیہ جماعت کا احسان ہے۔ کہ ان کے ایک مسلم گروہ حقیقت کا ناطقہ کمال خوبی سے بند کر دیا گیا۔ اور اہلسنت پر بھی ہے جو کہ شیعہ مولویوں کے جواب میں اس مضمون کو جو سنت تواتر اسلامی اور دو قدیم مسلمانوں کے فرقوں کی مرویات پر مبنی ہے بڑے اطمینان سے پیش کر سکتے ہیں۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ ۱۹۲۰ء

ہدیۂ احمدی مہاجر یادگار آریہ مسافر

۶ مارچ کا دن

وہ دن ہاں ہاں! وہ دن!! جس نے آتے ہی ہمارے دلوں میں شری پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر کی یاد از سر نو تازہ کر دی۔ بیشک اُس کیلئے ۶ مارچ کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں۔ تھوڑا ہے۔ جتنا احسان تسلیم کریں کم ہے۔

یہی وہ دن ہے۔ جس دن شری پت آریہ مسافر جی اس عالم فانی سے سدھارے۔ یہی وہ دن ہے۔ جسدن انہوں نے وصیت کی کہ "میرے بعد تحریر کا کام بند نہ ہو۔" بیشک وہی ۶ مارچ ہے۔ جس دن کیلئے ہماری آنکھیں انتظار میں تھکی جارہی تھیں۔ لاریب یہی وہ ۶ مارچ ہے۔ جسدن کے لئے انتظار تھا۔ کہ کسی طرح یہ روز جلد آئے۔ اور احمدی مہاجر شری پت آریہ مسافر کی وصیت پر عمل پیرا ہوتا ہوا اس روشن دن شہرۂ آفاق دن مشہور و معروف دن۔ مذہبی دنیا کی یادگار دن۔ صداقت کی فتح کے دن۔ الٰہی طاقتوں کے ظہور کے دن۔ آریہ مسافر کی یادگار۔ ہاں ہاں یادگار بھی وہ جو یادگار ہی رہے۔ منائے بحسب ارشاد آریہ مسافر تحریر کے ذریعہ اُن بھولے بھٹکے سماجی دوستوں کو اُس نور سے اُس صداقت سے ہاں ہاں اس فیض سے خبردار کرے۔ جس سے بوجہ مسافر ہونے کے خود شری پت پنڈت صاحب موصوف محروم رہ گئے۔ مسافر سفر میں ہو۔ تو اس کو جانے کی بہت جلدی ہوتی ہے۔ وہ دوسرے کی بات اطمینان اور دلجمعی سے نہیں سُن سکتا۔ خواہ وہ بات اُس کے لئے کتنی ہی سود مند فائدہ مند کیوں نہ ہو۔

پس سماجی بھائیو! بیشک پنڈت صاحب مسافر تھے۔ اس لئے اُن کو اُن کے فائدہ کی باتیں سُنائی گئیں۔ مگر وہ جانے کیلئے جلدی کر رہے تھے۔ اس لئے اُن کو سُن نہ سکے۔ اور اس فائدہ اور انعام سے محروم رہ گئے۔ جسکے ذریعہ ان کا آخری سفر بھی خیر و خوبی اور برکت کے ساتھ سماپت (ختم) ہو جاتا۔ مگر خیر تم ہی ایسے واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ سبق لو۔ اور اس نور کو فوراً قبول کر لو۔ جسکو خاص اس زمانہ کا مامور دنیا میں لایا۔ جانتے ہو۔ وہ الٰہی مامور کون ہے؟ وہ وہی ہے۔ جس کی آمد کی خبر بدھ دے گیا۔ موسیٰؑ کہہ گیا۔ عیسےؑ نے بیان کیا۔ شری دیاس جی نے ظاہر فرمایا۔ بلکہ کائنات کے سردار نبی اکرم صلعم نے اپنا سلام دیا۔ اور ہمارے ہی صوبہ کے مشہور ولی اللہ حضرت باوا نانکؒ نے بھی اس کی آمد کی خبر دی۔

وہی مامور ہے۔ جس کا نام نامی اسم گرامی **شری کرشن رودر گوپال مسیح موعود قادیانی** ہے۔ یہ وہی مامور ہے۔ جس سے پیچھا چھڑانے کے لئے ایک مسافر نے کہدیا تھا۔ کہ تم خود ہی تین سال کے اندر ہلاک ہوجاؤ گے مگر الہٰی طاقتیں غیبی امداد جسکے اوپر سایہ کئے ہوئے تھیں۔ وہ بالکل امن و امان میں رہا۔ بلکہ اس نے اپنے مولا سے خبر پاکر اس بہولے مسافر کیلئے پیشگوئی کردی۔ کہ تمہارا وہ سفر جس کے لئے مسافر بنے ہوئے ہو۔ چھ سال کے اندر عید کے دوسرے روز ختم ہوجائے گا۔ اور تم وہیں پہونچ جاؤ گے۔ جہاں جانے کے لئے **کلیات جیسا زادِ راہ اکٹھا کیا ہے**!

پنڈت لیکھرام صاحب جن کی آج ہم یادگار منانے لگے ہیں۔ اپنی کلیات آریہ مسافر میں اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ سناتن دہرم والوں کا یہ عقیدہ غلط ہے۔ کہ پوران شری وید بیاس جی نے بنائے۔ بلکہ موجودہ اٹھارہ پران ویاس جی سے بہت بعد مختلف زمان میں تصنیف کئے گئے۔

ہمارا یہ کام نہیں۔ کہ اسوقت سناتن دہرم کا ڈیفنس کریں۔ یہ کام بہت عمدہ طور سے سناتن اصحاب خود کر سکتے ہیں۔ ہم نے صرف یہاں پنڈت صاحب موصوف کے اس ادعا کی حقیقت ظاہر کرنی ہے۔ جو وہ بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"ہم اپنی برسوں کی تحقیق کردہ ذخیرہ سے مندرجہ ذیل ثبوت پیش کرتے ہیں" کلیات ص۳۷

"آریہ مسافر" نے برسوں جو تحقیق کی ہے۔ اسکی حقیقت " احمدی مہاجر"۔ ناظرین کے سامنے رکھتا ہے۔ آریہ سماجی حضرات بھی اپنے شہید کی تاریخی و علمی تحقیق کی داد دیں۔

پنڈت صاحب کا پہلا بیان ہے

"ہمارے وِدوانوں کی اسبارے میں ایک رائے ہے۔ کہ اٹھارہ پوران مہابھارت سے پیچھے تصنیف ہوئے" کلیات ص۳۷

"سارے عالموں کی اس بارہ میں بھی ایک رائے ہے۔ کہ اٹھارہ پوران مہابھارت کے پیچھے بنائے گئے۔ اور پورانوں میں مہابھارت کا ذکر ہے۔ مگر مہابھارت میں پورانوں کا ذکر نہیں ہے۔" کلیات صفحہ ۱۷۵ کالم ۲

پنڈت صاحب! کاش آپ نے "برسوں" کی بجائے مہابھارت کا ایک دفعہ سرسری طور سے ہی مطالعہ کر لیا ہوتا۔ تو یہ الفاظ اپنے قلم سے لکھکر خواہ مخواہ اپنی مذہبی واقفیت کی پردہ دری نہ کراتے۔

دیکھیئے!

استٹادش پورانانی کرتو استیہ وتی سوتہ : پشچار بھارتم آکھیانم
چکرے تدپم ورہتم ۔ (مہابھارت)

یعنی شری ویاس جی نے پوران بنانے کے بعد مہابھارت بنایا۔ اب مہابھارت کا ایک حوالہ اور نقل کرتے ہیں۔ اور وہ بھی خاص "آریہ مسافر" کی کلیات سے:۔

پورانم مانو ودہرمم انگو وید ۔ استیادی

ترجمہ ۔ برہمن۔ منوسمرتی وید معہ وید انگ آیُورو وید ۔ ان چاروں کی آگیا (حکم) ضرور ماننی چاہیئے۔ کبھی ان کے ارشاد سے انکار نہ کرے۔" کلیات مسافر صفحہ ۸ کالم ۲

معزز ناظرین! مہابھارت کا اس سنسکرت شلوک کا پہلا لفظ صاف طور سے پوران لکھا ہے۔ مگر پنڈت صاحب نے ہٹ دہرمی کیوجہ سے پوران کی جگہ برہمن لکھدیا۔ جو ایک نیک نیت محقق کی شان کے سراسر خلاف ہے۔ اور بھی بہت سے حوالہ جات مہابھارت میں اس قسم کے ہیں۔ جن میں پورانوں کا نام اور تذکرہ موجود ہے۔ مگر پنڈت صاحب کے غلط ادعا کو توڑنے کے لئے دو ہی کافی ہیں۔

(۲) "پوران کس نے بنائے" کا ایک نرالا مزید ثبوت فرماتے ہیں:۔

دیوی بھاگوت میں لکھا ہے۔ کہ ایک راجہ کا لڑکا کسی ایک ملیچھ ویشیا پر عاشق ہو کر دہرم سے تپت ہو گیا۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے۔ کہ جب مسلمان نہیں آئے تھے۔ تب مسلمان رنڈیاں بھی موجود نہ تھیں۔ اور جب مسلمان رنڈیاں نہ تھیں تو ان پر کوئی

عاشق بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ دیوی بھاگوت مسلمانوں کے زمانہ میں بنا ہے اور بیاس جیو نے نہیں بنایا۔ الخ... کلیات ص ۱۸۴ کالم ۱

تنازع ہندوؤں سے اور گالیاں مسلمانوں کو۔ جھگڑا سناتن دہرم والوں سے اور دشنام دہی سے مسلمانوں کا دل چاک کرنا۔ بحث معتقدین پوران سے اور گند کو توحید کے علم برداروں کے سر تھوپنا۔ افسوس! افسوس!! بیشک ہم پہلے ہی جانتے تھے۔ کہ مسلمانوں کیلئے آپ کے دل میں بہت تعصب ہے۔ مگر آج اظہر من الشمس ہو گیا۔

پنڈت جی! یہ تو بتلا دیا ہوتا۔ کہ مسلمانوں توحید کے پرچارکوں۔ سچائی کے فدائیوں۔ دین کے شیدائیوں کی مبارک آمد آمد سے پہلے کیا ہندوستان میں رنڈیاں نہیں تھیں؟ کیا اس سے پہلے بھارت ورش زناکاریوں سے خالی تھا؟ کیا ویدک زمانہ میں رنڈیاں بن سنور کر بالاخانوں پر بیٹھ کر دل نہیں لبھاتی تھیں؟

تاریخدان اور ویدک لٹریچر سے واقف کہہ اٹھینگے۔ کیوں نہیں!

آمدم برسر مطلب۔ لیکھرام جی نے اول تو دیوی بھاگوت کے اسکند اور ادہیائے شلوک کا کوئی پتہ ہی نہیں دیا۔ حوالہ ملنے پر تحقیق و یکھتا۔ کہ پنڈت صاحب کا قول کہاں تک صحیح ہے۔ پھر آپ نے جو ملیچھ کا ترجمہ مسلمان اور ویشیا کا ترجمہ مسلمان رنڈی کیا۔ اس کا ثبوت کیا ہے؟

سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے۔ کہ صاف صاف الفاظ نہ بولنے والے کو بھی ملیچھ کہتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو پوران بدھی)

(۲۲) پنڈت لیکھرام صاحب آریہ مسافر۔ پادری کھڑک سنگھ صاحب سابق پنڈت کھڑک سنگھ آریہ۔

(احمدی بھائیو! یہ وہی کھڑک سنگھ صاحب ہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کرشن قادیانی سے تحریری بحث روحوں کی انادیت وغیرہ پر کرتے رہے۔ اور ایک دفعہ قادیان بھی آئے۔ مگر حضرت صاحب کے زبردست سوالات سے لاجواب ہو کر واپس چلے گئے۔ آریہ سے مسلمان ہونے کی تو توفیق نہ ملی۔ ہاں عیسائی مذہب ضرور اختیار کر لیا)

کا اعتراض وید پر نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ :-

"وید میں نہ تو کسی تاریخی واقعہ کا بیان ہے۔ اور نہ کسی خاص راجہ کا نام و نشان نہ وید تواریخ ہے۔ اور نہ تاریخی زمانہ سے بلحاظ واقعات کے کچھ تعلق ہے . . . . . . ہر ایک آریہ ممبر کا دعوٰی ہے۔ کہ وید میں کسی آدمی کا خصوصاً نام نہیں ہے۔ اور نہ وید کا تاریخ سے کچھ تعلق ہے۔ اسی واسطے وید اناد (ازلی) اور بلحاظ پستک (کتاب) کے سب سے قدیم ہے۔ اگر دنیا میں کوئی مرد میدان ہے۔ تو اس کی تردید کرے۔ اور ثابت کر دکھلائے۔ ورنہ "دست نمے رسد انگور ترش است" کی کہاوت مخالفوں کے حق میں موزوں رہیگی۔" کلیات ص۳۰۹ کالم ۲

اگر آریہ سماج کے "آریہ مسافر" کے اس چیلنج کا جواب آجتک کسی نے نہیں دیا تو آج خدا کے فضل و کرم سے احمدی سماج کا " احمدی مہاجر" ترکی بترکی مسکت جواب دیتا ہے۔ کیا ہوا اس وقت لیکھرام صاحب اپنے چیلنج کا جواب سننے کیلئے دنیا میں نہیں۔ اُن کے مداح اور ہمخیال تو ہیں۔ وہی سُن لیں۔

سوامی دیانند ستیارتھ ہندی ص۲۳۸ پر تحریر فرماتے ہیں :-

"اس لئے جو کچھ وید وغیرہ شاستروں میں ویوستھا و اتہاس لکھے ہیں۔ وہ ہی قابل تسلیم ہیں۔"

یہاں سوامی جی نے ویدوں میں اتہاس یعنی تاریخ کا اقبال کیا ہے۔ ایک مطالبہ تو لیکھرام صاحب کا ان کے گورو کے قلم سے ہی پورا کر دیا۔ اب دوسرا مطالبہ کہ "ویدوں میں کسی شخص کا نام نہیں"۔ یہ بھی انہی کے سوامی کے یجروید بھاشیہ ہندی میں سے دکھلاتے ہیں۔

"یجروید کے منتر نام اختیار کرنے اور چھوڑنے لائق کاروبار کے لائق۔ وام دیو رشی نے جانے و پڑھائے۔" یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۴ ۔

ویدوں سے ایک رشی کا نام بھی نکل آیا۔ اور وہ بھی پنڈت صاحب کے رشی مہرشی کے بھاشیہ کے اندر۔

تیسرا مطالبہ کہ ویدوں میں کسی راجہ کا نام نہیں۔ سو اس کے لئے دیکھو
"سسابھدر یہ ہستی راشٹرے واگیا پریکشتہ"
(اتھرو وید کانڈ ۲۰۔ پرپاٹھک ۱۲ منتر ۱۰)
یہ وہی راجہ پریکشت ہے۔ جن کا حال خود لیکھرام صاحب نے کلیات ص۲۴ کالم ۱ پر لکھا ہے۔
ہاں اب بتلاؤ سماجیو! تمہارے مسافر کے سب مطالبات احمدی مہاجر نے پورے کر کے دکھلائے ہیں یا نہیں؟ دیکھا احمدی کیسے بہادر ہوتے ہیں۔
سوامی دیانند کتاب ستیارتھ پرکاش سمولاس ۱۱ ص۳۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ
"منوسمرتی جو دنیا کی ابتداء میں ہوئی ہے"
برخلاف اس کے پنڈت لیکھرام صاحب منوسمرتی کی تصنیف کا زمانہ (۱۲۰۵۲۲۹۸۰) سال بتلاتے ہوئے اپنے گوروجی مہاراج کے خلاف فیصلہ دیتے ہیں۔ مگر لطف یہ ہے۔ کہ اپنے اس فیصلہ پر بھی قائم رہتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ اسی کتاب کے ص۲۴ پر فرماتے ہیں۔ کہ کتاب سوریہ سدہانت کی تصنیف منوسمرتی سے پہلے ہوئی ہے۔ اور کلیات ص۱۰ پر فرماتے ہیں۔ کہ سوریہ سدہانت کی تصنیف کو (۲۱۶۴۹۹۰) سال ہوئے ہیں۔ پہلے تو منو کی تصنیف کا زمانہ (۱۲۰۵۲۲۹۸۰) بتلایا اب ۲۱۶۴۹۹۰ سال سے بھی بعد کا بتلاتے ہیں۔
تحقیق ہو تو ایسی ہی ہو۔ سچ ہے۔ ؎

نہ محقق بود نہ دانشمند - چارپائے برو کتابے چند

سماجی سجنو! بتلاؤ۔ مہرشی دیانند کا قول درست ہے۔ یا پنڈت کا۔ اور پھر پنڈت کا قول اول صحیح ہے۔ یا قول دویم۔ اس پر ضرور روشنی ڈالو۔
سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش اردو ص۳۲۶ پر سوامی شنکر اچاریہ کی موت کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ:-
"جینیوں کے مندر شنکر اچاریہ اور سودھنوا راجا نے توڑ دیئے تھے۔ کیونکہ ان

میں وید وغیرہ کی پاٹھ شالائیں (مدرسے) بنانے کا ارادہ تھا۔ جب وید مت کو قایم کر چکے۔ اور علم پھیلانے کا خیال کرتے ہی تھے۔ کہ اتنے میں دو جینیوں نے جو جو باہر سے برائے نام وید مت کے معتقد تھے۔ موقعہ پا کر ان کو ایسی زہریلی چیز کھلا دی۔ کہ ان کی بھوک کم ہو گئی۔ بعد ازاں جسم میں پھوڑے پھنسی ہو کر چھ ماہ کے اندر مر گئے۔"

اول تو سوامی جی کا یہ قول ہی سراسر غلط اور تواریخی ثبوت سے خالی ہے۔ جس کے ثبوت میں ہم ایک فاضل جینی کا ڈیفنس بجنسہٖ ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔ مگر قبل اس کے کہ اسکو درج کریں۔ پہلے پنڈت لیکھرام صاحب کی بات بھی سُن لینی چاہئے۔ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"بمقام کدار ناتھ **دو بودھوں** (بدھ کے پیرو) یعنی مسمیان ابھی نوگپت اور ابھی نولیش نے جو اسی غرض سے کچھ مدت پہلے مرید ہو گئے تھے۔ کسی قسم کا زہر دیدیا۔ جس سے ان کی بھوک بند ہو گئی۔ اور چھ ماہ بیمار رہ کر قالب عنصری کو چھوڑ گئے۔ کلیات صد ۱۳ کالم ۲۔

گورو تبلاتا ہے۔ کہ شنکر اچاریہ کے قاتل جینی تھے۔ مگر چیلا گورو کے ارشاد کے خلاف شنکر اچاریہ کے قاتل بدھ دہرم کے معتقدوں کو بیان کرتا ہے۔

جب گورو چیلہ یا شاگرد استاد میں ہی اس امر کے متعلق اختلاف و اتضاد ہے۔ تو یہ واقعہ تاریخ کے مطابق کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے۔ اب جینی فاضل کا معقول ڈیفنس بھی ملاحظہ ہو۔

"سوامی جی بھگوان شنکر اچاریہ کی موت کا باعث جینیوں کو تبلاتے ہیں۔ ان کا قول ہے۔ کہ جینیوں نے زہر دے کر شنکر اچاریہ کو مار ڈالا۔

مگر اس قول کی صداقت کے لئے انہوں نے کسی ثبوت کا حوالہ نہیں دیا۔ اور پھر سوامی شنکر اچاریہ کی جتنی بھی سوانحعمریاں اور حالات موجود ہیں۔ ان میں مذکورہ بالا بیان نہیں ہے۔ اور نہ ہی ایسا کوئی تاریخی گرنتھ (کتاب) ہمارے دیکھنے میں آیا ہے

کہ جس میں سوامی شنکراچاریہ کی موت کا سبب جینیوں کو بتلایا ہے۔

ہمیں تعجب ہے حیرت ہے۔ کہ دنیا بھر کے علماء میں سے آجتک جو بات کسی کو بھی نہ سوجھی۔ سوامی جی کو اس کا پتہ کیسے لگ گیا۔ سمجھو! سوامی جی مہاراج پرم یوگی تھے۔ یوگ ابھیاس (مراقبہ کی مشق کی طاقت سے انہیں یہ بات حاصل ہوگئی۔ کہ ایسے حالات معلوم کر لیں) اس لئے ان کی تحریرات میں کسی ثبوت کی ضرورت نہ سمجھی جائے کیونکہ وہ ریشی تھے۔ ہم انسان۔

پس ہمارا مہذب دنیا سے نویدن (عرض) ہے۔ کہ سوامی دیانند سرسوتی کے مذکورہ بالا قول پر ضرور دھیان دیں۔ ایک سوسائٹی یا جماعت پر اتنا خوفناک تہذیب سے خالی حملہ کرنا سوامی جی کے لئے کہاں تک موزوں ہے۔ یہ ناظرین خود غور کر لیں۔ ہمارے خیال میں تو آریہ سماج کے لیڈروں کو مناسب ہے۔ کہ وہ ستیارتھ پرکاش میں سے یہ قول ضرور ہی نکال ڈالیں۔ ایسے فضول اور جھوٹے اقوال سے سوامی جی کی عزت نہیں۔ بلکہ عزت کے نقصان کا امکان ہے۔ اب روشنی کا زمانہ ہے۔ اندھیرا ہمیشہ کے لئے نہیں رہتا۔" (کتاب سوامی دیانند اور جین دھرم ہندی صفحہ آخر)

اوّل تو سوامی جی کا دعوےٰ چیلے کی مخالفت سے ہی نہایت کمزور ہو چکا تھا۔ مگر جینی فاضل نے جس قابلیت و لیاقت اور تہذیب سے اس ناواجب حملے کا ڈیفنس کیا ہے۔ اس فاضل اور عالم جینی کا کام تھا۔ جس کی داد دیئے بغیر ہم کیا کوئی بھی انصاف پسند شخص نہیں رہ سکتا۔

سوامی دیانند جی مہاراج اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش اُردو صفحہ ۱۳۲ پر نیوگ کے ثبوت میں قدیم رشیوں کا دستور العمل بطور نظیر پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"اور جیسا ویاس جی نے چترانگد اور وچتر ویریہ کے مرجانے پر ان اپنے بھائیوں کی عورتوں سے نیوگ کر کے امبکا امبالیکا سے دھرت راشٹر اور پانڈو اور داسی سے ودُر کو پیدا کیا

بانی آریہ سماج نے یہاں دیگر عورات کے علاوہ ویاس جی کا داسی کے ساتھ نیوگ کرنا فرمایا جو واللہ اعلم صحیح ہے۔ یا غلط اس کے متعلق تسلی بخش جواب تو سناتنی بھائی ہی دے سکتے ہیں۔ مگر اب داسی اور ویاس جی کے نیوگ کے متعلق مہرشی کے شاگرد کا بھی فیصلہ سن لیں۔ پنڈت جی (لیکھرام) لکھتے ہیں۔

اٹھارہ پورانوں میں رشی منی اور دیوتا ؤں کی نندا (مذلت) لکھی ہے۔ اور ان پر جھوٹے الزام لگائے ہیں۔ جیسے برہما پر بیٹی سے ہمبستری کا کلنک . . . . ویاس کو داسی سے . . . الخ۔ کلیات صفحہ ۱۲۸۔ کالم ۲ سطر ۲۴

گورو جی مہاراج اپنے جدید اختراع "نیوگ" کے ثابت کرنے کے لئے قدیم رشیوں کا دستور العمل بتلائیں۔ مگر چیلا ایسا ہے۔ کہ گورو کا قول رد کرنے سے نہیں جھجکتا۔ آریہ سماج کے ممبرو! بتلاؤ سوامی جی کا قول درست ہے یا تمہارے شہید کا۔ ہاں بتلاتے وقت مستند تواریخ سے ثبوت دینا۔

(۷) سوامی دیانند جی مہاراج ستیارتھ پرکاش اردو صفحہ ۴۴۲ پہ ایک مشہور و معروف تاریخی واقعہ کا ذکر بایں الفاظ فرماتے ہیں۔

پرتھوی راج - ابھے پال - درجن پال - اُدے پال - یش پال -

راجا یش پال پر سلطان شہاب الدین غوری گڈھ غزنی سے چڑھائی کرکے آیا۔ اور راجہ یش پال کو پریاگ (الہ آباد) کے قلعہ میں سمت ۱۲۴۹ میں پکڑ کر قید کرلیا۔ اور خود اندر پرستھ یعنی دہلی کی سلطنت کرنے لگا۔ الخ

ہمارے ناظرین آپ سوامی جی کے اس ارشاد کو پڑھ پڑھ کے ہنستے تو ضرور ہونگے۔ کہ آریہ صاحبوں کے رشی اپنی علیحدہ ہی تاریخ وضع فرما رہے ہیں۔ اور پرتھوی راج کی بجائے نامعلوم یش پال کا نام لکھ رہے ہیں۔ جس پر شہاب الدین غوری نے حملہ کیا۔ اور اسے الہ آباد میں پکڑ کر قید کرلیا۔

ناظرین آپ کا اس عبارت پر ہنسنا یا حیرت کا اظہار کرنا بجا و راست ہے۔ مگر اسوقت ہمارا یہ کام نہیں۔ کہ سوامی جی کی اس خطرناک مغالطہ دہی کی چھان بین کریں۔ جو انہوں نے

ایک خاص امر کے ثابت کرنے کے لئے تجویز کی تھی۔ یہاں صرف استاد وشاگرد یا گورو چیلہ کے تضاد وتناقض دکھلانا ہی مدنظر ہے۔ انشاء اللہ

"سوامی دیانند کی تاریخی لغزشیں اور غلطیاں" کے ہیڈنگ کے ماتحت پھر کبھی مفصل و مشرح لکھینگے۔ اس وقت پنڈت لیکھرام صاحب کے اس واقعہ کے متعلق جو سوامی جی نے فرمایا ہے۔ تردیدی عبارت نقل کرنا ہی کافی ہے۔ جس سے معلوم ہو جائیگا۔ .... کہ وہ پنڈت لیکھرام جس کی نسبت آریہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ وہ "رشی دیانند کے مشن کا زبردست مؤید اور شیدائی بلکہ پرچارک بھی تھا" اس رشی کی تحریرات وارشادات کے خلاف قلم چلاتا ہے۔ پنڈت صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"اگرچہ اس جنگ میں راجپوتوں نے بہت جوہر دکھلائے۔ لیکن بسبب ناتجربہ کاری فوج پرتھوی راج مارا گیا۔ اور فوج کو شکست ہوئی"۔ کلیات صـ ۱۵۸۔ کالم ۲

آریہ ودوتو بتلاؤ۔ شہاب الدین غوری نے جے پال کو شکست دی۔ یا پرتھوی راج کو؟ استاد کا قول درست ہے یا شاگرد کا؟ سوامی جی نے مدلل بات کی یا پنڈت لیکھرام نے؟ رشی دیانند کے قول میں غلطی ہے۔ یا رشی کے چیلے پنڈت لیکھرام کی مرقومہ بالا عبارت میں؟ پس یہ فیصلہ تمہیں پر چھوڑا جاتا ہے۔

سماجی ودو تو امطالبات کا جواب سوچ لو۔ بقیہ مطالبات سننے کے لئے ۶ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء کا انتظار کرو۔ کیونکہ دل میں تمنا بہت ہے۔ یہی جی چاہتا ہے۔ کہ آریہ مسافر کا یادگاری مضمون اتنا ہی لمبا ہو۔ جتنا لمبا کہ ۶ مارچ کا دن۔ تاکہ ایک ایسا شخص جو آریہ مسافر کی یادگار میں شریک ہونا چاہے صبح سے شام تک اس کے آگے کلیات مسافر سے چنے ہوئے جواہر ریزوں کی بہار موجود ہے۔ جس سے وہ سارا دن مصروف رہ سکے۔ مگر افسوس کہ اڈیٹر صاحب کا جبریلی حکم اس دلی خواہش کو بار آور نہیں ہونے دیتا۔

اچھا! اے ہمارے ملکی مسافر تجھ سے ہم آج طوعاً کرہاً رخصت ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ اگلے سال جماعت احمدیہ تیری یادگار ایسی ہی منانے کی کوشش کریگا۔ جیسے کہ اس کی خواہش تھی۔

(نیاز مند۔ احمدی مہاجر فضل حسین کرشن نگری قادیان)

امام مہدی علیہ السلام کا نام معتبر کتب شیعہ میں

معزز ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۹ء زیر سُرخی "امام مہدیؑ کا غلام احمدؑ نام معتبر کتب شیعہ میں" ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں شیعہ کی معتبر کتاب بحار الانوار کے حوالوں سے ثابت کر دیا گیا تھا۔ کہ امام مہدی علیہ السلام کا نام **غلام احمد** ہی ہے۔ مگر بجائے اس کے کہ شیعہ صاحبان اس سے کچھ فائدہ حاصل کر کے راہ ہدایت پاتے۔ اور اپنے پیارے مہدیؑ کو پہچانتے۔ اُلٹا فحش گوئی اور سخت کلامی کرنے لگے ہیں۔ ہم کو ان کی گالی گلوچ کی کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ ہمیں ان کی بعض کا یہ وصف پہلے ہی معلوم تھا۔ چونکہ ہمارا کام ہی یہ ہے۔ کہ مریضوں اور بکواس کرنے والوں کا علاج کریں۔ اس واسطے ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی دعا بھی کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے پرانے شیعہ بھائیوں کو چشم بصیرت عطا فرماوے۔ کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنے ہادی کو پہچان لیں۔ اور ان انعامات سے متمتع ہوں۔ جن کا وعدہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح الزمان علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پیروؤں کو دیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا مضمون پر اخبار اثنا عشری میں بہت جرح کی گئی ہے۔

اب ہم اڈیٹر صاحب اثنا عشری کو انکی غلطیوں پر مطلع کرتے ہیں۔ آپ کے مضمون سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر جواب لکھا ہے۔ ورنہ نہ تو آپ کو اس کے شائع کرنے کی جرأت ہوتی اور نہ ہمیں اس کی غلطیوں پر مطلع کرنے کی ضرورت پڑتی۔ ملاحظہ ہو عبارت کتاب۔

جعفر بن محمد الفزاری معنعنا عن ابی جعفر فی قولہ تعالےٰ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا قال الحسین فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا قال سمی اللہ المہدی المنصور کما سمی احمد ومحمد ومحمود وکما سمی عیسی المسیح

اس کا ترجمہ یہ فرمایا ہے۔ (یعنی ہماری طرف سے) اللہ نے مہدی کا نام منصور

ایک خاص امر کے ثابت کرنے کے لیے تجویز کی تھی۔ یہاں صرف استاد شاگرد یا گورو چیلہ کے تضاد و تناقض دکھلانا ہی مدنظر ہے۔ انشاء اللہ

"سوامی دیانند کی تاریخی لغزشیں اور غلطیاں" کے ہیڈنگ کے ماتحت پھر کبھی مفصل و شرح لکھینگے۔ اس وقت پنڈت لیکھرام صاحب کے اس واقعہ کے متعلق جو سوامی جی نے فرمایا ہے۔ تردیدی عبارت نقل کرنا ہی کافی ہے۔ جس سے معلوم ہو جائیگا۔ ......

کہ وہ پنڈت لیکھرام جس کی نسبت آریہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ وہ "رشی دیانند کے مشن کا زبردست مؤید اور شیدائی بلکہ پرچارک بھی تھا" اس رشی کی تحریرات و ارشادات کے خلاف قلم چلاتا ہے۔ پنڈت صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"اگرچہ اس جنگ میں راجپوتوں نے بہت جوہر دکھلائے۔ لیکن بسبب ناتجربہ کاری فوج پرتھوی راج مارا گیا۔ اور فوج کو شکست ہوئی" کلیات ص ۱۵۸۔ کالم ۲

آریہ دوستو! بتلاؤ۔ شہاب الدین غوری نے یش پال کو شکست دی۔ یا پرتھوی راج کو؟ استاد کا قول درست ہے یا شاگرد کا؟ سوامی جی نے مدلل بات کی یا پنڈت لیکھرام نے؟ رشی دیانند کے قول میں غلطی ہے۔ یا رشی کے چیلے پنڈت لیکھرام کی مرقومہ بالا عبارت میں؟ پس یہ فیصلہ تمہیں پر چھوڑا جاتا ہے۔

سماجی دوستو! مطالبات کا جواب سوچ لو۔ بقیہ مطالبات سننے کے لئے ۶ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء کا انتظار کرو۔ کیونکہ دل میں تمنا بہت ہے۔ یہی جی چاہتا ہے۔ کہ آریہ مسافر کا یادگاری مضمون اتنا ہی لمبا ہو۔ جتنا لمبا کہ ۶ مارچ کا دن۔ تاکہ ایک ایسا شخص جو آریہ مسافر کی یادگار میں شریک ہونا چاہے صبح سے شام تک اس کے آگے کلیات مسافر سے چنے ہوئے جواہر ریزوں کی بہار موجود ہے۔ جس سے وہ سارا دن مصروف رہ سکے۔ مگر افسوس کہ اڈیٹر صاحب کا جبری حکم اس دلی خواہش کو بار آور نہیں ہونے دیتا۔

اچھا! اے ہمارے ملکی مسافر تجھ سے ہم آج طوعاً کرہاً رخصت ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ اگلے برس [illegible] احمدی تیری یادگار ایسی ہی منانے کی کوشش کریگا۔ جیسے کہ اس کی خواہش تھی۔

(نیازمند۔ احمدی مہاجر فضل حسین کرشن نگری قادیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امام مہدی علیہ السلام کا نام معتبر کتب شیعہ میں

معزز ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۹ء زیر سُرخی "امام مہدیؑ کا غلام احمدؑ نام معتبر کتب شیعہ میں" ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں شیعہ کی معتبر کتاب بحار الانوار کے حوالوں سے ثابت کر دیا گیا تھا۔ کہ امام مہدی علیہ السلام کا نام **غلام احمد** ہی ہے۔ مگر بجائے اس کے کہ شیعہ صاحبان اس سے کچھ فائدہ حاصل کر کے راہ ہدایت پاتے۔ اور اپنے پیارے مہدیؑ کو پہچانتے۔ اُلٹا فحش گوئی اور سخت کلامی کرنے لگے ہیں۔ ہم کو ان کی گالی گلوچ کی کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ ہمیں ان کے بغض کا یہ وصف پہلے ہی معلوم تھا۔ چونکہ ہمارا کام ہی یہ ہے۔ کہ مریضوں اور بکواس کرنے والوں کا علاج کریں۔ اس واسطے ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی دعا بھی کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے پرانے "شیعہ بھائیوں" کو چشم بصیرت عطا فرماوے۔ کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنے ہادی کو پہچان لیں۔ اور ان انعامات سے متمتع ہوں۔ جن کا وعدہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیرؤں کو دیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا مضمون پر اخبار اثنا عشری میں بہت جرح کی گئی ہے۔

اب ہم اڈیٹر صاحب اثنا عشری کو انکی غلطیوں پر مطلع کرتے ہیں۔ آپ کے مضمون سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر جواب لکھا ہے۔ ورنہ نہ تو آپ کو اس کے شائع کرنے کی جرأت ہوتی اور نہ ہمیں اس کی غلطیوں پر مطلع کرنے کی ضرورت پڑتی۔ ملاحظہ ہو عبارت کتاب۔

جعفر بن محمد الفزاری معنعنا عن ابی جعفر فی قولہ تعالےٰ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا قال الحسین فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً قال سمی اللہ المہدی المنصور کما سمی احمد ومحمد ومحمود وکما سمی عیسی المسیح اس کا ترجمہ یہ فرمایا ہے۔ (یعنی ہماری طرف سے) اللہ نے مہدی کا نام منصور

اور اگر اللہ کو فاعل قرار دیں۔ تو معنی یہ ہوگا۔ کہ نام رکھا اللہ نے احمد کا۔ اور محمدؐ کا اور محمود کا کیا نام رکھا؟ اس کا کچھ پتہ نہیں۔ اور بجائے شخص واحد کے تین اشخاص معلوم ہوتے ہیں یعنے احمد کوئی اور ہے۔ اور محمدؐ اور ہے۔ اور محمود کوئی اور ہے۔ حالانکہ یہ خلاف عبارت ہے۔

پھر ایڈیٹر صاحب سمّٰہ اللہ کی تفسیر اس طرح پر کرتے ہیں " بلکہ صریح مفہوم یہ ہے۔ کہ جیسا ان بزرگواروں کے نام خدا نے رکھے ہیں۔ یعنی اپنے کلام پاک میں انہیں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح مہدی کا نام اس نے منصور رکھا ہے اور اس نام سے اپنے کلام میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔

اس پر کیا عرض کیا جاوے۔ اب تک تو اپنے نفس پر بات تھی۔ مگر اب نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ خدا کے کلام پر بھی تہمت باندھنے لگے۔ ایڈیٹر صاحب برائے خدا ذرا ہوش سنبھالئے۔ اور وہ کونسی آیت قرآن مجید کی آپ کو ملی ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد صلعم کا نام محمود رکھا ہو۔ یا مہدی کا نام منصور رکھا ہو۔ یعنی یہ فرمایا ہو۔ کہ ہم نے مہدی کا نام منصور رکھا ہے۔ اگر یہ نہ کر سکیں۔ اور ہرگز نہیں کر سکتے۔ تو کم سے کم المہدی کا لفظ قرآن شریف سے نکال دیجئے۔ ہاں۔ شاید ۴۰ پارہ والے قرآن مجید میں امام غائب علیہ السلام کے پاس یہ آیت ہو۔ تو ہو۔

پس صحیح اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ ان فقرات کا کہ سمی اللہ المہدی المنصور کما سمی احمد ومحمد ومحمود یہ ہے۔ کہ اللہ نے مہدی کا منصور نام رکھا ہے جیسا کہ اس نے اسکا (مہدی کا) نام احمدؐ اور محمدؐ اور محمودؐ رکھا ہے یہ ترجمہ اس وقت کہ جب دوسرا سمی بھی معروف پڑھا جائے۔ اور اگر مجہول ہو تو پھر یہ ہے کہ اللہ نے مہدی کا نام منصور رکھا ہے۔ جیسا کہ اسکا (مہدی کا) نام احمدؐ اور محمدؐ اور محمودؐ رکھا گیا ہے۔ اس صورت میں سمّی فعل کا نائب فاعل المہدی ہوگا۔ اور سمی میں ضمیر ہوگی۔ جو المہدی کیطرف پھرے گی۔ پس حاصل یہ ہوا۔ کہ جس طرح مہدی کا نام احمدؐ اور محمدؐ اور محمودؐ رکھا گیا ہے اسیطرح آپ کا نام اللہ نے منصور رکھا ہے۔ اسی طرح کما سمی عیسیٰ المسیح کا مطلب

یہ ہے۔ کہ جسطرح کہ نام رکھا گیا مہدی عیسی المسیح۔ اسی طرح آپ کا نام اللہ نے منصور رکھا ہے۔

اب ہم مزید ثبوت کے لئے چند ایک اور حوالے پیش کرتے ہیں۔ جس سے ہمارے اس مدعا کی مزید تائید ہوجائیگی۔ کہ درحقیقت حضرت مہدی علیہ السلام کا نام احمدؑ اور محمدؐ اور مسیح بھی ہے۔ مہدی کا نام محمدؐ۔ دیکھو کتاب نمبر صد و سی و ششم نجم ثاقب صہ ۳۴۔ مہدی کا نام احمدؐ ہے دیکھو کتاب غایت المقصود۔ اسم او احمد است بحوالہ کتاب غیبت طوسی و بحوالہ اکمال الدین شیخ صدوق پھر مہدی کا نام مسیح ہے۔ چنانچہ لکھا ہے مسیح الزماں اسم آنجناب است در کتاب فرنگیاں کتاب نجم ثاقب۔ کیا اب بھی ایڈیٹر صاحب اثنا عشری کو مہدی کے احمد اور محمدؐ اور محمود ہونے میں شک ہے؟

عن ابی جعفر انہ قال صاحب هذا الامر اصغرنا سنا و احملنا شخصا قلت متی یکون قال اذا سارت الرکبان به بیعة الغلام فعند ذالک یرفع کل ذی صیصة لواء۔ (کتاب بحار الانوار جلد ۱۳)

حضرت باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ اس امر کا صاحب از روے سن ہم میں چھوٹا ہوگا۔ اور از روئے شخصیت ہم میں جمیل تر ہوگا۔ راوی کہتا ہے۔ یہ کب ہوگا۔ تو فرمایا۔ کہ جسوقت سوار بیعت غلام کے لئے روانہ ہونگے۔ اسوقت ہر ایک قلعہ دار جھنڈا اٹھائے گا۔ اثنا عشری صفحہ ۵۔ ۲۳ رمئی نمبر ۲۰۔

قولہ لیکن ایڈیٹر صاحب کے دل میں خود ایک چور بیٹھا ہوا ہے۔

اقول۔ ایڈیٹر صاحب اثنا عشری کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ وہ چور ہمارا نہیں بلکہ آپکا ہے۔ جو ہمارے پاس کبھی کبھی آجاتا ہے۔ اسلئے اس کے بھگانے کیلئے ہم نے قوم کو دوسرا حربہ بھی دیدیا تھا۔ ورنہ ہمارا پہلا حربہ بھی کافی تھا۔ ہم کو اطمینان ہے کہ غلام سے مراد درحقیقت حضرت مرزا غلام احمد صلوٰۃ اللہ و علیہ السلام ہے۔

چونکہ کتاب مذکور کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مہدی کے بیعت لینے اور بعثت اور ظہور کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ پس ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں

مہدی لڑکا نہیں ہو سکتا۔ پس غلام سے مراد اس کا اسم ہے۔ چنانچہ عبارت بالا کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب کتاب سارت الرکبان کی تفسیر اسطرح پر کرتے ہیں۔

اَیْ اشتہر الخبر فی الآفاق ان بویع الغلام اَیْ القائم۔ یعنی لوگوں میں یہ خبر مشہور ہوگی۔ کہ غلام کی بیعت کیگئی۔ چنانچہ ساری دنیا کا چکر لگا کے دیکھئے کہ لوگوں میں یہ مشہور نہیں۔ کہ مہدی کی بیعت کی گئی۔ بلکہ یہ مشہور ہے۔ کہ غلام احمد قادیانی کی بیعت لوگوں نے کرلی۔ پس معلوم ہوا۔ کہ غلام سے مراد اس کا اسم ہے۔ نہ لڑکا۔

حسب اعتقاد شیعہ صاحبان امام غائب کو اندازاً ایک ہزار برس ہوا۔ کیا اتنا زمانہ گذرنے کے بعد بھی وہ لڑکا ہی رہیگا۔ حالانکہ آدمؑ سے لیکر آجتک کوئی ایسا انسان نہیں گذرا جس پر زمانہ کے گذرنے کا اثر نہ ہوا۔

(خادم القوم میر غلام حیدر خاں (مولوی عالم) از لاہور)

ایک مولوی فاضل کے سوالوں کا جواب

اخبار اتحاد مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۹ء کے صفحہ ۴ پر ایک مضمون بعنوان "قادیانیوں پر اعتراضات شائع ہوا ہے۔ جس میں احمدیوں پر دو سوال کیئے گئے ہیں۔ اور ان کا جواب طلب کیا گیا ہے۔ سو ذیل میں ہم سوالات اور ان کے جوابات تحریر کرتے ہیں"

سوال اوّل۔ حیات مسیح کا عقیدہ اگر شرک ہے۔ تو آجتک اُمت محمدیہ کیوں شرک میں پڑی رہی؟ (شرک وہ بلا ہے۔ جو کبھی بخشا نہیں جاتا) کیا مرزا صاحب کا ہی انتظار باقی تھا؟

جواب مسیحؑ کی حیات کا عقیدہ اگرچہ بظاہر شرک نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن درحقیقت اس کے اندر شرک پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جب حضرت عیسٰیؑ کو آسمان پر زندہ مانا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے۔ کہ وہی دوبارہ دنیا میں جلوہ افروز ہونگے۔ تو مسیحؑ کو ایک

ایسا آدمی ماننا پڑیگا۔ کہ جسکی دنیا میں کوئی نظیر نہیں پائی جاتی۔ تو مسیحؑ کو زندہ ماننے سے عیسائیت کی مدد ہوگی۔

ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد داوند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میّت را

ہاں ایک بات یہ ہے۔ کہ آیا پہلے لوگ مسیحؑ کے زندہ ماننے کی وجہ سے قابل مواخذہ ہیں یا نہیں۔ تو پہلے لوگ اس عقیدہ کی وجہ سے قابل مواخذہ نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے تو غلطی کہائی۔ اور ان پر اتمام حجت نہیں ہوئی۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنی تقریر "احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے"۔ فرماتے ہیں:۔

"حیات مسیح کا مسئلہ اوائل میں صرف ایک غلطی تھا۔ مگر آجکل وہ ایک اژدہا ہے۔ جب عیسائیوں کا خروج زور سے ہوا۔ اور انہوں نے مسیحؑ کی زندگی کو ایک قوی دلیل اس کی خدائی کے واسطے پکڑی۔ اور کہا۔ کہ اگر کوئی دوسرا انسان ایسا کر سکتا ہے۔ تو آدمؑ سے لیکر آجتک اس کی کوئی نظیر پیش کرو"

(پھر فرماتے ہیں)۔ اس بات سے دہوکہ نہ کھاؤ۔ جو لوگ کہدیتے ہیں کہ کیا خدا قادر نہیں۔ بیشک خداتعالیٰ قادر ہے۔ لیکن تمام جہان میں سے کسی ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا جو دوسروں کیواسطے نہیں۔ ایک مبدء شرک ہے"۔

پس جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے حیات مسیحؑ کے مسئلہ کو مبدء شرک قرار دیا ہے۔ تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آپ اسلاف کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

آپ اسی تقریر میں لکھتے ہیں:۔

"پھر یہ سوچنا چاہئے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ کی حیات کے عقیدہ نے آجتک دنیا میں کیا بنایا ہے۔ اور کیا فائدہ بنی آدم کو پہنچایا ہے۔ سوائے اس کے کہ ۲۰ کروڑ انسان مُردہ پرست بنگیا۔ پس پہلوں نے اگر وفات مسیحؑ کے مسئلہ میں اجتہادی غلطی کھائی۔ تب بھی ان کو ثواب ہے۔ کیونکہ مجتہد

کے متعلق لکھا ہے۔ قد یخطی ویصیب۔ کبھی خطا کرتا ہے۔ اور کبھی صواب۔ مشیت الٰہی نے ان سے جو کچھ کرایا۔ سو کرایا۔ اس میں بھی اسرار الٰہی تھے۔ خدا نے ایک معاملہ ان سے مخفی رکھا۔ اور وہ غفلت میں رہے خدا جب چاہتا ہے۔ ایک بھید کو مخفی کرتا ہے۔ جب چاہتا ہے ظاہر کر دیتا ہے۔ ہاں اس زمانہ کے لوگوں پر خدا تعالےٰ نے اس مسئلہ کی حقیقت کھولدی"

پھر اسیطرح آپ تحفہ گولڑویہ کے صد۱۲ میں فرماتے ہیں:۔

"حالانکہ نظیر کا پیش کرنا دو وجہ سے ضروری تھا۔ ایک اس غرض سے کہ تا حضرت عیسےٰ ؑ کا زندہ رہنا آسمان کیطرف اٹھائے جانا انکی ایک خصوصیت ٹھیر کر منجر الی الشرک نہ ہوجائے"

پھر آپ لیکچر سیالکوٹ صد۲ میں فرماتے ہیں:۔

ہاں جن لوگوں نے مجھ سے پہلے اس بارے میں غلطی کی ہے۔ ان کو وہ غلطی معاف ہے۔ کیونکہ انکو یاد نہیں دلایا گیا تھا۔ انکو حقیقی معنی خدا کے کلام کے سمجھائے نہیں گئے تھے۔ پر میں نے تمکو یاد دلایا۔ اور صحیح صحیح معنے سمجھا دئے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا۔ تو غلطی کیلئے رسمی تقلید کا ایک عذر تھا۔ لیکن اب کوئی عذر باقی نہیں"

پھر یہ بھی یاد رہے۔ کہ ہر ایک بات کے ظہور کے لئے ایک وقت ہوتا ہے۔ اپنے وقت پر آ کر کھلتی ہے۔ پہلے اس مسئلہ کی ضرورت نہیں پڑی۔ نہیں کھلا۔ لیکن مسیح موعود جسکا کام کسر صلیب تھا۔ اس کے وقت میں خدا تعالےٰ نے اس مسئلہ کی حقیقت مسیح موعود پر کھولدی۔ اور وفات مسیحؑ کو ادلہ بینہ و وضوح قرآن مجید و احادیث سے نکالکر ثابت کیا۔ پس بعد وضوح ادلہ کے حیات مسیحؑ کو ماننا نصاریٰ کی تائید کرنا ہے۔

نبی کریمؐ فرما چکے ہیں لتتبعن سنن من قبلکم۔ کہ میری اُمت کے لوگ یہود کی پیروی کرینگے۔ اور ان کے مثیل بن جائیں گے۔ پس حیات	امت محمدیہ کا مثیل یہود بننا

مسیح کے عقیدہ سے وہ اسی طرح مشرک قرار دیئے جائینگے۔ جس طرح کہ یہودی بعد انکار حضرت عیسٰی علیہ السلام مشرک ٹھہرے۔ حالانکہ وہ ایلیاؑ کو حضرت مسیحؑ سے پہلے بھی آسمان پر زندہ مانتے تھے۔ لیکن جب مسیحؑ نے آکر انہیں سمجھایا۔ کہ ایلیاؑ آسمان پر نہیں گئے۔ اور نہ ہی وہ دوبارہ دنیا میں آئینگے۔ بلکہ ایلیاؑ کے آنیسے مراد اسکا مثیل ہے۔ تو پھر حضرت مسیحؑ کے اتمام حجت کر دینے کے بعد بھی جب اسی عقیدہ پر اڑے رہے تو ان کو مشرک کے اسم کے ماتحت داخل کیا گیا۔ جیسے کہ تفسیر کبیر میں ان اللہ لا یغفر ان یُشرَکَ بہٖ ویغفر مادون ذٰلک کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"ھذہ الاٰیۃ دالۃ علٰی ان الیھود یسمی مشرکا فی عرف الشرع ویدل علیہ وجھان۔ الاول ان الاٰیۃ دالۃ علٰی ان ما سوی الشرک مغفور فلو کانت الیھودیۃ مغایرۃ للشرک لوجب ان تکون مغفورۃ بحکم ھذہ الاٰیۃ و بالاجماع ھی غیر مغفورۃ فدلّ علٰی انّھا داخلۃ تحت اسم الشرک

الثانی ان اتصال ھذہ الاٰیۃ بما قبلھا انما کان لانھا تتضمن تھدید الیھود فلولا ان الیھودیۃ داخلۃ تحت اسم الشرک والا لم یکن الامر کذٰلک فان قیل قولہ تعالٰی ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا الی قولہ والذین اشرکوا عطف المشرک علی الیھودی وذٰلک یقتضی المغایرۃ قلنا المغایرۃ حاصلۃ بسبب المفھوم اللغوی والاتحاد حاصل بسبب المفھوم الشرعی"

تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۴۲

یہ آیت اس بات پر دال ہے۔ کہ عرف شرع میں یہود کو مشرک کہتے ہیں۔ اور دو وجہوں سے اس پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے۔ کہ آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ شرک کے سوا باقی گناہ بخشے جا سکتے ہیں۔ پس اگر یہودیت شرک کے مغایر ہوتی - تو وہ اس آیت کے حکم کے ماتحت مغفورہ ہونی چاہئے تھی۔ لیکن اس بات پر اجماع ہے۔ کہ وہ بخشی نہیں جائیگی۔ پس اس آیت نے دلالت کی۔ کہ یہودیت اسم مشرک کے نیچے داخل ہے۔

دوسری وجہ دلالت کی یہ ہے۔ کہ اس آیت کا اپنے ماقبل سے اتصال اسوجہ سے ہے۔ کہ وہ اپنے اندر یہود کی تہدید کو رکھتی ہے۔ پس اگر یہودیت اسم شرک کے نیچے داخل نہ ہوتی۔ تو اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ ہوتا۔ ہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ قرآن مجید میں انّ الذین اٰمنوا والذین ھادوا اور قول والذین اشرکوا میں مشرک کو یہودی پر عطف کیا ہے اور عطف مغایرت کا مقتضی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مغایرت مفہوم لغوی کی وجہ سے ہے۔ اور اتحاد شرک اور یہودیت میں بوجہ مفہوم شرعی کے ہے"

الغرض جیسے یہود مسیحؑ کا انکار کر کے اور ایلیا کے دوبارہ آنیکا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے مشرک ٹھیرے۔ اسی طرح مسلمان بوجہ انکار مسیح موعود بعد اتمام حجت مسیح ناصری کو آسمان پر زندہ اور انہی کے دوبارہ آنے کے عقیدہ رکھنے کیوجہ سے مثیل یہود بنگئے۔

سوال دوسرا۔ اگر وفات مسیحؑ کے قائل اہلسنت ہیں۔ تو آپ اُن میں سے کسی کا مذہب کسی کتاب سے نقل کریں؟

جواب۔ امام مالکؒ کا یہ مذہب ہے۔ کہ مسیحؑ مر گئے۔ ملاحظہ ہو مجمع البحار جلد ا صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ نولکشور۔

"والاکثر ان عیسٰی علیہ السلام لم یمت وقال مالک مات" اکثر تو حضرت عیسےؑ کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ وہ نہیں مرے۔ اور امام مالکؒ نے کہا ہے۔ کہ وہ مر گئے ہیں۔ اور اسیطرح سنوسی شرح مسلم جلد ا میں امام مالکؒ کا مذہب لکھا ہے

الاکثر انہ لم یمت بل رفع وفی العتبیہ قال مالک مات

امام ابن حزم کا یہ مذہب ہے۔ کہ مسیحؑ مر گئے ہیں ملاحظہ ہو حاشیہ جلالین مع کمالین صفحہ ۱۰۹ مطبع مجتبائی دہلی زیر آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔

"فسّر البغوی بالقبض والاخذ من الارض کما یقال توفیت المال اذا قبضتہ لقولہ تعالیٰ انّی متوفیک ورافعک الیّ وتمسک ابن حزم بظاھر الایۃ فقال بموتہ امام بغوی نے تو توفیتنی کی تفسیر قبض کرنا اور زمین کو پکڑ لینے کے ساتھ مشہور مثال توفیت المال یعنی میں نے مال کو قبض کر لیا۔ کی بنا پر کی ہے۔ اسلئے کہ خدا

تعالیٰ نے مسیح ناصری کے لئے انی متوفیک ورافعک فرمایا ہے اور ابن حزم نے ظاہر آیت سے تمسک کیا ہے۔ اور مسیحؑ کی موت کو تسلیم کیا ہے۔

پھر صفحہ میں لکھا ہے۔ اور نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب زاد المعاد صہ۱۹ مصنفہ حافظ ابن قیم رئیس المحدثینؒ۔ ومایذکران عیسی رفع وھو ابن ثلث وثلثین سنۃ لایعرف بہ اثر متصل یجب المصیر الیہ قال الشامی وھو کما قال فان ذالک انما یروی عن النصاریٰ

اور یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو اس کے لئے کوئی اثر متصل نہیں پایا جاتا۔ کہ جو اس کے رفع الی السماء کے اختیار کرنے کو واجب کرے۔ اور شامی نے کہا ہے۔ یہ بات اسی طرح پر ہے۔ کیونکہ یہ نصاریٰ سے روایت کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔

پھر اسی طرح تاریخ طبری میں مسیح ابن مریم کی قبر کا ایک کتبہ نقل کیا گیا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

ھذا قبر رسول اللّٰہ عیسی ابن مریم علیہ السلام الی ھذہ البلاد ''طبری جلد۲ صہ۳۹، مطبوعہ مصر'' یعنی یہ قبر عیسی ابن مریم کی ہے جو خدا تعالےٰ کے رسول تھے۔ اور ان شہروں کی طرف بھیجے گئے۔

پھر ابن عباسؓ کا مذہب جواہر الحسان فی تفسیر القرآن میں یہ لکھا ہے۔

قال ابن عباس ھی وفات موت ونحوہ المالک فی العتبیۃ'' ابن عباسؓ نے کہا ہے۔ کہ وہ وفات موت کی تھی۔ اور اسی طرح مالک کا مذہب عتبیہ میں ہے۔

اور اسیطرح ملاحظہ ہو۔ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۵ صہ ۴۲۱ ان عیسی رفع وھو ابن ثلث وثلثین ھذا قول النصاریٰ اما حدیث النبی عاش عیسیٰ عشرین ومائۃ'' عیسیٰؑ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ یہ نصاریٰ کا قول ہے۔ لیکن نبی کریمؐ کی حدیث یہ ہے۔ کہ عیسےٰؑ ۱۲۰ برس زندہ رہے۔

اخیر میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا عقیدہ وہی ہے۔ جو قرآن وحدیث سے

ثابت ہے۔ وہ خطا ہو۔ فرداً فرداً عقیدہ و کہانا ہمارا فرض نہیں۔ آپ ایک کا نام پوچھتے ہیں۔ ہم تمام صحابہؓ کا عقیدہ و کہاتے ہیں۔ اور اہل سنت وہی ہیں۔ جو ما انا علیہ واصحابی پہ کاربند ہیں۔"

اجماع صحابہؓ

پھر صحابہؓ کا پہلا اجماع بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کی وفات پر ہوا۔ اور وہ واقعہ یوں ہے۔ کہ جب نبی کریمؐ فوت ہو گئے۔ تو صحابہؓ میں ایک قلق و اضطراب پیدا ہوا۔ حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی۔ اور کہنا شروع کیا۔ کہ جس نے کہا۔ کہ رسول کریمؐ قبر گئے ہیں۔ اسکی گردن اڑا دونگا۔ سو اس غلطی کے ازالہ کیلئے حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر چڑھ کہ خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا کہ اے لوگو! اگر تمہارا معبود محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ تو وہ فوت ہو گیا۔ لیکن اگر تمہارا خدا وہ ہے جو کہ آسمانوں میں ہے۔ تو وہ نہیں مرا۔ پھر ما محمد الا رسول قد خلت الخ آیت پڑھی اور لوگ رونے لگ پڑے۔ بعض حدیثوں میں آتا ہے۔ کہ عکرمہ بن عمرؓ نے کہا۔ کہ ہمارے مونہوں پر پردے تھے۔ وہ کھل گئے۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ ہمیں یہ آیت یاد ہی نہیں رہی تھی۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے اس آیت سے تمام انبیاء کی وفات پر استدلال کیا۔ اور صحابہؓ نے سُنا۔ اور تائید کی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس موقعہ پر وفات مسیحؑ کے عقیدہ پر اجماع ہوا ہے۔ کیونکہ اگر صحابہؓ سب کے سب یا بعض انمیں سے حضرت عیسےٰؑ یا اور کسی نبی کی زندگی کے قائل ہوتے۔ تو وہ فوراً حضرت ابوبکرؓ کے استدلال کی تردید کرتے۔ اور کہتے۔ کہ آنحضرت صلعم کی موت کیوں لازم ہے۔ جبکہ ابھی فلاں نبی زندہ ہے۔ لیکن صحابہؓ میں سے ایک شخص نے بھی حضرت ابوبکرؓ کے استدلال کی تردید نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ صحابہؓ آنحضرتؐ سے پہلے نبیوں میں سے کسی نبی کی زندگی کے قائل نہیں تھے۔ (صحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۷ مطبوعہ مصر کتاب الفضائل باب فضل ابی بکرؓ)

پھر حدیث عن عائشہ انہ قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ ان جبرائیل یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقرآن العام

مرتین واخبرنی انہ لم یکن نبی الاعاش نصف الذی قبلہ واخبرنی ان عیسی ابن مریم عاش مائة وعشرین سنة ولا ارانی الا ذاهبا علی راس ستین (مواہب اللدنیہ مصنفہ علامہ قسطلانی جلد ۱ صفحہ ۴۲)

(۲) شرح مواہب اللدنیہ علامہ محمد ابن عبدالباقی زرقانی مالکی جلد ۱ صفحہ ۴۲)

پھر یہی حدیث ابن عمر سے اس طرح مروی ہے ۔ عن ابن عمر ان عیسی عاش مائة وعشرین سنة کذا فی الاصابة اور حجج الکرامہ فی آثار القیامہ اور فاطمة الزہرا سے طبرانی نے یہ حدیث روایت کی ہے ۔ ماثبت بالسنة صفحہ ۴۹ مطبوعہ لاہور مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی نے اسطرح روایت کی ہے۔

"لم یکن نبی الاعاش نصف عمر اخیہ الذی قبلہ وقد عاش عیسی خمسہ وعشرین سنة ومائة" یعنی جو لوگ نبی کریمؐ کی عمر ۶۲ سال بتاتے ہیں۔ تو وہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ کہ نبی کریمؐ فرماتے ہیں۔ کہ نہیں ہوا کوئی نبی ۔ مگر اس کی عمر پہلے نبی سے نصف ہوئی ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ ایکسو پچیس برس زندہ رہے۔ پس اس حدیث سے جو مندرجہ بالا کتب نے روایت کی ہے۔ روز روشن کیطرح ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصری اپنی عمر پا کر دنیا فانی سے گذر چکے ہیں۔

پھر کتاب الفصل میں امام ابو محمد علی ابن حزم یوں فرماتے ہیں:۔

"وقد صح الاجماع والنص علی ان ارواح الانبیاء صلوات اللہ علیہم فی الجنة .... وکذلک ارواح الشہداء فی الجنة واخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ رآھم لیلة اسری بہ فی السموات سماء سماء آدم فی سماء الدنیا وعیسی ویحیی فی الثانیة ویوسف فی الثالثة ادریس فی الرابعة وھارون فی الخامسة وموسی وابراھیم فی السادسة والسابعة صلی اللہ علی جمیعھم وسلم فصح ضرورة ان السموات ھی الجنات" (کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل ملا امام ابو محمد علی ابن حزم)

ترجمہ۔ اور یہ بات اجماع اور نص سے ثابت ہے۔ کہ ارواح انبیاء علیہم السلام

اور شہداء کے جنت میں ہیں۔ اور نبی کریمؐ نے خبر دی ہے۔ کہ میں نے انکو اسراء کی رات میں دیکھا کہ آسمانوں میں ایک ایک آسمان کرکے دیکھا ہے۔ آدمؑ پہلے آسمان میں حضرت عیسےٰؑ اور حضرت یحییٰؑ دوسرے میں اور حضرت یوسفؑ تیسرے میں حضرت ادریسؑ چوتھے میں اور حضرت ہارونؑ پانچویں میں اور حضرت موسیٰؑ و حضرت ابراہیمؑ چھٹے اور ساتویں میں۔ پس اس سے بالبداہت ثابت ہوگیا۔ کہ آسمان ہی جنات ہیں۔ الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جنت میں دوسرے انبیاء کے ساتھ پایا جانا مذکورہ بالا قول سے ثابت ہوگیا اور اس سے حضرت عیسےٰؑ کی وفات بھی ثابت ہوگئی۔ اور نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جنت ایک ایسا مقام ہے جس سے پھر کوئی نہیں نکالا جائیگا۔ جیسا کہ آیات "واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیہا مادامت السموٰت والارض الا ماشاء ربک عطاء غیر مجذوذ اور وفاکھۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ اور وما ھم منھا بمخرجین سے ثابت ہے۔ کہ جو جنت میں داخل کیا جائے پھر اس سے نکالا نہیں جاتا۔ پس مسیح کا مندرجہ بالا قول کے مطابق جنت میں ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ اور پھر دنیا میں نہیں آسکتے۔

سوال تیسرا۔ کیا خازن کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ مر گئے؟ اور اگر وہ حیات مسیحؑ کے قائل ہیں۔ تو ان کی عبارت کا مطلب اسی طرح سمجھنا چاہیئے۔ جیسا کہ ذرا غور کے بعد ظاہر ہوسکتا ہے؟

جواب۔ خازن کے عقیدہ کے ہم ذمہ وار نہیں۔ ہم نے تو آپکے مسلمہ متقدمین کی تفسیر سے ویوم یجمع اللہ الرسل کی تفسیر میں ایک قول نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیحؑ وفات پاچکے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں دوسروں کے اقوال درج کرتے ہوئے ایک قول یہ بھی درج کرتے ہیں۔

وقیل معناہ لاحقیقۃ نعلمنا العاقبۃ امرھم انّا کنا نعلم ماکان من افعالھم واقوالھم وقت حیاتنا ولا نعلم ما کان منھم بعد وفاتنا ولا نعلم ما احدثوا من بعد نا ومنہ ما اخبر اللہ عن عیسےٰ علیہ السلام

لقولہ وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی "۔ پس خازن نے یہ قول نقل کر کے بتا دیا ہے۔ کہ اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ اور کئے گئے ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا باقی تمام رسولوں کے ساتھ ملکر یہ جواب دینا کہ میرے جیتے جی انہوں نے شرک وغیرہ نہیں کیا۔ ہاں اگر انہوں نے اپنے ربّ کے ساتھ شریک ٹھیرایا ہے۔ تو وہ میری وفات کے بعد ہوگا جس کا مجھے کچھ علم نہیں۔ ان معنوں کی روسے وفات مسیح ثابت ہے۔ کیونکہ اگر ان کو زندہ تسلیم کیا جائے۔ اور پھر جا کر وہ کہیں۔ کہ لاحقیقۃ لعلمی لعاقبۃ امرھم لانی کنت اعلم ماکان من افعالھم واقوالھم وقت حیاتی غلط ثابت ہوگا۔ کیونکہ وہ تو دیکھ سکتے ہیں۔ کہ عیسائی تثلیث کے معتقد ہیں۔ پھر انکا قیامت کے دن کہنا۔ کہ مجھے ان کے شرک کا علم نہیں جھوٹ ہوگا۔ پس ہم نے خازن کی عبارت کو اس لحاظ سے نہیں پیش کیا۔ کہ اسکا یہی عقیدہ ہے۔ بلکہ ہم نے اسواسطے نقل کیا ہے۔ کہ اس آیت کے معنے کرتے ہوئے وفات مسیح کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ یا کم از کم اس سے استدلال ہو سکتا ہے۔ کہ مسیح وفات پا چکے ❊

سوال چوتھا۔ جب موت کا لفظ آپ کے نزدیک دس معنی میں آتا ہے۔ تو توفی کے دو چار معنی میں آپ کیوں تامل فرما رہے ہیں۔ صاف کیوں نہیں کہدیتے۔ کہ توفی کا لفظ متشبہ ہے۔ جیسا کہ عالم خواب میں مرزا صاحب نے بھی مان لیا تھا ❊

جواب ۔ موت کا لفظ دس معنوں میں ہمارے نزدیک ہی نہیں۔ بلکہ اہل لغت عرب کے نزدیک بھی آتا ہے۔ توفی کا لفظ متشبہ نہیں۔ اور آپکا باوجود مولوی فاضل ومنشی فاضل ہونے کے یہ لکھنا کہ توفی کے دو چار معنے میں آپ کیوں تامل فرما رہے ہیں مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ اگر موت کا لفظ چند معانی میں مشترک ہے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ توفی کا لفظ بھی چند معنوں پر مشترک ہے۔

سنئے! اہل لغت اس بات پر متفق ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ فاعل ہو۔ اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو۔ اور توفی کا لفظ بولا جائے۔ تو اس کے سوائے قبض روح کے اور معنے

نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں سے ظاہر ہے:۔

(۱) توفاہ اللہ ای قبض روحہ (منتہی الارب صہ ۴۳۵ جلد ۴)

(۲) توفی فلان وتوفاہ اللہ۔ ادرکتہ الوفات (اساس البلاغہ جلد ۲ صہ ۱۷۱)

(۳) توفی اللہ فلاناً۔ قبض روحہ۔ وتوفی فلاناً مجھولاً۔ ای قبض روحہ ومات فاللہ المتوفی والعبد المتوفّٰی۔ (اقرب الموارد)

(۴) توفاہ اللہ۔ قبض روحہ (قاموس جلد ۴ صہ ۳۰۱)

(۵) توفی فلان۔ ای مات (تاج العروس جلد ۱۰ صہ ۳۹۴)

(۶) وتوفی فلان وتوفاہ اللہ اذا قبض نفسہ (لسان العرب جلد ۲۰ صہ ۲۸۰)

(۷) توفاہ اللہ ای قبض روحہ (صحاح جوہری جلد ۲ صہ ۵۲۳)

پھر خود مفسّرین نے بھی متوفیک کے یہ معنے کئے ہیں۔ دیکھو:۔

(۱) متوفیک۔ ممیتک حتف انفک لا قتلاً بایدیھم (کشاف جلد ۱ صہ ۴۰۶ مطبوعہ کلکتہ)

(۲) قابض روحک (حاشیہ شیخ احمد صاوی المالکی علی جلالین)

(۳) المراد بالتوفی حقیقۃ الموتُ (خازن)

(۴) توفی اللہ عیسٰی ابن مریم ثلٰث ساعات من النھار (تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ۲ صہ ۳۶ قول وہب)

(۵) ان اللہ توفی عیسٰی سبع ساعات ثم احیاہ (در منثور)

(۶) ممیتک حتف انفک لا قتلاً بایدیھم (روح البیان جلد ۱)

پس مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہے۔ کہ توفی کے معنے قبض رُوح کے ہیں۔ لیکن آگے مفسّرین کے دو مذہب ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں۔ کہ مسیحؑ پہلے تین گھڑی یا سات گھڑی مرگیا۔ پھر زندہ کیا گیا۔ اس مذہب کو تو آیت حرام علٰی قریۃ اھلکنھا انھم لا یرجعون۔ اور فیمسک التی قضی علیھا الموت۔ (مُردے زندہ نہیں ہو سکتے) رَدّ کرتی ہے۔ اور دوسرا مذہب مفسّرین کا یہ ہے۔ کہ:۔

متوفیک بعد میں ہے۔ اور رافعک پہلے ہے۔ اسے نبی کریم کا قول ابدؤا بما بدا اللہ رد کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ترتیب پائی جاتی ہے۔ اسی لئے اصول فقہ والوں نے قرآن مجید کو نظم لکھا ہے۔ کہ یہ موتیوں کی پروئی ہوئی لڑی کی طرح ہے بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح نہیں؟

پس جب توفی کے معنے مذکورہ بالا قاعدے کے ماتحت قبض روح کے ہیں۔ اور سوائے اس کے اور کچھ معنے نہیں ہو سکتے۔ توپھر توفی کے لفظ میں کیسا شُبہ! اور آپ کا خواب یا تو اضغاث احلام میں شامل ہے۔ یا محض کذب اور افترا ہے جیسا کہ باوجود مطالبہ کے حلف نہ لینے سے ظاہر ہے؟

سوال پانچواں۔ توفی کا لفظ مع شرائط انتخاب آیۃ النوم میں پیش کیا جا چکا ہے۔ کیا آپ سونیوالے کو حقیقی مُردہ تصور کرینگے۔ اور جو آثار موت پر مترتب ہوتے ہیں۔ اس پر بھی مترتب کرینگے؟

جواب۔ آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی۔ اس آیت سے اسی قاعدہ کے ماتحت جو ہم چوتھے سوال کے جواب میں بیان کر چکے ہیں۔ ثابت ہوتا ہے۔ کہ توفی کے معنے تو قبض روح کے ہیں۔ نہ کچھ اور۔ لیکن قبض روح کی آگے دو صورتیں ہیں۔ کامل و ناقص۔ کامل تو موت کے وقت ہوتی ہے۔ اور ناقص نیند کے وقت۔ پس جہاں کہیں بھی مذکورہ بالا قاعدہ کے ماتحت محض توفی کا لفظ بلا کسی قرینہ کے استعمال ہوگا۔ وہاں کامل قبض روح یعنی موت کے لئے ہی ہوگا۔ جہاں توفی کے ساتھ لیل یا مناما یا ایسا ہی کوئی اور قرینہ آئیگا۔ جو نیند پر دلالت کریگا۔ وہاں ناقص قبض روح مراد ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں صرف دو جگہ توفی سے مراد ناقص قبض روح لی گئی ہے۔ ایک تو مذکورہ بالا آیت میں اس لئے کہ وہاں مناما اور لم تمت کا قرینہ موجود ہے۔ اور ایک آیت وھوالذی یتوفاکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنھار۔ انعام ع میں کیونکہ اس میں توفی کے بعد لفظ لیل قرینہ ہے

لیکن جب توفی کا لفظ بغیر قرینہ صارفہ کے آئیگا۔ تو اس سے مراد حقیقی مرنا ہی ہوگا۔ اور کچھ نہیں مسیح کیلئے توفی کا لفظ آیا ہے۔ تو وہ بغیر کسی قرینہ صارفہ کے آیا ہے۔ لہذا اس کے معنی حقیقی مردہ کے ہی ہونگے۔

مذکورہ بالا معنوں کی تائید تفاسیر سے بھی ہوتی ہے۔ دیکھو ترجمان القرآن جلد ۱۲۔ صد ۵۵ ۔

"حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی خبر دیتا ہے۔ کہ وہ متصرف ہے وجود میں ساتھ اس شئے کے جو چاہتا ہے۔ اور وہی جانوں کو بڑی وفات دیتا ہے۔ ان نگہبان فرشتوں کے واسطے سے جنکو بھیجتا ہے۔ وہ ان کو بدنوں سے قبض کر لیتے ہیں۔ اور وفات صغریٰ وقت سونے کے ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وھو الذی یتوفکم باللیل الخ اللہ پاک نے اس آیت میں دونو وفات کا ذکر فرمایا صغریٰ کا پھر کبریٰ کا اور یہاں کی آیت میں کبریٰ کا ذکر کیا ہے۔ پھر صغرےٰ کا۔ اور اسی لئے یوں فرمایا ہے۔ اللہ یتوفی الانفس"۔ پھر دیکھو خازن جلد ۴ صد ۶۸۔

"وقال علی ابن ابی طالب تخرج الروح عند النوم ویبقے شعاعھا فی الجسد فبذالك یری الرؤیا فاذا انتبه من النوم عادت الروح الی الجسد باسرع من لحظة وقیل ان ارواح الاحیاء والاموات تلتقی فی المنام فتتعارف ماشاء اللہ تعالیٰ فاذا ارادت الرجوع الے اجسادھا امسك اللہ تعالیٰ ارواح الاموات عندہ وارسل ارواح الاحیاء الی اجسادھا الیٰ حین انقضاء مدۃ اجالھا"

علیؓ ابن ابی طالب نے فرمایا ہے کہ سونیکے وقت روح نکلجاتی ہے اور جسد میں اس کی شعاع باقی رہجاتی ہے۔ پس اسیوجہ سے وہ رؤیا کو دیکھتا ہے جب وہ نیند سے اٹھتا ہے۔ تو روح جسم کیطرف بہت ہی جلدی لوٹ آتی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ زندوں اور مُردوں کے ارواح خواب میں ملتے ہیں۔ اور جتنا خدا

چاہتا ہے۔ وہ ایکدوسرے کو پہچانتے ہیں۔ پس جب ارواح اپنے اجسام کیطرف لوٹ آنیکا ارادہ کرتی ہیں۔ تو خدا تعالےٰ مردوں کی ارواحوں کو اپنے پاس روک لیتا ہے اور زندوں کے ارواح کو ان کے اجسام کی طرف ان کی اجلوں کی مدت کے ختم ہونے تک بھجدیتا ہے۔ دیکھ لیجئے۔ توفی کے معنے اس آیت میں کیا کیئے گئے ہیں۔ روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۴۹ اور مدارک بر حاشیہ خازن جلد ۴ صفحہ ۶۵۔

فتوفی الانفس حین الموت وتوفیھا فی وقت النوم بمعنی قبضھا من الابدان وقطع تعلقھا بھا التعلق التصرف الا ان توفیھا حین الموت قطع التعلقھا بھا تعلق التصرف ظاھراً وباطناً وتوفیھا فی وقت النوم قطع لذالک ظاھراً"

پس انفس کی توفی کے معنی یہ ہیں۔ کہ ارواح کو ابدان سے قبض کیا جاتا ہے۔ اور ان کا ابدان سے تعلق تصرف کا قطع کیا جاتا ہے۔ لیکن موت کے وقت جو توفی ہوتی ہے۔ اس وقت تو تعلق تصرف کا ظاہر اور باطن دونو سے قطع کیا جاتا ہے۔ اور سونے کیوقت جو توفی ہوتی ہے۔ تو اسوقت ظاہر میں ہی تعلق تصرف کا ابدان سے قطع کیا جاتا ہے۔

پھر آگے لکھا ہے۔ وجعل الزمخشری الانفس عبارۃ عن الجملۃ دون مایقابل الابدان وحمل توفیھا علی اماتتھا وسلب صحۃ اجزائھا بالکلیۃ فلا تبقی حیۃ حساسۃ دراکۃ حتی کانّ ذاتھا قد سلبت وحیث لم یتحقق لھذا المعنیٰ فی التوفی حین النوم لانہ لیس الا سلب کمال الصحۃ وما یترتب علیہ من الحرکات الاختیاریۃ وغیرھا قال فی قولہ تعالیٰ والتی لم تمت فی منامھا ای یتوفاھا حین تنام تشبیھا للنائمین بالموتیٰ ومنہ قولہ تعالیٰ وھو الذی یتوفّٰکم باللیل حیث لا تمیزون ولا تتصرفون"

اور زمخشری نے انفس کو روح اور بدن سے تعبیر کیا ہے۔ اور ان کی توفی کو ان کی امانت پر محمول کیا ہے۔ اور یہ انکی اجزا کی صحت بکلی مسلوب ہو جاتی ہے۔ اور جہاں توفی حین النوم میں یہ معنی متحقق نہیں ہوتے۔ وہ اسوجہ سے ہے۔ کہ اسمیں سلب کمال صحت کا ہوتا ہے۔ اور ان حرکات اختیاریہ کا جو اس پر مترتب ہوتی ہیں۔ خدا تعالےٰ نے

اپنے قول والتی لم تمت فی منامھا میں یہ بتایا ہے۔ کہ وہ ان کی روح کو قبض کرتا ہے۔ جبکہ وہ سوتے ہیں۔ سونیوالوں کو مُردوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اور اسی قبیل سے ہے خدا تعالیٰ کا قول وھو الذی یتوفٰکم باللیل کیونکہ بحالت نوم تمیز نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی کسی قسم کا تصرف۔

مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہے کہ جس کی قبض رُوح کامل ہو وہی حقیقی مردہ ہے۔ اور جسکا قبض روح ناقص ہو۔ وہ حقیقی مردہ نہیں۔

سوال چھٹا۔ اگر کسی حدیث یا آیت یا اقوال صحابہ یا اقوال ائمہ مجتہدین اہلسنت میں سے کسی ایک کے قول سے بھی وفات مسیح کا کچھ بھی ثبوت ملتا ہوتا۔ تو مرزا صاحب اپنی کتاب ایام الصلح میں کیوں وفات مسیح پر صرف اپنا الہام پیش کرتے؟

جواب۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ایام الصلح کے ایک حصہ میں وفات مسیحؑ کا ہی ذکر ہے جس میں آپ نے قرآن مجید اور احادیث اور اقوال آئمہ سے وفات مسیح کو ثابت کیا ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ فاضل صاحب نے کن قضایا کو ملا کر یہ نتیجہ نکال لیا۔ کہ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے وفات مسیح پر اپنا الہام پیش کیا ہے۔ اس لئے قرآن مجید و احادیث وغیرہ سے وفات مسیح ثابت نہیں ہے حضرت مسیح موعودؑ اپنے الہام کے متعلق حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:۔

"اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا۔ کہ حضرت عیسےٰ آسمان سے نازل ہونگے۔ اسلئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی۔ اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا۔ اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اسکے اس بارہ میں بارش کیطرح وحی الٰہی نازل ہوئی۔ کہ وہ مسیح موعودؑ جو آنیوالا تھا۔ تو ہی ہے۔ اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے۔ اور زمین و آسمان دونو میری تصدیق کیلئے کھڑے ہو گئے۔ اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اسطرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنیوالا میں ہی ہوں۔ ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا۔ جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر

عرض کیا۔ تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا۔ کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہوگیا ہے۔ اور آخری خلیفہ مسیح موعودؑ کے نام پر اسی اُمت سے آئیگا۔ اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے۔ تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی۔ اسیطرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کیلئے مجبور کردیا۔ کہ میں اپنے تئیں مسیح موعودؑ مان لوں" حقیقۃ الوحی ص۱۴۹

مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ آپکا الہام کہ آنیوالا مسیحؑ تو ہی ہے۔ اس بات کا محرک ہوا ہے۔ کہ آپ قرآن مجید و احادیث وغیرہ میں اس مسئلہ کے متعلق غور کریں۔ تو جب آپنے غور کیا۔ تو بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے اور اقوال ائمہ سے وفات مسیحؑ کا پایا جانا ثابت ہوا۔ جیسا کہ آپنے ایام الصلح میں بہ تفصیل لکھا ہے۔

سوال ساتواں ۔ آیت تخاطب ہیں یا اس سے پہلے آیت الجمع میں لاعلمی کی بنیاد صرف قصر نفسی پر کیوں نہیں رکھی جاتی جیسے کہ خود آپنے بحوالہ خازن (لاحقیقۃ لعلمنا) نقل کیا ہے:

جواب ۔ حکیم صاحب کی ذکاوت اور جلاوت قابل تعریف ہے۔ فرماتے ہیں:۔ انبیاء کا لاعلمی جتانا صرف قصر نفسی پر مبنی ہے۔ حکیم صاحب مولوی فاضل تو ہو چکے لیکن اتنا معلوم نہ ہوا۔ کہ قصر نفسی کہاں کی جاتی ہے۔ قصر نفسی گواہی اور شہادت کے وقت علیم و خبیر کے حضور میں نہیں کی جاتی۔

یہ موقعہ تو ایسا ہے۔ کہ ءانت قلت للناس کے جواب میں حضرت عیسےٰؑ کو اپنی بریّت کرنا ہے۔ پس قصر نفسی کرکے عتاب الٰہی سے نہیں بچ سکتے۔ اسی لئے تمام حقیقت حال عرض کرتے ہیں۔ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربّی و ربکم وکنت علیھم شہیدًا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم الخ۔ اگر حکیم صاحب لاحقیقۃ لعلمنا کے ساتھ کی عبارت پڑھ لیتے۔ تو کبھی اس کو قصر نفسی پر محمول نہ کرتے۔ وہاں جو لاعلمی جتاتے ہیں۔ تو اسی بات کی کہ جو ان کی وفات کے بعد ہوا نہ کہ جو انکی موجودگی میں ہوا۔ جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے۔ جو خازن سے تیسرے

سوال کے جواب میں نقل کی گئی ہے۔ اگر آپ اس کو غور سے پڑھینگے۔ تو امید ہے۔ کہ آپ ضرور سمجھ جائینگے۔ کہ ان کا الاحقیقۃ لعلمنا کہنا قصر نفسی پر مبنی نہیں۔

سوال اٹھواں ۸ ۔ حدیث لوکان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی کے ہوتے ہوئے آپ یہ کیوں لکھدیا کرتے ہیں۔ کہ نزول مسیح کے عقیدے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی نبوت سلب ہو جائیگی؟

جواب بیشک ہم کہتے ہیں۔ کہ نزول مسیح کے عقیدے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی نبوت سلب ہو جائیگی۔ لیکن ہمارے خلاف حدیث لوکان موسیٰ حیا کو پیش کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس حدیث سے یہ نہیں لازم آتا۔ کہ حضرت موسیٰ زندہ بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ لفظ لو امتناع الشئی کیلئے آتا ہے۔ اسلئے حضرت موسیٰ کا زندہ ہونا تو کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا۔ جب زندہ نہ ہوتے تو پھر اتباع بھی نہیں کر سکتے۔ پس اس حدیث میں محال کو فرض کر کے حکم لگایا گیا ہے۔ اور یہ قضیہ صادق ہے۔ کیونکہ قضیہ اتفاقیہ مقدم محال اور تالی صادق سے بھی ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ سلم العلوم مطبوعہ لاہور صہ ۱۵۳

وقد یکتفی فیھا الصدق التالی فقط فیجوز ترکیبھا من مقدم محال و تال صادق فان الصادق فی نفس الامر باق علیٰ فرض کل محال صرح بہ الرئیس"۔ یعنی قضیہ اتفاقیہ میں کبھی صدق تالی پر ہی کفایت کی جاتی ہے۔ پس اس کی ترکیب مقدم محال اور تالی صادق سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ صادق فی نفس الامر ہر محال کے فرض کرنے پر باقی ہے۔ یہ رئیس بو علی ابن سینا کا مذہب ہے۔ پھر اس پر جو محشی نے لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"مثلاً ہم کہتے ہیں۔ کلما کانت الخمسۃ زوجا کان عددا"۔ کہ جب پانچ جفت ہونگے۔ تو وہ عدد ہونگے۔ اس پر ایک اعتراض ہوتا تھا۔ کہ محال کی دو قسمیں ہیں یا تو وہ بالنظر الی ذاتہ محال ہوگا۔ یا بالنظر الی امر آخر۔ پس تالی یعنی پانچ کا عدد ہونا اگرچہ بالنظر الی ذاتہ محال نہیں ہے۔ لیکن بالنظر الی المقدم (یعنی اگر پانچ

جفت ہیں) محال ہے۔ اس کا مصنف نے یہ جواب دیا ہے۔ کہ صادق فی نفس الامر اس میں باقی ہے۔ اگرچہ اس میں محال فرض کیا گیا ہے۔ اور فرض محال صدق صادق کو مانع نہیں ہے"

پس اسی قاعدہ کی بناء پر نبی کریمؐ کا مذکورہ بالا قول ہے۔ اگرچہ اس میں مقدم محال ہے۔ لیکن تالی صادق ہے۔ یس حضرت موسےؑ کا زندہ ہونا تو محال ہے۔ لیکن اتباع کرنا تو صادق ہے۔ گو اس کا وقوع حضرت موسےٰ علیہ السلام سے نہیں ہو سکتا۔

پس اس حدیث سے نبی کریمؐ کی اسطرح فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ آپؐ فرماتے ہیں۔ موسےٰؑ جو اپنے وقت میں ایک نبی تھا۔ اگر میرے وقت میں ہوتا تو ان کو نبوت نہ دیجاتی۔ بلکہ میں ہی نبی ہوتا۔ اور وہ میرے تابع ہوتا۔ ان ہمارے معنوں کی تائید مندرجہ ذیل حوالہ سے بھی ہوتی ہے۔

واللہ لو کان موسیٰ حیا بین اظھر کم ما حل لہ الا ان یتبعنی و فی بعض الاحادیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی فا لرسول محمد خاتم الانبیاء صلوات اللہ وسلام علیہ دائما الیٰ یوم الدین ھو الامام الاعظم الذی لو وجد فی ای عصر وجد لکان ھو الواجب الطاعۃ المقدم علی الانبیاء کلھم ولھذا کان امامھم لیلۃ الاسراء لما اجتمعوا ببیت المقدس وکذالک ھو الشفیع فی المحشر (تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ مصر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ کی قسم اگر تم میں موسیٰؑ اسوقت زندہ ہوتا۔ تو اسکو سوائے میری اتباع کے اور کچھ جائز نہ ہوتا۔ اور بعض حدیث میں آیا ہے۔ کہ اگر موسےٰؑ اور عیسےٰؑ زندہ ہوتے۔ تو انکو میری اتباع کرنی پڑتی بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور وہ امام اعظم ہیں۔ اور آپؐ جس زمانہ میں بھی پائے جاتے۔ تو آپؐ کی اطاعت کا واجب ہونا تمام انبیاء پر مقدم ہوتا۔ اور اسیوجہ سے آپؐ اسراء کی رات بیت المقدس

ہیں جبکہ تمام نبی جمع ہوئے تھے - امام بنے - اور اسی وجہ سے آپ ہی قیامت کے دن شفیع ہونگے -

پس یہی معنی لوکان موسیٰ حیا کے ہیں - کہ اگر آپؐ کے وقت میں حضرت موسےؑ زندہ ہوتے یا حضورؐ اگر حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوتے - تو باوجود حضرت موسےؑ کے اتنی روحانیت رکھنے کے حضرت موسےؑ کو آپؐ کا تابع بنایا جاتا - یہاں نبوت کا تو ذکر ہی نہیں -

اور اسی طرح الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر مصنفہ امام عبدالوہاب شعرانی جلد ۲ صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے -

وقال فی الباب العاشر من الفتوحات فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم ولا فخر انما کان صلی اللہ علیہ وسلم سید ولد آدم لان جمیع الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نواب لہ صلے اللہ علیہ وسلم من لدن آدم الی آخر الرسل وھو عیسٰے کما ابان عن ذالک حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین ما وسعھما الا اتباعی وصدق علیہ وسلم فی ذالک فانہ لو کان وجودہ بجسمہ من لدن آدم الی زمان موجودہ لکان جمیع بنی آدم تحت شریعتہ حسا ولھذا لم یبعث نبی الی الناس عامۃ الا ھو خاصۃ فجمیع شرائع الانبیاء بالحقیقۃ شرعہ

فتوحات مکیہ کے دسویں باب میں نبی کریمؐ کے قول پر کہ میں بنی آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر نہیں شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبی کریمؐ تمام بنی آدم کے سردار اس وجہ سے ہیں - کہ تمام انبیاء حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسےٰؑ تک آپؐ کیلئے بطور نواب کے ہیں جیساکہ حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین ما وسعھما الا اتباعی سے ظاہر ہے اور آپ اس قول میں سچے ہیں کیونکہ اگر آپ حضرت آدمؑ کے وقت سے لیکر اپنے زمانہ تک اپنے جسم کے ساتھ موجود ہوتے - تو تمام بنی آدم آپؐ کی شریعت کے ماتحت ہوتے - اور یہی وجہ ہے - کہ آپ سے پہلے

انبیا، خاص خاص قوم اور قطعہ زمین کیلئے آتے رہے۔ پس تمام انبیاء کی شرائع درحقیقت آپؐ کی شرع ہے۔

پس یہی معنے حدیث لوکان موسیٰ حیًا کے ہیں۔ کہ اگر نبی کریمؐ حضرت موسیٰ کے وقت زندہ ہوتے یا حضرت موسیٰؑ آپؐ کے وقت میں ہوتے۔ تو حضرت موسےٰؑ کو آپؐ کا تابع بنایا جاتا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا اس بات کو مستلزم ہے۔ کہ انکی نبوت مسلوب ہو جائیگی۔ اور یہ انکی ہتک ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ نبی ہی رہیں گے۔ تو یہ حسب عقیدہ آپ کے ختم نبوت کے خلاف ہے۔ ہاں اگر حضرت عیسےٰؑ کا دوبارہ آنا بھی بطور فرض محال کے مان لو۔ تو مانو اور وہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ محال کیلئے علمائے منطق نے لکھا ہے۔ کہ المحال من حیث ھو محال لیس لہ وجود فی الذھن ولا فی الخارج (سلم العلوم)۔ پس مسیح ناصری کا دوبارہ نزول بالکل ممتنع ہے۔

سوال نواں ۹۔ تواتر سیرت نبویہ اور احادیث نبویہ سے جب آنحضرتؐ کی موت ثابت ہے۔ تو خواہ مخواہ دوسری مشکلات میں کیوں پڑتے ہو۔ کیا صرف جدت طبع دکھانا منظور ہے؟

جواب۔ اگر تواتر سیرت نبویہ وغیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ثابت ہے۔ تو ہم کب کہتے ہیں۔ کہ آپ زندہ آسمانوں پر چڑھ گئے ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ جیسا عظیم الشان شخص زندہ نہ رہا۔ تو مسیح ناصری کیسے اتنی مدت تک زندہ رہ سکتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں خدا تعالےٰ نے قد خلت من قبلہ الرسل فرما دیا ہے۔ سچ ہے۔ ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفون یثرب را نداوند ایں فضیلت را

اور
غیرت کی جا ہے عیسےٰ زندہ ہو آسمان پر
مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

سوال دسواں ۱۰ ۔ حدیث امکان نبوت اور حدیث موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی سند
آپ کیوں پیش نہیں کرتے تا کہ ناظرین کو تنقید کا موقع ملے ؟

جواب (۱) حکیم صاحب فرمائیں ۔ کہ امکان نبوت سے وہ کونسی حدیث مراد لیتے ہیں ۔ اور حدیث لوکان موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو ہم ہی حدیث نہیں کہتے ۔ بلکہ ہم تو آپ کے مسلمہ علماء کی کتب سے دکھاتے ہیں ۔ کہ وہ اسکو حدیث کہہ رہے ہیں ۔ آپ کہدیں کہ انہوں نے غلط لکھا ہے ۔ اور انہوں نے جھوٹ بولا ہے نیز آٹھویں جواب میں دو حوالے پیش کئے جا چکے ہیں ۔ ایک الیواقیت والجواہر سے اور ایک تفسیر ابن کثیر سے ۔ پھر یہ حدیث مدارج السالکین مصنفہ امام ابن قیم جلد ۲ ص ۳۱۳ اور شرح مواہب اللدنیہ زرقانی جلد ۶ ص ۴۷ وغیرہ میں بھی آتی ہے ۔ پس ہم سے سند آپ کیوں طلب کرتے ہیں ۔ آپ کے مسلمہ علماء نے اسے حدیث لکھا ہے

جواب (۲) ۔ دوسرا جواب یہ ہے ۔ کہ جب مذکورہ بالا ائمہ نے اسکو حدیث لکھا ہے ۔ تو ہم اسے قرآن مجید پر عرض کرتے ہیں ۔ کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے ۔

"تکثر لکم الاحادیث بعدی فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فما وافق فاقبلوہ وما خالف فردوہ"

کہ میرے بعد بہت سی احادیث بن جائینگی ۔ پس جب کوئی حدیث مجھ سے تمہارے لئے روایت کیجائے ۔ تو تم اسکو قرآن مجید پر عرض کرو ۔ پس جو ان میں سے قرآن مجید کے موافق آئے تو اسکو قبول کر لو ۔ اور جو مخالف ہو ۔ اسکو چھوڑ دو ۔

مذکورہ بالا حدیث قرآن کے خلاف نہیں ہے ۔ کیونکہ قرآن مجید سے مسیحؑ کی وفات ثابت ہے پس جیسے بڑے بڑے ائمہ نے نقل کیا ہے ۔ اور حدیث قرار دیا ہے ۔ کوئی وجہ نہیں ہے ۔ کہ اسے حدیث تسلیم نہ کیا جائے ۔ ہاں اگر قرآن کے خلاف ہوتی ۔ تو پھر حدیث نہیں ہو سکتی تھی چاہے سند بھی پیش کی جاتی ۔ پس ہم سے آپ تو سند تب طلب کریں جب یہ قرآن مجید کے خلاف ہو اور پہلے یہ لکھیں کہ مذکورہ بالا علماء نے جو اسکو حدیث سمجھا ہے ۔ تو انہوں نے جھوٹ لکھا ہے ؟ والسلام علی من اتبع الھدیٰ ۔ (جلال الدین شمس مولوی فاضل سیکھوں)

یہ ہیراسنگھ کون تھا؟

کہانیوں کی تیسری کتاب مرتبہ مسٹر مارسڈن و منشی سورج نرائن مہر میں ایک کہانی ان الفاظ میں چھپی ہے:-

رات کے اندھیرے میں ہیراسنگھ بھاگ کر جنگل میں جا چھپا۔ دشمنوں نے اُسے شہر میں نہ پایا۔ تو جنگل میں ڈھونڈنے آئے۔ × × × اس نے خدا سے دُعا مانگی۔ کہ الٰہی مجھے بچا۔ پھر نیچے اتر کر چل کھڑا ہوا۔ چلتے چلتے ایک پہاڑی پر پہنچا۔ یہاں ایک چھوٹا غار تھی۔ اور اسمیں سے ہو کر نیچے ندی کو راستہ جاتا تھا۔ ہیراسنگھ گپھا میں گھسا۔ اور نیچے گھاٹی میں اُتر کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ بچارا تھک کر چُور ہو گیا تھا۔ کہ وہیں پڑ کر سو رہا صبح اٹھا تو اس کے کان میں دشمنوں کی آوازیں آئیں۔ لیکن رات رات میں ایک مکڑی نے گپھا کے منہ پر جالا تن لیا تھا۔ ایک آدمی گپھا میں بھی ڈھونڈنے آیا۔ لیکن جب اس نے گپھا کے منہ پر مکڑی کا جالا تنا ہوا دیکھا۔ تو سوچا کہ ہیراسنگھ یہاں سے اتر کر نیچے گیا ہوتا۔ تو جالا پھٹا ہوا ہوتا۔ یہ سوچکر وہ گپھا سے باہر نکل آیا۔ دشمن ہیراسنگھ کو نہ پا کر واپس چلے گئے۔ ہیراسنگھ نے خدا کا شکر کیا۔ × × دن بھر وہیں بیٹھا رہا۔ رات ہو گئی۔ تو نکل کر اپنے ماموں زاد بھائی کی ریاست کی راہ لی اور وہاں پہنچکر آرام و حفاظت سے رہنے سہنے لگا۔

دوسری کہانی اسی سلسلہ کی پانچویں کتاب میں ہے:-

راجپوتانہ میں ایک بیوہ رہتی تھی۔ اور اس کا ایک بیٹا تھا۔ لڑکے کا باپ بڈھا ہوا۔ تو پچاس روپے چھوڑ مرا۔ × × جب لڑکے کی عمر ۱۶ برس کی ہوئی۔ تو ماں نے وہ ہنڈیا نکالی۔ اور روپیہ لڑکے کے حوالہ کر دیا روپیہ دیتے وقت کہا۔ کہ بیٹا یہ رقم تمہارا باپ چھوڑ مرا تھا۔ ....

مجھ سے اس بات کا اقرار کرو۔ کہ چاہے تمہاری جان پر ہی کیوں نہ بنے کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ ۔ ۔ ۔ لڑکا جنگل میں چلا جاتا تھا۔ کہ یکایک کچھ آدمیوں نے آکر گھیر لیا۔ ۔ ۔ ۔ ایک نے پوچھا۔ میاں لڑکے بتاؤ تمہارے پاس کتنا روپیہ ہے۔ لڑکے نے کہا۔ بھائی! میرے پاس پچاس روپے ہیں۔ اور میں نے اپنی کمری میں چھپا رکھے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ قزاق سمجھا کہ یہ مذاق کرتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ قزاق اسے اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ اس نے پوچھا۔ تو لڑکے نے کہا کہ میں آپکے آدمیوں سے دو دفعہ کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس ۵۰ روپے ہیں۔ سردار نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ کہ اس کی کمری اتارو۔ حقیقت میں اس میں پچاس روپے نکلے۔ ۔ ۔ ۔ چوروں کا سردار بولا۔ لڑکے تیری ایسی چھوٹی عمر اور ماں کی اطاعت اس طرح کرتا ہے۔ میں بڈھا ہو گیا ہوں۔ مگر اب تک ایسا گنہگار بنا ہوا ہوں۔ کہ قزاقی کئے جاتا ہوں۔ آج سے میں بھی دیانت دار بنتا ہوں*

میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ایسے کھلے کھلے تاریخی واقعات کو "ہیرا سنگھ" اور راجپوتانہ کے ایک لڑکے" کے نام میں چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اس میں مسلمانوں کی دلآزاری کا پہلو مخفی نہیں*

"حسن نظامی کا تصوّف"

خواجہ حسن نظامی دہلوی سابق ایڈیٹر مرشد کی قرآن دانی تو ماہ فروری کے تشحیذ سے مبرہن ہوچکی۔ اب آپ کا تصوّف ملاحظہ ہو۔ جس کے گھمنڈ پر ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ گو آخر منہ کی کھائی۔ خواجہ صاحب نے ۱۴/۲۲ اپریل کے خطیب میں ایک مضمون لکھا۔ جس میں اپنی گیارہ منٹ کی سرگذشت لکھی۔ اس سرگذشت کا لفظ لفظ تصوف کا نکتہ راز بن کر رہ گیا۔ بارے بھلا ہوا ایک شاہد عینی کا جو اس خون آشام کھیل کی تمام ہٹیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے خطیب ۲ مئی میں یہہ چھپوایا۔ کہ خواجہ صاحب کے "مضمون کی پہلے کالم کی ستائیسویں اور اٹھائیسویں اور دوسرے کالم کی تیسویں اور چوبیسویں سطروں نے حقیقت حال کو آئینہ کر دیا" جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج ذیل ہے:-

"اس میخانہ میں . . . . جہاں میں نے گیارہ منٹ لگاتار ایک نہیں دو۔ جام مسلسل پیے تھے۔ پیتے وقت مجھے اس کی تمیز نہ ہوئی تھی۔ یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ امتیاز نہ ہوا تھا۔ کہ **آنکھوں کے گلاس** جو مجھکو یہ بادہ پلاتے ہیں۔ اس قدر پینے کے بعد خالی نہ ہوئے۔ اور ویسے ہی چھلکتے رہے۔ یہی کرامت ان کی نہ تھی۔ اس سے بڑھ کر یہ اعجاز ان میں تھا۔ کہ وہ دونو آڑے تھے۔ جھکے ہوئے تھے۔ اور اپنے اندر کی شراب سے ایسے مست تھے۔ کہ بار بار کبھی سر کے بل آگے کے رخ گرتے تھے۔ کبھی پیٹھ کے بل پیچھے کی جانب جھک جاتے تھے۔ مگر شراب کی ایک بوند ادھر ادھر نہ گرتی تھی۔"

ان گیارہ منٹ کے بعد جو پنجاب کے ایک بڑے شہر میں گذرتے تھے۔ اور جن میں پیر میکدہ کی حضوری میں ایک مغبچہ تے

میری بجھی ہوئی آگ کو کرید کر چمکایا۔ اور میری سوکھی ہوئی زبان کو چلّو بھر شراب محبت سے سیراب کیا تھا۔"

انہی دنوں ہم نے الفضل میں اس کے متعلق کچھ لکھا تھا۔ مگر ہمارے دوستوں کی اس سے تسلی نہ ہوئی۔ اور ایک دم میں بیسیوں سوالات کر دیئے۔ لیکن ہمیں اس بارے میں جو کچھ معلوم تھا۔ وہ اسی مضمون میں عرض کر چکے تھے۔ اس لئے خاموش رہے۔ اور جواب نہ دے سکے۔ البتہ آج ایک کتاب نظر سے گذری جس کے پہلے صفحہ پر یہ عبارت ہے

التاج لستاج

"تاجداروں کے قصہ ہائے غم کا یہ چوتھا ایڈیشن بطور تاج عبرت کے اپنے ہونہار عزیز میر امتیاز علی تاج ایڈیٹر کہکشاں لاہور کی نگاہوں پر قربان کرتا ہوں۔ تاکہ بصارت بصیرت پیدا کرے۔ اور ان کی زندگی اپنے لقب تاج کی عارف ہو جائے"

بزم تاجداری کا قصہ گو

حسن نظامی

اس سے کچھ کچھ امید پڑتی ہے۔ کہ کہکشاں کے ذریعہ اس پر کچھ روشنی پڑے گی۔ اور عامۃ الناس کان تصوف کے اس بیش بہا ہیرے کو اسکی اصلی صورت میں دیکھ لینگے۔ جو بظاہر نہایت بے پروائی مگر بہ باطن کمال ہوشیاری و احتیاط کے ساتھ رستے میں پھینکدیا گیا تھا۔ سات کروڑ مسلمانوں کے قائمقام "حلقہ نظام المشائخ" کے بانی کی دعا اکارت نہیں جاسکتی۔ جو اپنی زندگی کا عارف ہو۔ اور صاحب بصیرت و بصارت تصوف کے ایسے ایسے راز بھی وہی حل کرنے کا اہل ہے۔ س

اس چشم فسوں کار کی دزدیدہ نگاہی
ہے مایۂ صدنازشِ پنہانِ تمنّا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان دارالامان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل	قیمت بہر حال پیشگی	تمام خط وکتابت بنام مینیجر

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵ | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء مطابق ماہ رجب سنہ ۱۳۳۸ ہجری | نمبر ۴

فہرست مضامین

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت سالانہ [illegible]

جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے رسالہ تشحیذ کے متعلق کیا فرمایا

پھر رسالہ تشحیذ ہے اسکو میں نے سب سے پیچھے اس لئے نہیں رکھا۔ کہ وہ خدمات کے لحاظ سے پیچھے رہا ہے۔ بلکہ اسلئے رکھا ہے۔ کہ اسکو میں نے جاری کیا تھا میں نے اسکا ذکر پیچھے اس لئے کیا ہے۔ کہ تا میرا نفس یہ نہ سمجھے کہ خود جاری کرنے کی وجہ سے اس کا ذکر پہلے کر رہا ہوں۔ اس رسالہ نے پچھلے دنوں اچھا علمی کام کیا ہے۔ اور خصوصاً شیعوں کے متعلق منشی خادم حسین صاحب کے مضامین بہت اچھے شائع ہوئے ہیں۔ میرے نزدیک ان کی علمی قابلیت کے مقابلہ میں ان میں تحریر کی قابلیت بہت زیادہ ہے۔ اور خاص طرز کی ہے اور لوگ تو مخالفین پر دروازہ سے حملہ کرتے ہیں۔ لیکن وہ ان کے گھر میں داخل ہو کر اور ان کے پاس چارپائی پر بیٹھ کر ان سے پوچھتے ہیں۔ بتائیے آپ مکان کب خالی کرینگے اور ہمارے قبضہ میں دینگے۔ یہ بہت عمدہ اور مفید طریق ہے۔ وہ بڑی عمدگی اور متانت سے شیعوں کی تعریف کر کے پر زور مضامین لکھتے ہیں۔ جسکا نتیجہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ اس رنگ میں لکھنے سے وہ گالیاں نہیں دے سکتے اور نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو یہ طرز سیکھنی چاہئے۔ ان کے مضامین کے علاوہ اور لوگوں کے مضامین بھی نکلتے رہتے ہیں اختلاف کے وقت مسئلہ نبوت مسیح موعودؑ کے متعلق اچھے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ مگر رسالہ کے خریدار کم ہیں۔ اس کیلئے اور پچھلے دنوں اس کے قرض کے متعلق میں نے

اپیل

کروائی تھی۔ اس کے لئے بھی امداد کی تحریک کرتا ہوں۔"

سنین تاریخ احمدی

جناب ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نہایت مفید تالیفات کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ رسالہ بھی ہے جس میں سنہ ۱۸۶۶ء سے لیکر سنہ ۱۹۱۹ء تک سن وار مشہور واقعات سلسلہ قلمبند کئے ہیں۔ اس رسالہ کی قیمت ایک آنہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

اپریل سنہ ۱۹۲۰ء

السواد الاعظم اور ہم

میرے سیّد میرے مولا میرے ہادی میرے رہنما میرے پیشوا حضرت مرزا غلام احمد علیہ التحیۃ والثناء ۔ خدا کے برگزیدہ رسول اور سچّے نبی (ایسے نبی کہ جو تمام نبیوں کے متفرق کمالات بہ طفیل حضرت خاتم المرسلین علیہ صلوٰۃ اللہ ربّ العالمین ۔ اپنے آئینہ ظلیّت میں منعکس رکھتے تھے) کی شان میں اہلسنت کا ایک "مذہبی اور اخلاقی ماہوار رسالہ" السواد الاعظم نامی نہایت بدتہذیبی اور بداخلاقی کے ساتھ ریمارک کرتا ہے ۔ کہ آپ

ایک معمولی حیثیت کے شخص تھے ۔ ان کے ابتدائی زمانہ کی حالت ملاحظہ

فرمائیے۔ جب وہ ۳۰۔۴۰ کے کسی دفتر میں ملازم تھے۔ پھر اس پر نظر ڈالئے۔ کہ مرتے وقت انہوں نے کتنی دولت کتنا سرمایہ چھوڑا۔ یہ انہیں کسی حرفت سے حاصل ہوا۔ تجارت سے ملا۔ زراعت سے ہاتھ آیا۔ کسی اور ذریعۂ معاش سے کمایا۔ یا مذہب سازی کی بدولت پایا۔ تفریق بین المسلمین کا یہ سب کچھ صلہ تھا۔ یا اور کوئی خدمت شایان کی تھی۔ ان کی زندگی کے کارنامے یہ ہیں۔ کہ انہوں نے ختم نبوت کا انکار کیا۔ اپنی نبوت کے مدعی ہوئے۔ کبھی عیسےٰ بنے۔ کبھی مہدی بہت سی پیشگوئیاں کیں۔ جس کو اپنی نبوت باطلہ کا معجزہ قرار دیا۔ ان میں سے اکثر غلط ہوئیں۔ مگر اس سے ان کے نزدیک ثبوت نبوّت میں کوئی نقصان نہ آیا۔" صہ

مضمون نگار کی بدبختی دیکھیئے۔ کہ بدوں کسی قسم کی آگاہی حال کے تراتر خائی کیئے جاتا ہے۔ اور نہیں ڈرتا۔ کہ جس ستودۂ بارگاہ کبریا کے حق میں وہ یہ کلمات ناشائستہ لکھ رہا ہے۔ اس کی مدح تو خداوند زمین و آسمان اپنے عرش عظیم سے کر رہا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ یحمدك اللہ من عرشہ۔ پس اس کی مذمت کا نتیجہ اور اثر وہی ہو سکتا ہے۔ جو مکہ والوں نے اس سیّد المعصومین کی مخالفت و معاندت میں دیکھا۔ سیدنا احمد قدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام "معمولی حیثیت" کے آدمی تھے یہ تم نے کیا لکھ دیا۔ ان کے خاندانی حالات سے آگاہ نہیں۔ ان کے املاک ارضی کا تمہیں علم نہیں۔ قادیان میں آؤ۔ اور کاغذات قدیم دیکھو۔ اور پھر تمہیں معلوم ہو۔ کہ حضورؑ اور حضورؑ کا خاندان وجہ معاش کے لئے محتاج نہیں تھا۔ بلکہ آپؑ وہ بزرگ ہستی ہیں۔ کہ آپؑ کے جدّ امجد کے دستر خوان سے تمہارے مزعومہ "سواد اعظم" کے سینکڑوں افراد صبح و شام حاضر ہوتے تھے۔ یہ ہم نے مفاخرت سے نہیں کہا بلکہ قادیان کے باشندگان قدیم سے گواہی لے لو۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ یہ کیا طعنہ تم نے تجویز کیا۔ جس کا پہلا نشانہ "دوجہان کے بادشاہ" سردار انبیاء کا وجود باجود

بنتا ہے۔ دیکھو۔ خدا کی گواہی پیش کرتا ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ الم یجدك یتیماً فاویٰ و وجدك ضالاً فہدیٰ و وجدك عائلاً فاغنیٰ ہ

کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی گواہی چاہئے۔ خدا تعالے اپنے پیارے حبیبؐ کو فرماتا ہے۔

"تم کو مفلس پایا۔ تو اس نے غنی کر دیا"

ہم وابستگان دامن رسول کے لئے تو یہ معجزہ ہے۔ مگر بدبخت یہودی کہتا ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یتیم تھا۔ مفلس تھا۔ اس نے (نعوذ باللہ) ایک مذہبی ڈھونگ رچایا۔ اور بہت مال کمایا۔ اپنے آپ کو بادشاہی کے درجہ پر پہنچایا۔ اور عجب نہیں۔ جو تمہارے ہی الفاظ دہرائے ہوں۔ کذالك قال الذین من قبلھم مثل قولھم ۔ ۔ ۔ تشابھت قلوبھم۔

"انہیں کسی حرفت سے حاصل ہوا۔ تجارت سے ملا۔ زراعت سے ہاتھ آیا۔ کسی اور ذریعہ معاش سے کمایا۔ یا مذہب سازی کی بدولت پایا؟"

یضاھون قول الذین کفروا من قبل قاتلھم اللہ انّیٰ یؤفکون۔

او نادان! او ناحق کوش سُن اور کان کھول کر سُن۔ میرا آقا دل و جان سے دینِ محمدؐ پر فدا تھا۔ اس نے اپنا مال اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کر دیا۔ وہ ایک نہایت شریف و متمول و اعلیٰ خاندان کا فرد تھا۔ اور بے شک پہلے دنیا والے اسے نہیں جانتے۔ اور وہ گوشہ نشین تھا۔ خدا کی رحمت نے اسے اٹھایا۔ اس کا مبارک نام اکناف عالم میں پہنچایا۔ اس نے مذہب سازی سے نہیں۔ بلکہ خدا کے سچے مذہب کی خدمت کی بدولت سب کچھ پایا۔ مگر مرتے وقت کوئی مزید جائداد نہیں چھوڑی۔ بلکہ جو کچھ اس کی اپنی ملکیت میں تھا۔ وہ بھی راہِ خدا میں لگا دیا اور جو انصار اللہ نے جمع کیا۔ وہ بھی۔ اے اٹکل پچو باتیں کرنے والے! گھر بیٹھے دوسروں پر اتہام دنیا داری لگانے والے! آ۔ اور قادیان کے معاند سے معاند شخص سے تفتیش حالات کرلے۔ حضرت اقدس نے بعد دعویٰ مجددیت کوئی

زمین اپنے لیئے خریدی؟ کوئی مکان خاص اپنی رہائش کی خاطر بنایا۔ کوئی جائداد بقصد تمول اپنے قبضے میں کی؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں؟ میرا آقا تو دنیا اور اس کے اسباب کو ایک مرے ہوئے کیڑے سی وقعت بھی نہیں دیتا تھا۔ اس نے ہمیں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی تعلیم دی۔ اور ہم میں وہ روح پیدا کر دی۔ کہ خود ہم میں سے کئی ہیں جو دنیا پر لات مار کر بیٹھے ہیں۔ چہ جائیکہ خود اس برگزیدہ ربّی میں دنیا پرستی کا شائبہ ہو۔

جماعت احمدیہ کا ایثار مال مشہور بین الناس ہے۔ اور اشاعت اسلام کے بارے میں جو خدمات وہ بجا لائے ہیں۔ آپ کے بڑے بڑے خرقہ پوش صوفیا جبہ پوش کو وہ توفیق اب تک حاصل نہیں ہوئی۔ لنڈن میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے والا کون ہے؟ کس نے کئی سو انگریزوں کو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھایا؟ کیا تمہارے سواد اعظم کا کوئی فرد ہے؟ ہرگز نہیں۔ شرم سے منہ ڈھانپ لو۔ اور ماتھا پیٹ لو۔ کہ یہ مسیح موعود کے خدام کا کام ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تم لوگوں کو آپس میں کفر و تکفیر ہی سے فرصت نہیں۔ پادریوں کی روح کس کے نام سے قبض ہوتی ہے؟ احمدیت سے! آریہ مذہبی مناظرات میں کس کے سامنے آنیسے ہچکچاتے ہیں؟ احمدیوں کے! یہ سب اسی قوت قدسیہ کی طفیل ہے۔ جسے تم دنیا کمانے کا الزام دے رہے ہو۔ اور جسے تم "معمولی حیثیت" کا قرار دیتے ہو۔ اور بھول گئے ہو۔ کہ حضرت موسیٰؑ پر ایک وقت تھا جو کسی کی بکریاں چراتے تھے۔ اور حضرت نبی کریمؐ بھی؟

پھر تمہیں تو اعتراض سے غرض ہے۔ ایک طرف مفلسی کا طعنہ دیتے ہو۔ دوسری طرف مالداری کا۔ معلوم نہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی نسبت تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ غالباً تمہارے ہم خیال اسی مال و دولت کی بناء پر انہیں الزام دیتے تھے۔ جس کے باعث

وما کفر سلیمان ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ سُنو! نہ تو تنعمولی حیثیت "نبوت کے منافی ہے۔ نہ دولت و مال اور جاہ و جلال رسالت کے خلاف ہے۔ دونو قسم کی نظیریں موجود ہیں۔

من حرّم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیوٰة الدنیا۔

دوسرا الزام آپ نے حضور انورؑ کو یہ دیا ہے۔ کہ "تفریق بین المسلمین" کا یہ سبب کچھ صلہ تھا۔ تفریق کا الزام اس پاک امام کو جس کے دستِ حق پرست پر ہزارہا لوگوں نے فرقہ بندی سے نجات پائی۔ ان یقولون الا کذباً۔ سچ کہنا۔ یہ ۷۲ بلکہ اس سے بھی زیادہ فرقے حضرت مرزا صاحب کی بعثت سے پہلے موجود تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو پھر تفریق کا الزام حضورؑ کو دینا کس قدر ناروا ہے۔ جب کہ حضور ہی کی قوت قدسیہ نے ان مختلف فرقوں کے افراد کو ایک جا جمع کیا۔ اور فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کا مصداق بنایا۔

حتےٰ کہ اس وقت تک یہ فخر صرف جماعت احمدیہ ہی کو حاصل ہے۔ کہ وہ ایک امام واجب الاطاعت کے ماتحت ہے۔ اور ان کا کلمہ واحدہ ہے۔ اور کسی فرقہ کو یہ فخر حاصل نہیں۔ اہل سنت میں سے کون ہیں جن میں تفریق نہیں۔ آپ لوگوں میں تو یہاں تک تفریق ہے۔ کہ خانہ کعبہ میں چار مصلے ہیں۔ پھر ان چاروں کی جو مختلف شاخیں ہیں۔ ان کا کچھ حد و حساب ہی نہیں۔ کیا تم لوگ بھی با ایں تفرقہ و تشتت شملہ کسی کو تفریق کا الزام دینے کا حق رکھتے ہو۔ کچھ شرم چاہیئے۔ والحیاء من الایمان!

اس تفریق کو مٹانے کی تجویز آپ نے نہایت غیر معقول بتائی ہے۔ کہ جماعت کثیرہ کا اتباع کرو۔ حالانکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وان تطع اکثر من فی الارض لیضلوک عن سبیل اللہ۔ تھوڑوں کے لئے بے شک وقلیل من عبادی الشکور فرمایا۔ مگر بہتوں کے لئے۔ تو کثیر منھم فاسقون۔ ہی کا ارشاد ہے۔ پس یہ بالکل غلط ہے۔ کہ جدہر بہت ہوں۔ ادہر ہو جانا چاہیئے بلکہ حق کو دیکھنا چاہیئے

اور السواد اعظم کی تفسیر ما انا علیہ واصحابی ہے نہ کہ کثیر گروہ۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ آپ جماعت کہلانے کے مستحق کیونکر ہو سکتے ہیں۔ جبکہ آپ کسی امام حیٌ واجب الاطاعت کے ماتحت ہی نہیں۔ آپ کو تو ایک دوسرے کی تکفیر ہی سے فرصت نہیں۔ چنانچہ اسی پرچہ میں آپ کے اعظیم البرکت موید ملتہ طاہرہ شاہ محمد احمد رضا خان بریلوی کی مخاصمت شاہ اشرف علی صاحب تھانوی سے مذکور ہے۔ ان مخاصمتوں سے بچنے کا تو ایک ہی طریق ہے۔ کہ ایک ماموﺭ من اللہ الحکم العدل کے ہاتھ پر جمع ہوں۔ بغیر اس کے کوئی تفریق کو دور کرنے کا طریق نہیں۔ پہلے بھی تفرقہ مٹانے کے لئے رسول ہی مبعوث ہوتے رہے۔ اور اب بھی کسی رسول ربانی کے ذریعے یہ تفرقہ مٹ سکتا ہے۔ کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینٰت بغیاً بینھم فھدی اللہ الذین اٰمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

دیکھئے۔ رفع اختلاف کے لئے نبیوں کی بعثت ہوتی رہی۔ اور باوجود بینات محض ضد سے اختلاف رفع جو ہوا۔ تو انہی سعیدوں کا جو وقت کے نبی پر ایمان لائے۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ جماعت کثیرہ میں جو شامل ہوئے وہ ہدایت پا گئے۔ بلکہ ہدایت یاب وہ ہوئے۔ جو نبی پر ایمان لائے۔ گو وہ کتنے ہی تھوڑے کیوں نہ ہوں۔ کامل مومن تو ایک بھی جماعت ہی کے حکم میں ہے۔ انّ ابراھیم کان امۃ"۔ باقی رہا یہ کہ آپ ہمیں ختم نبوت کا منکر سمجھتے ہیں۔ سو یہ آپ کے فہم کا قصور ہے۔ ہمارا وہی مذہب ہے۔ جو اکابر اہلسنت کا ہے۔ ہم سے بڑھ کر حضرت محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین ماننے والا کوئی نہیں۔ ہم نبوت کو ایک رحمت ایک انعام سمجھتے ہیں۔ نبی کریم رحمۃ للعالمین ہے۔ ان کا وجود نبوت کے انعام کو روکنے والا نہیں۔ بلکہ لانے والا ہے۔ بے شک ہم نبوت

کا اختتام محمد رسول اللہ کی ذات قدسی صفات پر ہو چکا ہے مگر محمدی نبوّت تا یوم القیامۃ مٹ نہیں سکتی۔ نہ بند ہو سکتی ہے۔ وہ ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں۔ کسی نہ کسی اپنے متبع کے ذریعے ضرور اپنے فیوضات ظاہر کرتی رہیگی چنانچہ اس زمانہ آخر میں اس کا سب سے کامل ظہور مہدی موعود کے ذریعہ ہوا۔ جس نے باآواز بلند اعلان کیا۔ ؎

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

اور تناسخ یا حلول کا خیال بھی نہ کیجئے۔ بلکہ یہ وہی آپ کی فطرت کی پکار ہے جو آپ کے رسالہ کے سرورق پر مطبوع ہے ؎

زخاک اے لالہ سیراب برخیز — چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
بروں آور سر از برد یمانی — کہ روئے تست صبح زندگانی

اس صبح زندگانی نے افق مشرق سے طلوع کیا۔ مگر نیند کے ماتے ابھی تک غفلت کے لحافوں میں لپٹے سو رہے ہیں۔ برد یمانی سے سر نکلا۔ مگر آپ بوجہ ضعف بصارت پہچان نہ سکے۔ لالہ سیراب گلشن نبوت میں موجود ہے۔ مگر زاغ و زغن شور کر رہے ہیں۔ اور بلبل کا نغمہ نہیں سُننے دیتے۔ ؎

داستان عہد گل را بشنوید از عندلیب
زاغ و بوم آشفتہ تر گویند ایں افسانہ را

وفات یافتہ واپس نہیں آیا کرتے۔ البتہ ان کی رُوح اور قوت میں دوسرے وجود وہ کمالات لئے ہوئے آتے ہیں۔ سو آنے والا آگیا۔ آپ پہچاننے کی کوشش نہیں کرتے۔ فلمّا جاءھم ما عرفوا کفروا بہ۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ اس آنے والے نے بہت سی پیشگوئیاں کیں جس کو اپنی نبوت باطلہ کا معجزہ قرار دیا۔ میں کہتا ہوں۔ پہلے تو پیشگوئیاں نبوّت صادقہ ہی کا نشان ہوتی تھیں عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الّا من ارتضیٰ من رسولٍ

اب خدا جانے کیا اندھیر ہے۔ کہ قائمقامان اہل سنت اسے نبوت باطلہ کا معجزہ قرار دیتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اکثر غلط ہوئیں۔ مگر اس سے ثبوت نبوت میں کوئی نقصان نہ آیا۔

اوّل تو آپ فرمائیے وہ کونسی "اکثر غلط ہوئیں" بے دلیل بات شیوہ اتقا نہیں۔ دوئم مومن آل فرعون نے تو فیصلہ بعض الذی یعدکم ہی فرمایا۔ آپ اپنے مسلمات کی بناء بر اسی اصل پر دیکھیں۔ تو بھی جب اکثر پوری نہیں ہوئیں۔ تو بعض پوری ہونے کو مان لیا۔ اور اس پہلو سے بھی آپ پر حجت پوری ہوئی۔ اب میں دیکھتا ہوں۔ آپ میری خلوص بھری عرضداشت پر کیا فرماتے ہیں ؁

موجودہ بائبل اور وید میں سے کچھ

میں اس وقت کسی خاص مضمون پر قلم اٹھانے سے معذور ہوں۔ کیونکہ کئی روز سے ایک ادق علمی مضمون کی تیاری میں مصروف ہوں۔ اور اخی المکرم جناب قاضی صاحب کا ارشاد بھی بجالانا اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ اسلئے تھوڑا سا وقت اس "بہار" کا لطف اٹھانے کے لئے وقف کرتا ہوں اب اس قلیل وقت میں جتنی بھی تفریح ہو جائے۔ غنیمت تصور کرونگا کیونکہ ادق پیچیدہ اور خشک بلکہ خار دار مضمون میں کئی دن سے پھنسے ہوئے انسان کے لئے یہ مختصر سی تفریح ضرور مفید اور کئی ایک کے لئے علمی معلومات کے اضافہ کا سبب اور بعض کے لئے انشاء اللہ ہدایت کا بھی موجب ہوگی۔

اے میرے مولا کریم تو میرے اس خیال میں برکت دیجیو

پس میں ناظرین کے سامنے بائبل اور وید کے گلشن سے چند ایک گلدستے بنا کر پیش کرتا ہوں۔ امید ہے۔ کہ ناظرین شوق سے قبول فرمائینگے

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

خرگوش جگالی کرتا ہے

"اور خرگوش کہ وہ جگالی تو کرتا ہے۔ پر اس کا کھر چرا ہوا نہیں ہے"۔ (کتاب احبار ۱۱)

دوستو! "خرگوش جگالی کرتا ہے" پڑھ کر ہنس نہ دینا۔ ورنہ غضب ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ مسیحی دوستوں کی الہامی تعلیم ہے۔ وہ تمہارے ہنس دینے سے ناراض ہو جائیں گے۔ ہاں اس انوکھی اور نرالی فلاسفی کا مزہ دل ہی میں لیتے رہنے کا تمہیں اختیار ہے۔ یہ تو ہوئی بائبلی الہام کی فرید ائر ملنق اب ذرا ویدک الہام کی بھی لاجک اور فلاسفی ملاحظہ فرما لیجئے۔

(صرف اردو ترجمہ)

"آج بکرا وغیرہ جانوروں کے بیچ سے لینے لائق چیز کا چکنا حصہ یعنی گھی۔ دودھ وغیرہ نکالا ہوا لیویں"۔

(دیانندی تفسیر یجروید ادھیائے ۲۱۔ منتر ۴۳)

ویدوں کی فلاسفی بتلاتی ہے۔ کہ نر بکرے سے نکلا ہوا گھی دودھ لینا چاہیئے۔ بہت خوب! بائبل تو بائبل ہی تھی۔ مگر وید صاحب نے تو اپنا سارا کمال ایک دم ہی ظاہر کر دیا۔

ایہا الاحباب! دیانندی دوستوں کے پیچھے نہ پڑ جانا۔ کہ وہ بکرے سے گھی دودھ نکلنے کی فلاسفی بتلائیں۔ یہ پرماتما کا گیان ہے۔ اگر تم نے ان کے اس گیان کے اسرار کی قلعی کھولی۔ تو جھنجلا جائیں گے۔ پس اپنے من ہی میں اس کا آنند لو۔

بیٹا باپ سے دو برس بڑا

بائبل کی کتاب تواریخ ۲ ۲۲ / ۲۹۱ میں مرقوم ہے۔ کہ:۔

اخزیاہ بن یہورام یہوداہ کا بادشاہ ہوا۔ اخزیاہ بیالیس ۴۲ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ اور ایک برس اس نے یروشلیم میں بادشاہت کی"

یہ تو ہوئی بیٹے کی عمر۔ اب باپ کی عمر اور تخت نشینی کا زمانہ شمار کیجئے۔

"یہورام بتیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ اور اس نے آٹھ برس تک یروشلیم میں بادشاہت کی"۔ (تواریخ ۲ ۲۱ / ۲۰)

جس وقت باپ کا انتقال ہوا۔ چالیس برس عمر کا تھا۔ اور جب باپ کے مرنے کے بعد بیٹا تخت نشین ہوا۔ تو بیالیس برس کی عمر تھی۔ بہت خوب! یعنی بیٹا باپ سے بھی دو سال کامل بڑا۔

واہ رے اس عجوبہ کے لکھنے والے۔ اس وقت تو تو نے خوش کر دیا (تھینکس)

بیٹیاں ماں سے تین برس بڑی

بائبل کے الہام کی طفیل یہ تو عجیب بات ناظرین معلوم کر چکے کہ بیٹا باپ سے دو برس بڑا تھا۔ اب ذرا وید کے الہام کی برکت سے اتنا اور اپنے علم میں اضافہ کر لیں۔ کہ بیٹیاں ماں سے تین برس پہلے پیدا ہو گئیں ؛

(صرف اردو ترجمہ)

"جو سوم لتا وغیرہ بوٹیاں بھومی (زمین) وغیرہ سے تین برس پہلے کامل سکھ دینے والی عمدہ پیدا وار ظاہر ہوئیں" (تفسیر دیانندی یجروید ادھیائے ۱۲ا۔ منتر ۷۵)

بوٹی اور بیٹی ماں اور بھومی میں اتنا فرق نہیں۔ کیونکہ بوٹی کو زمین کی بیٹی اس لئے کہا ہے۔ کہ وہ زمین کے پیٹ سے برآمد ہوتی ہیں۔ پس یہاں وید بھگوان فرماتے ہیں۔ کہ لوگو! تم ان بوٹیوں کو حاصل کرو۔ یا استعمال میں

لاؤ۔ جو زمین سے بھی تین برس پہلے (راگ ٹڑیں) پیدا ہو گئیں یا ظاہر ہوئیں سمجھو! یہ الہام اور گیان کی باتیں ہیں۔ بقول اہل کتاب و اہل وید۔ ان پر اعتراض جاننا درست نہیں۔ پس ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں۔ کہ ان مزیدار اور چٹپٹی باتوں کا لُطف و سرور لینا ہے۔ تو دل میں ہی لو۔ پادریوں یا آریہ بھائیوں کو سُنا سُنا کے پریشان مت کرو۔

گدھی نے کلام کیا

"تب خداوند نے گدھی کا منہ کھولا۔ اور اُس نے بلعام کو کہا۔ میں نے تیرا کیا کیا ہے۔ کہ تو نے یہ تین بار مجھے مارا" (کتاب گنتی باب ۲۲۔ آیت ۲۸)

دوستو! بائبل کے الہام کی اور باتوں کے دریافت کرنے کی تو اجازت ہم نہیں دیتے مگر اسلام پر اعتراض کرنے والے پادریوں سے دریافت کرو۔ مگر ہاں اس عقدہ کے حل کی تمنا و خواہش تو ہمیں بھی ہے۔ پس اسے ضرور اپنے حلقہ کے مشنری و پادری صاحبان سے دریافت فرماویں۔ اور جو جواب ملے۔ اس سے ہمیں بھی آگاہ فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

بیجان مادے میں خواہش

(صرف اُردو ترجمہ) اے رمایا کے مالک ایشور یا جو رُوح۔ مادہ وغیرہ اشیاء ہیں (ہیں یہ) سب بصورت خواہش . . . . . ہیں (یعنی صفت خواہش سے متصف ہیں۔" (دیانندی تفسیر یجر وید ادھیائے ۱۸ منتر ۲۱)

بائبل کا الہام تو گدھی کو متکلم بتلاتا ہے۔ اور ویدک الہام بیجان مادہ کو خواہش والا۔ نثار ہو جائیں دنیا کی تمام فلاسفیاں اس عجیب و غریب پُر حکمت کلام پر۔

کیا ہی مزے کی بات کہی

دوستو! مت حیران ہونا۔ کیونکہ یہ ویدک فلاسفی ہے۔

ٹھگی کا جواز

"اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے موافق کیا۔ اور انہوں نے مصریوں سے روپے کے برتن اور سونے کے برتن اور کپڑے عاریتاً لئے۔ اور خداوند نے ان لوگوں کو مصریوں کی نگاہ میں ایسی عزت بخشی۔ کہ انہوں نے عاریتاً دی۔ اور انہوں (اسرائیلیوں) نے مصریوں کو لوٹ لیا۔"

(کتاب خروج باب ۱۲۔ آیت ۳۵ و ۳۶)

یہ تو ہوا بائبل کی تعلیم کا ادنےٰ کرشمہ۔ اب وید کے گیان داتا کے حال سے بھی ناظرین واقف ضرور ہوں۔

ایشور سے چوری نہ کرنیکی درخواست

(صرف اردو ترجمہ) اُے اندر دولتوں سے مالا مال پرمیشور! ہم سے الگ کبھی مت ہو۔ ہمارے مرغوب سامان خوراک کو مت چُرا۔ اور مت چُروا"

• الخ۔ (ترجمہ سوامی دیانند۔ رگوید ۱-۲-۱۹-۸)

وید کے پجاری اور معتقد بیچارے التجا کرتے ہیں۔ کہ اے پرمیشور۔ ہمارے سامانوں کو تم چراؤ نہیں۔ اور نہ ہی کسی اور کو ترغیب دو۔ کہ چُرائے۔ اپنے گیان داتا پر یہ بدگمانی۔

خیر وہ جانیں۔ ان کا ایشور چرائے۔ یا چھوڑے۔ ہم نے تو ناظرین کو بائبل اور وید کے الہام کی صرف بہار ہی دکھلانی ہے۔

خداوند کا دربار اور تخت

پھر اُس نے کہا۔ کہ اس لئے تم خداوند کے سخن کو سُنو۔ میں نے خداوند کو اس کی کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ اور آسمانی سارا لشکر اُس پاس اُس کے

داہنے ہاتھ اور اس کے بائیں ہاتھ کھڑا تھا۔" (کتاب سلاطین ۱ باب ۲۲ آیت ۱۹)

خداوند کے دربار کی سیر سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر کیلئے ایشور کے تخت گاہ کا ملاحظہ کر لو۔

(۱) "ورن (پرمیشور) اپنی ساری رعایا میں سب پر حکومت کرنے کے لئے آ کر بیٹھا ہے" "آ کر بیٹھا ہے" کیا پہلے حکومت نہیں کرتا تھا)۔ (رگوید ۲۵/۹ ۱) ترجمہ پروفیسر راجارام آریہ

(۲) سنہری کوچ کو پہنتا ہوا "ورن چمکتے ہوئے لباس کو پہنتا ہے۔ اُس کے جاسوس چاروں طرف بیٹھے ہیں"

(رگ وید ۲۵/۱۲ ۱) ترجمہ پروفیسر راجارام صاحب آریہ سماجی

او قرآنی عرش اور کرسی کے لفظ پر اعتراض کرنے والے پادری اور آریہ سماجیو! کہاں ہو؟ اگر تم میں ضد اور تعصب نہیں۔ تو ان مقامات کا غور سے مطالعہ کرو۔ جو بائبل اور وید سے دکھلائے گئے ہیں۔ پس اگر انصاف پسند کہلانا چاہتے ہو۔ تو قرآن کے اُن الفاظ پر ہرگز اعتراض نہ کرو۔ جو محض استعارہ کے رنگ میں بیان ہوئے ہیں اعتراض کرنے سے پہلے اپنی آنکھ کے شہتیر پر نظر کر کے دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھا کرو۔ اور شیش محل میں بیٹھ کر فولادی گاڑی میں سوار لوگوں پر پتھر نہ چلاؤ۔ تمہاری مار سے دوسروں کا نقصان نہیں ہو سکتا۔ پس اس دوستانہ نصیحت کو پلّے باندھو۔ اور عمل کرو۔ تا دوسروں کے اعتراضات کا نشانہ بننے سے محفوظ رہو۔

خدا دیکھا جاتا ہے

" اور یعقوب نے کہا۔ کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا۔ اور میری جان بچ رہی ہے۔" (پیدائش باب ۳۲۔ آیت ۳۰)

بائبل کا الہام بتلاتا ہے کہ خدا کو لوگ دیکھ بھی سکتے ہیں۔ جیسے یعقوب نے دیکھا اب ویدک ایشور کے متعلق بھی ناظرین کو اپنی معلومات میں اضافہ کرنا ضروری ہے۔

پرمیشور دیکھا جاتا ہے

(صرف اردو ترجمہ) "اے بخوف سپہ سالار بغیر دودھ کے گائیوں کی مانند ہم لوگ اس جاندار اور بیجان دنیا کے بنانے والے سکھ کے ساتھ دیکھنے لائق ایشور کے برابر طاقتور آپ کے مقابل ہو کر عزت و تعریف کریں"۔ (دیانندی تفسیر یجروید ادھیائے ۲۷ منتر ۳۵)

بائبل کا الہام کنندہ بھی دیکھنے میں آجاتا ہے۔ اور وید کا گیان داتا بھی۔ آپ کی منطق کے مطابق کہا جاتا ہے کہ جو چیز دیکھنے میں آگئی۔ ضرور ہے۔ کہ جسم ہو۔ پس مجسم جو ہوگی وہ محدود ہے۔ اور محدود کے لئے ضروری ہے۔ کہ تقسیم ہو جائے۔ پس جو چیز قابل تقسیم ہے۔ وہ حادث و مخلوق ہے۔ نہ کہ دوسروں کی خالق۔ پس اسلام پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنی کتابیں دیکھو۔

وید اور بائبل میں خدا تعالیٰ کی کمزوری و خوف کا بیان

"اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا۔ اور اس نے کوہستانیوں کو خارج کیا۔ پر نشیب کے رہنے والوں کو خارج نہ کر سکا۔ کیونکہ ان کے پاس لوہے کی رتھیں تھیں"۔ (کتاب قاضیوں باب ۱ آیت ۱۹)

بائبل میں خدا کو انسانوں سے عاجز ہو جانے والا بتلایا۔ افسوس!

اے پادری صاحبان! کیا اس الہام کی منادی دنیا میں کرتے ہو۔ جو قادر مطلق خدا کو ایسا عاجز بیان کرے۔ کہ انسانوں کے ایک گروہ سے محض اس لیے عاجز رہا کہ ان کے پاس لوہے کی رتھیں تھیں + لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

یہ تو ہوا بائبل کا بیان اب وید مقدس کا گیان بھی ملاحظہ کیجئے۔ وہ خدا تعالیٰ کو کس رنگ میں پیش کرتا ہے۔

ایشور کہتا ہے۔ کہ اے ...... دشمنوں کو نیست و نابود کرنے میں بے خوف (سپہ سالار) ہم لوگوں کو سب جگہ سے بے خوف کر"۔

(تفسیر دیانندی یجروید ادھیائے ۳۸ منتر ۳۷)

بہادر کمانڈر انچیف سے ویدک ایشور ملتجی ہوتا ہے کہ ہمیں دشمنوں کے خوف سے بے خوف کر۔ اس معاملہ میں بائبل اور وید دونوں اپنے اپنے الہام کرنے والے کی طاقتوں کی کمی کے اقراری نظر آتے ہیں +

اَستَغفِرُ اللّٰہَ رَبِّی

بے علمی کا الزام

"پھر خداوند نے کہا۔ اس لئے کہ سدوم اور عمورہ کا چلانا بلند ہوا اور ان کا جرم نہایت سنگین ہوگیا ہے۔ میں اب اتر کے دیکھونگا" کہ انہوں نے سراسر اس چلّانے کے مطابق جو مجھ تک پہنچا کیا ہے یا نہیں۔ اور اگر نہیں (کیا) تو میں دریافت کرونگا"

(کتاب پیدائش باب ۱۸۔ آیت ۲۱ و ۲۰۔)

بائبل نے یہاں خدا کو علیم کل ہونے سے قطعی جواب دیدیا ہے۔ اگر خدا علیم کل ہوتا۔ تو دریافت حال کے لئے نیچے اُترنا اور پوچھنا چہ معنی دارد۔

اسی طرح ویدوں کا گیان داتا اپنے علم کو شنیدہ بیان کرتا ہے۔

"مَیں نے یہ دو راستے سنے ہیں۔ یہ تمام دنیا انہیں دو راستوں پر چلی جارہی ہے۔ الخ"

(بھاشیہ بھومکا اردو صہ ۱۴۲) بحوالہ یجر وید ۱۹/۴۷)

۱۹/۴۷ کی مختصر سی عبارت ہم نے نقل کی ہے۔ ساری عبارت دیکھنے کے خواہشمند اصل کتاب دیکھ لیں۔ حوالہ موجود ہے۔

بائبل کا بیان کہ وہ خدا بھی لوگوں سے دریافت کرتا ہے اور وید کا ایشور بھی سُنتا ہے۔ نہایت ہی افسوس کا مقام ہے۔ کہ اس قادر مطلق علیم کل کے متعلق کیسی گستاخی سے پُر بیان دئیے جاتے ہیں۔

بائبل میں خدا کو آگ کہنا

(۱) "کیونکہ خداوند تیرا خدا ایک بھسم کرنے والی آگ ہے۔ الخ" (استثنا ۴/۲۴)

(۲) "کیونکہ ہمارا خدا خاک کردینے والی آگ ہے۔" (عبرانیاں ۱۲/۲۹)

وید میں خدا کو آگ کہنا

اے آتش علیم کل (پرمیشور) تو ہی سب جگہ قابل تعریف ہے دوسرا نہیں۔ الخ" (ترجمہ دیانندجی رگوید ۵۔ ۳۵۔ ۲)

دوستو! آؤ تمہیں بائبلی خدا کا حلیہ بائبل ہی سے بتلائیں۔

بائبل میں خدا کا سر

"نجات کا خود اس کے سر پر تھا۔ اور اس لباس کی جگہ انتقام کی پوشاک پہنی۔" الخ (یسعیاہ ۵۹/۱۷)

سر کے بال "اُس کے سر کے بال صاف ستھرے اُون کی مانند ... الخ"

(دانیال ۷/۹)

آنکھ اور کان خداوند کی آنکھیں صادقوں پر اور اُسکے کان ان کی فریاد پر ہیں" (زبور ۳۴/۱۵)

ناک "یہ ایسے ہیں جیسے دھواں میری ناک کے لئے ... الخ" (یشعیاہ ۶۵/۵)

سر اور سر کے بال اس کے بعد آنکھ اور کان بھی ہو گئے۔ اور ناک بھی نکل آیا۔ اب منہ کی باری ہے۔ سو مونہہ بھی ملاحظہ ہو۔

منہ "اُسی طرح میرا کلام جو میرے منہ سے نکلتا ہے ... الخ (یسعیاہ ۵۵/۱۱)

منہ کے بعد لب اور زبان کی باری ہے۔ ان کی بھی زیارت ہو جانی ضروری ہے۔

لب اور زبان "دیکھو خداوند کا نام دور سے چلا آتا ہے ... اس کے لب قہر آلودہ اور اس کی زبان دھدھکتی آگ کی مانند ہے ... الخ"

(یسعیاہ ۳۰/۲۷)

سانس "اس کی سانس ایسی ہے۔ جیسا کہ سیلاب جس کی باڑھ ہو ... الخ"

(یسعیاہ ۳۰/۲۸)

چہرہ۔ بازو اور ہاتھ "کہ وہ اپنی شمشیر سے اس زمین کے مالک نہ ہوئے نہ اپنے بازو سے غالب آئے۔ بلکہ تیرے داہنے ہاتھ سے اور تیرے بازو سے اور تیرے چہرے کے نور سے ... الخ"

سر۔ سر کے بال۔ آنکھ کان۔ ناک۔ منہ۔ لب اور زبان۔ سانس۔ چہرہ۔ بازو اور ہاتھ کی زیارت سے تو شرف حاصل ہو گیا۔ اب تھوڑے سے اعضا اور ہیں۔ ان کی بھی زیارت ضروری ہے۔

"اور جب تک نہ گذروں۔ تجھے اپنی ہتھیلی سے ڈھانپونگا" (خروج ۳۳/۲۲)

ہاتھ کی ہتھیلی کے بعد اب انگلی کی باری

انگلی "اور خداوند نے جب موسیٰ سے کوہ سینا پہ اپنا کلام تمام کر چکا شہادت کی

دو لوحیں دیں۔ اور وہ سنگین لوحیں خدا کی انگلی سے لکھی ہوئی تھیں" (خروج ۳۱-۱۸)

پاؤں "اور اس نے مجھے کہا۔ کہ اے آدم زاد! یہ میری تخت گاہ اور میرے پاؤں کی کرسی جہاں میں بنی اسرائیل کے درمیان ابد تک رہونگا" الخ (حزقیل ۴۳-۷)

یہ ہم جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ان حوالہ جات کو پڑھکر عیسائی دوست فوراً کہ دینگے کہ یہ کلام استعارہ کے رنگ میں ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں جب ید کا لفظ آجاتا ہے۔ تو تب کلام میں استعارہ کا لفظ کیوں محو ہو جاتا ہے۔ اس وقت کیوں اعتراض کیلئے زبان دراز کرتے ہو۔ پس جب قرآن شریف کے ید یا ساق الفاظ کو لے کر اعتراض کرنے سے نہیں جھجکتے۔ تو اپنی مسلمہ کتابوں پر کیوں وہی اعتراض نہیں کرتے۔ اسی طرح ویدک ایشور کا حلیہ ہے۔ وہ بھی اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

ویدک ایشور کا حلیہ (منہ۔ بازو۔ ران۔ پاؤں)

"برہمن اس کا منہ تھا۔ بازوؤں سے کشتری رانیں دیش۔ پاؤں سے شودر پیدا ہوئے۔" (رگوید ۹۰-۱۰) ترجمہ راجا رام صاحب

مونہہ۔ بازو۔ رانیں اور پاؤں تو معلوم ہو گئے اب دیگر اعضاء کا ملاحظہ ناظرین کے لئے باقی ہے۔ سو وہ بھی تیار ہے۔

(سر۔ پاؤں - ناف اور کان)

اس کی (پرمیشور) ناف سے آسمان۔ سر سے خلا۔ پاؤں سے زمین اور کان سے طرفیں پیدا ہوئیں" (رگوید ۹۰-۱۰)

(آنکھ - دل - منہ اور سانس)

"چاند من (دل) سے پیدا ہوا۔ آنکھ سے سورج پیدا ہوا۔ منہ سے اندر اور آگ اور سانس سے ہوا پیدا ہوئی"

الغرض ویدک ایشور کا حلیہ بتانے کیلئے بہت سا وقت درکار ہے۔ اس لئے محض

اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں۔
ان مقامات کو دیکھتے ہوئے آریہ صاحبان بھی جھنجلا کر یہی فرمائینگے۔ کہ یہ استعارہ کے رنگ میں ہیں۔ مگر ان کو بھی ہمارا جواب یہی ہوگا۔ کہ اگر یہ استعارہ کے رنگ میں ہیں تو ستیارتھ پرکاش و کلیات آریہ مسافر و دیگر ایسی کتب کے ان مقامات کو نکال ڈالو۔ جہاں قرآن شریف میں آئے ہوئے ساق (پنڈلی) ید (ہاتھ) وغیرہ الفاظ پر بڑی دیدہ دہنی سے اعتراض کئے گئے ہیں۔ کیونکہ اگر وید کے یہ الفاظ استعارہ و النکار ہیں۔ تو ید اور ساق اس سے بھی بدرجہ اولیٰ استعارہ ہیں۔ پس جبتک ستیارتھ کلیات کے ان مقامات کو آریہ صاحبان نہ نکال ڈالیں گے۔ تب تک ہمارے یہ اعتراضات اسی طرح قائم رہیں گے۔ جیسے دنیا میں آفتاب عالمتاب۔
دوستو! بہت سی باتیں ہیں جو سنانے کو دل چاہتا ہے۔ مگر کیا کیا جائے۔ وقت اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے ہم نہایت ہی ادب سے آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے توفیق دی۔ تو اس بہار کا بقایا لطف پھر کبھی اٹھا لینگے کیونکہ "یار زندہ صحبت باقی"

فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

بعض الہامات مسیح موعودؑ پر اعتراضات کا جواب

"ہمارے دوست ڈاکٹر محمد شفیع صاحب ساہیوال نے اپنے ایک عزیز کو تبلیغی خط لکھا تھا۔ اس کے متعلق انجمن تائید الاسلام کے رسالے میں کچھ اعتراض شائع ہوئے ہیں۔ جن کا جواب ذیل میں افادۂ عام کے لئے شائع کیا جاتا ہے"

قولہ حضرت مرزا صاحب کا الہام حیوان کو عیسائی بناتا ہے۔ انت منی بمنزلۃ ولدی یعنی خدا تعالیٰ مرزا صاحب کو فرماتا ہے۔ کہ اے مرزا۔ تو ہمارے بیٹے کی جا بجا ہے۔ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا تھا۔ مرزا صاحب کو بھی خدا کہتا ہے۔ تو ہمارے بیٹے کی جا بجا ہے۔ تو خدا کا بیٹا ہونے میں مسیح اور مرزا برابر ہوئے۔ ... اور مرزائی ابن اللہ کے مسئلہ میں عیسائیوں کے برابر ہوئے؟

اقول۔ اول تو معترض کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ عیسائی تو حضرت مسیح کو خدا کا ازلی بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا حقیقی بیٹا نہ ہونا الہام میں بمنزلۃ کے لفظ سے ظاہر ہے۔ دنیا میں بیٹا کا لفظ دو طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ایک صلبی بیٹے پر۔ دوسرے پیار کی وجہ سے بڑا چھوٹے کو کہتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا صلبی بیٹا ہونا تو الہام کے بھی خلاف ہے۔ باقی رہا پیار کی وجہ سے تو ایسا اور انبیاء کو بھی کہا ہے۔ جیسا کہ بائبل میں کثرت سے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور پھر تقریب اور اکرام کیلئے ولد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔ الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۱۳۹۔

کما یقول الشخص لاجنبی انت اخی او ولدی علی طریق التقریب والاکرام ثم لا یرثہ اذا مات ولا یحرم علیہ بناتہ واخواتہ"۔ ترجمہ جیسا کہ کوئی شخص اجنبی کے لئے تقریب اور اکرام کے طور پر کہہ دیتا ہے۔ کہ تو میرا بھائی یا تو میرا ولد ہے حالانکہ پھر وہ قائل کا وارث بھی نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس پر اس کی بہن اور بیٹیاں حرام ہوتی ہیں۔ پس ولد کا لفظ کہنے سے غرض اظہار محبت ہے۔ اور یہ بتانا کہ تو ہمارا مقرب و محبوب ہے۔ چونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے ابن کہا ہے اور مراد اس سے یہی تھی۔ کہ تو ہمارا مقرب و محبوب ہے۔ لیکن عیسائیوں نے اس کو حقیقی معنوں پر محمول کر لیا۔ اور خدا کے ساتھ شریک بنا لیا۔ اس بات کے رد کے لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو بھی فرمایا۔ کہ انت منی بمنزلۃ ولدی۔ جس سے مراد یہی ہے۔ کہ آپ خدا تعالیٰ کے مقرب و محبوب ہیں۔ اور پھر جبکہ خود ملہم اس کے معنے حقیقی نہیں لیتا اور کہتا ہے۔ کہ یہ الہام از قبیل متشابہات ہے۔ اس کو

محکمات کے تابع کرنا چاہیئے۔ تو دوسروں کا کیا حق ہے۔ کہ اس کے معنے کوئی اور قرار دیں۔ .... حضرت مسیح موعودؑ اسی الہام کے متعلق اپنی کتاب معیار الاصفیاء میں فرماتے ہیں۔

"یاد رہے۔ کہ خدا تعالےٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اور نہ بیٹا ہے۔ نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ یہ کہے۔ کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو۔ اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ۔ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو۔ اور حقیقت حوالہ بخدا کرو۔ اور یقین رکھو۔ کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے۔ اور میری نسبت بینات سے یہ الہام ہے۔ جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم معیار الاصفیاء ص۔"

پس اس کے بعد کسی خدا ترس اور متقی آدمی کا حق نہیں کہ وہ اس پر اعتراض کرے جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود اس کے معنے بتلا دئے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ اس کو الہام قل انما انا بشر مثلکم کے ماتحت کرنا چاہیئے۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے مقرب اور محبوب کے لئے ابن یا بیٹا کا لفظ استعمال کر دیا کرتا ہے۔ جیسے کہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فوز الکبیر فی اصول التفسیر میں فرماتے ہیں۔

"وزاں جملہ آنست کہ خدا تعالےٰ در ملت انبیاء و تابعان ایشاں را بہ لقب مقرب و محبوب تشریف دادہ است۔ و منکر آں ملت را بہ صفتِ مبغوضیت نکوہیدہ است و دریں باب بلفظے شائع در ہر قوم تکلم واقع شد۔ اگر لفظ ابنا بجائے محبوباں ذکر باشد چہ عجب۔"

پس اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بیٹے کا لفظ مقرب اور محبوب کے معنوں میں استعمال کر دیتا ہے۔

| از روئے قرآن شریف ولد کے معنے | پھر قرآن مجید میں بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ |

فاذکروا اللہ کذکرکم اٰبائکم او اشد ذکرا - کہ تم خدا کو ایسے یاد کرو - اور ایسی عزت کرو جیسے کہ تم اپنے باپوں کی کرتے ہو - بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خدا تعالیٰ کا ذکر کرو - پس جس طرح کہ آیت میں خدا تعالیٰ کو حقیقی باپ قرار نہیں دیا جا سکتا - اسی طرح الہام انت منی بمنزلۃ ولدی میں حقیقی ولد مراد نہیں ہے -

قولہ - محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب خدا سے سب سے زیادہ حاصل تھا - ان کو خدا نے نہ فرمایا کہ تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے -

اقول - نبی کریمؐ کا مرتبہ اس بات سے بڑھکر ہے - اس لئے آپ کے لئے بیٹے کا لفظ استعمال نہیں ہوا - جیسا کہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے - ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ - کہ جو تیری بیعت کرتے ہیں - تو وہ خدا کی بیعت کرتے ہیں - پس اس آیت میں نبی کریمؐ کے ہاتھ کو خدا تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا ہے - اور اسی طرح ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی میں نبی کریمؐ کے پھینکنے کو خدا تعالےٰ نے اپنا پھینکنا قرار دیا ہے - اور اسی طرح فرمایا ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ کہ رسولؐ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے - اور اسیطرح پہلے انبیاء کے صحیفوں میں نبی کریمؐ کا آنا - خدا کا آنا بیان کیا گیا ہے ملاحظہ ہو "آخر کو اس نے یہ سمجھ کے کہ وے میرے بیٹے کی تعظیم کرینگے - اپنے بیٹے کو ان کے پاس بھیجا - پر باغبانوں نے جب بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا - یہی وارث ہے - آؤ - اسے مار ڈالیں اور اس کی میراث پر قبضہ کریں - اور انہوں نے اسے پکڑا - اور انگور کے باغ سے باہر نکال کے مار ڈالا - جب انگور کے باغ کا صاحب آویگا - تو ان باغبانوں کو کیا کریگا - وے بولے کہ ان بروں کو بری طور سے ہلاک کریگا - اور انگور کے باغ کو اور باغبانوں کو جو میوہ موسم میں اسے پہنچاویں - سپرد کریگا - الخ"

مذکورہ بالا تمثیل سے ظاہر ہے - کہ نبی کریمؐ کو انگوروں کے باغ کا مالک قرار دیا گیا ہے - اور مسیح ناصری کو بیٹا -

(۲) حضرت داؤد کی زبور میں لکھا ہے -

"کہ تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ تر ہے تیرے لبوں میں نعمت بنائی گئی -

اس لئے خدا نے تجھکو ابد تک مبارک کیا - اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے خدا تیرا تخت ابد الاباد ہے تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے - تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی ہے - اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے - خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر کیا ہے۔"

اس میں بھی نبی کریمؐ کو استعارۃً خدا کے لفظ سے پکارا گیا ہے - پھر یسعیاہ کی کتاب باب ۴۲ میں لکھا ہے۔

"خداوند خدا ایک بہادر کی مانند نکلیگا - وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اُکسائیگا۔"

پس اس میں بھی نبی کریمؐ کی بعثت کو استعارۃً خدا کا آنا بیان کیا گیا ہے پس نبی کریمؐ خدا تعالٰے کے اتم مظہر ہیں - اس لئے ولد کا لفظ آپ کی شان کے شایان نہیں کیونکہ آپؐ کا درجہ اس سے بڑھکر ہے۔

پس یہ کہنا کہ نبی کریمؐ کے لئے کیوں ولد کا لفظ خدا تعالٰے نے نہیں فرمایا - یہ معترض کی کم فہمی ہے - کیونکہ نبی کریمؐ کا درجہ اس سے بڑھ کر ہے - کہ آپؐ کے لئے ولد کا لفظ استعمال کیا جائے - اور آپؐ کی شان کے متعلق تو قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے فرما دیا ہے - ثم دنا فتدلٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی

قولہ - تیسرا الہام جو مرزا صاحب کو صُلبی بیٹا بناتا ہے غور سے سُنو - انکو کہا الہام ہے - انت من ماءنا وھم من فشل - اربعین ۳ صفحہ ۱۳۲ - یعنی اے مرزا ! تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے - اور وہ لوگ خشکی سے یہ الہام تو عیسائیوں سے بھی زیادہ اپنے اندر شرک و کفر رکھتا ہے ؟

اقول - معترض کا کوئی حق نہیں کہ وہ اس الہام سے مسیح موعودؑ کو صلبی بیٹا قرار دے اور ماء سے مراد نطفہ لے - جبکہ نہ خود ملہم اور نہ ہی ان کے متبعین یہ اس کے معنے کرتے ہیں - ماء سے مراد نطفہ ہی نہیں ہوتا بلکہ ماء جب مضاف ہو - تو اس کے معنے اور بھی

ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو لسان العرب و تاج العروس۔

(۱) "ماء السماء لقب عامر بن حارثہ الازدی وھو ابو عمرو مزیقیا الذی خرج من الیمن حین احس سیل العرم سمی بذلک لانہ کان اذا اجدب قومہ مانھم حتی یاتیھم الخصب فقالوا ھو ماء السماء لانہ خلف منہ وقیل لولدہ بنو ماء السماء وھم ملوک الشام

(۲) وماء السماء ایضاً لقب ام المنذر ابن امری القیس ۔ ۔ ۔ ۔ سمیت بذالک لجمالھا وقیل لولدھا بنو ماء السماء وھم ملوک العراق قال زھیر بن جناب

ولازمت الملوک من اٰل نصر
وبعدھم بنی ماء السماء

ترجمہ ۔ ماء السماء عامر بن حارثہ ازدی کا لقب ہے ۔ اور وہ ابو عمرو مزیقیا ہے ۔ جو کہ یمن سے نکل گیا تھا ۔ جبکہ اس نے سیل عرم کو محسوس کیا ۔ اس کا نام ماء السماء اس وجہ سے رکھا گیا ۔ کہ جب اس کی قوم پہ قحط پڑتا تھا ۔ تو ان کے پاس آتا ۔ یہاں تک کہ وہاں سرسبزی ہو جاتی ۔ اور قحط جاتا رہتا ۔ تو انھوں نے کہا ۔ کہ یہ ماء السماء ہے ۔ کیونکہ وہ اس سے پیچھے رہا تھا ۔ اور اس کی اولاد کو بنو ماء السماء کہا جاتا ہے ۔ اور وہ شام کے بادشاہ تھے ۔ ایک انصاری کا شعر ہے ۔ میں ابن مزیقیا عمرو ہوں ۔ اور میرے دادے کا باپ عامر ماء السماء ہے ۔ (۲) اور ماء السماء منذر ابن امرئ القیس کی والدہ کا بھی لقب ہے ۔ اس کا نام ماء السماء اس کے جمال اور حسن اور خوبصورتی کی وجہ سے رکھا گیا ہے اور اس کی اولاد کو بھی بنو ماء السماء کہتے ہیں ۔ اور وہ عراق کے بادشاہ ہیں جیسا کہ زہیر کے شعر سے ظاہر ہے ۔ کہ میں ایک مدت تک آل نصر کے بادشاہوں کا ملازم رہا اور ان کے بعد بنی ماء السماء کا ۔ پھر لکھا ہے ۔

وفی حدیث ابی ھریرہ امکم ھاجر یابنی ماء السماء یرید العرب لانھم کانوا یتبعون قطر السماء ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فینزلون حیث کان "

ابی ہریرہ کی حدیث میں بھی بنی ماء السماء کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ۔ جس سے مراد

عرب ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ پانی کی قلت کی وجہ سے وہ جگہ ڈھونڈتے تھے۔ کہ جہاں بارش ہو۔ اور جہاں بارش ہوتی۔ وہاں وہ اتر پڑتے تھے۔

پس مذکورہ بالا مثالوں میں ماء کا لفظ سماء کی طرف مضاف ہو کر نطفہ کے غیر معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پس الہام میں بھی ماء کا لفظ مضاف واقع ہوا ہے۔ اور نا ضمیر متکلم ہے۔ مضاف الیہ جس کے معنے ہیں۔ "ہمارا پانی" پس حضرت مسیح موعودؑ کے لئے فرمایا۔ کہ تو ہمارے پانی سے ہے۔ اور سب قسم کے پانی دریاؤں کے نہروں کے تالابوں کے سمندروں کے خدا تعالیٰ کے مسبب الاسباب علت العلل ہونے کی وجہ سے اسی کے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کے الہام میں ہمارا پانی کہنے سے مراد نطفہ ہی ہے تو جعلنا من الماء کل شئی حی کے لحاظ سے ہر ایک چیز خدا تعالیٰ کے نطفہ سے ہی ہوگی۔ کیونکہ ہر ایک پانی خدا تعالیٰ کا ہے۔ اور اسی طرح ایک شاعر کہتا ہے۔

ان الماء ماء ابی وجدی
وبئری ذو حفرت وذو طویت

وحی کے لئے بھی قرآن مجید میں ماء کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللہ انزل من السماء ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا ان فی ذالک لآیۃ لقوم یسمعون (نحل)

الہام کے معنے | پس الہام کے معنے یہ ہوئے کہ انت من ماءنا تو تو ہماری وحی سے قایم ہوا ہے۔ لوگ جتنی مخالفت چاہیں۔ کریں۔ لیکن تم نے حق کی تبلیغ میں ہمت نہ ہارنا۔ کیونکہ تو نے ہمارے کہنے سے اس بات کو اپنے ذمہ اٹھایا ہے۔ وھم من فشل۔ اور وہ لوگ جو تیرے مخالف ہیں۔ جو کہ مجسم گھبراہٹ بزدلی اور سستی۔ اور ضعف ہیں یہ الہام مسیح موعودؑ کی تسلی کے لئے نازل ہوا ہے۔ اور فشل کے معنے تاج العروس و لسان العرب وغیرہ

میں یہ لکھے ہیں۔
فشل کسل وضعف وتراخی وجبن وفزع ومنہ الآیۃ اذھمت طائفتان منکم ان تفشلا وقولہ تعالی ولا تنازعوا فتفشلوا فتذھب ریحکم قال الزجاج ای تجبنوا عن عدوکم اذا اختلفتم اخبران اختلافھم یضعفھم وان الالفۃ تزید فی قوتھم ورجل فشل ضعیف جبان ۔ (تاج العروس جلد ۸ صفحہ ۵۸)

فشل ۔ سست اور کمزور اور بزدل ہو گیا اور رویہ کی اور گھبرا گیا ۔ اور آیت اذھمت طائفۃ الخ میں تفشلا کے معنے یہی ہیں ۔ اور اسی طرح آیت ولا تنازعوا فتفشلوا کے معنے زجاج نے یہ کئے ہیں ۔ کہ جب تم اختلاف کروگے ۔ تو تم اپنے دشمنوں سے بزدل ہوجاؤ گے ۔ اس آیت میں خبر دی ہے ۔ کہ ان کا اختلاف ان کو کمزور کریگا ۔ اور الفت ان کی قوت کو بڑھائیگی ۔ اور رجل فشل کے معنے ضعیف اور بزدل آدمی کے ہیں ۔ پس یہاں سے مراد نطفہ لیکر اعتراض کردینا کار خردمنداں نیست ۔

قولہ ۔ چوتھا الہام جو مرزا کو خدا کی بیوی بناتا ہے اور بیوی بھی بال بچہ والی جس سے اطفال اللہ یعنی خدا کے بیٹے پیدا ہوتے ہیں ۔ یریدون ان یروا طمثک ۔ ترجمہ بھی وہ لکھا جاتا ہے ۔ جو مرزا صاحب نے خود کیا تھا ۔ بابو الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے ۔ یا کسی اور پلیدی اور ناپاکی اطلاع پائے ۔ مگر خدا تعالی تجھے اپنے انعام دکھلائیگا ۔ جو متواتر ہونگے اور تجھ میں حیض نہیں ۔ بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے الخ
اب اس الہام سے ثابت ہے ۔ کہ مرزا صاحب خدا کی بیوی تھے ۔ آجتک خدا وند ہونیکا کسی نے دعوی نہ کیا تھا ۔ افسوس ایسے الہام پر "

اقول ۔ الہام یریدون ان یروا طمثک سے یہ نکالنا کہ حضرت مرزا صاحب خدا کی بیوی ہیں ۔ سراسر کذب و افترا ہے ۔ اصل عبارت حضور انور کی ملاحظہ ہو

اسی طرح میری کتاب اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۹ میں بابو الٰہی بخش صاحب کی نسبت یہ الہام ہے۔ یریدون ان یروا طمثک واللّٰہ یرید ان یریک انعامہ الانعامات المتواترۃ انت منی بمنزلۃ اولادی واللّٰہ ولیک وربک فقلنا یانار کونی بردا۔ یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائیگا۔ جو متواتر ہونگے۔ اور تجھ میں حیض نہیں۔ بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے۔ ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ یعنی حیض ایک ناپاک چیز ہے۔ مگر بچہ کا جسم اسی سے تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو جسقدر فطرتی ناپاکی اور گند ہوتا ہے۔ جو انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہوتا ہے۔ اسی سے ایک روحانی جسم تیار ہوتا ہے۔ یہی ظلمت انسانی ترقیات کا نتیجہ ہے۔ اسی بنا پر صوفیا کا قول ہے۔ کہ اگر گناہ نہ ہوتا تو انسان کوئی ترقی نہ کر سکتا۔ آدمؑ کی ترقیات کا بھی یہی موجب ہوا۔ اسی وجہ سے ہر ایک نبی مخفی کمزوریوں پر نظر کر کے استغفار میں مشغول رہا ہے اور وہی خوف ترقیات کا موجب ہوتا رہا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ ان اللّٰہ یحب التوابین و یحب المطہرین۔ پس ہر ایک ابن آدم اپنے اندر ایک حیض کی ناپاکی رکھتا ہے۔ مگر وہ جو سچے دل سے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وہی حیض ایک پاک لڑکے کا جسم تیار کر دیتا ہے۔ اسی بنا پر خدا میں فانی ہونیوالے اطفال اللہ کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں۔ کہ وہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہیں۔ کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے اور خدا بیٹوں سے پاک ہے۔ بلکہ اس لئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی مرتبہ کی طرف قرآن شریف میں اشارہ ہے۔ فاذکروا اللّٰہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا۔ یعنی خدا کو ایسی محبت اور دلی جوش سے یاد کرو۔ جیسا کہ بچہ اپنے باپ کو یاد کرتا ہے۔ اسی بنا پر ہر ایک قوم کی کتابوں میں اَبّ یا پتا کے نام سے خدا کو پکارا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو استعارہ کے رنگ میں ماں سے بھی ایک

مشابہت ہے۔ اور وہ یہ کہ جیسے ماں اپنے پیٹ میں اپنے بچہ کی پرورش کرتی ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ کے پیارے بندے خدا کی محبّت کی گود میں پرورش پاتے ہیں۔ اور ایک گندی فطرت سے ایک پاک جسم انہیں ملتا ہے سو اولیاء کو جو صوفی اطفال حق کہتے ہیں۔ یہ صرف ایک استعارہ ہے۔ ورنہ خدا اطفال سے پاک اور لم یلد ولم یولد ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۴۳ و ۱۴۴)

حضرت شیخ فرید الدین عطار اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۴۶۱ میں فرماتے ہیں۔	اس حوالہ کی اقوال اولیاء سلف سے تصدیق

"جیسے عورتوں کو حیض آتا ہے ایسا ہی ارادت کے راستہ میں مریدوں کو حیض آتا ہے۔ اور مرید کے راستہ میں جو حیض آتا ہے۔ تو وہ گفتار سے آتا ہے اور کوئی مرید ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ وہ اس حیض میں ہی پڑا رہتا ہے۔ اور کبھی اس سے پاک نہیں ہوتا۔ اور ایسا آدمی بھی ہوتا ہے۔ کہ اس کو حیض نہیں آتا ہمیشہ پاکی میں رہتا ہے۔"

کیا معترض یہاں بھی کہے گا۔ کہ ہر ایک ارادت کے رستہ پر چلنے والا خدا تعالیٰ کی بیوی ہے۔ پس کیسی شرم کی بات ہے۔ کہ ایک نیک آدمی کی طرف ایسی بات کو منسوب کر دیا جائے۔ جس کا وہ خود اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ بلکہ اس کے خلاف بار ہا لکھ چکا ہو۔

پھر مجالس الابرار میں لکھا ہے۔

"واما الکرامۃ بمعنی ظہور امر خارق للعادۃ فلا عبرۃ لہا بل ھی حیض الرجال"

کہ کرامت جو خارق عادت امر کے ظہور کا نام ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ وہ تو مردوں کا حیض ہے۔

پس کیا معترض یہاں بھی یہی بکواس کریگا۔ جو اس نے تعصب کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے ایک مرسل کے مقابلہ میں کی ہے۔ اور اولیاء اطفال اللہ ہوتے ہیں۔ جیسے کہ مثنوی رومی میں لکھا ہے۔

اولیاء اطفال حق اند اے پسر
غائبی و حاضری بس در نظر

قولہ - پانچواں الہام جو مرزا صاحب کو خدا کی صفات میں شریک کرتا ہے - "انما امرک اذا اردت شیا ان تقول لہ کن فیکون - یہ کفر کا الہام ہے - کہ ایک عاجز انسان خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک ہو .... پھر مرزا صاحب اپنی کتاب کتاب البریۃ کے صد۷ پر اپنا کشف اس طرح لکھتے ہیں - میں نے ایک کشف میں دیکھا - کہ خدا ہوں اور یقین کیا - کہ وہی ہوں - اور میں اس حالت میں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں - الخ - یہ کشف مرزا صاحب کو خدا کا شریک اور آسمان اور زمینوں کے بنانے والا ثابت کرتا ہے - انتہی بالخلاصۃ

اقول - مذکورہ بالا دونو باتیں قابل اعتراض نہیں ہیں کیونکہ ایسے الہام اور کشوف تو خدا تعالےٰ کے زیادہ مقرب ہونے پر دلالت کرتے ہیں - کیونکہ ایسی باتیں اسی وقت کسی انسان سے صادر ہوتی ہیں - جبکہ وہ فنافی اللہ ہو کر مقام وصل اور مرتبہ قرب تک پہنچتا ہے -

اس کی تصدیق قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے - جیسے کہ قرآن مجید میں ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ اور ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم اور وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ اور حدیث وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سئلنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ (بخاری) ہے -

نیز پہلے اولیاء وصوفیاء نے بھی ایسے الفاظ کہے ہیں - ملاحظہ ہو تذکرۃ الاولیاء صد۴۱۱ میں فریدالدین صاحب عطارؒ ابوالحسنؒ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں -
اور آپ نے فرمایا "کبھی تو میں ابوالحسن ہوں

اور کبھی وہ میرا ابوالحسن ہے یعنی جب ابوالحسن فنا میں ہوتا۔ تو اس وقت ابوالحسن وہ ہوتا تھا۔ اور جس وقت بقا میں ہوتا ہے۔ اس وقت جو کچھ دیکھتا ہے تمام اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ اور جو کچھ دیکھتا تھا۔ وہ ابوالحسن ہوتا تھا۔"

پھر بایزید بسطامی کے متعلق فرماتے ہیں۔

"صبح کی نماز پڑھی۔ اور بعد میں انکی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدون"۔ تذکرۃ الاولیاء صـ۱۱۱

پھر تذکرۃ الاولیاء صـ۵۳۶۔ ابوالحسن کے متعلق لکھا ہے۔ آپنے فرمایا۔" کہ میں ایسے مقام میں ہوں کہ تمام ملک میں ایک چھوٹی سی مکھی بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ اس کو کس واسطے پیدا کیا ہے۔ اور اس سے کیا چاہا گیا ہے۔ یعنی ابوالحسن نہیں۔ الخ۔ صرف حق ہی حق رہ گیا ہے۔ اور میں درمیان سے اٹھ گیا ہوں"۔

پھر ملاحظہ ہو فتوحات مکیہ جلد ۲ صـ۲۴

قال اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللہ والمخاللۃ لا تصح الا بین اللہ وبین عبدہ وھو مقام الاتحاد"

خدا تعالیٰ کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا ہے اور نبی کریمؐ کا فرمانا۔ کہ اگر میں کوئی خلیل بناتا۔ تو حضرت ابوبکرؓ کو بناتا۔ لیکن میں خدا تعالیٰ کا خلیل ہوں۔ اور مخاللت خدا تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان ہی ہوتی ہے اور وہی مقام اتحاد کا ہے۔ کہ جسمیں بندہ اور خدا ایک ہوجاتے ہیں۔

اور حضرت صاحب کا الہام کہ انما امرکَ اذا اردت شیئًا ان تقول لہ کن فیکون بھی حضرت مسیح موعودؑ کو خدا کا شریک نہیں بناتا۔ کیونکہ انسان جب مقام فنا اور مقام وصل میں پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر اس کو ایسے الہام ہو سکتے ہیں۔ وصول کے معنے شاہ عبدالقادر جیلانیؒ فتوح الغیب مقالہ ۱۷ میں فرماتے ہیں۔

ومعنی الوصول الی اللہ خروجک عن الخلق والھوی والارادۃ

والمعنی بالثبوت مع فعلہ وارادتہ من غیر ان یکون منک حرکۃ فیک لانی خلقہ بل بحکمہ وفعلہ وامرہ فہما حالۃ الفناء یعبر منہا بالوصول" اور وصول الی اللہ کے معنے یہ ہیں۔ کہ تو مخلوق اور اپنی خواہش اور ارادہ اور آرزو سے نکل جائے۔ اور اس کے فعل اور ارادہ کے ساتھ ثابت رہے بغیر اس کے کہ تجھ میں کوئی حرکت ہو۔ ...... خلق سے نہ ہو۔ بلکہ اس کے حکم اور فعل اور امر کے ساتھ کرے۔ جو کچھ کرے۔ پس یہ حالت فنا کی ہے۔ اور اسی کو وصول سے تعبیر کیا جاتا ہے پھر مقالہ ۱۶ میں فرماتے ہیں۔

قال اللہ عزوجل" واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ تم یرد علیک التکوین فتکون بالاذن الصریح الذی لا غبار علیہ" اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ تم خدا کا تقویٰ کرو۔ اور تمہیں خدا تعالیٰ علم دے گا۔ پھر تکوین تجھے سپرد ہوگی۔ پھر تو اذن صریح سے جس پر کوئی غبار نہیں ہوگا۔ تکوین کریگا۔
پھر فرماتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ فی بعض کتبہ یا ابن آدم انا اللہ لا الٰہ الا انا اقول للشئی کن فیکون اطعنی اجعلک تقول کن فیکون وقد فعل ذالک بکثیر من انبیائہ واولیائہ وخواصہ من بنی آدم۔ خدا تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے ابن آدم میں اللہ ہوں۔ اور میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں میں کسی چیز کے لئے کہتا ہوں۔ کہ ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر۔ میں تجھے ایسا بنادونگا۔ کہ تو کسی چیز کے لئے کُن (ہو جا) کہیگا۔ تو وہ ہو جائیگی۔ پھر شاہ عبد القادر جیلانی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس نے ایسا بہت سے انبیاء اور اولیاء اور اپنے خواص کے ساتھ بنی آدم سے کیا ہے۔ پس جبکہ اولیاء سے بھی ایسی باتیں خدا تعالیٰ کہہ دیتا ہے تو حضرت مسیح موعودؑ کے الہام انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون پر اعتراض کرنا کہ اس سے خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک ماننا پڑتا ہے۔ سراسر جہالت اور نادانی اور دیدہ دانستہ جسارت اور جرأت

اور حضرت مسیح موعودؑ کے ضمن میں دوسرے اولیاء اور انبیاء کو بھی خدا تعالیٰ کے شریک ٹھیرا کر ان کی ہتک کرتا ہے۔

قولہ۔ آپ نے جو لکھا ہے۔ کہ جھوٹے مدعی کو کامیابی نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کو ۲۳ برس مہلت ملتی ہے۔ بالکل غلط ہے۔ قرآن مجید میں ۲۳ برس کا ذکر تک نہیں۔ لو تقول والی آیت خاص محمدؐ کے حق میں ہے۔ جب آپ کے بعد کوئی سچا نبی و رسول ہونا ہی نہیں۔ تو معیار کیا۔ اور یہ آپ صاحبان کی غلطی ہے۔ کہ ناحق میعاد مقرر کرتے ہیں پہلے جبتک امکان نبی بعد محمدؐ۔ ثابت نہ ہو۔ ظہور بھی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اقول۔ آیت لو تقول خاص نبی کریمؐ کے حق میں ہی نہیں ہے۔ بلکہ تمام انبیاء کے لئے یہ معیار صداقت ہے۔ کیونکہ نبی کریمؐ کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قل ما کنت بدعا من الرسل۔ کہ اے رسول تو لوگوں سے کہدے۔ کہ میں کوئی دوسرے رسولوں سے نئے طریق پر نہیں آیا۔ کہ تمہیں میرے پہچاننے میں کوئی مشکل ہو۔ بلکہ میرے سچا ہونے کی بھی وہی معیار ہیں۔ جو دوسرے رسولوں کے ہیں۔ اور نیز آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل الخ عموم پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ تفسیر کبیر جلد ۸ صہ ۲۹۱ میں لکھا ہے۔

"واعلم ان حاصل هٰذہ الوجوہ انہ لو نسب الینا قولا لم نقلہ لمنعناہ عن ذالک اما بواسطۃ اقامۃ الحجۃ فانا کنا نقیض لہ من یعارضہ وحینئذ یظهر للناس کذبہ فیہ فیکون ذالک ابطالا لدعواہ وهدما لکلامہ واما بان نسلب عنہ القدرۃ علی التکلم بذلک القول وهذا هو الواجب فی حکمۃ اللہ تعالیٰ لئلا یشتبہ الصادق بالکاذب"

جان لے کہ حاصل ان وجوہ کا یہ ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر ہماری طرف کوئی ایسا قول جس کو ہم نے نہیں کہا۔ منسوب کرے۔ تو ہم اسکو روک دیں۔ اس سے یا تو بوسطہ حجت کے قایم کرنے کے کہ ہم اس کا ایک معارض و مقابل بنا دیں۔ جو اس سے معارضہ کرے۔ اور پھر لوگوں کے لئے اس کا کذب ظاہر ہو جائے۔ تو یہ اس

گے دعویٰ کے ابطال کا ثبوت ہوگا۔ اور یا اس طرح کہ ہم اس سے اس قول پر کلام کرنے کی قدرت چھین لیں اور یہی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں تا کہ صادق کاذب سے مشتبہ نہ ہو جائے۔

پھر آیت مذکورہ میں الوتین کے معنے یہ لکھے ہیں

"نیاط قلبه بضرب عنقه وهو تصوير لاهلاكه بافظع ما علكه من يغضبون عليه من يحاون ياخذ القتال بيمينه ويكفحه بالسيف ويضرب عنقه"

یعنی ہم اس مفتری کی دل کی رگ کو گردن اڑا کر کاٹ دیتے ہیں۔ اور پھر فما منکم من احد عنه میں ھو کی ضمیر کے متعلق لکھا ہوا ہے۔ عن القتل والمقتول یعنی اگر کوئی خدا تعالےٰ پر افترا باندھے۔ تو خدا اسکو قتل کر دیتا ہے۔ اور کوئی سلطنت وغیرہ خدا تعالےٰ کے کام میں روک واقع نہیں ہو سکتی۔ ملاحظہ ہو۔ علامہ ابی سعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۸ صد ۲۹۱۔ اور اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۸ صد ۲۹۱ و روح البیان جلد ۴ صد ۴۶۲ میں ہے۔

پس جبکہ آیت لو تقول علینا سے ثابت ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جاتا ہے۔ اور نبی کریمؐ کے لئے خاص نہیں ہے۔ اور یہ ہو بھی نہیں سکتا۔ کہ ایک نبی کریمؐ کے لئے تو خدا تعالیٰ فرماوے۔ کہ اگر یہ ہم پر جھوٹ باندھتا۔ تو ہم اس کو قتل کر دیتے۔ اور دوسروں کے لئے نہ فرمائے۔

رہا یہ کہ ۲۳ سال تم کہاں سے نکالتے ہو۔ تو ۲۳ سال کی میعاد ہم اسوجہ سے مقرر کرتے ہیں۔ کہ نبی کریمؐ دعوےٰ نبوت کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے۔ تو آپ کا ۲۳ سال زندہ رہنا آپؐ کے سچا ہونے کا ثبوت ہے۔ پس جو دعوی نبوت کر کے ۲۳ سال زندہ رہے۔ تو وہ لامحالہ صادق ماننا پڑے گا۔

۲۳ سال مہلت کا حوالہ

عقاید نبراس میں لکھا ہے۔

فان العقل يجزم بامتناع اجتماع هذه الامور في غير الانبياء وان يجمع الله هذه الكمالات في حق من يعلم انه يفتري عليه تعالى بدعوى الرسالة

ثم یمھلہ ثلاثا وعشرین سنۃ" شرح عقاید نبراس صہ۔ انبیاء ماضیہ کی سیرت پر اطلاع پانے کے بعد عقل جزم کرتی ہے کہ ان امور کا غیر انبیاء میں اجتماع ممتنع ہے۔ اور یہ بھی ممتنع ہے۔ کہ خدا تعالےٰ ان کلمات کو اس شخص کے حق میں جمع کرے۔ جو خدا تعالےٰ پر افترا کرتا ہے۔ رسالہ اور کتاب کے دعوےٰ کے ساتھ پھر یہ بھی ممتنع ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ۲۳ سال مہلت دے۔ اس پر شارح نبراس لکھتا ہے "

فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث وعمرہ اربعون سنۃ وتوفی وعمرہ ثلاث وستون سنۃ علی الصحیح وقد ادعی بعض الکذابین النبوۃ کمسیلمۃ الیمامی والاسود العنسی وسجاح الکاہنۃ فقتل بعضھم وتاب بعضھم وبالجملۃ لم ینتظم امر الکاذب فی النبوۃ الا ایاما معدودۃ"

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ اور اصح یہی ہے۔ کہ ترسیٹھ سال کی عمر میں آپؐ نے وفات پائی۔ اور بعض کذابین نے جیسے کہ مسیلمہ یمامہ کے رہنے والے اور اسود عنسی اور سجاح کاہنہ نے نبوت کا دعوےٰ کیا۔ بعض ان میں سے قتل کئے گئے۔ اور بعض نے ان میں سے رجوع کر لیا۔ بالجملہ بات یہ ہے کہ جھوٹے مدعی نبوت کا امر نہیں رہتا۔ مگر تھوڑے دن۔ دیکھئے۔ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا۔ کہ جھوٹا مدعی نبوت ۲۳ سال سے زیادہ مہلت نہیں پا سکتا۔ اور اگر کوئی ۲۳ سال سے زیادہ زندہ رہے۔ تو وہ یقیناً سچا ہے۔ اور جس نے بھی جھوٹا نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ ۲۳ سال سے زیادہ زندہ نہیں رہا۔ رہی یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے یا نہیں۔ سو ملاحظہ ہو الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر مصنفہ امام عبدالوہاب شعرانی جلد ۲ صہ ۳۴

اعلم ان النبوۃ لم ترتفع مطلقا بعد محمد صلے اللہ علیہ وسلم وانما ارتفع نبوۃ التشریع فقط فقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی ولا

رسول بعدی ای ماتم من یشرع لبعدی شریعة خاصة فھو مثل قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ واذا ھلک قیصر فلا قیصرہ بعدہٗ۔

جان لے کہ نبوت مطلقاً نبی کریمؐ کے بعد مرتفع نہیں ہوئی۔ صرف تشریعی نبوت اُٹھ گئی ہے۔ پس نبی کریمؐ کا قول کہ میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہے تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی خاص شریعت والا نبی نہیں تو یہ آپ کا قول ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کا قول کہ جب کسریٰ ہلاک ہوجائیگا۔ تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہے۔ اور جب قیصر ہلاک ہوجائیگا۔ تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔

پھر صہ۲۴ میں لکھتے ہیں۔

وعبارة الشیخ محی الدین فی الباب الثانی والستین واربعمائة من الفتوحات قد ختم اللہ تعالیٰ بشرع محمد صلے اللہ علیہ وسلم جمیع الشرائع فلا رسول بعدہ یشرع ولا نبی بعدہ یرسل الیہ بشرع"

اور شیخ محی الدین فتوحات مکیہ کے ۴۶۲ باب میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریم کی شرع پر تمام شرائع ختم کردی ہیں۔ پس آپؐ کے بعد کوئی شارع رسول و نبی نہیں ہوگا۔ پھر معلوم ہوتا ہے کہ معترض کو خدا کی قدرتوں اور طاقتوں پر ایمان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ لکھتا ہے۔

"مرزا صاحب مسیلمہ کی طرح کیوں کافر نہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ اسلامی سلطنت نہیں۔ ورنہ کیا دعوےٰ اور کیسی نبوت۔ آٹا دال کا بھاؤ معلوم ہوجاتا"

پس اس عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ قتل تو کئے جاتے۔ اگر گورنمنٹ عالیہ نہ ہوتی۔ اور اسلامی سلطنت ہوتی۔ پس اسلامی سلطنت کا نہ ہونا حضرت مسیح موعودؑ کے عدم قتل کا باعث ہوا ہے۔ لیکن اس نادان کو اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ تو جھوٹے نبی کے قتل کے لئے فرماتا ہے۔ فما منکم من احد عنہ حاجزین کہ اگر کوئی نبوت کا جھوٹا دعوےٰ کرے۔ تو اس کو خدا تعالیٰ

قتل کر دیتا ہے۔ اور پھر انسانی گورنمنٹیں وغیرہ خدا کو اس کام سے روک نہیں سکتیں لیکن معترض کے نزدیک گورنمنٹ کا وجود مسیح موعودؑ اور خدا کے درمیان حائل ہو گیا جس کی وجہ سے خدا کو یہ طاقت نہ رہی۔ کہ وہ مسیح موعودؑ کو جس نے جھوٹا دعوے کیا۔ قتل کروا دیتا۔

پس بتاؤ۔ کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو۔ وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے۔

قولہ ۔علاوہ بریں حضور علیہ السلام مسیلمہ سے پہلے راحت فرمائے ملک جاودانی ہوئے۔ اور مسیلمہ بعد میں زندہ رہا۔ جس سے مرزا صاحب کا یہ قاعدہ مقرر کرنا بھی غلط ہوا۔ کہ جھوٹا سچے کے سامنے فوت ہوتا ہے۔

اقول ۔حضرت مسیح موعودؑ نے کہیں یہ قاعدہ نہیں باندھا۔ کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ضرور ہلاک ہو جاتا ہے۔ ہاں مباہلہ کے وقت ضروری ہے کہ جھوٹا سچے کے سامنے ہلاک ہو۔ اور اس کی تائید قرآن مجید کی آیت ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۴۶ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"مباہلہ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ سچا جھوٹے سے الگ ہو جائے۔ اس کام کیلئے فقط مباہل کافی ہے۔ لیکن ابناء و نساء کا بھی ہمراہ لینا اس لئے ہے۔ کہ ان کے لینے میں زیادہ تر وثوق ثابت ہوتا ہے۔ صدق پر یقین پایا جاتا ہے۔ کہ مع گھربار کے حاضر ہیں۔ اگر مباہلہ ہوگا۔ تو خصم بھی مع اپنے سب گھربار کے برباد جاویگا"۔ اسی طرح ملاحظہ ہو۔ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۵۶۔ اور معترض کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ مسیلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مباہلہ نہیں کیا۔ ہاں اگر وہ مباہلہ کرتا تو وہ ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہلاک ہو جاتا۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کا فرمانا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ مباہلہ پر منحصر ہے۔

قولہ - عذاب نبی کی خاطر خدا تعالےٰ منکروں پر بھیجتا ہے - نہ کہ ہر ایک عذاب کے آنے پہ نبی بھی آجاتا ہے -

اقول - اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں - کہ موجودہ زمانہ میں جو عالمگیر عذاب اور تباہیاں آئیں - تو وہ مسیح موعودؑ کی خاطر آئیں - اور پھر یہ بھی کہ وہ آپ کے الہاموں کے مطابق آئیں - آپ نے پہلے ایسے ہی الہامات سے لوگوں کو آگاہ کر دیا - کہ تم پہ مصائب آئینگی اور طاعون پڑیگا زلزلے آئینگے - قحط پڑے گا وغیرہ وغیرہ - پس اسی طرح آپؑ کے الہامات کے مطابق دنیا میں وبائیں پھیلیں - اور منکرین نے جب آپ کا انکار کیا - تو انکار کرنے کے بعد آپکی خاطر مصائب و آفات دنیا پر نازل ہوئیں - مگر اندھے نہ سمجھے -

قولہ - یہ آپکا لکھنا بھی غلط ہے - کہ مرزا صاحب کو اپنے دشمنوں کے مقابل کامیابی ہوتی گئی - ہمیشہ نبی کے مقابل چار گروہ تھے - مشرکین عرب منافقین - عیسائی - یہودی - خدا تعالےٰ نے چاروں گروہوں پر حضرت محمدؐ رسول اللہ کو فتح دی - اور آپؐ کی زندگی میں مخالفین کا ایک فرد تک نہ رہا - اور تمام عرب اسلام کے نور سے منور ہوا -

اقول - اس قول میں معترض نے بہت جھوٹ بولا ہے - کیونکہ نبی کریمؐ کو چاروں گروہوں نے ہرگز قبول نہیں کیا - بلکہ نبی کریمؐ تو فرماتے ہیں :-

عن ابی ھریرہ عن النبی صلعم انہ قال لو امن بی عشرۃ من الیھود لامن بی الیھود (رواہ البخاری)

ابی ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا - کہ اگر مجھ پہ دس بڑے یہودی بھی ایمان لے آئیں - تو مجھ پر تمام یہود ایمان لے آئیں - اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ قسطلانی ارشاد الساری جلد ۶ صہ ۲۸۳ میں تحریر فرماتے ہیں -

لامن بی الیھود ای کلھم وعند الاسماعیلی لم یبق یھودی الا

اسلم یعنی لا من بنی الیھود سے مراد تمام کے تمام یہود ہیں - اور اسماعیلی نے اس کے یہ معنے کئے ہیں - کہ کوئی یہودی بغیر اسلام لانیکے باقی نہ رہتا - پھر لکھا ہے -

وقال فی الفتح الباری والذی یظھرہ الخ - اور فتح الباری میں یہ لکھا ہے - کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں - جو کہ اس وقت رؤسا تھے - اور باقی ان کے تابع تھے - پس ان رؤساء میں سے بہت قلیل ایمان لائے - جیسے کہ عبد اللہ بن سلامؓ اور نبی کے مدینہ میں آنے پر یہود میں بڑے بڑے رؤسا بنی نضیر سے ابو یاسر بن اخطب اور اس کا بھائی حسی ابن اخطب اور کعب بن الاشرف اور رافع بن ابی الحقیق اور بنی قینقاع سے عبد اللہ بن حنیف اور فنحاص اور رفاعہ بن زید اور قریظہ سے زبیر بن باطیا اور کعب بن اسد اور شمویل بن زید - یہ لوگ ہیں جن میں سے کوئی بھی اسلام نہیں لایا - اور یہ سارے یہود میں رؤسا تھے -

پس کیا معترض کا یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے ؟ کہ عرب کا ہر ایک فرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مسلمان ہو چکا تھا - اور پھر نبی کریمؐ وصیت فرماتے ہیں اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب کہ تم کو چاہیئے - کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکالدو - پس اگر آپؐ کی وفات کے بعد مشرکین باقی نہیں رہے تھے - تو پھر یہ آپؐ نے وصیت کس لئے کی تھی - ہاں اتنی بات ہے کہ آنحضرتؐ کا جس سے مقابلہ ہوا - وہ ہلاک ہوا - اور اس نے شکست کھائی - اسی طرح مسیح موعودؑ کے بھی جو مقابل آیا اس نے ذلت اٹھائی - اور مورد ہلاکت ہوا -

رہا مہدیؑ کے متعلق تو جیسا کہ مقدمہ ابن خلدون میں لکھا ہے - کہ مہدی کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں - ان میں سے اکثر مجروح ہیں - مہدی تو پہلے بھی ہوتے رہے ہیں - جیسا کہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸۵ میں مامون عبد اللہ کے لڑکے مہدی محمد کو حدیث المھدی یواطئی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی کا مصداق قرار دیا ہے پس ہم یہ نہیں کہتے - کہ امت محمدیہ میں مہدی نہیں آسکتے - ضرور آسکتے ہیں -

ہاں جو مسیح موعودؑ ہے۔ وہ مہدی بھی ہے۔ جیسا کہ حدیث لا مھدی الا عیسیٰ اور عقاید نبراس کے اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ ثم الاصح انہ یصلی بالناس ویؤمھم ویقتدی بہ المھدی لانہ افضل فامامتہ اولیٰ۔

پس اے منکرانِ مسیح موعودؑ! تم ضلالت و غوایت کو چھوڑ دو اور سیدھے رستہ کو اختیار کرو۔ اور ٹیڑھے رستے پر نہ چلو۔ اور خدا تعالےٰ کا فرمان یاد رکھو۔ کہ فلما ازاغوا ازاغ اللّٰہ قلوبھم کہ جب بنی اسرائیل نے کجروی کو اختیار کیا۔ تو خدا تعالےٰ نے ان کے دلوں کو بھی ویسا ہی ٹیڑھا کر دیا۔

اعتراضوں کو چھوڑ دو۔ اور مسیح موعودؑ کی پیروی اختیار کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے مرسلوں کے پہچاننے کی یہی علامت ہے۔ کہ ان میں سے ایک پر جو اعتراض کیا جاتا ہے۔ وہی دوسرے مرسل پر بھی پڑتا ہے۔ آخر میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ سب کو ہدایت پر لائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(جلال الدین مولوی فاضل سیکھوانی)

مکالمہ شیعہ و احمدی

بریت حضرت ابو بکر صدیق دربارہ احراق فجاۃ متزندیق

شیعہ۔ فجاۃ سلمی اصحاب بدر میں سے تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ ابو بکرؓ نے اس غریب کو مرتد قرار دیکر آگ میں جلوا دیا۔ اس سے بڑھ کر کیا ظلم وستم ہو سکتا ہے۔ کہ خلیفہ رسولؐ جنگ بدر میں شامل ہونیوالوں کے ساتھ ایسا بیرحمی کا سلوک روا رکھے۔ توبہ ہے!

احمدی۔ واضح ہو۔ کہ رسول صلعم کی وفات کے بعد ہی اکثر بلکہ تمام قبائل عرب مرتد ہو گئے۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بکمال جوانمردی و ہمت خداداد ان دشمنان اسلام کی قرار واقعی سرکوبی فرمادی۔ بعض تائب ہو کر دوبارہ حلقہ بگوش اسلام بھی ہو گئے۔ ان ہی مرتدوں میں سے یہ فجاۃ سلمی بھی ہے۔ شیعوں کو چونکہ ابو بکر

صدیقؓ سے للّٰہی بغض ہے ۔ اور قاعدہ ہے ۔ کہ جس کے ساتھ بغض و عداوت ہو اس کا بڑے سے بڑا ہنر بھی عیب ہی نظر آتا ہے ۔ صدیق کی اس بینظیر خدمت اسلام اور حمایت دین پر بھی شیعہ صاحبان بجائے اس کے کہ کچھ تحسین و آفرین کریں ۔ الٹا نفرین کرتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ۔ کہ دراصل مرتد کوئی نہیں ہوا تھا ۔ ابوبکرؓ نے ناحق ناروا مسلمانوں کو قتل کرایا ۔ اور خاصکر فجاۃ سلمی کے بارہ میں ان کو سخت کاوش ہے ۔ کہ ابوبکرؓ نے اس کو کیوں جلوا بھی دیا تھا ۔ مجھ کو یاد پڑتا ہے ۔ کہ رسالہ اصلاح میں جو غالباً ماہ صفر ۱۳۳۶ھ کا تھا ۔ فجاۃ سلمی کی حمایت میں ایڈیٹر صاحب نے کافی سے زیادہ قلم فرسائی فرمائی تھی ۔ تعصّب کے جوش میں فجاۃ کو اصحاب بدریں سے بھی ظاہر کر دیا ۔ مگر ثبوت کچھ نہیں دیا تھا ۔ البتہ استیعاب جلد ا صـ ۲۲۲ سے فجاۃ کے جلوائے جانے کا حوالہ دے دیا تھا ۔ جس کا مقابلہ میں نے اصل کتاب سے کرلیا تھا ۔ اور وہ واقعی درست تھا ۔ آپ نے بھی غالباً اسی رسالہ کو دیکھ کر یہ اعتراض پیش کیا ہے ۔ لیکن اتنے بڑے الزام کو صدیق کی طرف منسوب کرنے کے لئے پہلے فجاۃ کا اصحاب بدر سے ثابت کرنا نہایت ضروری تھا ۔ جو وہ نہیں کر سکے ۔ اور شاید آئندہ بھی نہ کر سکیں ۔ کیونکہ جیسے کہ ناظرین کو آگے چل کر واضح ہو جائیگا ۔ فجاۃ مومن اور اصحاب بدر سے تو کجا ۔ بلکہ بڑا دلیر چالاک بیباک ۔ بےرحم ڈاکو اور مرتد زندیق مکّار پر غدر تھا ۔ اور یہ کوئی ایسا اعتراض نہیں ہے ۔ جو محققین اہل سنّت کی نظروں سے مخفی رہا ہو ۔ بلکہ یہ اعتراض اور اس کی تردید کتب عقاید میں بھی ہے ۔ اور فجاۃ کوئی ایسا اعجوبہ مخلوقات سے نہیں ہے ۔ کہ اس کی تشخیص سے اس کے ہمعصر واقف ہی نہ ہو سکے ہوں ۔ کہ وہ جنگ بدر میں تو ۔ جاں نثاران رسول مقبولؐ میں نظر آئے ۔ اور بعد وفات حسرت آیات آنحضرتؐ وہی جاں نثار مرتدوں کا سردار ناہنجار اور مسلمانوں کے جان و مال کا دشمن خونخوار ہو جائے ۔

بلکہ وہ تو ایسا مشہور و معروف مرتد ہے ۔ جس کا ذکر اور جس کے ارتداد و عناد بےحد کا حال مورخین نے بکمال شرح و بسط لکھدیا ہے ۔ باوجود اس کے شیعوں کا

اسکو مسلمان تبلانا بلکہ اصحاب بدر میں دکہلانا اور صدیقؓ کی مخالفت میں اس وقت کے مظلوم مسلمانوں کی ہمدردی کی بجائے جو ظالم فجاۃ اور اس کی فوج ستم موج کے ہاتھ سے لوٹے گئے۔ اور شہید ہو گئے۔ فجاۃ کے قتل اور احراق پر حسب عادت شور مچانا۔ آنسو بہانا۔ اور جھوٹ موٹ طوفان بہتان اٹھانا نہایت ہی افسوس کے قابل ہے۔

فجاۃ کے متعلق اگر کوئی قابل اعتراض بات بظاہر نظر آتی ہے۔ تو وہ یہ ہے کہ اس کو زندہ جلایا گیا تھا۔ لیکن یہ اعتراض نہ صرف ابوبکرؓ پر ہی ختم ہو جاتا ہے بلکہ شیعہ و سنی کے مولا جناب امیر المومنین علیہ السلام پر بھی وارد ہوتا ہے کیونکہ کتب معتبرہ فریقین سے ثابت ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام نے عبداللہ ابن سبا اور اس کی جماعت میں سے چند آدمیوں کو جو آنجناب کو خدا کہتے تھے۔ بڑے اہتمام سے آگ روشن کروا کر اس میں زندہ ڈلوا دیا تھا۔ بخاری میں وارد ہے۔ عن عکرمہ قال اتی علی بزنادقتہ فاحرقھم۔ (بخاری باب قتل اہل الردۃ والمعاند) ترجمہ۔ جناب علی علیہ السلام کے پاس زندیق پیش کئے گئے پس آپ نے ان کو جلوا دیا۔

شیعوں کی معتبر کتاب ارشادیہ شرح اعتقادیہ میں فرقہ سبائیہ کا یعنے غالی شیعوں کے بانی عبداللہ بن سبا کے ضمن میں لکھا ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام نے جب اس کے فاسد عقیدہ کی بابت سنا۔ تو اس کو اپنے حضور میں بلایا۔ اور توبہ کرنے کا حکم دیا۔ وہ باز نہ آیا۔ تو اس کو قید میں رکھا گیا۔ پھر بھی نہ مانا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔ "آپ نے اس کو قید کیا۔ پھر بھی وہ توبہ کرنے پر راضی نہ ہوا۔ اور اس اعتقاد باطل سے نہ پھرا۔ آخر آپ نے اس کو قید خانہ سے نکال کر آگ میں جلا دیا۔" ارشادیہ مطبوعہ لکھنؤ سنہ ۱۲۹۰ھ

ابوبکر صدیقؓ کا فجاۃ کو آگ میں ڈلوانا اگر خطائے اول ہے۔ تو جناب علی علیہ السلام کی ذات سے اپنے وقت میں اسی فعل کا دوبارہ ظہور میں آنا زیادہ تر قابل اعتراض

ہو جاتا ہے۔ لیکن دونو بزرگوار اپنے دور کے دینی مجرموں کی شقاوت ومفسدہ پردازی کا اندازہ خود ہی بخوبی کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں اپنے افعال کے وہ خود جوابدہ اور ذمہ دار ہیں ان دونو کے پیرواں سے باز پرس انشاءاللہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ خدا نے فرمادیا ہے۔

تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون ط اب میں فجاۃ کے متعلق کچھ ایک دو حوالے ایسے عرض کر دیتا ہوں جس سے اس کی پوزیشن صاف ہو جائے۔ یعنی یہ کہ آیا وہ واقعی مومن بدری ہے یا مرتد مکار غدری ؟ وباللہ التوفیق۔

۱۔ شرح مواقف میں شیعوں کے اس اعتراض کے جواب میں کہ فجاۃ کو جلوانیکا حکم ابوبکرؓ نے کیوں دیا۔ لکھا ہے۔ واحراق فجاۃ انما کان لاجتهاده وعدم قبول توبته لانه زندیق لا یقبل توبة الزندیق فی الاصح۔ (شرح مواقف مطبوعہ نولکشور) یعنے فجاۃ کا جلوانا صدیقؓ کے اپنے اجتہاد کیوجہ سے تھا۔ اور یہ باعث نہ قبول ہونے اسکی توبہ کے کیونکہ وہ زندیق ہے۔ اور از روئے احادیث صحیحہ زندیق کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

۲۔ شیعوں کی معتبر تاریخ ناسخ التواریخ میں فجاۃ کا حال ذرا مفصل ہے اس کا ترجمہ اصل فارسی سے اردو میں حسب ذیل ہے۔

قصہ فجاۃ ونجیہ۔

منقول ہے کہ بنی سلیم کے قبیلہ میں سے ایاس بن عبداللہ بن عبد یالیل بڑی چوری اور راہزنی کرتا اور خونریزی اور لوٹ مار کے واسطے قبائل عرب پر اچانک آپڑتا تھا۔ اسی لئے عرب والوں نے اس کا نام فجاۃ رکھدیا۔ جسوقت بنی سلیم مرتد ہوگئے۔ فجاۃ نے بھی طریق ارتداد اختیار کیا۔ اسی طرح ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ابوبکرؓ جب مرتدوں کے واسطے لشکر روانہ کر رہے تھے۔ معنؓ بن واثلہ کو ایک جماعت کے ساتھ بنی سلیم کی طرف بھیجا۔ معنؓ گئے۔ اور ان کے ساتھ جنگ کیا۔ اور کشش وکوشش کے بعد ایک گروہ تو مسلمان ہوگیا۔ اور ایک جماعت بھاگ گئی فجاۃ بھی ارتداد کی ہی حالت میں بھاگ گیا۔ اور معنؓ کے خوف سے ادھر ادھر کبھی اس قبیلہ میں جاتا کبھی اس قبیلہ میں۔ یہاں تک کہ خالدؓ طلیحہ کے جنگ سے فارغ

ہو گئے۔ اس کے بعد معنؓ بن واثلہ اپنے بھائی طریفہؓ کو اپنی ماتحتی میں بنی سلیم پر تعینات کر کے خود خالد کے ہمراہ چلے گئے۔ اس وقت فجاۃ نے اپنے رفیق نجیہ کو جو چوری میں اس کا یار غار تھا۔ کہا۔ کہ مسلمان تو میں کبھی ہونے کا نہیں۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ آخر کار مسلمانوں کے ہی ہاتھوں سے قتل ہونا ہے۔ جب انجام کار ایسا ہی ہونا ہے۔ تو بہتر یہی ہے۔ کہ مردانگی کے جوہر دکھاؤں۔ اور خالد اور ابو بکر کے دل کو ذرا خوب دکھا تو لوں۔ یہ کہا۔ اور نجیہ کو اپنے ساتھ کر مدینہ کو ہو لئے۔ اور مدینہ میں پہنچکر ابو بکر کے پاس گئے اور مثل طریقہ اہل اسلام سلام دیا اور کہا۔ کہ میں تو حضرت رسولؐ کے سامنے مسلمان ہو چکا تھا۔ اور دیکھیے۔ کہ تمام عرب میں کوئی ایسا مرد نہیں جس کو نہ پہچانوں کیونکہ جاہلیت میں میرا پیشہ ہی طراری اور خونخواری اور قبائل میں جا کر لوٹ مار کرنا تھا۔ بہت سے عرب دیہاتیوں کو جانتا ہوں۔ جو مرتد ہو گئے ہیں۔ اور کسی کو ان کی خبر ہی نہیں۔ میں ہوں۔ کہ ان سب کو مسلمان بناؤں یا قتل کر دوں۔ لیکن آج مجھ میں اسقدر طاقت نہیں ہے۔ جس بہادر کے پاس نیزہ و تلوار نہ ہو۔ اس کی مثال ایسے شیر کی ہے۔ جس کے پنجہ اور دانت نہ ہوں۔ اگر مرضی ہو۔ تو جنگ کے اسلحہ اور تیز رفتار اونٹ سے مجھکو قوی کر دیں۔ تاکہ نجیہ کے ساتھ تمام قبائل میں ایک چکر لگاؤں۔ اور جس جگہ جانوں۔ کہ کوئی مرتد خالد کی تلاش سے بچ رہا ہے۔ میں اس کو ڈھونڈھ نکالوں۔ اور اس کو ہلاک کر دوں۔ بارے میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ ابو بکرؓ کو یہ دلفریب باتیں پسند آئیں۔ اس کو دو گھوڑے دئے۔ اور تلوار اور تیر و کمان سے بھی دریغ نہ کیا۔ اور دس مرد مسلمان ساز و سامان اور خوراک اور چارہ کے ساتھ اس کے ہمراہ مقرر کر دئے۔ اس پر فجاۃ خوش و خرم مدینہ سے نکلا۔ اور اپنے وطن کی طرف چل پڑا۔ اور مرتدوں کو اطلاع دیں۔ اور وہ رستہ میں اس سے آکر مل گئے۔ ان کی جمعیت خوب قوی ہو گئی۔ تو وہ اچانک مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور ان سب کو شہید کر دیا۔ اور جو کچھ ان کے پاس تھا۔ ان کو لوٹ لیا۔ مرتد لوگ اس کی اس حرکت سے بہت خوش ہوئے۔ اور ہر طرف سے آکر اس کے ساتھ شامل ہوتے گئے جب کثیر التعداد ہو گئے۔ تو قتل اور غارت گری پر کمر باندھی۔ اور اس قبیلہ سے اس قبیلہ پر

حملہ آور ہوتے۔ اسی طرح تین مہینے کا عرصہ گذر گیا۔ جب ابوبکرؓ کو خبر ہوئی۔ ایک جماعت بنی سلیم اور قیس غیلان کو جو حاضر تھی۔ کہا۔ کہ تم کو کچھ خبر ہے۔ کہ اس دغاباز گمراہ کا ارادہ کیا ہے؟ وہ شرمسار ہوئے۔ اور کہا۔ کہ ہم تو جانتے نہ تھے۔ کہ یہ گمراہ آخر مخالف ہو جائے گا۔ اور ہم کو شرمندہ کرائے گا۔ ضحاک بن سفیان الکلابی اٹھا۔ اور کہا۔ اے خلیفہ رسول میں اس پلید کو جانتا تھا۔ لیکن گمان نہ تھا۔ کہ ایسی کرتوت کی جرأت کرے گا۔ غرض ابوبکرؓ نے ولید کو فرمان لکھ بھیجا۔ کہ فجاۃ کو جلد سے جلد گرفتار اور بندی کر کے مدینہ روانہ کرے۔ جب خالد کو ابوبکرؓ کا فرمان پہنچا۔ اس نے طریفہ کو جو اس کا بھائی معن بن حاجزہ کی طرف سے بنی سلیم کی نیابت پر مقرر تھا۔ فجاۃ کے مقابلہ کے لئے مامور کیا۔ اور ایک لشکر اس کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ ناچار طریفہ لشکر کو آراستہ کر کے بنی سلیم کے اندر سے جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ فجاۃ کو جب علم ہوا۔ اس کے مقابلہ کو منظور کیا۔ اور باہم سخت جنگ ہوئی۔ اور مسلمانوں کے بہت سے آدمی اس لڑائی میں تباہ ہو گئے۔ اچانک ابوشجرۃ بن عبد العزی اور ایک جماعت مرتدوں میں کی اپنے کئے پر پشیمان ہوئے۔ اور بجائے حملہ کے مسلمانوں کے لشکر میں آملے۔ طریفہ کے لشکر کو اسی طرح تازہ قوت پہنچ گئی۔ اور چاروں طرف سے فجاۃ کو گھیر لیا۔ اور سختی سے حملہ آور ہوئے۔ جب فجاۃ نے یہ حال دیکھا۔ گھوڑا میدان میں دوڑانے لگا۔ کہ شاید مسلمانوں کو کچھ ضرر پہنچا کر فتح حاصل کر سکے۔ اچانک اسی گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اور منہ کے بل گر پڑا۔ لشکر کے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۔ اور اس کو قید کر لیا۔ دوسرے مرتدوں نے جب فجاۃ کا یہ حال دیکھا۔ یک دفعہ پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے۔ طریفہ نے موضع حرا تک ان کا تعاقب کیا۔ اور بہت سے سوار اور سواری کے جانور ہلاک کئے۔ بقیہ بھی اس جگہ چھوڑ گیا۔ پھر اس جگہ سے واپس ہو کر فجاۃ کو بھاری بیڑیاں ڈال دیں۔ اور سوار کر کے اسکو مدینہ میں لے گئے۔ اور وہاں پہنچ کر اس کو ابوبکرؓ کے پیش کیا۔ ابوبکرؓ نے اس سے کم و بیش کلام کچھ نہ کیا۔ اور طریفہ کو حکم دیا۔ کہ فجاۃ کو مدینہ سے باہر لے جاؤ۔ اور بقیع غرقد میں بہت ساری آگ روشن کی گئی۔ اور اسی طرح کہ اس کے ہاتھ

گردن سے بندھے تھے۔ آگ میں ڈال دیا۔ تا جسد پلید س پاک بسوخت۔

دیکھو ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران۔ کتاب ابوبکر جلد دوم کتاب دوم صد ۱۱۶

پیارے معترض! یہ ہے فجاۃ بدسرشت۔ اور اس کی اگلی پچھلی سرگذشت فرمائیے کہ کوئی منصف مزاج مسلمان ایسے شریر اور مفسدہ پرداز دشمن اسلام سے ہمدردی کا دم بھر سکتا ہے؟ سوائے شیعہ صاحبان کے جنکو ابوبکرؓ کے بغض کے باعث ان کے برخلاف ایک ہنگامہ آرائی ضروری ہے۔

ثانی اثنین کا فریق ثانی چاہیے۔ کوئی مشرک کافر ہو۔ یا مرتد غادر۔ کچھ بھی ہو لیکن شیعوں کی ہمدردی اسی کے ساتھ ہے۔ بقول شخصے ؎

نازم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد

خاکسار خادم حسین۔ کلکتہ

ریویو

رسول مقبول حصۂ اول یہ مسلمانوں میں حقیقی زندہ دلی و بیداری پیدا کرنیوالے ٹریکٹ سیریز کا نمبر ۶ ہے۔ اسمیں ہمارے ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولوں کی مقبولیت دکھائی ہے اور اس زمانہ کے واقعات و حالات سے دکھایا ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کیونکر کامیاب ہوئے۔ قیمت ۳ر

معین المبلغین حصۂ اول ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے دوسری دفعہ بہت سے ضروری اضافوں اور مناسب اصلاح کیساتھ شایع کیا ہے۔ یہ رسالہ مسائل احمدیت کے متعلق عام واقفیت کے لئے بہت ہی مفید ہے کیونکہ اسمیں سب ضروری معلومات جمع کر دیئے گئے ہیں۔ قیمت ۸ر لکھوائی چھپوائی کاغذ سب نفیس ہے۔ ملنے کا پتہ یہ ہے:۔ کتب خانہ فرید آبادی۔ قادیان۔ پنجاب۔

قاعدۂ یسرنا القرآن کے ملنے کا پتہ یہ ہے:۔ مینیجر دفتر قاعدۂ یسرنا القرآن۔ قادیان

اطلاع وی پی جن خریداروں نے ابھی تک ۱۹ء کی قیمت نہیں دی اُنکے نام اگلا رسالہ ماہ مئی کا وی پی ہوگا۔ مینیجر رسالہ تشحیذ۔

سرمہ یاقوتی

اس سرمہ کی نسبت جو دو روپے ماشہ کے حساب حکیم محمد اسمٰعیل گڑھیالہ قادیان ضلع گورداسپور سے ملتا ہے۔ مولانا محمد سرور شاہ صاحب مندرجہ ذیل سرٹیفکیٹ دیتے ہیں۔

"میں نے حکیم محمد اسمٰعیل صاحب کا سرمہ یاقوتی جس کا دوسرا نام نور کا ظہور ہے۔ چند روز استعمال کر کے دیکھا ہے۔ حق بات یہ ہے۔ کہ مجھے یہ سرمہ بہت مفید معلوم ہوا ہے پہلے یہ کسی قدر آنکھوں کو لگتا ہے مگر جب نقص دور ہو جائے۔ تو پھر نہیں لگتا۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ اس کے خریدنے والے نقصان نہیں اٹھائیں گے۔ بلکہ قابلقدر فائدہ اٹھائیں گے۔

کشف الاختلاف

مولانا محمد سرور شاہ صاحب فاضل سلسلہ احمدیہ نے یہ رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے کی قادیان سے علیحدگی کے حقیقی اسباب کیا ہیں۔ واقعات ایسے تسلسل اور حالات ایسی صداقت سے لکھے ہیں۔ کہ ان کے برسرباطل اور اپنے حق پر ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا۔ یہ رسالہ اصحاب پیغام میں خوب تقسیم ہونا چاہیئے۔ ۴ر فی رسالہ کے حساب سے ملے گا۔ محصولڈاک علاوہ۔

مختلف رسالے

مجھے چند رسالے مولوی محمد عنایت اللہ صاحب مالک نصیر بک ایجنسی قادیان نے ریویو کے لئے دئے ہیں۔

(۱) گلشن احمدیہ (۲) تحفہ قادیان میں اردو منتخب دلچسپ نظمیں ہیں۔ (۳) اشتیاق قادیان کے ساتھ بارہ ماہ احمدی پنجابی میں ہے (۴) سی حرفی آثار مسیح کے بیان میں مصنفہ میاں ہدایت اللہ صاحب لاہوری (۵) گلدستہ احمدی مولوی غلام رسول (۶) نماز احمدی جس میں حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کا ثبوت بھی ہے۔ اور طریق نماز بھی بہت مفید کتاب پنجابی منظوم ہے قیمت ۶

گلدستہ احمدیہ حصہ دوم

برادر محمد یمین صاحب تاجر کتب نے مختلف مضمون کا مجموعہ شایع کیا ہے۔ قیمت ۳ر

قاعدۂ یسرنا القرآن کے ملنے کا پتہ یہ ہے:۔ مینیجر دفتر قاعدۂ یسرنا القرآن قادیان پنجاب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

تمام خط و کتابت بنام منیجر | قیمت سالانہ ۲ (پیشگی) | مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵ بابت ماہ مئی ۱۹۲۰ء مطابق ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۸ ہجری | نمبر ۵

فہرست مضامین

باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا۔ اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

ایک ضروری تحریک

آپ کے فائدے کی بات

ایک فاضل احمدی نے جو نہایت محققانہ مضامین لکھا کرتے ہیں۔ مجھے حدیث والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد کی تفسیر لکھکر دی ہے۔ جو سَو صفحے کا مضمون ہے۔ وہ کون احمدی ہے۔ جسے اس حدیث کی تشریح کی ضرورت آئے دن پیش نہ آتی ہو۔ یہ حدیث تو گویا تمام دعاوی مسیح موعودؑ کا محور ہے۔ اس لئے ہر ایک احمدی کیلئے بالکل صاف ہونا چاہئے۔ فاضل مضمون نگار نے ہر پہلو پر اس پر بحث کی۔ اور آیت قرآنیہ و احادیث صحیحہ و لغت عربیہ سے شواہد دئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ یہ تمام مضمون ایک ہی نمبر میں نکلے۔ مگر تشحیذ کا حجم زیادہ سے زیادہ ۴۸ صفحے کیا جا سکتا ہے۔ فنڈ میں گنجائش نہیں۔ (بلکہ پانسو روپیہ قرضہ ہے) ورنہ میں حسب معمول سابق ضرور سَو صفحے کا ہی رسالہ نکال دیتا۔ اور احباب کرام کو تکلیف نہ دیتا۔ اگر چند باہمت دوست زائد خرچ اس سَو صفحے کے رسالہ تشحیذ کا اپنے ذمے لے لیں۔ تو رسالہ کے فنڈ پر بھی بوجھ نہ پڑے۔ اور کام بھی ہو جائے۔ ۱۰۴ صفحے کی رسالہ کی چھپوائی پر سَو روپیہ زائد خرچ ہوگا۔ کیا میں اُمید کر سکتا ہوں۔ کہ ہمارے دوست اس طرف توجہ دینگے۔ ورنہ مضمون باقساط چھ سات ماہ میں ہدیہ ہو سکے گا۔ مگر اس طرح پر وہ لطف نہیں آئیگا۔ جو یکدم چھپ جانے میں ہے۔ جو صورت مفید ہو۔ اس سے اطلاع بخشی جائے۔ اگر دس دوست دس دس روپے کا انتظام کر دیں۔ تو یہ مضمون چھپ کر مفت تبلیغ اور اتمام حجت ہو سکتی ہے۔ ایسے سب احباب کے نام نامی شکریہ کے ساتھ درج رسالہ ہونگے ۔

(اکمل)

اطلاع ضروری۔ جن اصحاب نے ۱۹۱۹ء کا چندہ سالانہ تشحیذ تا حال ادا نہیں فرمایا ان کے نام ۵ جون کا تشحیذ وی۔پی ہوگا یاد رکھئے۔ منیجر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی ۱۹۱۹ء

وفاتِ مسیح پر ایک نئی دلیل

(مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب)

تمہید جب کسی قوم میں کوئی غلط خیال قایم ہو جائے - اور پھر کوئی شخص صحیح بات کا اظہار کرے - گو گو اس حق اور صحیح بات کے لیئے بڑے زبردست دلائل بھی پیش کر دیئے جائیں - تو بھی لوگ اس حق کو باطل اور اس باطل اور غلط خیال کو صحیح ظاہر کرتے ہی رہتے ہیں - لیکن حق کا نشان یہ ہوتا ہے - کہ اس کے مؤید دلائل اور نشانات ظاہر ہوتے رہتے ہیں - یہاں تک کہ وہ حق بالکل ثابت اور ظاہر ہو جاتا ہے - یہاں تک منصف طبائع اس کو قبول کر لیتی ہیں - گو باطل پرست اخیر دم تک باطل پر قایم اور حق کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں +

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے وفاتِ مسیح پر دلیل بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ ایک غلط خیال قایم ہو گیا تھا - کہ حضرت مسیح بن مریم زندہ

آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور اب تک زندہ چلے آتے ہیں۔ چودہویں صدی ہجری میں خداوند رحیم وکریم نے مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا۔ جس نے آکر بڑے زور سے اعلان کیا۔ کہ حضرت مسیح بن مریم زندہ نہیں۔ بلکہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور سورۃ مائدہ کی آیت وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم سے یوں استدلال فرمایا۔ کہ خداوند تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں (کہ کیا تو نے اپنی اُمت کو یہ بتایا تھا۔ کہ تجھے اور تیری والدہ کو اللہ کے علاوہ دو اور معبود قرار دیں ۔) حضرت مسیحؑ کا یہ جواب دینا (کہ میں نے نہیں کہا۔ بلکہ میں ان پر نگہبان رہا۔ جبتک میں ان میں رہا۔ ہاں جب تو نے مجھے وفات دیدی۔ تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا) صاف دکھاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح خداوند علیم کے آگے یہ اظہار دیں گے کہ میری توفی کے بعد ان میں یہ گمراہی پیدا ہوئی ہے۔ تو جب اس آیت سے یہ ثابت ہوا۔ کہ مسیحؑ کی توفی پہلے اور قوم میں اس گمراہی کا شروع بعد میں ہوا ہے۔ تو اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قوم میں یہ گمراہی اس وقت ہے یا نہیں۔ تو ظاہر ہے۔ کہ عیسائیوں میں یہ گمراہی اس وقت موجود ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ حضرت مسیحؑ کی اس سے پہلے توفی ہو چکی ہے۔ نزول قرآن مجید کے وقت دیکھتے ہیں۔ کہ یہ گمراہی قوم میں موجود تھی۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ کہ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ پھر فرماتا ہے۔ لاتقولوا ثلثۃ انتھوا خیرا لکم۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ اس وقت بھی یہ گمراہی ان میں موجود تھی۔ اس سے بھی ثابت ہوا۔ کہ اس وقت سے پہلے حضرت مسیحؑ کی توفی بھی ہو چکی ہے۔

اب رہے توفی کے یہاں پر معنے۔ سو تاج العروس وغیرہ کتب لغت میں لکھا ہے۔ توفی۔ فلانٌ اذا ماتہ و توفاہ اللہ اذا قبض نفسہ و روحہ (تاج صفحہ ۳۹۴)

یعنی جب توفی کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو۔ تو اس کے معنے بجز قبض

اور امانت کے اور کچھ نہیں ہوتے۔ پس جب سب اہل لغت کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے۔ بعد ایت کریمہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ تو یقیناً اس آیت کریمہ میں بھی اس کے معنے قبض روح اور امانت ہی کے ہیں۔ غرض اس آیت سے صاف اور کھلے طور پر مسیحؑ کی وفات ثابت ہوئی۔

مخالفین کے دو اعتراضوں کا جواب

پہلے اعتراض کا جواب اور وہ دو تو جواب رد ہو گئے۔ جو حیات مسیحؑ کے قائلین نے اس آیت کی نسبت دیئے ہیں۔ اوّل یہ کہ توفی کے معنے پورا لینے کے ہیں۔ نہ موت کے۔ اور یہ جواب اس لئے غلط ہے۔ کہ اہل لغت کے نزدیک اس قسم کی توفی کے معنے بجز قبض روح اور امانت کے اور میں ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آجتک باوجود ہزارہا انعام کے وعدہ کے کوئی ایک مثال بھی اس کے خلاف ثابت نہیں کر سکا۔ اور پھر جب صحیح بخاری

احادیث سے توفیتنی کے یہی معنی ثابت ہوتے ہیں

کی اس حدیث کو مدنظر رکھا جائے۔ جس کو امام بخاری نے انی متوفیک کی تفسیر میں درج فرمایا ہے۔ کہ وانہ یجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصیحابی فیقال[1] تو یہ مسئلہ بالکل ہی حل ہو جاتا ہے۔ کہ یہاں معنے موت ہی کے ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ کا اس ایت کریمہ کو اپنے پر چسپاں کرکے یہ فرمانا کہ فاقول کما قال العبد الصالح ... وکنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم الآیۃ صاف صاف اس آیت کو بتاتا ہے۔ کہ توفی کے جو معنے آنحضرتؐ پر چسپاں ہوتے ہیں وہی اس آیت میں حضرت مسیحؑ کے لئے بھی ضرور لینے پڑینگے۔ پھر اس کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا قول بھی مدنظر رکھا جائے۔ جو کہ اسی باب میں متوفیک کے معنوں کی نسبت امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔ کہ قال ابن عباس متوفیک ممیتک تو پھر اور بھی زیادہ یہ بات کھل جاتی ہے۔ کہ توفی کے معنے یہاں پر قبض روح اور امانت ہی کے ہیں۔ اور پھر اگر پورا لینے کے معنے بھی بغرض محال کوئی لے۔ تو اس سے بھی موت ہی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا

[1] انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم (بخاری کتاب التفسیر سورۃ المائدہ)

والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمّٰی (سورہ زمر)

میں قبض روح کی دو صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تام اور پورا قبض دوم ناتمام ناقص قبض جس میں قبض کے بعد پھر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ لیکن پورے اور تام قبض میں پھر نہیں چھوڑا جاتا۔ اور یہ موت میں ہوتا ہے۔ پس پورا لینا موت ہے نہ اور کچھ اور یہ جواب چونکہ مردود اور غلط ہے۔ اسی وجہ سے مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی اردو اور عربی دونوں تفسیروں میں توفی کے معنے اس آیت میں موت ہی کے کئے ہیں۔

دوسرے اعتراض کا جواب اور دوسرا جواب جو دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ توفیت .... فعل ماضی ہے اور فعل ماضی اسکو کہتے ہیں جو بات کرنے کے وقت سے پہلے زمانہ میں کام ہونے پر دال ہو۔ اور ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ یہ جواب قیامت کو دینگے۔ تو جب بات کرنیکا وقت قیامت کا دن ہوا۔ تو توفیتنی جو فعل ماضی ہے۔ یہ اس امر پر دلالت کریگا۔ کہ مسیحؑ کی وفات قیامت کے دن سے پہلے ہوئی ہے۔ نہ پھر بلکہ اس وقت یا نزول آیت کے وقت سے پہلے ہوئی ہے۔ پس جس پر اس کی دلالت ہے۔ اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ یعنی یہ کہ حضرت مسیحؑ قیامت سے پہلے فوت ہونگے۔ کیونکہ جب وہ اُتر کر چالیس سال بادشاہت زمین پر کرینگے۔ تو بعد ازاں فوت ہونگے۔ اور اسی وفات کو قیامت کے دن توفیتنی کے ساتھ بیان کرینگے۔ پس توفیتنی سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ قیامت سے پہلے مرینگے نہ یہ کہ اسوقت سے پہلے وہ مرچکے ہیں جو کہ تمہارا دعویٰ ہے"

اقول۔ یہ جواب اس لئے مردود اور غلط ہے۔ کہ ہم جو یہ کہتے ہیں۔ کہ اس وقت سے پہلے بلکہ نزول آیت کے زمانہ سے پہلے حضرت مسیحؑ کی وفات یہاں سے ثابت ہے۔ تو اس کو توفیتنی کے فعل ماضی ہونے سے ہم ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ ہم تو اس سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ خدا نے جو مسیحؑ کا جواب نقل فرمایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ اپنی توفی کو پہلے اور قوم میں تثلیث پرستی کی گمراہی کے پیدا ہونے کو بعد بیان کرینگے۔

اور ظاہر ہے۔ کہ جس کو وہ توفی کے بعد بیان فرماتے ہیں۔ وہ اس وقت بلکہ نزول قرآن مجید کے وقت میں بھی ثابت اور موجود تھی۔ تو پھر اس سے یہ بھی ضرور ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیحؑ کی توفی اس سے پہلے ہو چکی ہے۔ کیونکہ جب بھی کوئی دو چیزوں کی نسبت ہم کو یہ معلوم ہو۔ کہ فلاں پہلے اور فلاں بعد میں ہے۔ اور پھر ہم کو یہ معلوم ہو۔ کہ بعد والی چیز موجود ہے۔ تو ضرور ہم کو یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ پہلی چیز بھی ضرور ہو گئی ہے۔ اور یہ وہ مضبوط بات ہے۔ جس کو میں نے مُدّ کے مباحثہ میں پیش کیا تھا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب اس کا جواب نہیں دے سکے تھے۔ پھر کئی سال بعد جب رامپور کے مباحثہ میں یہ بات پیش کی۔ تو مجھے خیال تھا۔ کہ اب مولوی صاحب ضرور اس کا کوئی جواب دینگے۔ مگر اس وقت بھی وہ اس کے جواب سے تہیدست ہی نکلے۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی اس کا جواب کوئی نہیں دے سکیگا۔

پھر اس زبردست اور قوی ترین دلیل کی تائید میں حضرت مسیح موعودؑ نے ۲۹ آیتیں پیش فرمائیں ٭ پھر حضور نے باب فی المعراج ففتح فلما خلصت اذا یحیی وعیسی وھما ابنا خالۃ (مشکوۃ) ....

حدیث معراج

معراج کی حدیث پیش کی۔ جس میں آنحضرتؐ نے حضرت مسیحؑ کو وفات شدہ نبیوں کے ساتھ دیکھا تھا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ زندہ کو مُردوں کے ساتھ کیا تعلق ہے

ابوبکر صدیقؓ کا خطبہ وفات رسولؐ پر

پھر حضور نے سیدنا حضرت ابوبکرؓ کا وہ خطبہ پیش فرمایا۔ جو کہ آپ نے آنحضرتؐ کے وصال کے وقت حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ کے خیال کی تردید کے لئے پڑھا تھا۔ جو کہ خیال کرتے تھے۔ کہ آنحضرتؐ فوت نہیں ہوئے۔ چنانچہ اس میں آیا ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ایھا الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت ثم تلا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الایۃ قال عمر فما ھو الا ان سمعت ابابکر تلاھا فوقعت علی الارض ما تحملنی رجلای وعرفت انہ قد مات (حمامۃ الاسلام صفحہ ۵۴)

اسی طرح اور حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ بعض صحابہؓ اس آیت کو گلیوں کوچوں میں پڑھتے جاتے تھے۔ اور ایسا محسوس کرتے تھے۔ کہ گویا یہ آیت کریمہ اب ہی نازل ہوئی ہے پس ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کی زبانی اس آیت کو سنکر آپؐ کی وفات کا قائل ہو جانا یہ صاف اور کھلی دلیل اس امر کی ہے۔ کہ ان سب نے اس کو تسلیم کر لیا۔ کہ پہلا کوئی نبی زندہ نہیں۔ اور حضرت مسیحؑ بھی فوت ہو گئے ہیں۔ ورنہ وہ کبھی آنحضرتؐ کی وفات کے قائل نہ ہوتے۔ بلکہ حضرت ابوبکرؓ پر یہ اعتراض ضرور کرتے۔ کہ جب مسیحؑ زندہ ہے۔ تو پھر سید الرسلؐ کس طرح فوت ہو گئے۔ مگر کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا۔ اور سب نے آنحضرتؐ کی وفات کو تسلیم کر لیا۔ اور یہ صحابہؓ کا اجماع ہے۔ اس بات پر کہ کوئی پہلا نبی زندہ نہیں۔ اور حضرت مسیح بن مریم فوت ہو گئے ہیں۔ پس آنحضرتؐ کے بعد صحابہؓ کا سب سے پہلا اجماع اسی پر ہوا ہے۔ کہ مسیحؑ فوت ہو گئے ہیں۔ اور زندہ ہرگز نہیں۔

تیسری حدیث پھر یہ حدیث پیش کی گئی۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی (ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۶)

جو صاف دلالت کرتی ہے۔ کہ جسطرح حضرت موسےٰؑ زندہ نہیں اسی طرح حضرت عیسےٰؑ بھی زندہ نہیں۔

چوتھی حدیث پھر وہ حدیث بھی پیش کی گئی۔ جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا (و اخبرنی ان عیسی ابن مریم عاش عشرین و مائۃ سنۃ) حجج الکرامہ ۴۲۸

بزرگان سلف کے اقوال پس یہ حدیث (جسکو نواب صدیق حسن خاں صاحب نے حجج الکرامہ میں صحیح اور حضرت مسیحؑ کی عمر کے بارہ میں سب سے زیادہ صحیح اور قابل وثوق لکھا ہے۔) صاف دلالت کرتی ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ ۱۲۵ ہی سال زندہ رہے ہیں۔ اور بالاتفاق ثابت ہے۔ کہ صلیب کا واقعہ ان کی عمر کے تینتیسویں ۳۳ سال پیش آیا تھا۔ پھر بڑے بڑے ائمہ دین مثل امام مالکؒ وغیرہ کے مذہب اور اقوال پیش کئے۔ جن میں انہوں نے حضرت مسیحؑ کی وفات کا اظہار کیا تھا۔ پھر وہ شعر پیش کئے۔ جن کو خطیب لوگ جمعہ کے

خطبوں میں ہزارہا لوگوں میں منبروں پر متواتر طور پر پڑھا کرتے تھے۔ اور ان میں حضرت مسیح کی وفات کی تصریح تھی۔ جیسے "کجا شد عیسےٰ مریم کہ مُردہ زندہ مے کردے"
اسی طرح مولانا مولوی اسمٰعیل شہید کے اشعار خطبہ میں ہے۔ کہ "عیسے کہاں مریم کہاں اس بات کا ہے سب کو غم"
پھر ان مروجہ کتابوں کے حوالے پیش کئے گئے۔ جن میں حضرت مسیح کی وفات کی تصریح تھی۔ جیسی یکی روٹی کلاں جو پنجابی زبان میں ہے اور عموماً پنجابی لوگ اس کو پڑھتے ہیں اور جو جناب مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ والے کی تصنیف ہے۔ جو کہ باخدا عالم مانے ہوئے ہیں۔ اس میں وہ لکھتے ہیں۔ کہ جیکوئی پچھے۔ کہ حضرت عیسےٰ دی عمر کتنی ہوئی ہے؟ تُوں آکھ جی۔ اک سو ویہ ۱۲۰ ورہے۔

عقیدہ حیات مسیح میں آنحضرت کی ہتک ہے

پھر ان دلائل بینہ کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا۔ کہ عقل اور عادت مستمرہ بھی یہی فتویٰ دیتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح اس طویل عرصہ میں بجسمہ العنصری آسمان پر زندہ موجود نہیں۔ بلکہ فوت ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ان کی وفات کی کوئی دلیل بھی موجود نہ ہوتی۔ تو بھی عقل و عادت ان کی وفات ثابت کرنے میں کافی ہوتیں۔ مثلاً اگر تاریخ سے ثابت ہو۔ کہ وہ ہزار سال پہلے فلاں بادشاہ یا فلاں ولی تھا۔ اور پھر کسی تاریخ سے اس کی وفات کا پتہ نہ چلے۔ تو عقل و عادت پر نظر کرکے ہر ایک شخص اسکو فوت شدہ ہی تسلیم کریگا۔ پس جبکہ یہاں پر ایسے کھلے دلائل بھی ہیں تو پھر کیونکر حضرت مسیح کی وفات ثابت نہ ہو۔ پھر یہ بھی بتایا گیا۔ کہ حضرت مسیح کو زندہ تو اسی لئے مانا جاتا ہے۔ تاکہ اخیر زمانہ میں وہی آسمان سے زمین پر آکر جزیہ (یعنی حفاظت سلطانی کا ٹیکس جو کہ غیر اقوام سے لیا جایا کرتا ہے جبکہ وہ حفاظت سلطانی کے نیچے آکر زندگی بسر کرنا منظور کر لیتے ہیں) کفار سے لینا موقوف کردیں۔ اور جبراً ان کو مسلمان بنائیں۔ اور جو مسلمان نہ ہوں۔ ان کو قتل کردیں۔ اور اسلام کو ساری دنیا میں پھیلا دیں۔ یہاں تک کہ زمین پر ایک بھی غیر مسلم نہ رہے۔ نہ مشرک اور نہ یہودی اور عیسائی اور یہ وہ بات ہے جس سے آنحضرت کی سخت ہتک اور تحقیر ہوتی ہے۔ کیونکہ اول

توتم بھی اس کے مدعی ہو۔ کہ آنحضرتؐ سب انبیاء سے افضل اور سب سے زیادہ خداوند تعالےٰ کے پیارے ہیں۔ مگر باوجود اسکے جب آنحضرتؐ کو کفار قتل کرنے لگے۔ تو خدا نے آنحضرتؐ کو حکم دیا۔ کہ راتوں رات یہاں سے نکل کر بھاگ جا۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا۔ اور کفار کے خطرہ سے تین دن سیاہ اور تنگ غار میں سانپوں اور بچھوؤں کے درمیان گذارے۔ اور پھر بڑی تکلیف اٹھا کر آپ مدینہ میں تشریف لیگئے۔ لیکن حضرت مسیحؑ کو جب کفار گرفتار کرنے لگے۔ تو خدا نے جبرائیلؑ کو بھیجکر فوراً انکو جو تھے آسمان پر اٹھا لیا۔ پھر آنحضرتؐ تو ۶۰ سال کی عمر میں فوت ہو کر خاک میں مدفون ہو گئے۔ مگر حضرت مسیحؑ دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ جس سے صاف اور واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ (نعوذ باللہ) مسلمانوں کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ کہ آنحضرتؐ سب انبیاء سے خدا کے نزدیک زیادہ پیارے اور زیادہ عزیز اور افضل ہیں۔ بلکہ اس سے یہ ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ آنحضرتؐ سے خدا کے نزدیک زیادہ محبوب اور عزیز اور افضل ہیں۔ جو صریح غلط بلکہ صریح ظلم ہے۔ پھر آنحضرتؐ جو سب دنیا کو ہدایت دینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور جنکے بھیجنے کا ثمرہ یہ بیان فرمایا گیا تھا۔ کہ لیظھرہ علی الدین کلہٖ۔ اور جو سب انبیاء سے افضل ہیں۔ اور جنکی امت خیر الامم ہے۔ وہ اور انکی امت تو سب لوگوں کو مسلمان بنانے سے عاجز رہے۔ یہانتک کہ اس عظیم الشان فتح کے لئے خداوند تعالیٰ کو ضرورت پیش آئے۔ کہ اس بہادر جرنیل کو کہ جو ریٹائر ہو کر ۲ ہزار سال سے آسمان پر چلا گیا تھا۔ پھر بلا کر کمان دے۔ تاکہ وہ فتح حاصل ہو۔ جسکو افضل الرسل اور اسکی خیر الامم امت نہیں حاصل کر سکی تھی۔ پس جسطرح کہ ایک شہنشاہ اپنے سب سے بڑے جرنیل کو ایک جنگ کی کمان دے۔ اور ساری فوج بھی اس کے حوالہ کر دے۔ مگر باوجود عرصہ دراز خرچ کرنے اور ہزارہا جانیں تلف کرنے کے وہ فتح حاصل نہ کر سکے۔ اور پھر ایک ریٹائر شدہ معمولی جرنیل کو کمان دیکر اس جنگ پر روانہ کرے۔ اور وہ جاتے ہی بدون کسی جان کے صرف ہونے یا خزانہ خرچ ہونے کے وہ عظیم الشان فتح حاصل کر لے۔ تو ان جرنیلوں میں سے وہی افضل اور لائق سمجھا جائیگا۔ جس نے بدوں کسی صرف کے وہ عظیم الشان فتح حاصل کی ہے۔ اسی طرح یہاں پر بھی حضرت مسیحؑ ہی یقیناً افضل ٹھہرینگے۔ جنہوں نے

دوبارہ آکر اس عظیم الشان فتح کا سہرا حاصل کیا ہے - نہ آنحضرت صلعم - جو کہ تیرہ سو سال تک اس فتح کو حاصل نہیں کر سکے - اور علاوہ اس خرابی کے یہ مسلمانوں کی طرف سے مسیحی مشنریوں کے ہاتھ میں دیا ہوا حربہ ہے - جس کو وہ اہل اسلام ہی کے گلوں پر چلاتے ہیں - اور اس کی کوئی وار خطا نہیں جاتی - کیونکہ جب وہ مسلمانوں کی ان مسلمہ باتوں سے یہ نتائج نکال کر ان کے افراد کے آگے پیش کرتے ہیں - تو ضرور انکو ماننا پڑتا ہے - کہ بیشک مسیح افضل اور آنحضرت مفضول ہیں وہ فوراً آنحضرت کے علم کے نیچے سے نکل کر مسیح کے علم کے نیچے آ سکتے ہیں +

ایک ضمنی نکتہ ان کے ان عقاید سے یہی خرابیاں نہیں لازم آتیں - بلکہ ان کے بالمقابل ایک یہ خرابی بھی لازم آتی ہے - کہ اس سے حضرت مسیح کا شقی ہونا برخلاف آیت ولم یجعلنی جبارا شقیا لازم آتا ہے - جس کا ان کی نادانی سے آنحضرت پر افضل ہونا لازم آتا تھا - اور اس کی تفصیل یہ ہے - کہ اسلامی جنگوں میں یہ طریق رکھا گیا ہے - کہ جب کوئی قوم اپنی شرارتوں کی وجہ سے اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس کے ساتھ جنگ کی جائے - تو اسکو پہلے یہ کہا جاتا ہے کہ تم اسلام لاؤ - اور اگر اسلام نہ لاؤ - تو پھر جو ٹیکس حفاظت سلطانی کا عرفاً قوموں میں دیا کرتی ہیں وہ ٹیکس ہم کو دینا منظور کرو کہ ہماری حفاظت میں آجاؤ - اور اگر یہ بھی نہ کرو - تو پھر ہم جنگ کرینگے - پس اس ٹیکس کے درمیان میں لانے سے جبر نہیں رہتا - کیونکہ اس مروجہ ٹیکس کو دیکر وہ اپنے لئے خلاصی حاصل کر سکتی ہے جیسے کوئی کہے کہ تم فلاں کام کرو - یا ہم کو اتنا نقد دیدو - ورنہ میں تمکو مارونگا - تو اب یہ جبر نہ ہوگا - کیونکہ نقد دے کر وہ خلاصی حاصل کر سکتا ہے - لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں کام کرو ورنہ میں مارونگا - تو یہ جبر ہوگا - پس اسی طرح جب مسیح آکر جزیہ (ٹیکس حفاظت سلطانی) کو موقوف کردیگا - اور کہیگا - اسلام لاؤ - ورنہ قتل کرونگا - تو یہ صریح جبر ہوگا - جو کہ اول تو لا اکراہ فی الدین کے صریح خلاف ہوگا - دوم اس سے حضرت مسیح جبار ٹھہرینگے - جو کہ انہی کے فتوے کے مطابق شقی ہوتا ہے - جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا قول منقول ہے - کہ وہ لم یجعلنی جبارا شقیا - بلکہ حق تو یہ ہے - کہ حضرت مسیح کو کبھی یہ موقعہ ہی نہیں ملا - کہ ان کو کوئی جبار قرار دے سکے - پس باوجود اس کے ان کا یہ کہنا کہ خدا نے مجھے جبار نہیں بنایا -

جو کہ بدبخت ہوتا ہے) ایک پیشگوئی ہے گویا خدا نے ان کو بتا دیا تھا۔ کہ مسلمان کسی وقت تم کو جبار قرار دے کر (نعوذ باللہ) بدبخت اور ملعون قرار دیں گے۔ تو اس کی پہلے سے نفی کرنے کے واسطے انہوں نے فرما دیا۔ کہ ولم یجعلنی جبارًا شقیا۔ مگر مسلمان بھی وہ ضدی ہیں۔ کہ خواہ حضرت مسیحؑ آنحضرت صلعم سے افضل قرار پائیں۔ یا حضرت مسیحؑ (نعوذ باللہ) شقی اور ملعون قرار پائیں۔ مگر انہوں نے ضرور مسیحؑ کو زندہ رکھنا اور زمین پر لانا ہے +

مگر جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے۔ کہ حق کی تائید ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ روز روشن کی طرح وہ کھل جائے۔ لیھلك من ھلك عن بینة ویحییٰ من حی عن بینة۔ اسی طرح وفات مسیحؑ کی بھی تائید ہوتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ آجکل

ایک نئی حدیث وفات مسیحؑ کے ثبوت میں

مجھے ایک نہایت اعلےٰ پائے کی کتاب سے ایک نہایت اعلےٰ درجہ کی حدیث ملی ہے۔ جو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ حضرت مسیحؑ کی وفات کی خبر دیتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ **طبقات کبیر لمحمد بن سعد** جو کہ حالات سیر نفس آنحضرتؐ و حالات صحابہ کرامؓ بلکہ ابتدائی اسلامی تاریخ کی جڑھ ہے۔ اس کی جزو ثالث صفحہ ۲۶ پر ھبیرۃ بن یریم سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے کہا۔ کہ لما توفی علی بن ابیطالب قام الحسن بن علی فصعد المنبر فقال ایھا الناس قد قبض اللیلة رجل لم یسبقه الاولون ولا یدرکه الاٰخرون قد کان رسول اللہ صلعم یبعثه المبعث فیکتنفه جبرائیل عن یمینه ومیکائیل عن شماله فلا ینثنی حتی یفتح اللہ له وما ترک الا سبع مائة درھم اراد ان یشتری بھا خادما ولقد قبض فی اللیلة التی عرج فیھا بروح عیسی بن مریم لیلة سبع وعشرین من رمضان ۔

ترجمہ:۔ ہبیرہ بن یریم نے کہا۔ کہ جب علی بن ابیطالب فوت ہوئے۔ تو حسنؓ بن علی علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ اور منبر پر چڑھے۔ تو فرمایا۔ اے لوگو! آج رات وہ شخص فوت ہوا ہے۔ جس سے نہ تو پہلے لوگ بڑھے ہیں۔ اور نہ پیچھے آنیوالے لوگ اسکو پہنچینگے۔ آنحضرتؐ

اس کو جنگ پر روانہ فرماتے۔ تو حضرت جبرائیلؑ اس کے دائیں طرف سے اور حضرت میکائیلؑ بائیں طرف سے گھیر لیتے تھے۔ تو آپ نہیں واپس ہوتے تھے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ فتح کر دیتا تھا اور اس نے بجز سات سو درہم کے اور کچھ ترکہ نہیں چھوڑا سو وہ چاہتا تھا۔ کہ ان کے بدلے میں کوئی خادم خرید ے۔ اور واللہ یقیناً وہ اس معروف و مشہور رات میں فوت ہوا ہے۔ کہ جس کو تم جانتے ہو۔ کہ اس میں حضرت عیسےٰ بن مریم کی رُوح اوپر چڑھائی گئی ہے۔ اور رمضان کی ستائیسویں رات ہے" پس ناظرین اچھے طور پر غور فرمائیں۔ کہ اس سے بڑھ کر کسی کی موت کی خبر اور کس طرح وضاحت ہو سکتی ہے۔ توفی کا لفظ اور کسی انسان کے لئے آئے حتیٰ کہ سید ولد آدمؐ کیلئے آئے۔ تو اس کے معنے قبض روح کے ہوں۔ مگر حضرت مسیحؑ کیلئے توفی کا لفظ آئے۔ تو اس کے معنے جسم اور رُوح دونوں کے اکٹھے لینے کے ہو جائیں فلاں فلاں کسی کے لئے آئے۔ تو اس کے معنے موت کے ہوں۔ یہاں تک کہ کل انبیاء کیلئے بھی آئے۔ تو اس کے معنے موت کے ہوں۔ مگر مسیحؑ کے لئے اس کے معنے بھی ڈیوٹی سے ہٹ جانے کے ہو جائیں۔ توفی کے بعد جو رفع ہو۔ وہ رفع روحانی ہو۔ لیکن مسیحؑ کے لئے اس کے معنے بھی رفع جسمانی کے ہو جائیں۔ اب اس حدیث میں صاف طور پر حضرت مسیحؑ کی رُوح کے رفع کی خبر دی گئی ہے۔ پھر اس کی خاص تاریخ اور خاص وقت بتایا گیا ہے۔ اور وہ بھی ایسے الفاظ کے ساتھ جن کے اور کوئی معنے ہو ہی نہیں سکتے۔ پھر ایسے طرز کے ساتھ کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ سب مخاطبین صحابہؓ اور تابعین اس وقت اور اس تاریخ کو اس وصف کے ساتھ پہلے سے جانتے تھے۔ کہ حضرت مسیحؑ کی رُوح اس میں اٹھائی گئی ہے۔ کیونکہ التی جو کہ موصول کہلاتا ہے۔ اسی مقصد کے لئے موضوع ہے۔

پس اب دیکھیئے۔ یہ منصف مزاج اور حق پرست مولوی صاحبان اس کے کیا معنے کرتے ہیں۔ پھر طرفہ یہ ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین کی وفات پر کس قدر اجتماع ہوگا۔ اور اس اجتماع کے موقعہ پر امام حسنؓ جیسی شخصیت کے شخص منبر پر چڑھ کر فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین اس رات میں فوت ہوئے۔ جس میں تم جانتے ہو۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کی رُوح اٹھائی گئی تھی۔ اور وہ ستائیسویں رمضان کی ہے۔ مگر

کوئی صحابیؓ کوئی تابعی نہ کوئی عالم اور نہ کوئی جاہل یہ کہتا ہے۔ کہ حضور آپ یہ کیا فرماتے ہیں حضرت عیسےؑ تو زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور اب تک زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ اور پھر اس پر طرفہ یہ۔ کہ ہم کو بھی ساتھ شریک کرتے ہیں کہ ہم بھی اس کو جانتے اور مانتے ہیں۔ کہ وہ فلاں رات میں فوت ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی بھی نہیں بولتا۔ اور سکوت اختیار کر کے سب اس کی تصدیق کرکے دوبارہ حضرت مسیحؑ کی وفات پر اجماع کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد کے علماء بھی اس کو تسلیم کرتے رہے۔ کہ **حضرت عیسےٰؑ فوت ہو گئے ہیں**۔ جبھی تو وہ ایسی روایات نقل کرتے۔ اور اپنی کتابوں میں درج کرتے رہے ہیں۔ ورنہ اگر ان کا یہ خیال ہوتا۔ کہ بہت سی آیات قرانیہ اور صحیح احادیث سے حضرت عیسےٰ کی حیات ثابت ہے۔ جیسے کہ آجکل کے علماء شور مچا رہے ہیں۔ تو کس طرح ایسی روایتوں کو نقل یا درج کرتے۔ جو کہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ صحیحہ کے برخلاف اور پھر ان کے اعتقاد کے خلاف حضرت مسیحؑ کی وفات پر صراحتہً دال ہیں۔ اس روایت نے اس کے معنے بھی کھولدیئے۔ جو کہ مشہور ہے۔ کہ **رفع علیؓ کما رفع عیسےٰ** یعنی جسطرح حضرت عیسےٰؑ ستائیسویں رمضان کی رات میں فوت ہوئے۔ اور ان کی روح مبارک آسمان پر اٹھائی گئی۔ اسی طرح حضرت علیؓ بھی ستائیسویں رمضان کی رات میں فوت ہوئے۔ اور ان کی روح مبارک بھی آسمان پر اٹھائی گئی۔ نہ یہ کہ حضرت علیؓ بھی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسے کہ حضرت عیسےٰؑ زندہ جسد عنصری کے ساتھ اٹھائے گئے تھے ✦

قدامت روح و مادہ ثابت کرنے کیلئے وید و اپنشد سے جو حوالے دئے جاتے ہیں۔

ان پر ایک تنقیدی نظر

پہلا منتر ۔ جو بانی آریہ سماج نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں نقل کیا ہے ۔ وہ رگ وید منڈل ۱ سوکت ۱۶۴ کا آٹھواں منتر ہے ۔ جس کو ذیل میں معہ ترجمہ از مصنف ستیارتھ لکھکر اس کا اصل مطلب ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں ۔

عبارت اصلی | دوا ۔ سُپرنا ۔ سیُجا ۔ سکھایا ۔ سمانم ۔ برکھشم ۔ پری شسر جاتے ۔ تیسورینہ ۔ پپلم ۔ سوادُت ین ۔ شنق نیمو ۔ ابھی چاک شیتی "

ترجمہ سوامی | پرمیشور اور جیو (روح) دونوں کی ذیشنور اور ان میں پرورش کرنا وغیرہ صفات یکساں ہیں ۔ ان میں باہم محیط و محاط کا تعلق ہے ۔ اور باہم متر (مانوس) گویا قدیم اور ازلی ہیں ۔ ایسے ہی درخت جس کی جڑیں بصورت ازلی علت اور شاخیں بصورت معلول یعنی جو حالت کثیف میں آ کر پھر پرلے کے وقت ذروں میں مل جاتا ہے ۔ تیسری ازلی شئے ہے ۔ ان تینوں کے صفت ۔ فعل اور عادات بھی ازلی ہیں ۔ جیو اور پرمیشور دونوں میں سے ایک یعنی جیو اس کائنات میں پاپ پُن کے پھل کو اچھی طرح بھوگتا ہے ۔ اور دوسرا پرماتما (خدا) کرموں کے پھل کو نہیں بھوگتا ۔ اور چاروں طرف یعنی اندر باہر سب جگہ موجود ہے ۔ جیو سے ایشور اور ایشور سے جیو اور ان دونو سے پرکرتی اپنی ذات سے جُدا ہے ۔ اور تینوں ازلی ہیں ۔ ستیارتھ اردو صفحہ ۲۴۰ و ۲۴۱ ۔

ناظرین ! اگر آپ سوامی جی کے مندرجہ بالا ترجمہ کے ان زائد الفاظ کو نکالدیں ۔ جن کے نیچے خط کھینچ دیا ہے ۔ تو پھر دیکھئے ۔ اس منتر کی اور آریہ سماج کے سدھانت کی اصل حقیقت کیا رہ جاتی ہے ۔

بات تو درست تب تھی ۔ جبکہ بانیٔ آریہ سماج بے جا کھینچا تانی اور من مانے ارتھ کو ایک طرف رکھتے ہوئے اس وید منتر کا صحیح لفظی ترجمہ کر دیتے ۔ پھر ناظرین ملاحظہ فرمالیتے کہ اس منتر میں کہاں اور کس طرح قدامت مادہ و روح کا باطل دعوے مرقوم ہے ۔

سوامی جی خود ہی سمجھتے ہونگے ۔ جبھی تو لفظی ترجمہ سے گریز کرتے مفسرانہ رنگ اختیار کرنے پر مجبور ہوئے ۔ (مفسرانہ بمعنی اناپ شناپ) ۔ اب ہم اس وید منتر کا لفظی ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہوئے آریہ صاحبان سے دریافت کرتے ہیں ۔ کہ اس منتر کے کونسے لفظ یا فقرہ سے قدامت ارواح و مادہ کا دعوے نکلتا ہے ۔

لفظی ترجمہ "دو پرندے آپس میں ملے ہوئے ۔ باہم دوست ۔ ایک ہی درخت پر ۔ متمکن ۔ ان میں سے ایک ۔ اس پیپل (درخت) کا ۔ ذائقہ ۔ چکھ رہا ہے ۔ دوسرا کچھ نہ کھاتا ہوا ۔ دیکھ رہا ہے"

یہاں نہ کوئی پرمیشور جیو کی ازلیت کا تذکرہ نہ قدامت مادہ (پرکرتی) کا بیان صرف چڑے چڑیا کی کہانی ہے ۔ جو اپنے اندر بجھارت یا پہیلی سے زیادہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی اور اگر مان بھی لیا جائے ۔ کہ دو پرندوں سے مراد ایشور اور جیو ہے ۔ اور درخت پرکرتی تو پھر بھی بانیٔ آریہ سماج کا مدعا و مقصد ثابت نہیں ہوتا ۔ کیونکہ اس وید کی شرتی میں ایسا بھولے سے بھی کوئی لفظ موجود نہیں ۔ کہ جو ان کی ازلیت و قدامت کا واچک یعنی بیان کرنے والا ہو ۔

معزز ناظرین ! یہی ایک وید منتر ہے ۔ جو ہر ایک سماجی کے منہ سے نکلتا ہوا آپ سنیں گے ۔ جس کی اصل حقیقت آپ نے آج بچشم خود دیکھ لی ۔

دوسرا منتر اب ہم سوامی جی کے دوسرے وید منتر کا بھی راز طشت از بام کرتے ہیں ۔

"شاشوتی بھیا ہ سماھبیا :" (یجروید ادھیائے نمبر ۴۰ منتر ۸)

"یجروید کے ۔۔ کا ایک ٹکڑا نقل کر کے اس کے معنے یہ کئے گئے ہیں ۔ کہ ازلی و قدیم ارواح یعنی مخلوقات کے لئے پرمیشور نے بذریعہ الہام وید تمام علوم کو ظاہر کیا"

(ستیارتھ اردو صفحہ ۲۱۳)

کاش کہ سوامی جی اس وید منتر کو پورا نقل کر کے لفظی ترجمہ کر دیتے۔ تو قدامت وغیرہ کی سب پول خود ہی کھل جاتی۔ اور ہمیں اپنی طرف سے کلام کرنے کی ضرورت نہ ہوتی ٭

مگر ایسا کرنے سے سوامی جی کا مدعا حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے دو فقرے نقل کر کے ان سے ارواح وغیرہ کی ازلیت کا بزعم خود ہی ثبوت دیدیا۔ ان ہر دو فقرات کا لفظی ترجمہ صرف یہ ہے۔ کہ

”ہمیشہ سے“ ”برسوں سے“ مگر معلوم نہیں۔ کہ ان فقرات سے سوامی جی نے ارواح کی ازلیت کیسے سمجھ لی۔

یجروید کے اسی چالیس ادھیائے کے آٹھویں منتر کا ترجمہ ایش اپنشد کی تفسیر میں پنڈت راجارام صاحب پروفیسر ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور نے کیا ہے ہم اُس سے ان ہر دو فقرات کا ترجمہ محض ایسے آریہ دوستوں کی خاطر ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ جو بوجہ ضد کے ہمارے ترجمہ کو صحیح نہ سمجھیں۔

”شاشوتی بھیا سما بھیا“

سدا (ہمیشہ) رہنے والے برسوں کے لئے (یعنی) ہمیشہ کے لئے“

ایش اُپنشد ہندی صفحہ ۹

پنڈت صاحب موصوف کے ترجمہ کے علاوہ ایک دوسرے سماجی فاضل کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو۔

”لگاتار برسوں کے لئے“

تفسیر ایش اپنشد از پنڈت تلسی رام صاحب آریہ مفسّر سام وید وغیرہ۔ ہندی صفحہ ۲

تیسرا ترجمہ بھی آریہ صاحبان دیکھ لیں کہیں ان کے دل میں کسی قسم کا شک نہ رہ جائے۔

”نرنتر ہمیشوں سے“ یعنی لگاتار زمانہ سے دیکھو۔ اُپنشد آریہ بھاشیہ از

پنڈت آریہ منی صاحب ۔ پروفیسر سنسکرت فلاسفی ۔ ڈی ۔ اے ۔ وی کالج لاہور (صفحہ کتاب ۱۱)

چوتھا ارتھ بھی دیکھیئے ۔ اناوی کال (قدیم زمانہ) اور رعایا کے لئے ۔ اشیاد حقیقی طور پر بناتا ہے ۔ (ایش اپنشد کا سوبھاشیہ ہندی صد ۳۲ مصنفہ پنڈت ساتو لیکر صاحب)

جبکہ چار فاضل آریوں نے ہمارے ترجمہ کی تصدیق کردی ۔ تو کون ہے ۔ جو بانی آریہ سماج کے کئے ہوئے ارتھ کو بدیہی البطلان نہ سمجھے گا ۔ اور اگر اسقدر شہادتوں کے ہوتے ہوئے بھی کوئی ضدی اور متمرد سماجی انکار کرتا جائے ۔ توہم اس کے لئے ایک اور طریق فیصلہ بتلاتے ہیں ۔ وہ یہ ہے کہ ایسا معترض سوامی جی کے مندرجہ بالا ترجمہ کو وید کے مذکورہ بالا ہر دو فقرات سے بروئے لغات سنسکرت ثابت کر دکھلائے ۔ توہم ایسے شخص کو مبلغ پچاس روپے چہرہ شاہی نقد انعام دیتے ہوئے اپنے ترجمہ کو غلط اور سوامی کا ترجمہ صحیح مانتے ہوئے یہ تسلیم کریں گے ۔ کہ بیشک ویدوں میں ارواح کی قدامت کا تذکرہ ضرور ہے ۔ مگر ایسا ہونا اسقدر محال ہے)

ناظرین حیران ہونگے ۔ کہ اس فقرہ کا کہ "لگاتار برسوں سے" ۔ "سدا زمانہ سے" کوئی مقصد معلوم ہونا چاہیئے ۔ سو ہم بتلائے دیتے ہیں ۔ کہ یہ یجروید کے چالیسویں ادھیائے کے آٹھویں منتر کا ایک ٹکڑا سوامی نے اپنے دعوے کے اثبات میں پیش کیا ۔ ہم نے صرف اسی کے اندر محدود رہتے ہوئے اس کی تردید کردی ۔ پورے منتر کو جب سوامی نے نہ نقل کیا ۔ توہم ایسا کیوں کرنے لگے تھے ۔ مگر اب ناظرین کی خاطر اس منتر کا لفظی ترجمہ ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں ۔ جس سے پڑھنے والوں پر یہ امر اور بھی روز روشن کی طرح عیاں و منکشف ہوجائیگا ۔ کہ بانی آریہ سماج اپنے خیالات کو ہندوؤں کی نظروں میں باوقعت بنانے کیلئے اپنی قدیم مذہبی و دینی کتب کی عبارات کی لاطائل تاویلات کا کس طرح استعمال کرتا ہوا نظر آتا ہے ۔

"کیونکہ اُس نے اس شُدھ (پاک) ذات کو پالیا ہے ۔ جو پورے نور سے چمک

رہی ہے۔ جس کا جسم نہیں۔ گھاؤ نہیں۔ ناڑی نس نہیں۔ جو ہر ایک برائی سے بری ہے۔ سَتر وگیہ (علیم کل) دلوں کے اندر کی جاننے والا ہے۔ سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ قایم بالذات ہے۔ جس نے سالہا سال کے لئے تمام پدارتھ (اشیاء) کو ایک باقاعدہ ترتیب دی ہے"۔

دیکھو ترجمہ کے لئے کتاب بنام اُپ نشدیں اُردو ترجمہ پنڈت راجارام صاحب ص۱۴۰ یہ ترجمہ ایک فاضل آریہ کا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اب آریہ صاحبان کو بنظر انصاف غور کرنا چاہیئے۔ کہ سوامی دیانندجی نے ویدوں کے تراجم میں کہاں تک احتیاط کی ہے

تیسرا منتر اب سوامی جی کا تیسرا منتر (رگوید منڈل ۱۰ سکت ۱۲۹ منتر ۳) ملاحظہ ہو جو انہوں نے اپنے پانچویں وید ستیارتھ پرکاش ص۲۳۹ میں پیش کر کے اس سے قدامت کا ثبوت دیا ہے۔ اس کی پڑتال کرنے سے پہلے منتر کی اصل عبارت اور ترجمہ از سوامی دیانند ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اصل منتر۔ " تم ۔ آسیت تمسا۔ گوڑھگرے۔ پرکیتم۔ تچھّینا مہو بھتم۔ یدا سیت ۔ تپ سستمہنا ۔ جائتکم "

ترجمہ سوامی ۔ یہ سب عالم پیدائش سے پیشتر تاریکی میں چھپا ہوا اندھیرے جیسا ناقابل تمیز اور آکاش (خلا) کی طرح (جسم و شکل نہ رکھنے والا) تھا۔ اور غیر محدود پرمیشور کے مقابلہ میں محدود اور اس سے آچھادت (پرمیشور اس میں اور اس سے باہر موجود) تھا۔ بعد ازاں پرمیشور اس کو اپنی قدرت سے حالت علت سے حالت معلول میں لایا"

(ستیارتھ اردو ص۲۳۹ باث) - (بریکٹ مترجم ستیارتھ کے ہیں۔ احمدی مہاجر)

اس منتر کا ترجمہ تھوڑی دیر کے لئے سوامی دیانندجی کا کیا ہوا ہی صحیح تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ امر ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ارواح و مادۂ عالم قدیم و ازلی ہیں۔ کیونکہ اس من گھڑت ترجمہ میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں۔ جو مادہ وغیرہ کی ازلیت کا مثبت ہو۔

اب سوامی جی کے طبعزاد ترجمہ کے بطلان کیلئے اپنی طرف سے لفظی ترجمہ نہ کرتے ہوئے صرف پنڈت راجارام صاحب فاضل آریہ کا ہی ارتھ پیش کئے دیتے ہیں جس سے

ناظرین سوامی صاحب کے ایجاد بندہ ترجمہ کا بدیہی البطلان ہونا دیکھ لینگے۔

صرف اردو ترجمہ ۔شروع میں اندھیرا تھا۔ اندھیرے میں چھپا۔ یہ سب بغیر الگ الگ نشان کے ایک شکل ہو رہا تھا۔ یہ سارا جو اس وقت تچھ سے ڈھپا ہوا تھا۔ تپ (محنت و ریاضت) کی طاقت سے وہ ایک پیدا (ظاہر) ہوا ہے" دیکھو کتاب وید اپدیش ہندی صفہ ۵۶ جلد اول)

اب اس لفظی ترجمہ اور سوامی جی کے من گھڑت ترجمہ کو بالمقابل رکھ کر ملاحظہ کیجئے آپ کو فوراً معلوم ہو جائیگا۔ کہ سوامی صاحب اپنے مطلب کو سدھ کرنے کے لئے لوگوں کی کم علمی و جہالت سے کس قدر اور کس طرح فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

معزز ناظرین!

اس منتر کے لفظی ترجمہ کو دیکھیئے ۔کہ سوامی جی نے جو الفاظ اپنے ترجمہ میں بیان کئے ہیں۔ کس طرح صحیح اور راست ہیں۔ وہ علت و معلول کا اثر نکالا کہاں اڑ گیا۔ ہاں اگر کوئی سماجی دوست یہاں یہ حجت کرے۔ کہ اس لفظی ترجمہ سے مادہ کی قدامت ہی نکلتی ہے۔ تو ہم اس سے دریافت کرینگے ۔کہ مادۂ بیجان میں محنت و ریاضت کی صفت موجود ہے؟ کیا وہ خود بخود اندھیرے سے نکل کر روشنی میں اور علت سے معلول لطیف سے کثیف بن سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس یہاں مادہ کی بابت کسی قسم کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ پرمیشور کے خلق کرنے کا بیان ہے۔ کہ وہ قبل پیدائش کائنات چھپا ہوا تھا۔ یعنی اسوقت تخلیق وغیرہ کچھ نہ کی تھی۔ کیونکہ جب تک وہ کچھ کرے نہیں پوشیدہ ہی تصور ہوگا۔

پس جب اس نے ارادہ کیا۔ تو تپ وغیرہ کرکے ظاہر ہو گیا۔ یہی اس وید منتر کا مطلب ہے۔ نہ کہ بقول دیانند جی علت مادی کی ازلیت کا مؤید۔

ستیارتھ پرکاش کے اس صفحہ پر رگوید اور یجروید کے دو منتر پیدائش عالم کے متعلق تحریر کئے ہیں۔ ان میں کوئی قدامت و ازلیت کا دعوے نہیں۔ صرف یہی بیان ہے۔ کہ پرمیشور نے کل دنیا کو پیدا کیا۔ اور وہی فنا کریگا وغیرہ۔ سو

اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ یہ اسلامی عقاید کے مؤید و مصدق ہیں۔ اس لئے یہاں لکھنا غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں۔

ہماری تحقیق میں سوامی دیانند نے اثبات قدم مادہ و ارواح کے لئے اپنی کتب میں جتنے وید منتر پیش کئے۔ ہم نے ان کی پڑتال کرتے ہوئے اصل حقیقت کو آشکار کر دیا۔ اب ویدوں کے حوالہ جات سے گزر کر سوامی صاحب اپنشد وغیرہ کتب سے چند ایک عبارات اپنے ایسے باطل سدھانت کی تصدیق میں پیش کرتے ہیں۔ جنکو نمبروار ذیل میں نقل کر کے اصل مطلب کا اظہار کرتے ہیں۔

اُپنشد کا پہلا منتر

سوامی صاحب ستیارتھ میں وید منتروں کے آگے سب سے پہلے شوتیا شوتر اپنشد کا ایک منتر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنے کا ان کو کوئی استحقاق حاصل نہیں۔ کیونکہ وہ اس اپنشد کو غیر مستند کتب میں شمار کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ کتاب رگوید آدی بھاش بھومکا۔ اردو ص ۱۵۹ و ۱۶۰

مگر خیر اب انہوں نے اپنے دعویٰ کی تصدیق میں پیش کر دیا ہے۔ تو ہم بھی اپنے بھولے بھٹکے آریہ بھائیوں کی خاطر اس کی پڑتال کئے دیتے ہیں۔

اصل منتر۔ "اجامیکام لوہت شکل کرشنام بھوی : پرجا: سرجمانام سروپام۔ اجوہئے کو۔ جوشمانو۔ انوشیتے۔ جہاتیئے نام بھگت بھوگام۔ جوانیہ :"

(شوتیا شوتر اُپنشد ادھیائے ۴ منتر ۵ منقول از ستیارتھ اردو ص ۲۴۱)

ترجمہ سوامی "پرکرتی۔ جیو اور پرمیشور تینوں غیر پیدا شدہ ہیں۔ یعنی ان کی کبھی پیدائش نہیں ہوتی۔ اور نہ کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ گویا یہ تینوں اس عالم کے سبب یا علت ہیں۔ ان کی کوئی علت نہیں۔ ازلی جیو اس ازلی پرکرتی کا بھوگ کرتا ہوا اس میں پھنستا ہے۔ اور پرمیشور اس میں نہیں پھنستا۔ اور نہ اس کو بھوگتا ہے"

ناظرین! دو خوبصورت پروں والے پرندے بیٹھے ہوئے کی جو ایک پہلی

ہم رگوید کے منتر سے اوپر بتلا چکے ہیں۔ اسی قسم کی یہ بھی ایک چیستان بنائی گئی ہے۔ آپ اس منتر کا لفظی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس منتر کے سیدھے سادے معانی کو کس طرح غت ربود کر کے اپنی ہی من مانی تفسیر کرنی شروع کر دی۔ اور اپنے زعم میں ایشور جیو۔ مادہ کی قدامت کا ثبوت دیدیا۔

ہم اس منتر کا بالکل لفظی ترجمہ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ پنڈت راجارام صاحب کے قلم سے ہی نکلا ہوا ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جس کو پڑھنے سے بیساختہ ہنسی آ جائیگی۔ اور ہنسی کے ساتھ ہی سوامی جی کی قابلیت و علمیت پر حیرانی بھی ہوگی۔ کہ کس طرح ایک فاضل مہاتما لایعنی باتوں کو اپنے ڈھانچہ میں ڈھالنا چاہتا ہے۔ اور ناکامی و نامرادی کا مونہہ دیکھتا ہے۔

ترجمہ لفظی پنڈت راجارام جی۔ صرف اردو ترجمہ۔ ایک بکری ہے۔ جو سرخ۔ سفید اور سیاہ رنگ (کی) ہے۔ اچھی شکل والی ہے۔ اور بہت سی اولادیں پیدا کر رہی ہے۔ اور ایک بکرا اسے پیار کرتا ہوا اس کے ساتھ سوتا ہے۔ اور دوسرا بکرا اسے چھوڑ دیتا ہے۔ جب اس نے اس کے بھوگ بھوگ لیے ہیں۔ (فائدہ اٹھالیا ہے) تفسیر شوتیا شوتر ہندی صفحہ ۳۱)

کہاں بکری بکرے کا باہمی ملاپ اور گندہ افسانہ اور کہاں اس سے خدا روح مادہ کی قدامت کا ثبوت۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوامی جی نے بکری سے پرکرتی اور دو بکروں سے ایشور اور جیو مراد لے کر اپنے دعوے کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ اور ٹھوکر صرف ایک لفظ سے لگی ہے وہ یہ کہ لفظ "اَج" بکرے کو کہتے ہیں۔ مگر اس کی بجائے "اجنما" سمجھ کر غیر فانی روح یا مادہ سمجھ لیا۔

وید کے دھرم کا مدار الہام مسئلہ اور سدھانت ہو اور اس کے اثبات میں ایسے استعارات و تلازمے ایک محقق کو حیرانی و پریشانی میں مبتلا کرنے کے سوا اپنے اندر کوئی بھی صداقت و حقیقت نہیں رکھتے۔

اور پھر اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے۔ کہ تین بکرے بکری سے مراد روح۔ مادہ خدا ہے۔ تو بتلاؤ۔ یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ روح مادہ غیر مخلوق اور ازلی ہیں۔ اور پھر تین بکروں سے مراد روح۔ خدا۔ مادہ ہی کیوں لی جائے۔ خدا۔ زمانہ۔ خلاء۔ کیوں نہ فرض کر لیا جائے۔ یا مادہ۔ ایتھر۔ انرجی یا مسیحی عقیدہ۔ خدا۔ مسیح روح القدس کو کیوں ان تین بکری۔ بکروں کا مصداق نہ سمجھا جائے۔

اگر سوامی صاحب نے خدا۔ روح۔ مادہ کی قدامت ثابت ہی کرنی تھی۔ تو ان ہر سہ نام کی ہستیوں کی کوئی خاص خصوصیت اس منتر کے کسی لفظ سے نکال کر پیش کرتے۔ پس اس غیر مستند اُپنشد کی عبارت بھی پیش کر کے سوامی صاحب اپنے مدعا و مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جس کا ہمیں بھی افسوس ہے۔

اب دوسری پیش کردہ عبارت ملاحظہ ہو۔

اُپنشد کا دوسرا منتر

اصل عبارت: "ایو میو کھلو۔ سومیا نین۔ شونگے ناپو۔ مول منی وچید بھسومیا۔ شونگھین۔ تیجو مول منی وچھنہ۔ تیجسا۔ سومیا۔ سومیتھا، سنروا۔ پرجا:۔ سدا تنیا۔ ست پرتشٹھا"

(چھاندوگیہ اُپنشد پرپاٹھک ۶ کھنڈ ۸ پروا کا ۴)

ترجمہ سوامی:۔ اے شویت کیتو! ان روپ پرتھوی یعنی حالت کثیف میں آئی ہوئی مٹی سے اس کی علت یعنی پانی کو جان۔ اور حالت معلول میں آئے ہوئے پانی سے اس کی علت آگ کو جان اور حالت محسوس میں آئی ہوئی آگ سے اسکی حالت علت کو جو غیر فانی پرکرتی (مادہ) ہے۔ اس کو جان۔ یہی غیر فانی پرکرتی تمام عالم کی بنیاد۔ مخزن اور جائے قیام ہے۔ یہ تمام عالم پیدائش کے پہلے است یعنی غیر محسوس کی شکل تھا۔ اور جیو آتما (روح) برہم اور پرکرتی میں سمایا ہوا موجود تھا۔ ابھاؤ یعنی عدم نہ تھا (ستیارتھ اردو صہ ۲۴۲)

اگر کوئی آریہ سماجی ہمیں اس اُپنشد واکیہ کا لفظی ترجمہ کر کے پھر اس سے سوامی جی کے

وہ الفاظ نکال کر دکھلا دیئے۔ جن کے نیچے ہم نے خط کھینچا ہے۔ تو ہم ایسے بہادر اور اور مرومیدان کو مبلغ عنہ روپیہ نقد بطور معاوضہ محنت پیش کرینگے۔ مگر ع

"این خیال است و محال است و جنوں"

اس سنسکرت کی عبارت کے آخر میں ایک لفظ "ست" آیا ہے۔ جس کو لے کر سوامی جی نے پونے تین درجن کے قریب الفاظ اپنی طرف سے بڑھا کر اُس (ست) کو پرکرتی ثابت کیا ہے۔ جو سراسر کھینچا تانی اور مصنف اُپنشد کے خیال اور مقصد کے بالکل خلاف اور رد ہے۔ کیونکہ اُپنشدوں کے مطالعہ کرنے والے اشخاص جانتے ہیں۔ کہ ان کتب میں (ست) لفظ (جس کے معنی ہستی ہیں) سے یہاں صرف پرمیشور مراد ہے۔ نہ کہ سماجیوں کی پرکرتی وغیرہ۔

اور پھر ایسا عقیدہ کہ پرکرتی ازلی ہے۔ اُپنشدوں کے مطالب و بیانات کے صریح خلاف اور برعکس ہے۔

کیونکہ چھاندوگیہ کے اسی پرپاٹھک کے کھنڈ ۲ پرواکا ۱ میں مرقوم ہے۔ کہ پہلے صرف ایک ادوئتیہ (لاثانی) ایک ہی واحد لاشریک یقیناً تھا۔ اور پھر یہی نہیں۔ بلکہ بے تعصب فاضل آریہ ڈی۔ اے۔ وی کالج کا پروفیسر سنسکرت زبان کا ماہر بھی ہمارے بیان کا مؤید و مصدق موجود ہے۔ دیکھو تصدیق کے لیے اس اُپنشد کی تفسیر ہندی صفحہ ۲۲۸ و ۲۲۹

(صرف اردو ترجمہ)

"اس طرح یہ جو بیج نکلا ہے یقین رکھو۔ کہ بغیر علت کے نہیں ہوا ہوگا۔ (کیونکہ معلول بلا علت نہیں ہوتا) اس کی علت سوائے انّ کے اور کہاں۔ اس طرح اے سوبھیہ! انّ بھی ایک بیج ہے۔ اس کی بھی علت کو ڈھونڈھ۔ اور وہ تیج (آگ) ہے اسی طرح اے سوبھیہ! آگ بھی ایک بیج (معلول) ہے اس کی بھی علت کو ڈھونڈھ۔ اور وہ اے سوبھیہ است برہما خدا ہے بس "اے سوبھیہ"! اس ساری مخلوقات کی اصل علت ست ہے۔ اب

بھی موجودہ زمانہ میں یہ مخلوقات "ست" کے سہارے ہیں۔ آخر کو ست میں ہی) لین (ملجائیگی) ہو جاتی ہیں"

(تفسیر چھاندوگیہ اُپنشد از پنڈت راجارام صاحب)

اس جگہ پنڈت صاحب نے صریح الفاظ میں تسلیم کرلیا۔ کہ ست بمعنی وہی بالاتر ہستی جس کو برہما کہتے ہیں۔ ہے۔ اور وہی سب کائنات کی اصل الاصول علت یا باعث

فہو المراد

جہانتک ہماری تحقیق ہے۔ بانی آریہ سماج نے اپنی کتب میں یہی حوالہ جات وید وغیرہ شاستروں کے اثبات قدامت مادہ میں پیش کئے ہیں۔ ان کی حقیقت و اصلیت ہم نے کماحقہٗ طور پر ظاہر کردی۔ جیسا کہ ناظرین اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ہاں اگر ان کے علاوہ مزید کوئی وید منتر بعد میں ہماری نظر سے گذرا۔ یا کسی سماجی دوست نے بتلایا تو ہم اُس پر بھی ضرور توجہ دینگے ✣

بائبل میں تناقض

یعنی

اختلافات

آریہ اور عیسائی صاحبان کے وہ اعتراض جن سے وہ اپنی نادانی یا کم فہمی و ناسمجھی سے قرآن شریف میں اختلاف بتلاتے ہیں۔ ان کی کافی تردید ہماری طرف سے ہو چکنے کے بعد
.. .. آج عیسائیوں کی الہامی کتاب مقدس بائبل
سے اختلاف کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ پادری صاحبان ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کو ٹھنڈے دل سے تعصب و طرفداری سے پاک ہو کر غور و تدبّر فرماتے ہوئے باطل کو چھوڑ حق کی طرف رجوع لانے میں کسی قسم کی پہلو تہی نہ کرینگے۔ ہاں قبل اس کے کہ ہم اختلافات کی فہرست پیش کریں۔ ایک مختصر سا قول مشہور و معروف پادری فانڈر صاحب

کی کتاب میزان الحق سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ جہاں انہوں نے الہامی کتاب کی ایک یہ بھی شرط ضروری ٹھیرائی ہے۔ کہ وہ اختلافات سے پاک ہو۔ پس جبکہ بائبل میں اختلاف پائے جائینگے۔ تو بقول فانڈر صاحب بائبل الہامی نہ رہیگی۔ اور یہ شرط بھی ایک ایسی شرط ہے جو سراسر انصاف اور عقل پر مبنی ہے۔ پس ہم امید کرتے ہیں۔ کہ فانڈر صاحب کی عبارت پادری صاحبان مدنظر رکھتے ہوئے بائبل کے اختلافات کو ملاحظہ فرما کر ضرور بالضرور "بائبل الہامی ہے" کے غلط عقیدہ کو تلانجلی و خیرباد کہدینگے۔

کتاب میزان الحق کی عبارت یہ ہے:۔

"پانچویں شرط یہ ہے۔ کہ الہام حقیقی میں معانی کا اختلاف نہ ہووے۔ یعنی لازم ہے۔ کہ خدا کی الہامی کتابوں میں سب عمدہ مطلب اور تعلیمیں آپس میں موافق و مطابق ہوں۔ کیونکہ غیر ممکن ہے۔ کہ مطلب اور تعلیم آپس کے برخلاف ہونے ہوئے دونوں سچ ہوویں۔ اور کلام کا اختلاف نامضبوطی و نقص کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اسلئے کہ خدا میں جو کامل تغیر سے پاک ہے۔ ان ناقص صفتوں کا ہونا ممکن نہیں۔ پس یونہی خدا کے کلام میں بھی ایسی بات کا ہونا محال ہے"

(میزان الحق صفحہ ۱۴۱ ایڈیشن دوم ۱۸۹۲ء)

پس آج ہم اس اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے بائبل کی چھان بین کرتے ہیں۔

پہلا اختلاف

ہر ایک اپنے گناہ کی سزا بھگتے گا } "اولاد کے بدلے باپ دادے مارے نہ جائیں نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جائے ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائیگا۔"

(استثنا ۲۴/۱۶)

اب اس کے خلاف بیان ملاحظہ ہو۔

ایک شخص دوسرے کی سزا بھی بھگتیگا } "باپوں کے گناہ کا ان کے فرزندوں سے اور فرزندوں کے فرزندوں کے فرزندوں سے تیسری اور چوتھی پشت تک بدلہ لیگا۔" (خروج ۳۴/۷)

یہ ہر دو متناقص تعلیمیں حضرت موسےٰ ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اب پادری

صاحبان انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے خود ہی فرما دیں۔ پادری فانڈر صاحب کے اصول کی رو سے ایسی متضاد تعلیم اور متناقص بیان دینے والی کتاب کیا الہامی ہو سکتی ہے؟ قطعاً نہیں۔

دوسرا اختلاف

خدا پشیمان نہیں ہوتا "خدا انسان نہیں۔ جو جھوٹ بولے۔ نہ آدم زاد ہے۔ کہ پشیمان ہو۔" الخ (گنتی ۲۳/۱۹)

اس آیت میں بتلایا ہے۔ کہ انسانوں کی طرح خدا پشیمان نہیں ہوتا۔ اب اس بیان کے خلاف خدا کا فعل ملاحظہ ہو۔

خدا پشیمان ہوا "تب خدا زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا۔ اور نہایت دلگیر ہوا" (پیدائش ۶/۶)

بائبل میں تضاد و تناقص کے منکر پادری صاحبان! بتلائیے اور فرمائیے۔ ہر دو بیانات میں سے کونسا صحیح اور درست ہے۔ اور آپ ان دونوں میں سے کس کو الہامی سمجھینگے۔

تیسرا اختلاف

خدا نہیں دیکھا جاتا "خدا فرماتا ہے۔ کہ کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے" (خروج ۳۳/۲۰)

بائبل کے اس بیان سے تو ہمیں۔ اجی ہمیں ہی نہیں۔ بلکہ سب خدا پرستوں کو اتفاق ہے مگر کیا کریں۔ یہی بائبل اس کے خلاف بھی سنا رہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

خدا دیکھا جاتا ہے "اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا۔ اور کہا۔ کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا اور میری جان بچ رہی ہے" (پیدائش ۳۲/۳۰)

خدا تو فرمائے۔ کہ مجھے دیکھکر کوئی انسان جی نہیں سکتا۔ مگر بائبل یہ بیان سنا کر بھی اس کے خلاف بتلائے کہ یعقوب نے خدا کو دیکھا۔ اور زندہ بھی رہا۔ خوب!

پس بقول فانڈر صاحب ایسی کتاب جس میں اختلافات ہوں۔ خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔

یہ اختلاف تو وہ ہوئے۔ جو حضرت موسےٰ ہی کی کتب سے بطور نمونہ دکہلائے گئے۔ اب حضرت موسےٰؑ کی کتب سے دیگر صحائف کا اختلاف بھی مشتے نمونہ ہدیہ ناظرین پیش کرتے ہیں

چوتھا اختلاف

خدا تشبیہ نہیں دیا جاسکتا۔ } پس تم خدا کو کس سے تشبیہ دو گے۔ اور کون سی چیز اس سے مشابہ ٹھیراؤ گے۔" (یسعیاہ ۴۰/۱۸)

خدا کی مانند } اب اس کے خلاف تشبیہ کا بیان بھی سُن لیجئے۔

اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اس کو پیدا کیا۔ الخ (پیدائش ۱/۲۷)

ایک الہام تو بتلاتا ہے۔ کہ خدا کی تشبیہ نہیں ہو سکتی۔ مگر دوسرا الہام اس کے خلاف بتلاتا ہے۔ کہ انسان خدا کی صورت پر بنایا گیا۔

پانچواں اختلاف

خدا کو مت آزماؤ } تم خداوند اپنے خدا کو مت آزماؤ۔ الخ (استثنا ۶/۱۶)

اب اس کے برعکس بھی الہام موجود ہے۔

خدا کو آزماؤ } خداوند اپنے خدا سے کوئی نشان مانگ خواہ نیچے زمین میں خواہ اوپر بلندی میں۔" (یسعیاہ ۷/۱۱)

ایک الہام میں خدا کو آزمانے کی ممانعت اور دوسرے میں اجازت۔ پادری صاحبان آپ ہی بتلا سکیں۔ تو بتلائیں۔ ہم تو اتنی قابلیت کے انسان نہیں۔ کہ ان صریح متضاد بیانات کی تطبیق کر کے کسی صحیح نتیجہ پر پہونچیں۔

چھٹا اختلاف

خدا سب کچھ دیکھتا ہے } "کہ خداوند کی آنکھیں ساری زمین پر دوڑتی پھرتی ہیں۔ الخ" (تواریخ ۲۔ ۱۶/۹)

اسجگہ تو اللہ تعالیٰ کو علیم کل بتلایا۔ اب اس کے خلاف خدا کو بے علم بتلایا گیا ہے۔ اور ہر دو بیان پادری صاحبان کے نزدیک الہام سے ہی ہیں۔

خدا لوگوں سے دریافت کرتا ہے } پھر خداوند نے کہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۱ ۔ میں اب اتر کے دیکھونگا ۔ کہ انہوں نے سراسر اس چلانے کے مطابق جو مجھ تک پہنچا ہے ۔ کیا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو دریافت کرونگا ۔" (پیدائش ۱۸ ۲۰ و ۲۱)

پادری صاحبان ! بتلایئے ۔ خداوند خدا کیا نعوذ باللہ بے علم ہے ۔ جو اترنے کی ضرورت کہتا ہے ۔ اور دریافت حال لوگوں سے کرتا ہے ۔ بتلاؤ ۔ اوّل بیان درست ہے یا دوئم ۔

اسی طرح صدہا اختلافات سے بائبل بھری پڑی ہے ۔ یہ چند مقام صرف نمونہ کے طور پر ناظرین کے سامنے رکھے گئے ہیں ۔ بوقت فرصت انشاء اللہ ۔ اور بھی اختلاف پیش کریں گے ہاں یہ مختصر سا مضمون نامکمل رہ جائیگا ۔ اگر عہد عتیق (پرانا عہد نامہ) اور عہد جدید (نیا عہد نامہ) کے باہم دو تین اختلاف نہ دکھلائے جائیں ۔ کیونکہ قدیم و جدید عہد نامہ بقول پادری صاحبان خدائے قدوس کی طرف سے ہی الہام شدہ ہیں ۔

ساتواں اختلاف

ختنہ کا تاکیدی حکم } لازم ہے ۔ کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زرخرید کا ختنہ کیا جاوے ۔ اور میرا عہد تمہارے جسموں میں عہد ابدی ہوگا ۔ (پیدائش ۱۷ / ۱۳)

اس ابدی عہد یعنی ایسے حکم کے خلاف انجیل کا بیان بھی سن لیں جس کا جواز رد حکم قیامت تک کے لئے ہے ۔

ختنہ سے کچھ فائدہ نہیں } " دیکھو میں پولوس تم سے کہتا ہوں ۔ کہ اگر ختنہ کراؤ گے ۔ تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا ۔ (گلتیوں ۵ / ۲)

صریح تناقض و تضاد

آٹھواں اختلاف

سلح ارفکسد کا بیٹا } جب ارفکسد پینتیس برس کا ہوا ۔ اس سے سلح پیدا ہوا (پیدائش ۱۱ / ۱۲) " اور وہ سلح کا اور وہ (سلح) قینان کا بیٹا ، اور وہ قینان ارفکسد کا ۔" (انجیل لوقا ۳ / ۳۶)

توریت سلح کا باپ ارفکسد کو بتلاتی ہے ۔ اور انجیل سلح کے باپ کا نام قینان اور ارفکسد سلح کا دادا

پادری صاحبان کا فرض ہے۔ کہ ہر دو بیانات کی تطبیق کر کے دکھلائیں۔ اگر ایسا نہ کر سکیں جو یقیناً محال ہے۔ تو بقول فنڈر صاحب بائبل کو الہامی کتاب کے درجہ سے گرا کر اس کا اعلان فرماویں۔

نواں اختلاف

توراۃ کامل ہے "خداوند کی توراۃ کامل ہے۔ کہ دل کی پھیرنے والی ہے۔ خداوند کی شہادت سچی ہے۔ کہ سادہ دلوں کو تعلیم دینے والی ہے۔ (زبور ۱۹)

حضرت داؤد توراۃ کو کامل بتلاتے ہیں۔ مگر انجیل کا بیان قطعی اس کے خلاف ہے

توراۃ ناقص "غرض پہلا حکم (توراۃ) کمزور اور بیفائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہو گیا"

(عبرانیاں ۱۸)

عہد نامہ قدیم توراۃ کو کامل کہتا ہے۔ مگر عہد جدید "بیفائدہ اور کمزور" بتلاتا ہے۔ یسوعی دوستو! انصاف سے بتلانا کونسا بیان صحیح اور درست ہے۔

اب صرف ایک ہی باہمی اختلاف ان میں سے دکھلا کر اس مختصر سے مضمون کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ بوقتِ فرصت اس مضمون کو ناظرین کی خدمت میں شرح و بسط سے بھی پیش کرنے کا فخر حاصل کرینگے۔

دسواں اختلاف

"اور جب کشتی سے مسیح اُترا۔ تو فی الفور ایک آدمی جس میں ناپاک رُوح تھی۔ قبروں سے نکلکر اُسے ملا" (مرقس ۵)

مرقس کہتا ہے۔ کہ مسیح کو قبروں سے نکلتا ہوا ایک آدمی ملا۔ مگر مقدس متی اس کے خلاف ہے۔

"دو آدمی جن میں بد روحیں تھیں قبروں سے نکلکر اُسے (مسیح) ملے (متی ۸)

عیسائی دوستو! تم تو قرآن میں اختلاف بتلاتے تھے۔ جو سراسر غلط بات ہے۔ مگر دیکھو تمہاری بائبل تو اختلافات سے بھری پڑی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

"ہم الزام ان کو دیتے تھے۔ قصور اپنا نکل آیا"

پس اس تمام بحث سے ثابت ہو گیا۔ کہ چونکہ بائبل میں اختلافات بھرے پڑے

ہیں۔ اس لئے بقول پادری نندر صاحب بائبل خدا کا کلام نہیں +

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

شذرات

تناسخ "سم" رات (سم یعنی جو دو پر تقسیم ہو۔ جیسے چوتھی وچھٹی) میں بھوگ (مجامعت) کرنے سے لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ اور بکھم رات (جو دو پر تقسیم نہ ہو۔ جیسے تیسری۔ پانچویں) میں بھوگ کرنے سے لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ اسلئے لڑکا پیدا ہونے کی خواہش رکھنے والا "سم" رات میں بھوگ کرے۔" (منو دھرم شاستر ادھیائے ۳ شلوک ۴۸)

منوجی مہاراج کا بنایا ہوا منو دھرم شاستر یعنی منوسمرتی آریہ سماج اور اس کے بانی کے نزدیک بہاتک یعنی مستند ہے۔ اس لئے اس شلوک کو آریہ سماج کے فاضل پنڈتوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے بطور استفسار نہ کہ برنگ اعتراض عرض کرتے ہیں۔ کہ آپ کا مایۂ ناز مسئلہ اواگون تناسخ اس شلوک کے ہوتے ہوئے کیسے ٹھیک اور درست قایم وہ دایم رہ سکتا ہے۔ کیونکہ تناسخ کے ماننے والوں کی سب سے زبردست اور مستحکم بالشان دلیل ہی یہ ہے۔ کہ لڑکا یا لڑکی جو بھی پیدا ہوتا ہے بعض اپنے گذشتہ اعمال کے نتیجہ میں نہ کہ کسی اور وجہ یا سبب علت و نیت سے۔ مگر منوسمرتی کا یہ شلوک بتلا رہا ہے۔ کہ مرد اگر سم رات میں اپنی عورت سے بھوگ کرے۔ تو لڑکا پیدا ہوگا۔ اور برعکس اس کے بکھم رات میں بھوگ کرے تو لڑکی۔

پھر جب لڑکی و لڑکا پیدا ہونا ماں باپ کے ارادہ و مرضی پر منحصر و موقوف ہے۔ تو تمہاری یہ بات اپنے اندر کیا وقعت و قیمت رکھ سکتی ہے۔ کہ لڑکا لڑکی اپنے کرم (انوسار مطابق) پیدا ہوتا ہے۔ پس ہماری اس مؤدبانہ عرض کو سرسری نظر سے نہیں۔ بلکہ بغور ملاحظہ فرماتے ہوئے اس کا مدلل و معقول جواب دیں۔ اگر جواب نہ ملا۔ تو ہمیں یہ باور کرنے میں کوئی امر مانع و روک نہ ہوگا۔ کہ فی الحقیقت تناسخ باطل ہے۔

کفارۂ مسیح پھر یسوع ان کے ساتھ گتسمنی نام ایک مقام میں آیا اور شاگردوں سے کہا یہاں بیٹھو۔ جب تک میں جا کر دعا مانگوں۔ تب اس نے پطرس اور

زبدی کے دو بیٹے ساتھ لئے - اور غمگین و نہایت دلگیر ہونے لگا - تب اس نے ان سے کہا - کہ میرا دل نہایت غمگین ہے - بلکہ میری موت کی سی حالت ہے - . . . . . آگے بڑھ کر منہ کے بل گرا - اور دعا مانگتے ہوئے کہا - کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے - تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے - تو بھی میری خواہش نہیں - بلکہ تیری خواہش کے مطابق ہو "

متی $\frac{26}{36 \text{ تا } 39}$

یہ وہ دعا ہے - جو مسیحؑ نے صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے خداوند خدا سے مانگی - تا کسی طرح موت جو نظر آ رہی ہے - ٹل جائے وغیرہ - اب دیکھتے ہیں - کہ حضرت مسیحؑ کی یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں - اگر نہیں قبول ہوئی - جیسا کہ پادری صاحبان کا عقیدہ ہے - تو اتنا ضروری ماننا پڑیگا - کہ مسیحؑ صلیب پر فوت ہو گیا - اور اگر برعکس اس کے ہمیں یہ ثابت ہو جائے - کہ مسیحؑ کی دعا قبول ہوئی - تو پھر اس امر کے باور کرنے کے لئے کسی اور مزید ثبوت کی ضرورت نہ رہیگی - اور تسلیم کر لینا ہوگا - کہ مسیحؑ چونکہ قبولیت دعا کی وجہ سے صلیب پر نہیں مرا - اس لئے کفارہ بھی نہیں ہوا - پس جب ہم عبرانیاں باب ۵ آیت ۷ دیکھتے ہیں - تو یہ لکھا ہوا نظر آتا ہے - کہ اس نے اپنے مجسم ہونے کے دنوں میں بہت رو رو اور آنسو بہا بہا کے اُس سے جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا - دعا اور منتیں کیں - اور تحمل کے سبب اس کی سُنی گئی - الخ "

پس جب انجیل ہی اس کا فیصلہ دینے والی موجود ہے - کہ مسیحؑ کی دعا قبول ہوئی - تو پھر زید یا بکر یا کسی پادری کا کہنا کہ مسیحؑ صلیب پر مرا - اور ہمارے لئے کفارہ ہو گیا - کس طرح صحیح اور درست ہو سکتا ہے ؟

انوکھی تعلیم

سوامی دیانند فرماتے ہیں - کہ مندرجہ ذیل قسم کی عورتوں سے شادی کرنی نہیں چاہئے -

"نہ زرد رنگ والی - نہ زیادہ مرد سے لمبی چوڑی - طاقتور - نہ بیمار نہ وہ جس کے جسم پر بالکل بال نہ ہوں - نہ بہت بال والی - نہ بکواس کرنے والی اور نہ بھوری آنکھ والی "

(ستیارتھ پرکاش اردو ص ۹۳)

زرد رنگ والی ـ بھوری آنکھ والی وغیرہ عورات کے ساتھ سوامی جی نے شادی ممنوع قرار دی ہے ـ آریہ سماج کے روشن خیال ممبر بتلائیں ـ کہ اس میں کونسی فلاسفی نہاں ہے تمہارا تو دعوے ہے ـ کہ یورپ اور چین لو غیرہ کو ہم آریہ کر لینگے ـ یہ خیال اگر پورا ہو جائے تو چین کے مرد زرد رنگ کی عورتوں سے اور یورپ کے آدمی بھوری آنکھ والی عورات سے بیاہ نہ رچائیں گے ـ تو ان کا گذر کیسے ہو سکتا ـ کیونکہ یورپ اور چین میں عموماً بھوری آنکھ والی اور رنگ کی زرد عورتیں ہیں ـ بتلاؤ ـ عالمگیر مذہب کی ایسی ہی تعلیم ہوا کرتی ہے؟ ہاں ذرا سوچکر جواب دینا ؛

وعدہ خلافی پھر خدا رات کو بلعام پاس آیا ـ اور اس سے کہا ـ کہ اگر وہ لوگ تجھے بُلانے آئیں ـ تو اُٹھ اور ان کے ساتھ جا ـ مگر جو بات میں تجھے کہونگا ـ وہی کیجیو ـ سو بلعام صبح کو اُٹھا ـ اور اپنی گدھی پر زین رکھا ـ اور موآب کے امیروں کے ہمراہ گیا ـ

تب خداوند کا قہر بھڑکا ـ اس لئے کہ وہ گیا ـ اور خداوند کا فرشتہ جا کے راہ میں کھڑا ہوا ـ تاکہ اس سے مزاحمت کرے " (گنتی ۲۲/۲۰ و ۲۱)

خداوند خدا نے خود بلعام کو اس کے پاس آ کر کہدیا ـ کہ تو چلا جا ـ مگر صبح ہی فرشتہ کو راہ میں کھڑا کر دیا ـ کہ بلعام کی مزاحمت کرے ـ حالانکہ خود ملاکی ۳/۶ میں فرماتا ہے ـ کہ

" کیونکہ میں خداوند ہوں ـ میں بدلتا نہیں ـ الخ "

اُمید ہے کہ کلیسا کے مقدس فادر اس ورس کی مفصّل اور شرح تشریح و تفسیر فرما کر مشکوری و شکر گذاری کا موقعہ دیں گے ؛

نیوگ اور منو پرائی (دوسرے کی) عورت کی صحبت کے برابر دوسری کوئی چیز عمر کی گھٹانے والی مرد کے واسطے نہیں ہے " (منو ادھیائے ۴ شلوک ۱۳۴)

اگر شری منوجی مہاراج کے اس فرمان واجب الاذعان کے مقابلہ میں شری سوامی دیانند کی طبعزاد (حیا سوز) تعلیم " نیوگ " کو رکھا جائے ـ تو دیانندی دوست بتلائیں ہر دو میں سے کونسی تعلیم درست و راست اور کونسی جھوٹ اور فضول ہے +

بائبل اور نیوگ اگر کئی بھائی ایک جا رہتے ہوں۔ اور ایک ان میں سے بے اولاد مر جائے۔ تو اس مرحوم کی جورو کا بیاہ کسی اجنبی سے نہ کیا جائے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس سے خلوت کرے۔ اور اسے اپنی جورو کرے۔ اور بھاوج کا حق اس سے ادا کرے۔ اور یوں ہوگا۔ کہ اس کا پلوٹھا جو اس سے پیدا ہو۔ تو اس کے مرحوم بھائی کے نام پر قائم ہوگا۔ تاکہ اس کا نام اسرائیل میں سے مٹ نہ جائے" (استثنا $\frac{25}{6-5}$)

پادری صاحبان اسوامی صاحب کے ارشاد اور بائبل کے اس فرمان یا قانون میں کیا تفاوت ہے کیا فرق ہے۔ آپ کو بتلانا ہوگا۔ ورنہ آریہ سماج کو موقع ملیگا۔ کہ وہ ہم سے بھی زیادہ آپ سے مطالبہ کرے اور دق کرے +

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

کیا امام غائب علیہ السلام اب بھی ظاہر نہیں ہوئے؟

شیعہ صاحبوں کا رسالہ البرہان نام جولاہور سے شائع ہوا کرتا ہے۔ اس کے پرچہ ماہ صفر ۱۳۳۸ھ میں ایک مراسلت زیر عنوان "عراق میں انگریزی حکومت" شائع ہوئی ہے۔ ایڈیٹر صاحب البرہان لکھتے ہیں۔ کہ "ہمارے مکرم دوست سردار محمد سرور خانصاحب رسالدار آجکل کربلائے معلےٰ و کاظمین شریف کے ڈپٹی اسسٹنٹ پولٹیکل افسر ہیں وہ اپنے ایک پرائیویٹ خط میں جو کاظمین شریف سے ۲۳ ستمبر ۱۹۱۹ء کو روانہ کیا ہے۔ بعض حالات تحریر فرماتے ہیں۔ جن کے بعض فقرات یہ ہیں " من از کربلاء یک مضمون بخدمت والدم نوشتہ فرستادہ بودم۔ کہ او بہ ایہ البرہان چاپ کنند . . . . در پولٹیکل اسسٹنٹی خود در ہشت ماہ حسب ذیل کارہا کردم۔ مینا طلائی سید الشہداء کہ از دہ سال شکستہ بود۔ و کسے ہم جرأت ساختن نمیکرد۔ چندہ جمع کردہ ساختم۔ کلاک ٹاور ساعت ہم حضرت را طلاء کردم۔ سڑک جدید قریب چہارصد درع طولانی از شہر جدید عباسی تا در قبلہ ابو الفضل عباس

تیار کردم ۔ در قبلہ یک خور صحن کج بود ۔ راستہ کردم ۔ مبلغات اخراجات سڑک کہ بتجویز خودم شد ۔ حکومت معظمہ انگریزی عطا کرد مبلغ پنجاہ ہزار روپیہ ۔ زنان فاحشہ ہائے و بچہ ہائے خراب را از کربلا کشیدم ۔ سگرٹ کشی را در رواق و ایوان حضرت امام حسین و ابو الفضل قطعی بند کردم ۔ اینک حکومت معظمہ خیابانہائے کاظمین را بیشتر دیدہ بندہ را بعہدہ ڈی ۔ اے پی او فرستادہ ۔ دعا کنید ۔ کہ اینجا ہم خدمات من منظور شوند ۔ و موفق آئم غیر اصلاحات بالا کہ درج کردم ۔ بعد کربلا حیلے کردم ۔ کہ حالا دفتر باشد ۔ تا نوشتہ شود ۔ ہاں شراب خواری کہ مثل آب میخوروند ۔ بند کردم تو بل یکصد روپیہ جرمانہ و ۱۲ چوب در میدان میزدم ۔ چنانچہ بعد زدن چند اشخاص کلی بند شد ۔ قمار کہ عاقبت اخراب است قطعی بند شد ۔ چراغہائے برقی در صحن حضرت رواج دادم ۔ الخ

ان باتوں کو سنکر کسقدر حیرت ہوتی ہے ۔ کہ سلطنت اسلامیہ کے عہد میں ایسے مقدس مقامات کی یہ حالت اور عتبات عالیات میں مسلمانوں کے یہ کردار اور مومنین کی یہ حالت زار ! لاریب قد فسد الزمان ۔ یہی امور اہل اسلام کے زوال کا باعث ہیں ۔ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ۔ ان حالات کو دیکھتے اور سنتے ہوئے کون مومن و مسلم ہے ۔ جو برٹش گورنمنٹ کا دل سے شکر گذار اور اس حکومت کا گرویدہ نہ ہوگا ۔ اور اس کے قیام و بقا کی دعا نہ کرے گا ۔ انتہی بالفاظ مختصراً ۔

خلاصہ ترجمہ عبارت فارسی یہ ہے ۔ کہ سردار محمد سرور خانصاحب ڈپٹی اسسٹنٹ پولیٹکل افسر کربلائے معلے و کاظمین شریف سے تحریر فرماتے ہیں ۔ کہ میں نے کربلا و معلے میں چندہ کر کے مینار طلائی حضرت سید الشہداء کی مرمت کرائی ۔ کلاک ٹاور پر سنہری پانی پھروایا ۔ سڑک جدید نکلوائی ۔ گورنمنٹ انگلشیہ نے پچاس ہزار روپیہ سے امداد فرمائی ۔ جو میری تجویز سے خرچ ہوئے ۔ کربلائے معلے میں بدکار عورتوں ۔ نا ہنجار چھوکروں کا ایک مجمع رہا کرتا تھا ۔ ان سب کو میں نے وہاں سے نکال باہر کیا ۔ ایوان حضرت امام حسین علیہ السلام میں جو سگرٹ کشی ہوا کرتی تھی ۔ اس کی ممانعت کی ۔ یہاں کے لوگ شراب پانی کی طرح پیتے تھے ۔ اس کا انسداد کیا ۔ فی بوتل سو روپیہ جرمانہ اور ۱۲ ضرب بید کی سزا مقرر کی گئی ۔ کتنے ہی آدمیوں کے میدان میں بید لگوائے ۔ جب باز آئے ۔ اسی طرح قمار بازی

جو اعراب کی عادت ہو گئی تھی۔ چھڑائی گئی۔ حضرت امام علیہ السلام کے صحن میں بجلی چراغوں کی روشنی کو رواج دیا۔

معزز نامہ نگار اور فاضل اڈیٹر کے ریمارک کو پڑھکر میرے دل کو سخت صدمہ ہوا۔ اور مسلمانوں کی حالت زار کا عبرت انگیز نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آکر اس تحریک کا موجب ہوا۔ کہ میں شیعہ صاحبان سے عموماً اور اڈیٹر البرہان سے خصوصاً یہ اپیل کروں۔ کہ جب اسلامی دنیا کی روحانی۔ اخلاقی۔ سیاسی۔ تمدنی حالت اس قدر تنزل کو پہنچ گئی۔ کہ اہل نظر اس حالت زار کو دیکھکر کلیجہ پکڑ کر رہ جاتے اور سخت دلگیر ہو کر رومندانہ لہجہ میں بیساختہ پکار اٹھتے ہیں کہ لاریب قد فسد الزمان۔ تو پھر آپ کے دلوں میں اس وقت مصلح الزمان کی ضرورت کا احساس کیوں پیدا نہیں ہوتا۔ اور آپ کی زبان حال سے بیتابی اور اشتیاق کے لہجہ میں لاریب۔ قد فسد الزمان کے ساتھ الفاظ فاین مصلح الزمان کیوں نہیں نکلتے۔ میری اس اپیل کو سنکر ایک ظریف دوست نے فرمایا۔ کہ نکلتے تو ہیں مگر نقاب تقیہ میں روپوش رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر یہی بات ہے۔ تو پھر سبحان اللہ!

" خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں "
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

طرفہ تر یہ کہ باوجود علم ماکان و مایکون خود حضرت امام غائب علیہ السلام بھی ظہور موفور السرور کا ارادہ نہیں فرماتے۔ حالانکہ ابو الائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ " امامت انتظام امت کے لئے " (نہج البلاغۃ صـ ۵۲۱ مترجم مطبع یوسفی)

پس اے شیعہ صاحبو! کیا آپ لوگوں میں کچھ ایسی سعید روحیں نہیں ہیں۔ جو اس اپیل کو پڑھکر **مصلح الزمان** کی تلاش میں سرگرمی کے ساتھ مصروف ہو جائیں۔ اگر ہیں اور خدا کرے کہ ہوں۔ تو ہم ان کو مخاطب کر کے قدوس خداوند کا یہ مقدس کلام سناتے ہیں۔ یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔ سنو اور کان کھول کر سنو! کہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے موعود مصلح الزمان عین وقت پر دارالامان قادیان میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اور اس کے اولین جانشین

نور مبین خلیفہ نور الدین رضی اللہ عنہ کے بعد امام الزمان کا موعود پسر خلیفہ دوم حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ روح القدس سے تائید یافتہ ہوکر حقائق و معارف کے دریا بہا رہا ہے پس اسے صداقت کے پیاسو ادوڑو۔ اور اس دریا کے کنارہ پر پہونچکر اپنے منہ رکھدو۔ اور معرفت امام کے زندگی بخش پانی سے سیراب ہوکر زندہ جاوید بن جاؤ۔ ولنعم ماقیل ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(سید صادق - اٹاوی)

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی

اس پیشگوئی میں جو متشابہات ہیں - ان کو محکمات سے حل کیا گیا ہے۔ اور پیشگوئی کے تمام پہلوؤں پر بحث کر کے اسے واضح کر دیا ہے۔ صرف چند جلدیں باقی ہیں۔ جو صاحب چاہتے ہیں - جلد منگوالیں۔ بعد میں طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا - جو خدا جانے کب ہو اور اگر ہو بھی - تو اس رسالہ میں جو سلطان محمد کے مکتوب کا عکس ہے - (جس میں اس نے حضرت مرزا صاحب کے نیک اور خدایاد اور متقی ہونے کا اقرار کیا ہے اور یہی وجہ ہے۔ عذاب کے ٹل جانے کی) وہ شاید پھر اس خوبی کے ساتھ نہ آسکے - پس جلدی کیجئے - اور یہ چند جلدیں جلد منگوا لیجئے - اس رسالہ کے ساتھ ایک ۸ صفحہ کا رسالہ بطور ضمیمہ لگایا گیا ہے - جس میں مزید اعتراضات کے جواب دے کر اسے مکمل کر دیا گیا ہے - بوجہ کمیابی فی رسالہ ساڑھے آٹھ آنہ سے ملے گا ۔

منیجر تشحیذ قادیان

کیا آیت اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ سے وفاتِ مسیحؑ ثابت نہیں ہوتی؟

حضرت مسیح موعودؑ نے جب وفات مسیحؑ کو بدلائل قاطع و براہین ساطعہ ثابت کیا۔ اور بہت سی نصوص صریحہ قرآنیہ پیش کیں۔ جن میں سے ایک آیت معنونہ بھی تھی۔ تو مخالفین نے آپ کی مخالفت کی۔ اور کہا۔ کہ ان آیات سے وفات مسیحؑ ثابت نہیں ہوتی اور اعتراض بھی کئے۔ پس ہم اپنے اس چھوٹے سے مضمون میں صرف ان اعتراضوں کا جواب دیں گے۔ جو آیت والذین یدعون من دون اللہ الخ پر کئے گئے ہیں۔

استدلال از آیت بروفات مسیحؑ

آپ نے آیت والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ط اموات غیر احیاء وما یشعرون ط ایان یبعثون سے وفات مسیحؑ پر یوں استدلال کیا۔ کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے معبودان باطلہ کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ وہ مُردہ ہیں۔ بالکل زندہ نہیں۔ اور وہ یہ بھی نہیں سمجھتے۔ کہ وہ کب اٹھائے جائینگے۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لئے آیت لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح عیسےٰ ابن مریم سے ثابت ہے۔ کہ وہ معبودان باطلہ میں شامل ہیں۔ پس دونو آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکل آیا۔ کہ مسیح ناصری وفات پا گئے ہیں۔

اعتراض اول

ایک اعتراض تو مذکورہ بالا استدلال کو توڑنے کیلئے یہ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ تمام معبود من دون اللہ کا مُردہ ہونا ثابت نہیں کیونکہ بعض زندہ بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کواکب یا عناصر جنکو اکثر لوگ پوجتے ہیں۔ ان کے اوپر موت کا اطلاق مشکل ہے۔ کیونکہ ستاروں کو کوئی مُردہ نہیں کہتا۔ اور نہ ان پر موت بعد الحیات طاری ہوئی۔ اور اموات سے مراد بے حس و بیجان ہیں اور مسیحؑ

حقیقتاً زندہ ہے۔ نہ بیجان و بیحس ۔ (منقول از اخبار ذوالفقار ۔ ۲۸ فروری ۱۹۱۸ء)

جواب اس اعتراض کا خلاصہ صرف اتنا ہی ہے ۔ کہ یہاں پر انہی معبودان باطلہ کا ذکر ہے ۔ جو کہ بیجان اور بیحس ہیں ۔ لیکن یہ اعتراض محض قلت تدبر سے ناشی ہے ۔ کیونکہ مندرجہ ذیل تین قرائن اس بات کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیتے ہیں ۔ کہ متنازعہ فیہا آیت میں بے جان اور بے حس معبودان باطلہ ہی مراد نہیں ہیں بلکہ وہ معبودان باطلہ بھی مراد ہیں ۔ جو پہلے زندہ تھے ۔

پہلا قرینہ پہلا قرینہ اس بات کا کہ آیت میں وہ معبود من دون اللہ مراد ہیں ۔ جو پہلے زندہ تھے ۔ اموات غیر احیاء کا لفظ ہے ۔ کیونکہ اموات سے مراد بے جان و بے حس ہی تھے ۔ جیسے کواکب وغیرہ ۔ تو غیر احیاء کے لفظ لانے کی کیا ضرورت پیش آئی ۔ اور صرف اموات ہی کیوں نہ رہنے دیا ۔ ایک ایسی چیز (جو فی حد ذاتہ بے جان و بے حس ہے جسکو تمام لوگ بیجان و بیحس مانتے ہیں) کی نسبت یہ خبر دینا ۔ کہ فلاں چیز بیحس ہے ۔ تحصیل حاصل ہے ۔ اور یہ سوال کہ غیر احیاء کا لفظ کیوں لایا گیا ۔ اس کا جواب ہم دوسرے اعتراض کے جواب میں دینگے ۔

دوسرا قرینہ دوسرا قرینہ اس بات پر کہ اموات سے وہ معبود من دون اللہ مراد ہیں ۔ جو پہلے زندہ تھے ۔ اور ذی شعور تھے ۔ لفظ مایشعرون ایان یبعثون ہے ۔ یعنی اب ایک چیز یعنی موت کے لاحق اور عارضی ہونے کی وجہ سے ان میں شعور نہیں ۔ پہلے صاحب شعور تھے ۔ اور کواکب وغیرہ جو کہ بیحس و بے جان ہیں ۔ تو پہلے ہی سے ذی شعور نہیں ۔

تیسرا قرینہ تیسرا قرینہ اس بات پر مایشعرون ایان یبعثون ہے ۔ یعنی یہ آیت ایسے معبودان باطلہ کے حق میں ہے ۔ جو قیامت کے دن مبعوث ہونگے ۔ یا جو بعثت من القبور کا احساس و شعور رکھتے ہیں ۔ پس یہ تینوں قرینے اس بات پر دلالت کرتے ہیں ۔ کہ اس آیت میں معبودان باطلہ سے مراد کواکب احجار وغیرہ نہیں ہیں ۔

اعتراض دوم اس آیت میں اموات کے معنے محل موت ہیں ۔ اسلئے کہ اموات جمع میّت کی ہے ۔ اور میّت کے معنے ہیں ۔ جو ابھی مرا نہ ہو ۔ لیکن وہ دائم الحیات

بھی نہ ہو۔ بلکہ مرنے والا ہو۔ جیسے انک میت وانھم میتون۔ پس اس سے وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ غایت سے غایت اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ شخص یا اشخاص ایسے ہیں۔ کہ موت ان پہ وارد ہو سکتی ہے۔ اور قرآن مجید کی غرض وغایت کے بھی یہی معنی مناسب ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید کا اثر آئندہ اور گذشتہ دونوں زمانوں کے لئے ہے لیکن اگر اموات کے معنے مردہ ہیں۔ تو صرف گذشتہ زمانہ پر ہی دلالت کرتا ہے۔ اور یہ منشاء قرآنی کے خلاف ہے۔ اور صحیح معنے یہی ہیں۔ کہ گذشتہ معبودان باطلہ بھی محل موت تھے۔ اور آئندہ جو بنائے جائیں گے۔ وہ بھی محل موت ہیں۔ تو اس طرح معبودان مشرکین کو محل موت کہ کر شرک کی بیخکنی کردی۔ (منقول از اہلحدیث مطبوعہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء)

پہلا جواب اموات کو صرف میّت کی جمع قرار دینا علم لغت سے بالکل بے بہرہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ اموات میّتٍ کی جمع آتی ہے۔ جیسے اقرب الموارد میں لکھا ہے:۔

والاموات میت مثل بیت وابیات (اقرب الموارد جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

یعنی اموات میّت کی جمع ہے۔ جیسے کہ بیت کی جمع ابیات ہے۔ اور میت اور میّت کے درمیان تاج العروس اور لسان العرب والے نے یہ فرق لکھا ہے۔

"المیت مخففۃ الذی مات بالفعل والمیّت والمائت الذی لم یمت بعد ولکنہ بصدد ان یموت قال الخلیل انشد نی ابو عمرو

ایا سائلی تفسیر میْت و میّت
فدونک قد فسرت انکنت تعقل
فمن کان ذا روح فذلک میّت
وما المیت الا من الی القبر یحمل"

(تاج العروس جزء اول)

میْت تو بالفعل مردہ کو کہتے ہیں۔ اور میّت اور مائت جو ابھی مرا نہ ہو۔ اور

خلیل نے کہا ہے۔ کہ میرے پاس ابو عمرو نے شعر پڑھے۔

اے میّت اور میِّت کی تفسیر پوچھنے والے اگر تو عاقل ہے تو جو میں نے تفسیر کی ہے۔ اس کو لیلے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جو روح والا ہو۔ یعنی زندہ ہو۔ وہ تو میِّت ہے اور جو قبر کی طرف لیجایا جائے۔ یعنی بالفعل مردہ ہو۔ وہ مَیت ہے۔ اور یہی فراء کا مذہب بہ حکایت جوہری مصنف لسان العرب لایا ہے۔

دوسری غلطی جو مَیت کے معنے کرنے میں معترض کو لگی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ کہ میِّت کے معنے بھی صرف مرنے والے کے ہی نہیں۔ جیسے کہ اس نے آیت انک میت ... الخ سے استدلال کیا ہے۔ بلکہ میّت کے بھی معنے بالفعل مردہ کے آتے ہیں۔ جیسے اقرب الموارد میں لکھا ہے۔

"المیتُ ویخفف کسید، وسید الذی فارق الحیاۃ قال فی التاج ولم تجعل العرب فرقا فی الاستعمال" (اقرب الموارد جلد ۲)

میِّت کو مخفف کرکے بھی پڑھا جاتا ہے۔ جیسے سیِّد کو سید کرکے پڑھتے ہیں اور اس کے معنے یہ ہیں۔ جو زندگی سے جدا ہو جائے۔ یعنی حیات اس میں نہ رہے نیز قرآن مجید کی دوسری آیات سے بھی کافی ثبوت ملتا ہے۔ کہ اموات کے معنے بالفعل مردہ کے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

اس آیت میں شہداء پر جو کہ بالفعل مردہ ہیں۔ اموات کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(۲) کیف تکفرون باللّٰہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون۔

اس آیت میں بھی اموات کا لفظ مردہ بالفعل کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی تم مردہ تھے۔ پس تم کو اس نے زندہ کیا۔ یہ نہیں کہ تم مرنے والے تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کیا۔

(۳) الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا۔ اس آیت میں بھی اموات کا

بالفعل مُردہ کے معنوں میں استعمال ہوا۔

غیر احیاء کے لانے کی غرض

پس جبکہ از روئے لغت اور قرآن مجید یہ بات بپایہ ثبوت پہنچگئی۔ کہ اموات کے معنے مردہ بالفعل کے ہیں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر احیاء جسکے معنے بھی مُردہ کے ہیں۔ کیوں لایا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اموات جو کہ میْت اور میّت دونو کی جمع ہے۔ اس سے یہ وہم بھی گذر سکتا تھا۔ کہ یہاں پر اموات کا لفظ (میّت کی جمع) ہے۔ اور اس کے معنے محل موت کے ہیں۔ تو اس شبہ کے ازالہ کیلئے غیر احیاء کا لفظ لایا گیا۔ کہ اموات یہاں پر میْت (میّت کی جمع جس کے معنے مردہ بالفعل کے ہیں وارد ہوا ہے۔ اور یہی معنے صحیح ہیں۔ اور یہ معنے کہ "وہ مرنیوالے ہیں۔ زندہ رہنے والے نہیں" غلط ہیں۔ کیونکہ ان معنوں کی رو سے غیر احیاء کا لفظ زاید ماننا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ جو مفہوم اموات کا ہے۔ وہی غیر احیاء کا ہے۔ دوم اس لئے بھی غیر احیاء کا لفظ لایا گیا کہ اموات کے لفظ سے کوئی کہہ سکتا تھا۔ کہ یہاں پر روحانی مُردے مُراد ہیں۔ جسمانی نہیں۔ تو غیر احیاء کا لفظ لاکر بتادیا۔ کہ وہ بلحاظ جسم کے زندہ نہیں۔ مُردہ بالفعل ہیں۔

دوسرا جواب

وما یشعرون ایان یبعثون بھی اس بات کا قرینہ ہے۔ کہ اموات سے مراد اس آیت میں مردہ بالفعل کے ہیں۔ اسلئے کہ اب معبودان باطلہ کی حالت یہ بتائی ہے کہ ان کو اس وقت معلوم نہیں۔ کہ ان کا کب بعث ہوگا۔ اور یہاں پر بعث بعد الموت کے سوا اور کوئی بعث نہیں ہوسکتا۔ اسلئے کہ پہلے ان کے لئے غیر احیاء فرمایا ہے۔ اور بعث کے معنے لسان العرب میں یہ لکھے ہیں۔

"البعث: الاحیاء من اللہ تعالیٰ للموتی"

پھر لکھا ہے۔

ومن اسماءٖ عزوجل الباعث الذی یبعث الخلق ای یحییھم بعد الموت یوم القیامۃ

یعنی خداتعالےٰ کے نام باعث کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ مخلوقات کو ان کی موت کے بعد قیامت کے دن زندہ کریگا۔ پس اس آیت میں یوم البعث نہ جاننا فرمایا۔ پس اگر ان پر موت وارد

نہ ہوئی ہوتی۔ تو ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ موت کا دن نہیں جانتے۔ زیادہ ان کے معبود من دون اللہ ہونیکا ابطال کرتا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ پہلا درجہ یعنی موت کا جو قریب ہے۔ وہ اس کو بھی نہیں جانتے۔ تو اس کے بعد کی باتوں کو کیسے جان سکتے تھے۔ چونکہ ان پر موت تو طاری ہو چکی تھی۔ اور اب ان کے زیادہ قریب یوم البعث کا دن تھا۔ اس لئے یہ فرمایا۔ کہ وہ یوم البعث کا بھی علم نہیں رکھتے۔

تیسرا جواب معترض کا یہ کہنا کہ اموات کے معنے اگر بالفعل مُردہ کے لئے جائیں تو اس طرح آیت صرف گذشتہ معبودان باطلہ پر ہی دلالت کرے گی۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اموات کے معنے بالفعل مردہ کے لینے سے بھی گذشتہ و آئندہ معبودان باطلہ پر قرآن مجید کا یہ حکم صادر رہتا ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالے نے اس آیت میں یہ ثابت کیا ہے کہ دیکھو تم ان کو معبود من دون اللہ بنا رہے ہو۔ جو مُردہ ہیں۔ اور اس وجہ سے بھی کہ معبود من دون اللہ بنائے ہی موت کے بعد جاتے ہیں۔ باہیں وجہ کہ اگر ان کے سامنے ان کو معبود من دون اللہ لوگ بنائیں۔ تو وہ تردید کر سکتے ہیں۔ کہ ہم خدا نہیں۔ تم ہمیں کیوں خدا کے ساتھ شریک ٹھیراتے ہو۔ ہم تو اس کے عاجز بندے ہیں۔ آئندہ معبودان باطلہ کے لئے یہ آیت اس طرح پر چسپاں ہوتی ہے۔ کہ جب بھی کوئی معبود بنایا جائیگا۔ تو اس کے مرنے کے بعد ہی بنایا جائیگا۔ زندگی کی حالت میں نہیں بنا سکتے۔ پس وہ بھی اموات غیر احیاء کے لفظ کے نیچے آجائیگا۔

اب رہی یہ بات کہ ان دونو معنوں سے کہ اموات کے معنے محل موت شرک کی زیادہ بیخکنی کرتے ہیں۔ یا مُردہ بالفعل کے۔ یہ بات بدیہی ہے۔ کہ مُردہ بالفعل کے معنے کرنے سے شرک کی زیادہ بیخکنی ہوتی ہے۔ کیونکہ جو خود مر چکا ہے۔ وہ کیونکر معبود من دون اللہ ہو سکتا ہے۔

اموات کے لفظ میں ایک اعتراض کا جواب جب مشرکوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثة فرمایا کہ جو تین خدا مانتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ تو کوئی شخص نہ کہہ سکتا تھا۔ کہ جب مشرکوں کو تو کافر کہا گیا۔ لیکن جنہوں نے کہا۔ کہ ہمیں

شریک بناؤ۔ وہ کیسے نیک ہو سکتے ہیں۔ ان کو کیوں کافر نہیں کہا گیا۔ تو اس وہم کا جواب خدا تعالیٰ نے یوں فرمایا۔ اموات غیر احیاء کہ وہ تو بیچارے مردہ ہیں۔ ان کو تو پتہ بھی نہیں کہ ہمیں خدا کے ساتھ شریک بنایا جاتا ہے۔ یا نہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن خدا تعالےٰ کے سوال کہ ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ کے جواب میں سبحٰنک ما یکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہٗ فقد علمتہ۔۔۔۔ الخ جواب دیں گے۔ پس مذکورہ تینوں جوابوں سے واضح ہو گیا۔ کہ اس آیت کے معنے یہی ہیں۔

"کہ وہ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے۔ اور خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ مردے ہیں۔ زندہ نہیں۔ اور نہیں جانتے۔ کہ کب اٹھائے جائیں گے۔"

(تفسیر سید احمد جلد ۵ ص ۱۸۱)

تیسرا اعتراض تیسرا اعتراض جو غیر احمدی علماء پیش کرتے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ اگر اموات کے معنے مردہ بالفعل کے لئے جائیں۔ یا کواکب اور پتھر وغیرہ (جو بے حس و بیجان ہیں) کے علاوہ بھی معبودان باطلہ مراد لئے جائیں۔ تو اس سے ملائکہ کا بھی مردہ ہونا لازم آئیگا۔ کیونکہ ان میں سے بھی بعض کو بعض لوگ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

جواب اول ملائکہ اس آیت میں اس لئے شامل نہیں ہیں۔ کہ اس میں ان معبودان باطلہ کا ذکر ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی صفت خلق کے ماتحت پیدا کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ وہم یخلقون سے ظاہر ہے۔ اور ملائکہ خدا تعالےٰ کی صفت خلق کے ماتحت پیدا نہیں ہوئے بلکہ صفت امر کے ماتحت پیدا ہوئے ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے اشیاء کو پیدا کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طرز پیدائش کا نام خلق ہے۔ اور دوسری کا نام امر۔ جیسا کہ آیت الا لہ الخلق والامر سے ظاہر ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی چیز کو اس طور سے پیدا کرے۔ کہ پہلے اس چیز کا کچھ بھی وجود نہ ہو۔ تو ایسے پیدا کرنے کا نام اصطلاح قرآنی میں امر ہے۔ اور اگر ایسے طور پر کسی چیز کو پیدا کرے۔ کہ پہلے وہ چیز کسی اور صورت میں

اپنا وجود رکھتی ہو۔ تو اس طرز پیدائش کا نام خلق ہے۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ بسیط چیز کا عدم محض سے پیدا کرنا عالم امر میں سے ہے۔ اور مرکب چیز کو کسی شکل یا ہیئت خاص سے متشکل کرنا عالم خلق سے ہے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

(۱) الابداع ایجاد شئ لا من شئ فیخرج الشئ من کتم العدم بغیرمادۃ

یعنی کسی چیز کا بغیر اس کے کسی مادہ سے محض عدم سے وجود میں لانا ابداع ہے۔ اور اسی کا نام قرآن مجید میں امر رکھا گیا ہے۔

(۲) "الخلق ۔ ھو ایجاد الشئ من شئ کما خلق آدم من التراب"

(حجۃ اللہ البالغہ جزو اول صہ)

یعنی خلق کہتے ہیں کسی چیز کا کسی چیز سے بنانا۔ جیسا کہ آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا گیا

پھر امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"ثم قال بعدہٗ الا لہ الخلق والامر وھو اشارۃ الی ان کل ماسوی اللہ تعالیٰ اما من عالم الخلق او من عالم الامر اما الذی ھو من عالم الخلق فالخلق عبارۃ عن التقدیر وکل ما کان جسما او جسمانیا کان مخصوصا بمقدار معین فکان من عالم الخلق وکل ما کان بریئا عن الجسمیۃ والمقدار کان من عالم الارواح ومن عالم الامر فدل علی انہ سبحانہ خص کل واحد من اجرام الافلاک والکواکب التی ھی من عالم الخلق بملک من الملئکۃ وھم من عالم الامر"

(تفسیر کبیر جلد ۴ صہ ۳۳۹)

پھر خدا نے الا لہ الخلق والامر فرمایا ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے سوا تمام اشیاء یا عالم خلق سے ہیں۔ یا عالم امر سے جو عالم خلق سے ہیں۔ تو خلق اندازہ کو کہتے ہیں۔ اور ہر ایک وہ چیز جو جسم یا جسمانی ہوگی۔ تو وہ مخصوص بمقدار معین ہوگی۔ اسلئے عالم خلق سے ہے۔ اور جو جسمیت اور مقدار سے بری

ہو گی - وہ عالم ارواح اور عالم امر سے ہے پس اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک کو اجرام افلاک اور کواکب سے جو کہ عالم خلق سے ہیں - خاص کیا ہے - فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کے ساتھ جو کہ عالم امر سے ہیں -

پس اس حوالہ اور اوپر کے بیان سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا - کہ خدا تعالےٰ کے پیدا کرنے کی دو قسمیں ہیں - ایک خلق - ایک امر اور فرشتے عالم امر سے ہیں نہ عالم خلق سے اور آیت میں جن معبودان باطلہ کا ذکر ہے وہ عالم خلق سے ہیں نہ عالم امر سے پس فرشتوں کا اموات غیر احیاء سے خارج ہونا ثابت ہو گیا - بنا بریں وہ استدلال جو مسیح موعودؑ نے اس آیت سے کیا ہے بحال رہا اور نہ ٹوٹ سکا *

(جلال الدین شمس سیکھوانی) مولوی فاضل

کُن فیکون کے متعلق ایک حوالہ

حضرت مسیح موعودؑ کے الہام اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون - مخالفین اعتراض کیا کرتے ہیں - اس کے متعلق یہ حوالہ بھی کار آمد ہے - کلمۃ الاشراق میں لکھا ہے -

"الم تران الحدیدة الحامیة تتشبه بالنار لمجاورتها وتفعل فعلها فلا تتعجب من نفس استشرقت واستضاءت بنور الله فاطاعها الاکوان طاعتها للقدسیین فتومی فیحصل الشئ بایماءها وتتصور فیقع الشئ بحسب تصورها ومثل هذا فلیعمل العاملون - (کلمۃ الاشراق مطبوعہ ایران ص۶)

کیا تو نہیں دیکھتا کہ گرم لوہا آگ سے مل کر آگ کی شکل اختیار کر لیتا ہے - اور آگ کے آثار اس سے ظاہر ہوتے ہیں پس تو اس نفس سے تعجب نہ کر - جو کہ خدا کے نور سے منور ہوئی ہے اور پھر اکوان نے اسکی ایسی اطاعت اختیار کی ہے جس طرح کہ عالم قدس رہنے والوں کی پس اس نفس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ نفس کسی چیز کے ہونے کیلئے اشارہ کرتی ہے تو وہ چیز اسکے اشارہ سے حاصل ہو جاتی ہے - اور وہ کسی چیز کا تصور کرتی ہے تو وہ چیز اسکے تصور کے مطابق واقع ہو جاتی ہے - اور عمل کرنیوالوں کو ایسا ہی عمل کر کے اپنے نفس کو پاک اور مطہر بنانا چاہیئے *

خانقاہی ٹکر

خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے پیر مغاں مولنا محمد علی صاحب نے ایک کتاب "ہدیہ عثمانیہ" تصنیف فرمائی ہے، آج میں نے اس میں ایک طرفہ تماشا دیکھا جس کو میں اپنی اصطلاح میں "خانقاہی ٹکر" کہوں گا۔ آپ کو بھی یہ لطیفہ دیکھنا چاہیے

ملاحظہ ہو

ہدیہ عثمانیہ صفحہ ۱ سطر ۹ "مسیح موعود کا نبی ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے	ہدیہ عثمانیہ صفحہ ۱۲/۱۳ سطر آخر/سطر اول "خاتم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی سچا نبی نہ ہوگا

اب سوال یہ ہے کہ مسیح موعود کا نبی ہونا متفق علیہ ہے، تو کیا مسیح موعود بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہونگے، اگر ہونگے تو آپکے قول کے مطابق سچے نبی نہ ہونگے اگر سچے نبی ہونگے تو یہ کہنا غلط ہوا جاتا ہے، کہ مسیح موعود کا نبی ہونا متفق علیہ ہے"

چونکہ غیر احمدی معارف قرآن اور حقائق حدیث سے محروم ہیں، قرآن وحدیث کی حقیقی اور واقعی تطبیق نہیں کر سکتے، ہدیہ عثمانیہ کی یہ دونوں عبارتیں آپس میں دنادن ٹکرا رہی ہیں، اور ہم اس "خانقاہی ٹکر" کا تماشا دیکھ دیکھ متعجب ہو رہے ہیں، خدا کے مامور کی مخالفت، حافظہ اور قوت عقلیہ کو بھی زائل کر دیتی ہے، پس منکروں کو قہر خدا سے ڈر کر توبہ کرنی چاہیئے ✦

(ابو محمد محفوظ الحق علمی دارالامان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل	قیمت بہر حال پیشگی	تمام خط وکتابت بنام منیجر

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے

جلد ۱۵	بابت ماہ جون ۱۹۲۰ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ	نمبر ۶

فہرست مضامین

غیر ممالک سے ... طلباء سے عہ	باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھاپکر چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا	قیمت سالانہ ... عوام سے ...

التشریح الصحیح

لحدیث نزول المسیح

میں نے پہلے تشحیذ میں ناظرین کرام کو یہ بشارت دی تھی کہ وہ حدیث جس میں نزول مسیح کا بیان ہے اسکی تشریح و توضیح ایک فاضل نے تیار کر کے میرے پاس بھجوائی ہے۔ سو صفحے سے زیادہ کا مضمون ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ مضمون ایک ہی نمبر میں نکل جائے۔ ۴۰ صفحے کا خرچ تو رسالہ کا فنڈ برداشت کرے گا۔ باقی خرچ اسطرح پورا ہو سکتا ہے کہ دس بزرگ دس دس روپے عنایت فرما دیں۔ ماہ رمضان میں اس کار خیر کے [illegible] اللہ انہیں بہت بہت اجر دے گا۔ اور اسطرح پر ایک کام ہو جائیگا۔ فاضل شارح حدیث نے ینزل فیکم۔ ابن مریم۔ کسر صلیب۔ قتل خنزیر۔ یضع الجزیۃ۔ یفیض المال ایک ایک لفظ کی تشریح کی ہے اور کتب لغت و تفاسیر و دیگر کتب مسلمہ علماء اسلام سے بے شمار حوالے دیکر احمدیہ لٹریچر میں ایک بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ یہ خدمت بجا لاکر میں بہت خوش ہوں گا۔ دوستوں کی ادنیٰ توجہ کی ضرورت ہے جو صاحب دس روپے نہ دے سکیں حسب توفیق ہی حصہ لیں۔ میں جون کا مہینہ انتظار کروں گا۔ امید ہے اسی میں اس درخواست کا جواب عملی رنگ میں مجھے مل جائیگا۔

"مینیجر تشحیذ قادیاں"

وفات مسیح پر ایک نئی دلیل

مولانا محمد سرور شاہ صاحب کا وہ زبردست مضمون جو مئی کے رسالہ تشحیذ میں چھپا ہے اور جس میں بعض آیات و احادیث سے استدلال کے علاوہ ایک نیا حوالہ بھی آپنے پیش کیا ہے الگ بھی کچھ چھپوایا گیا تھا۔ جو صاحب اسے تقسیم کرنا یا کسی غیر احمدی دوست کو بھیجنا چاہیں وہ ایک [illegible] حساب سے منگوالیں صرف ۵۰ [illegible] ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۰ء

ادعیۃ النبیؐ وما ادراک ما ادعیۃ النبیؐ

ماہ رمضان المبارک کہ دعاؤں سے مختص ہے۔ اس میں میرے مکرم مولوی عبدالحلیم صاحب کٹکی کا یہ مضمون جماعت مومنین میں نہایت ذوق و شوق سے پڑھا جائیگا۔ اور اسی طور پر دوسری دعاؤں میں تدبر کر کے اپنے ایمانوں میں خاص حلاوت پائینگے (ایڈیٹر)

ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ غیر تو غیر اپنے بھی "دُعا"[1] کو بے حقیقت اور بے سُود سمجھنے لگے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ ذات جو مخلوق کے لئے ایک رحمت ایک اسوہ تھی۔ جس کی ہر ایک حرکت اور ہر ایک سکون وحی خفی کے ماتحت ہوتا تھا۔ ہر وقت اور ہر کام میں نہ صرف دعائیں کرتی ہے۔ بلکہ دعا کو مغز عبادت بتلاتی ہے۔ مولوی ملّا نے دعاؤں کو برہمنوں کے منتروں کی طرح رٹتے جاتے ہیں۔ اور غیروں کو ہنسی و استہزا کا موقعہ دیتے ہیں۔

آؤ دیکھیں! کہ جس طرح اس صادق و مصدوق کے اور ارشادات اور احکام د

---

[1] فاضل مضمون نگار کی مراد کلمہ گو مدعیان اسلام سے ہے (ایڈیٹر)

و اعمال پر غلط سفروں کی تاریک کھوپڑی سے اعتراض ہوتے تھے۔ بالآخر جوں جوں زمانہ نے ترقی کی۔ وہی صداقتیں قابل القبول بلکہ واجب العمل ماننی پڑیں۔ (روزہ۔ تعدد ازدواج۔ وضو میں پاؤں دھونا۔ داڑھی رکھنی۔ شراب کی حرمت وغیرہ وغیرہ۔ اب یورپ کو مجبوراً ماننا پڑتا ہے) اسی طرح ان دعاؤں میں جو اس پاک منہ (فداہ روحی) سے نکلیں۔ آیا کوئی حقیقت۔ کوئی فلسفہ۔ کوئی مغز بھی ہے؟

ہر چند کہ نارسائی ذہن کی وجہ سے مجھے جرأت نہیں ہوتی ہے کہ اس عظیم الشان مضمون پر قلم اٹھاؤں۔ لیکن ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ شاید یہ سطور کسی ذہن صافی و دل عارف کے لئے وسیلہ تلاش ہو سکتیں۔ وباللہ التوفیق؛

تمہید

قبل اس کے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں پر غور کیا جائے۔ یہ باتیں ذہن نشین کر لینی خالی از دلچسپی نہیں۔

(۱) آپؐ کی دعائیں ایک معجزہ ہیں۔ کیونکہ بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعائیں تب ہی نافع ہوتی ہیں۔ کہ وہ تمام منافع و مفاد کو اپنے اندر رکھتی ہوں۔ اور تمام نقصانوں سے بچاتی ہوں۔ لیکن باوجود امی اور فلسفہ و حکمت سے ناواقفی کے آنحضرتؐ نے خدا سے جس چیز کو طلب کیا ہے۔ یا جس چیز سے پناہ مانگی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ اس کی حقیقت و ماہیت سے ایسے واقف ہیں۔ جس طرح کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں؛

(۲) نہایت مختصر الفاظ اور جملوں میں ایسے بڑے بڑے اور دقیق مضامین ادا فرمائے ہیں۔ کہ جنکو ایک عالم بمشکل بیسیوں صفحوں میں ادا کر سکتا ہے۔ پیرایہ بیان سلیس و عام فہم۔ منشاء توکل۔ تبتل الی اللہ۔ عاجزی و درماندگی۔ عظمت و قدرت الٰہی۔ وحدت باری تعالیٰ۔ خودداری؛

(۳) قبولیت دعا کے لئے رقت اور خشوع جزو اعظم ہیں۔ آپؐ کا پیرایہ ایسا موثرہ اور جاذب ہے۔ کہ کوئی دل چوٹ کھائے بغیر نہیں رہ سکتا؛

(۴) جو دعائیں کہ مخصوص الوقت یا مخصوص الحال ہیں۔ وہ ایسی مناسب تعلیم۔ برجستہ

اور ایسی حالہ وماعلیہ پر حاوی ہیں۔ کہ کوئی دعا انسانی اس کی نظیر میں نہیں پیش کی جاسکتی۔

(۵) آپ کا ان دعاؤں کی تعلیم دینا ایک احسان عظیم ہے۔ کیونکہ انسان کچھ تو بوجہ قلت علم کی وجہ سے۔ کچھ کمی تقویٰ کے باعث حقائق اشیاء سے ناواقف ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ظلمت نادانی میں ایسی چیز خدا سے مانگ بیٹھے۔ جو گھٹیے درجہ کی ہو۔ یا کسی چیز کو بغیر اس کے لوازم کے طلب کرے[1]۔ پھر مضرات میں ایسی اشیاء بھی ہیں۔ جن میں کچھ فوائد بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ

پس اگر ان چیزوں سے بکلی پناہ مانگی جاوے۔ تو ان کے فوائد سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ اس تمہید کے بعد عاجز چند دعاؤں کے متعلق بقدر وسعت وبساط کچھ لکھتا ہے

محبت الٰہی

دعا۔ اللھم ارزقنی حبک وحب من یحبک والعمل الذی یبلغنی حبک۔ اے اللہ عطا کر مجھکو اپنی محبت۔ اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرے۔ اور مجھ سے وہ عمل کرا۔ جو تیری محبت کو پہنچا دے۔

عام محبت تین طرح پیدا ہوتی ہے۔ اور تین ہی طرح پائیدار رہتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر محبت کی تین قسمیں ہیں۔ یا حصول محبت کی تین راہیں ہیں۔ (اوّل) فطرتی محبت جس کے لئے کوئی سبب مشہود ومحسوس نہ ہو۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ بیٹے کو باپ سے۔ میاں کو بیوی سے گل کو بلبل سے۔ پیاسے کو پانی سے کیوں محبت ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "محبت طبعی جس طرح باپ سے بیٹا نکلتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی جو اپنے رب سے نکلتے ہیں۔ اس سے فی الحقیقت طبعی محبت کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ کالعطشان تغلب علیہ محبۃ الماء علی جمیع المحبات۔ جیسے کہ پیاسے پر پانی کی محبت ساری محبتوں سے غالب ہو جاتی ہے

---

[1]۔ بہت ایسی چیزیں ہیں۔ کہ جب تک ان کے لوازم ان کے ساتھ نہ ہوں۔ فائدہ تو کجا ان سے خالی نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی خدا سے دعا کرے۔ کہ اسے بیٹا ملے۔ لیکن صالح ہونیکی قید نہ لگائے تو ہو سکتا ہے کہ دعا اس کے الفاظ میں پوری ہو کر بیٹا تو مل جاوے۔ لیکن صالحیت کے زیور سے آراستہ نہ ہو۔ اور انہ عمل غیر صالح کا مصداق ٹھہرے۔ علیٰ ہذا۔ اور صورتیں بھی ہیں۔

اس محبت سے وہی لوگ حصہ لیتے ہیں۔ جو فطرت صافی لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ والقیت علیک محبۃ منی۔ اے موسےٰ ہم نے تم پر اپنی محبت القا کی۔ ڈال دی۔ یہ محبت خدائے بخشندہ کی موہبت ہے۔ کسب سے نہیں حاصل ہوتی۔ اور یہی صبغۃ اللہ ہے۔ اس کی طرف آنحضرتؐ کی دعامیں اشارہ ہے۔ بلفظ حبک۔ تیری محبت مجھے ملے۔ اس "حبک" اور محبۃ منی کو ملا کر دیکھئے۔ عجیب پیرایہ۔ عجیب اسلوب۔ کیا نیازمندی اور عشق میں ڈوبا ہوا لفظ فرمایا۔

دوم۔ محبت بالواسطہ۔ دوست کا دوست دوست۔ دشمن کا دوست دشمن۔ ممکن نہیں کہ گل کی عداوت کے ساتھ بلبل کی محبت جمع ہو۔ جو بیٹے کا دشمن ہے۔ وہ باپ کا عدو۔ جو پانی کو برا کہے۔ وہ پیاسے کا دشمن۔ ابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ انبیاء کی مخالفت سے آدمی کے اعمال کیوں حبط ہو جاتے ہیں۔ غیر احمدی کیوں کافر کہلائے۔ ایک محبوب خدا کا انکار کیا۔ لا الہ الا اللہ کے ماننے والے کو کیوں محمد رسول اللہ ماننا ضروری ہے۔ کونو مع الصادقین کی تاکید اسی لئے ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ کہ جو قادیان آنے کی کوشش و خواہش نہیں کرتا مجھے خوف ہے۔ کہ اس کے ایمان میں نقص نہ آجاوے۔ یہ درجہ کسب و کوشش کا ہے۔ دنیا میں سفارش ذریعہ کامیابی ہے۔ بادشاہوں تک کی رسائی سفارش سے ہو جاتی ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اس نے گویا خدا کی اطاعت کی۔ فوربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم الایۃ۔ وجہ یہ ہے کہ بہ مثال حضرت مسیح موعودؑ خاصان و محبوبان خدا۔ عشق و محبت الٰہی کی آگ میں پڑ کر آگ ہی ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کہ لوہا آگ میں پڑ کر آگ کا رنگ سرخ اور صفت احراق و سوزندگی اپنے اندر لے لیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہوا۔ کہ وہ لوگ جنہیں محبت طبیعہ اور فطریہ سے حصہ کامل نہیں ملا۔ وہ اپنے جیسے ایک بشر میں (انما انا بشر مثلکم) ان خواص کا ظہور دیکھ کر حرکت میں آویں۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ المرء مع من احب میں آدمی کا حشر ان ہی کے ساتھ ہوگا۔ جن سے وہ محبت کرتا ہے خواہ وہ کے دوست

کو دود آلودہ کپڑوں آگ کی چنگاریوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ تو عطار کا یار اس کی دلخوش کن خوشبو سے مگن رہتا ہے۔ "صحبت صالح ترا صالح کند"۔ بیت ؎

یک زمانے صحبتے با اولیاء — بہتر از صد سال طاعت بے ریا

ایک مشہور و مسلم مقولہ ہے۔ کیوں صحبت صلحاء بہتر از صد سال طاعت ہے۔ اس لئے کہ طاعت کے بعد آدمی میں غرور پیدا ہو سکتا ہے۔ اور عشق تو "از اول سرکش و خونین بود"۔ غرور کا دشمن ہے۔ اور طاعت انسان کو بقول صوفیوں کے جنت کا مستحق کرتی ہے۔ لیکن محبت اسے مولا کا ؎

بندہ از خدمت بعقبیٰ مے رسد — لیک از حرمت بمولے مے رسد

اس درجہ اور اس مقام کے لئے آنحضرت ؐ نے یہ دعا سکھلائی۔ وحب من یحبک الٰہی اس شخص کی محبت بھی مجھے عنایت فرما۔ جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔

سوم محبت عملی۔ تیسری قسم کی محبت یا محبت کے حصول کا تیسرا ذریعہ یہ ہے۔ کہ آدمی وہ کام کرے۔ جو محبوب کو پسند ہوں۔ باپ کی مرضی پر بیٹا نہ چلے۔ استاد کے کہے پر شاگرد عمل نہ کرے۔ بادشاہ کا قانون رعیت نہ مانے۔ تو محبت پیدا ہی نہیں ہوتی۔ یا پیدا شدہ محبت ٹوٹ جاتی ہے۔ ہمرنگی اور ہم آہنگی قیام محبت و حصول محبت کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

عمل ایک روشن دلیل ہے۔ اس محبت کے اظہار کی۔ جو دل کی ایک کیفیت ہے۔ شاخ گل پر بلبل جب چہکتے چہکتے تھک جاتی ہے تو اسکی نرم و نازک پنکھڑیوں پر اپنی چونچ رکھدیتی ہے۔ یہ ثبوت ہے اسکی محبت و وفا کا۔ پیاسے کہ سوکھے ہونٹھ پانی کی تلاش میں دیوانہ تک صحرا میں کی ہر آتش محبت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ جو اسے پانی کے لئے ہوتی ہے۔ ؎

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست
دل چو دادی یوسفے را راہِ کنعاں را گزیں
(مسیح موعود)

قرآن شریف میں آمنوا کے ساتھ ہی وعملوا الصالحات ضرور ہی آیا کرتا ہے۔ یہاں کے

سرہانے بیٹھ کر صرف یہ کہدینا کہ "مجھے آپ سے ہمدردی ہے" ہرگز محبت کا ثبوت نہیں۔ تا آنکہ بقول سعدیؒ "بیمار دار" "بیمار وار" نہ ہو جائے۔

سارے مذاہب میں کسی نہ کسی رنگ میں ریاضت تپسیا۔ کی تاکیدیں اسی محبت عملی کے حصول کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ لیکن ایک مسلم کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ توفیق عمل بھی خدا سے ہی ہوتی ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے اس تیسری شق کی طرف ان الفاظ سے اشارہ فرمایا۔ العمل الذی یبلغنی حبک۔ الہی وہ عمل بھی مجھکو روزی کر جو تیری محبت کو پہونچاوے۔

تزکیۂ نفس

دُعا۔ اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب۔ اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسلنی بالماء والثلج والبرد

ترجمہ۔ الہی تو مجھ میں اور میری خطاؤں میں ایسی دوری ڈال دے۔ جیسے کہ مشرق و مغرب میں۔ اے اللہ تو مجھ کو خطاؤں سے اس طرح صاف کر جیسے کہ سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے پروردگار تو مجھے پانی سے۔ برف سے اولوں سے دھو دے۔

تشریح یہ دُعا نماز کے شروع میں قبل از سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ (بعض سبحانک اللھم الخ پڑھتے ہیں) واضح ہو۔ کہ قرآن شریف نے نماز کی یہ صفت بیان کی ہے۔ کہ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔ نماز فحشاء و منکر سے روکتی ہے۔ سو نماز تزکیہ نفس کا ایک بڑا وسیلہ ہوئی۔ اس غرض کے حصول کے لئے آنحضرتؐ نے یہ دعا سکھائی ہے۔

تزکیۂ نفس کے تین ہی طریقے ہیں۔ اوّل۔ موجبات گناہ اور دواعی شہوات سے دور رہیں۔ وہ اسباب جن سے گناہ کرنے کی رغبت و تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اُن سے الگ رہے یا الگ کر دے۔ آگ کے قریب اگر گھی رکھا جاوے۔ تو ممکن نہیں۔ کہ نہ پگھلے سنیاسی لوگوں اور راہبوں کا دنیا سے کنارہ کشی کرنا اسی اصول پر مبنی ہے۔ گو یہ ایک طریقہ ابتدائی ہے لیکن ہے ضروری۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ ان الفاظ میں باعد بینی وبین خطایای۔ کما باعدت بین المشرق والمغرب۔ مجھ میں اور میری خطاؤں میں ایسی

دوری ڈالدے۔ جیسے کہ مشرق و مغرب میں ہے؛

دوسرا طریقہ ہے۔ کہ انسان مبتلائے جرم ہو کر۔ آلودہ دامن ہو کر۔ گناہ میں پھنس کر پھر صاف نکل آوے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔ اس اصول کو اس جملہ میں بیان کیا ہے۔ ونقّنی من الخطایا کما ینقّی الثوب الابیض من الدنس۔ مجھے خطاؤں سے ایسا صاف کردے۔ کہ جیسا اسفید کپڑا میل سے صاف "ثوب الابیض" سے اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ فطرت توصحیح اور دین اسلام ہی طاہر تھا۔ لیکن آدمی اسکو اپنی نالایقیوں سے میلا کردیتا ہے۔ فابواہ یھودانہ وینصرانہ

پھر تیسرا طریقہ تزکیہ نفس کا جو اعلےٰ اور اتم ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انسان کے نفس میں بدیوں اور شہوات وفحشا کا مادہ ہی نہ رہے۔ آتش شہوت و حرص و ہوا بکلی سرد ہو جاوے۔ حضرت کا فوری قرآن کریم کی اصطلاح میں اسی تزکیہ کو کہتے ہیں۔ اس درجہ میں انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ اس کی ہستی پر پورا پورا انقلاب آجاتا ہے۔ گناہ کے تمام اجرام اور مواد فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ آنحضرتؐ کی دعا کے تیسرے حصہ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد الٰہی میری خطا کو پانی۔ برف اور اولوں سے دہووے۔ گناہ کا سارا جوش سرد پڑجاے۔ اور گرمی ٹھنڈ سے بدل جائے؛

تعلق باللہ

دعا۔ اللّٰھم انی اعوذبک من الھم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذبک من الجبن والبخل واعوذبک من ضلع الدین وقھر الرجال اللّٰھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک

ترجمہ:۔ اے پروردگار میں تیری پناہ میں آتا ہوں فکر و غم سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں ناتوانی اور سستی سے۔ اور تیری پناہ مانگتا ہوں بخل و بزدلی سے اور پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ اور لوگوں کے دباؤ سے اے اللہ کفایت کر حلال روزی کے ساتھ حرام سے بچا کر۔ اور اپنے سوا سب سے مجھے اپنے فضل کے ساتھ بے پروا کردے

تشریح - انسان تو اپنی فطرت سے اپنے مولا کی طرف متوجہ ہے - اس کے پیدائش اور اس کی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن چند در چند موانعات اور رکاوٹیں ایسی سدِ راہ ہو جاتی ہیں - کہ انسان اسی الجھاوے میں رہ کر خدا سے تعلق کرنا بھول جاتا ہے - اور اکثر اوقات اپنی فطرت و ضمیر کے خلاف کام کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے - ان موانعات اور رکاوٹوں کو آنحضرتؐ نے اس طرح بیان فرمایا ہے -

رکاوٹوں کی قسمیں (۱) گذشتہ یا آئندہ کی فکر میں آدمی پڑا رہے - "غم موجود اور پریشانی معدوم" اس کا وظیفہ حیات ہو - "چہ خورد بامداد فرزندم" یا یہ، کہ تا چہ خورم صیف - چہ پوشم شتا - ایسا اسباب پرست آدمی عبادت الٰہی سے غافل رہتا ہے - آپ نے پناہ مانگی اعوذ بک من الہم والحزن گذشتہ اور آئندہ کی فکر و پریشانی و غم سے مجھے بچا - بعض اوقات شیطان ایک گنہگار انسان میں ہم و حزن پیدا کر کے اسے رحمت خداوندی سے ناامید کر دیتا ہے - اور ناامیدی کے بعد اسے کفر تک پہنچا دیتا ہے - (۲) دوسری قسم کی رکاوٹ ناتوانی یا ناقابلیت عمل ہے یہ دو طرح پر ہے - (ا) قدرتاً اور فطرتاً آدمی درماندہ ہو - مثلاً بیمار ہو - کہ عبادت جسمانی کے قابل نہ رہے - نہایت مفلس ہو - کہ مالی عبادت نہ کر سکے - جاہل ہو - کہ فرض تبلیغ ادا نہ کر سکے - اس کا نام "عجز" ہے - (ب) قدرت تو ہو - لیکن سستی اور کاہلی اسے گویا اپاہج ہی بنا کر ڈال دے - بہتوں کو دیکھا ہے - کہ تندرست ہیں - متمول ہیں - خدا اور رسول سے محبت بھی ہے - لیکن کام کے وقت سب سے پیچھے - اس کا نام "کسل" ہے - آنحضورؐ فرماتے ہیں "من العجز والکسل" - (۳) تیسری رکاوٹ خوف ہے - پھر خوف بھی دو طرح کا ہے - انسانوں کا خوف اسے جبن کہتے ہیں - مال کے ضائع ہونے اور اپنے تکلیف اٹھانے کا خوف اس کا نام بخل ہے - دعا میں تلقین ہے من الجبن والبخل - (۴) چوتھی رکاوٹ لوگ اس پر غالب و متسلط ہوں - قرآن شریف کی اصطلاح میں بعض اوقات ان کو "شیطان" یا "جن" کہا جاتا ہے - یہ بھی دو قسم پر ہے (ا) آدمی لوگوں کا ایسا مقروض ہو - کہ ان کی گرفت سے نہ بچ سکے - ایسا آدمی مالی عباد

سے نو صر احتہً محروم رہتا ہے۔ لیکن مدیون ایک حیثیت سے دائن کا دست نگر اور اپنی عزتؔ آسائش کو اس کے ہاتھ میں پاتا ہے۔ (ب) لوگ غالب ہوں۔ حاکم ہوں۔ زبردستی بات منوانی چاہتے ہوں۔ سکھوں کے زمانے میں کسی کو اذان تک دینے کی مجال تھی۔ من ضلع الدین وقہر الرجال۔ (۵) پانچویں رکاوٹ جو بغایت لطیف اور روحانی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انسان "اکل حلال" سے محروم یا آزادی و خود مختاری کی نعمت سے دور ہو۔ لقمہ حرام سے انسانی رُوح مرجاتی ہے۔ عبادت میں لطف نہیں آتا۔ چونکہ اس میں پناہ مانگنے کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس لئے درخواست یہ ہوئی۔ اللّٰھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک۔

دعائے حاجت

جب انسان کسی مشکل میں پڑجاتا ہے۔ تو یہ دُعا بتلائی گئی۔

دُعا۔ لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم۔ سبحان اللہ رب العرش العظیم۔ الحمد للہ رب العلمین۔ اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک۔ والغنیمۃ من کل برٍّ والسلامۃ من کل اثمٍ۔ لا تدع لی ذنباً الا غفرتہ ولا ھمّاً الا فرجتہ ولا حاجۃ ھی لک رضاً الا قضیتھا یا ارحم الراحمین۔

ترجمہ۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے جو تحمل والا اور بخشش والا ہے پاک اللہ صاحب عرش عظیم کا۔ میں التجا کرتا ہوں۔ کہ ان کاموں کی توفیق ملے۔ جو تیری رحمت کو واجب کرنے والی ہوں۔ اور جن سے ضرور تیری بڑی مغفرت ہو۔ ہر ایک نیکی و غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی رہیں (تجھ سے مانگتا ہوں)۔ الٰہی! میرا کوئی گناہ بے بخشے نہ چھوڑ میرا کوئی غم دُور کیے بغیر اور نہ کوئی حاجت و ضرورت پوری کیے بغیر۔ اے ارحم الراحمین حلیم و کریم کہہ کر ان نالائقیوں اور لغزشوں سے جو موجبات آفت ہیں۔ معافی مانگی ہے رب العرش العظیم اور رب العالمین کہہ کر خدا کی عظمت و کبریائی کو جوش دلایا ہے کہ تصغر فی عین العظیم العظائم۔ لا الٰہ سے اس لئے شروع کیا۔ کہ انسانی سمجھ جو آستانہ الوہیت کو چھوڑ کر مشکلات و آفات میں پڑجاتی ہے۔ وہ پکار اُٹھے۔ کہ "بردر

آمد بندۂ بگریختہ "۔ ھی لک رضا سے کمال قناعت اور" رضا بالقضا " سکھلایا ہے۔

لف و نشر مرتب | عجیب پیرایہ و طرز سے ان اسباب کو بتلایا ہے۔ جو انسان کو آفت میں ڈالتے ہیں۔ اور یہ عجیب پیرایہ سے ان اسمائے الٰہی کا توسل ڈھونڈا ہے۔ جو ایک آلودہ دامن کی دستگیری کرنے والی ہیں۔ ابتدا اللہ تعالٰے کی حلیمی۔ کریمی۔ عظمت ربوبیت سے کرکے اور اس طرح ان جمالی صفات کو جوش میں لاکر سوال کیا ہے۔ تو یہ کیا ہے۔ کہ موجبات رحمت و موجبات مغفرت مجھے ملیں۔ رحمت اس لئے کہ سبقت رحمتی علٰے غضبی۔ مغفرت اس لئے کہ جب انسان "ماکسبت ایدیکم" کی وجہ سے مصائب میں پڑتا ہے۔ تو اُسے سوائے آپ مغفرت اور کوئی چیز دہو نہیں سکتی۔ پھر ایسی جامع۔ مانع۔ بے نظیر دعا سکھلائی۔ کہ لاتدع لی ذنبا الخ۔ کوئی گناہ بے بخشے کوئی غم بے ٹالے کوئی حاجت بے پوری کئے نہ چھوڑا۔ پھر آخر ارحم الراحمین کہکر ختم کیا۔ جو محتاج تشریح نہیں ہے۔

(۱) لا الٰہ الا انت الحلیم الکریم کے مقابل پہلا اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک اور (ب) لاتدع لی ذنباً الا غفرتہ کیونکہ حلیم و کریم ہی رحم کرسکتا ہے اور گناہ کو معاف اور کمزوری کو چھپا سکتا ہے (۲) سبحان اللہ رب العرش العظیم کے مقابل (ا) الغنیمۃ من کل بر اور (ب) ولا ھما الا فرجتہ ہے۔ اس لئے کہ جو صاحب حکومت اور صاحب عظمت ہوگا۔ وہی ساری نیکیوں کی غنیمت دے سکتا ہے۔ اور ساری کلفتوں کو دور کرسکتا ہے۔ (۳) والحمد للہ رب العٰلمین کے مقابل پہلا والسلامۃ من کل اثم اور (ب) ولا حاجۃ ھی لک رضًا الا قضیتھا ہے۔ کیونکہ جو ذات سارے عالم ارضی و سماوی کی ربوبیت کرتی ہے۔ وہی انسان کی بھی ربوبیت کرتی ہے۔ اُسی میں یہ طاقت ہے۔ کہ انسان کی ایسی تربیت کرے کہ اس میں گناہ کا مادہ بڑھنے ہی نہ پاوے۔ اور اسی میں یہ طاقت ہے۔ کہ وہ عالم اسباب میں ایسی تبدیلی پیدا کردے۔ جو اس کی حاجت بر آئے۔ رکاوٹیں دور ہوجائیں۔ ظلمتیں کافور۔

سفر کی دُعا (نئی جگہ جانے پر)

اوّل ۔ سفر میں اور اجنبی مقامات میں سوائے ان باتوں کے اور کچھ تکلیف نہیں ہوتی۔

(ا) آسمانی آفتیں ۔ (الف) طوفان بارش ۔ اولے وغیرہ۔

(ب) زمینی آفتیں (۱) زلزلے (۲) زمین کی نمناکی ۔ بلندی اور پستی کے متضاد اثرات۔

(۳) زمین میں رہنے والے حشرات الارض (۴) جنگل اور جنگل کے درندے۔

(ج) بدمعاشوں اور گندہ لوگوں کی آفتیں ۔ (۱) چور ۔ لٹیرے ۔ (۲) بداخلاق اور فحشاء کے مرتکب (۳) امراء و روساء جو لوگوں کے لئے بُرا نمونہ اور جو مجبوراً بدیوں کا ارتکاب کراتے ہیں۔

(د) ہوا کی آفتیں ۔ (۱) ملیریا ۔ طاعون ۔ ہیضہ کے جراثیم اس میں چھپے ہوئے ہوں ۔ (۲) کائنات الجو کی خرابیاں ۔ وغیرہ

دوم ۔ سفر ان مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے:۔

(ا) انسان کے اپنے مال اور علم اور صحت کے بڑھانے یا پیدا کرنے کے لئے۔

(ب) جو چیزیں کہ اپنے ملک میں نہیں ملتی ہیں ۔ وہ دوسرے ملک سے لیجاویں۔

(ج) سوشل اغراض کے لئے ۔ پبلک مقاصد اور تمدنی ضروریات کے لئے، تبلیغ کے لئے۔

(د) اپنے سے بہتر لوگوں سے ملکر مطلب براری کے لئے ۔ مقدمہ کی اپیل ۔ ممبری کے ووٹ ۔ سفارشی خطوط پانے کے لئے

اب دعا ملاحظہ فرمائیے:۔

اوّل (۱) اللھم رب السموات السبع وما اظللن (۲) ورب الارضین السبع وما اظللن (۳) ورب الشیاطین وما اضللن (۴) ورب الریاح وما ذرین ۔ فانا نسئلک خیر ھذہ القریہ وخیر اھلھا ونعوذبک من شرھا وشر اھلھا وشر ما فیھا

دوئم ۔ اللھم بارک لنا فیھا (۲) اللھم ارزقنا جناھا (۳) وحببنا الی اھلھا
(۴) وحبب صالحی اھلھا الینا ۔

ترجمہ ۔ اول ۔ (۱) اے سات آسمانوں کے رب اور اس کے جن پر یہ سایہ ڈالے ہیں
(۲) اور ساتوں زمینوں کے رب اور اس کے جسکو یہ اٹھائے ہیں ۔ (۳) اور شیاطین کے
رب اور ان کے کہ گمراہ کیا ہے شیطانوں نے ان کو ۔ (۴) اور ہواؤں کے رب اور ان
چیزوں کے جنکو بکھیرتی ہیں ۔ ہم تجھ سے اس گاؤں کی بھلائی اور اس کے اہل کی بھلائی
چاہتے ہیں ۔ اور ہم پناہ مانگتے ہیں ۔ اس کی بدی سے اور اس کے رہنے والوں کی بدی سے
دوئم (۱) اے اللہ ہمیں برکت دے (علم ۔ مال ۔ صحت میں) (۲) اے اللہ نصیب
کر ہم کو اس کی میوہ خوری (استفادہ) (۳) اور محبت دے ہماری اس کے رہنے
والوں کو (تاکہ تبلیغ اور قومیت درست ہو) ۔ (۴) اور محبت دے ہم کو اسکے نیک
لوگوں کی (تاکہ ہمارا کام نکلے)

جامع الدعا

اسم بامسمٰی ۔ اس دعا میں دعویٰ مع الدلیل ہے ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا فرماتے ہیں کہ
(۱) خشیتہ الٰہی ملے ۔ تاکہ آدمی گناہ سے بچ جاوے (۲) طاعت الٰہی ملے تاکہ آدمی جنت پاوے ۔
(۳) یقین الٰہی ملے ۔ تاکہ آدمی پر مصیبت ہلکی ہو ۔ (۴) آنکھ ۔ کان اور قوت بحال رہیں ۔ تاکہ
حیات کا لطف اور فائدہ ملے ۔ (۵) دشمن سے ہم بدلہ لے سکیں ۔ کیونکہ اس نے ظلم
کیا ہے ۔ (۶) دشمن کے مقابلہ پر کامیابی (۷) دینی امور میں مصیبت نہ آوے ۔ (۸) دنیا
ہمارے لئے بڑی غم کی چیز نہ بنا ۔ ("اکبر ھمنا" یعنی اصغر ہمنا") اور نہ ہمارے
علم کا مبلغ (۹) ہمارا حاکم اور ہم پر جو مسلط ہوں ۔ وہ بے رحم نہ ہو +
بتلائیے ! اور کونسی بات چھٹ گئی ۔

دعا ۔ (۱) اللھم اقسم لنا من خشیتک ما تحول بہ بیننا وبین معاصیک (۲) و
من طاعتک ما تبلغنا بہ جنتک (۳) ومن الیقین ما تھون بہ علینا مصیبات الدنیا
(۴) ومتعنا باسماعنا وابصارنا وقوتنا ما احییتنا واجعلہ الوارث لنا (۵) واجعل ثأرنا

علے من ظلمنا (۶) وانصرنا علے من عادانا (۷) ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا (۸) ولا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا - (۹) ولا تسلط علینا من لا یرحمنا ط

خاتمہ:۔ وداں مضمون لمبا ہوتا جارہا ہے ۔ میں حیران ہوں جس دعا کو دیکھتا ہوں ” کرشمہ دامن دل میکشد ” کہ جا اینجا ست ” دقیقہ رس ناظرین پر باقی مضمون کو چھوڑتا ہوں ۔ اگر وہ دوسری دعاؤں پر غور فرمادینگے ۔ تو ضرور روشن کیطرح یہ بات ثابت ہوجائیگی کہ

٥ اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ۔ محمدؐ ہست برہان محمدؐ صلی اللہ علیہ و علےٰ آلہ و علے المسیح الموعود و بارک وسلم انہ حمید مجید ”

خاکسار عبد الحکیم کنگی از سمبلپور

ویدوا پنشد سے اس بات کا ثبوت کہ مادہ و روح حادث ہیں

پہلا منتر۔ رگوید منڈل ۱۰ ۔ شوکت ۴۸ ۔ منتر ۱ ۔ تحریر فرماتے ہیں :۔

” ایشور پرماتما سب کو ہدایت فرماتے ہیں ۔ کہ اے انسانو! میں ایشور سب سے پہلے موجود اور ساری دنیا کا مالک ہوں ۔ میں جگت کی پیدائش کا قدیم باعث ہوں تمام مال و دولت پر غالب اور اس کا بخشنے والا ہوں ” الخ

رگوید کے اس منتر سے کیا ثابت ہوا ۔ یہی کہ خدا ئے برتر واحد لاشریک ہی پہلے تھا ۔ کیونکہ وید کا یہ فقرہ کہ ” میں ایشور سب سے پہلے موجود ” قدم مادہ و روح زمانہ اور خلاء سب کی نفی کر رہا ہے ۔

(۲)

اب دوسرا ویدمنتر ملاحظہ ہو ۔

” جس وقت یہ ذروں سے ملکر بنی ہوئی دنیا پیدا نہیں ہوئی تھی ۔ اس وقت یعنی کائنات سے پہلے است یعنی شونیہ اکاش (فضا) بھی نہیں تھا ۔ کیونکہ اسوقت اس کا کاروبار نہ تھا ۔ اس وقت سست (پرکرتی) یعنی کائنات کی غیر محسوس علت جسکو ست کہتے ہیں ۔ وہ بھی نہ تھی ۔ اور نہ پرمانو (ایٹمس یعنی ذرات اکائنات) میں جو آکاش دوسرے درجہ پر آتا ہے ۔ وہ بھی نہ تھا ۔ بلکہ اس وقت صرف پربرہم کی سامرتھیہ (قدرت) جو نہایت لطیف اور اس تمام

کائنات سے برتر بے علت ہے۔ موجود تھی۔" الخ منقول از بھاش بھومکا اُردو ترجمہ نہال سنگھ آریہ سماجی۔ بحوالہ رگوید اشٹک ۸۔ ادھیائے ۸ ورگ ۱۷ منتر ۱۔

معزز ناظرین! اس رگویدی منتر ۲ کو ملاحظہ کیجئے۔ اور آریہ سماجیوں کو دکھلائیے کہ خود ان کے وید ہی کیسی صاف اور بیّن شہادت اس امر کی دے رہے ہیں کہ دعویٰ قدامت مادہ وغیرہ باطل ہے۔

اس وید منتر کا مترجم کوئی عیسائی یا مسلمان نہیں کہ اسکا ترجمہ آریہ بھائیوں کے لئے محل اعتراض یا ناقابل تسلیم ٹھہرے۔ بلکہ بانی آریہ سماج یعنی شری سوامی دیانند جی نے اس منتر کا ترجمہ اپنی کتاب میں خود ہی کر کے اسلامی اصول کی صداقت پر مہر لگادی ہے۔

یہاں اس بات کا کھُلا کھُلا اقبال موجود ہے۔ کہ اس کائنات عالم سے پیشتر نہ آکاش تھا۔ نہ مادہ نہ وہ آخری حالت (جسکو آریہ سماج غیر محسوس کہتا ہے) تھی۔ بلکہ صرف ایک خدا کی ذات والا صفات ہی موجود و اتم و قایم تھی۔ اور جب اس برتر ہستی نے دنیا کو خلق کرنا چاہا۔ تو محض اپنی قدرت سے ہی اس کو رچ (بنا) لیا۔ اور یہی اسلامی عقیدہ ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں۔

(۳)

اب تیسرا منتر پیش کرتے ہیں:۔

"اُس پُرش (پرمیشور) نے پرتھوی یعنی زمین کے بنانے کے لئے پانی سے رس کو لے کر مٹی کو بنایا۔ اسی طرح آگ کے رس سے پانی کو پیدا کیا۔ اور آگ کو ہوا سے اور ہوا کو آکاش سے۔ اور آکاش کو پرکرتی سے اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ یہ تمام قدرت اور صفت اسی کی ہے۔ اس لئے اس کا نام وشوکرما (صانع کل) ہے۔" الخ (بحوالہ یجروید ۳۱ بھومکا اُردو۔ صفحہ ۸)

اس وید منتر میں بھی دنیا کا الٰہی قدرت سے ہی خلق ہونا تسلیم کیا گیا ہے؛

(۴)

چوتھا منتر ہندی ترجمہ سے۔

"موکش (نجات) ہے۔ اس کا دینے والا ایک وہی ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔ سو پرمیشور یعنی زمین وغیرہ کے ساتھ محیط ہو کے قایم ہے۔ اور اس سے الگ بھی۔ کیونکہ اس میں پیدائش وغیرہ کا رو بار نہیں۔ (یعنی پیدا و مرنا نہیں) اور اپنی سامرتھ (قدرت) سے سب دنیا کو پیدا ہی کرتا ہے اور آپ کبھی جنم نہیں لیتا بحوالہ یجروید ۳۱/۱۹ ہندی بھومکا ۱۲۱

یجروید کے اس منتر سے بھی بوضاحت دنیا کی پیدائش کی علت قدرت الٰہی ہی مقبول و تسلیم کی گئی ہے؛

(۵)

پانچواں منتر بھی قابل غور ہے: ۔ (صرف اردو ترجمہ)

"اُس پرش (ایشور) کی غایت درجہ قدرت ہی اس دنیا کے بنانے کا مصالحہ و مواد ہے۔ کہ جس سے یہ سب دنیا پیدا ہوتی ہے۔ سو پرمیشور سب کا فائدہ چاہنے والا ہو کر اس دو قسم کی دنیا کو کئی طرح سے مرصّع و مسجّع کرتا ہے۔ وہ ایشور اُس کا (دنیا) کا بنانے والا دنیا میں محیط ہو کے دیکھ رہا ہے۔ الخ"

(بحوالہ یجروید ۳/۱۳ - بھومکا ہندی صد ۱۲۲)

محولہ بالا پانچ وید منتروں پر ہی یہاں اکتفا کرتے ہوئے اب دیگر آریہ سماجی مستند قدیم رشیوں مہرشیوں مہا یوگیوں کی تصنیفات سے بطور نمونہ ذیل میں اس قسم کی عبارات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اس کے بعد خود بانی آریہ سماج کی عبارات اور دیگر سماجی اہل قلم کی تصنیفات سے قدامتِ مادہ کا دعوےٰ باطل کر کے دکھلائینگے

ویدوں کے بعد جو کتب سوامی دیانند جی کے نزدیک زیادہ وقعت رکھتی ہیں وہ براہمن یعنی تفاسیر وید ہیں۔ جنکے بھاشیہ کار (مفسّر) قدیم رشی ہیں۔ اور سناتن دہرم والے ان کتب کو ویدوں کا ہی ایک حصّہ سمجھتے ہوئے الہامی یقین کرتے ہیں۔

پس پہلے ان سے ایک دو منتر ذیل میں لکھتے ہیں:۔

(۱) "اس کائنات سے پیشتر محیط کل پرمیشور ہی تھا۔" (بحوالہ شتپتھ براہمن بھاش بھومکا اردو صہ ۵۳)

اس براہمن کی عبارت بھی اسلامی سدھانت کی تصدیق کرتی ہوئی نظر آ رہی ہے اس میں لفظ "ہی" خدا کے سوا سب اشیاء کی ازلیت کو پاش پاش کر رہا ہے۔

اب اسی طور کا دوسرا حوالہ ملاحظہ ہو۔

(۲) "اس سے پہلے یہ (کائنات) کچھ بھی نہ تھی۔"

(بحوالہ شتپتھ ۱۴-۱-۱ منقول بھاش بھومکا اردو صہ ۵۳)

قدامت مادہ و ارواح کے مدعیو! ان عبارات کو چشم بصیرت سے دیکھو۔ اور غور و تدبر سے کام لو۔ کیا تمہارا خام دعوے ان عبارات کے سامنے ایک سیکنڈ بھی قایم رہ سکتا ہے۔ قطعاً نہیں۔

اب براہمن کے بعد اپنشدوں سے قدامت مادہ کے باطل دعوے کو پاش پاش کر کے دکھلاتے ہیں۔

(۳) "اس (کائنات) سے پہلے صرف ایک آتما (پرمیشور) ہی تھا۔ اور کوئی دوسری چیز نہ تھی۔"

(ایتریہ اپنشد ارنیک ۱ منقول از بھاش بھومکا اردو صہ ۵۳)

سماجی دوستو! "کوئی دوسری چیز نہ تھی" اس فقرہ کے سامنے ذرا اپنے کمزور دعوے کو رکھ کر تو دیکھو۔ ابھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ کہاں تک تم سچائی کو لئے ہوئے ہو۔

(صرف اردو ترجمہ)

جیسے مکڑی جالے کو چھوڑتی ہے۔ اور پھر اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ جیسے زمین پر پودے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے موجودہ زندہ انسان کے سر سے بال اور جسم پر سے بال اور روئیں پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ ہر ایک چیز جو اس کائنات میں ہے اس اکشر (لافانی پرماتما) سے پیدا ہوتی ہے۔

برہما (خدا) تپ و ریاضت وغیرہ کے ذریعہ سے پھولتا ہے۔ تب اس سے مادہ پیدا ہوتا ہے۔ الخ " حوالہ کیلئے دیکھئے۔ منڈک اپنشد ہندی ترجمہ از پنڈت راجا رام صاحب پروفیسر ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور سنہ ۱۹۱۷ء

(منڈک ۱ کھنڈ ۱ - منتر ۸)

(یہ ترجمہ ایسے فاضل آریہ کا ہے۔ کہ جس کا باطل ثابت کرنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔)

معزز ناظرین! منڈک اپنشد جو بانی آریہ سماج کے نزدیک مقبول و مستند ہے۔ اسمیں " مادہ " کے متعلق کیا ظاہر ہوتا ہے۔ یہ معلوم کر لینا آپ کیلئے کوئی مشکل امر نہیں۔ آریہ صاحبان تو اسلامی عقاید پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ کہ خدا سے کسطرح نیستی سے ہستی یا نفی سے اثبات کی تخلیق ہوئی۔ (جسکا مکمل جواب کئی طور سے ہم اوپر بیان کر آئے ہیں) - مگر یہاں تو قدامت کے عین برعکس ہمہ اوست کا وہ عقیدہ ثابت ہو رہا ہے۔ جسکے ابطال میں بانی آریہ سماج نے بھی بہت کچھ دلائل سے کام لیتے ہوئے اس عقیدہ کے پیروؤں کو ناستک یعنی خدائی ہستی سے منکر ہی تصور کر لیا ہے۔

مگر آہ! دوسروں کو دہریہ کہدینا آسان امر اور اپنی کتب سے ناواقفیت کا یہ حال!! ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ اپنی ہی مقبولہ و مستند قدیم رشیوں کی تصنیفات یا بقول سناتنی احباب الہامی کتب میں ایسے عقاید کے ہوتے ہوئے دوسروں کو سخت لفظ کہنے اور ان کے عقاید کی تردید میں دلائل بہم پہنچانے کہاں تک اپنے اندر صداقت کی تڑپ رکھنے والا اشخاص کا کام ہو سکتا ہے۔ یہاں مکڑی کے پودے اور انسان کے سر کے بال وغیرہ کی مثال دے کر کھلے الفاظ میں بتلایا ہے۔ کہ جسطرح مکڑی کے اندر سے جالا اور زمین سے پودے انسانی سر سے بال وغیرہ برآمد ہوتے ہیں۔ اسی طرح پرمیشور کے اندر سے یہ دنیا وغیرہ برآمد ہوئی۔ معلوم ہوا۔ کہ جسطرح مکڑی کا جالا مکڑی کے جسم کا ایک حصہ یا جزو یا انسان کے جسم کے بال انسان کا ایک جزو یا بھاگ ہونے میں یا پودے زمین کا حصہ اسی طرح یہ مادہ عالم ویدک ایشور سے نکلنے کی وجہ سے اسکا ایک جزو ہوا۔ اور اس کا نام ہمہ اوست ہے۔ پنڈت لیکھرام نے بھی اپنی

کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۲ اسی کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

"پرمیشور کا کام اپنے جسم سے کاٹ کر ہی زمین بنانا۔ اراضی دریا برد برآمد کا نقشہ ہو جاتا ہے۔ اور بموجب علوم متعارفہ کے ہر ایک روح خدا ٹھہرتی ہے"

پس ارواح یا مادہ جب خدا کا حصہ ہوئے۔ تو بقول لیکھرام صاحب سب خدا ہو گئے۔ جس کی رو سے ایک خدا نہ رہا۔ بلکہ ارب ہا ارب بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر الٰہ ہو گئے۔

پھر مکڑی والے منتر سے اگلے منتر میں اس امر کا صاف اقرار ہے کہ برہما جب تپ کرتا ہے تب مادہ پیدا ہوتا ہے۔

تو پھر اپنے طبع زاد عقاید پر بستر ہوتا دوسرے الفاظ میں یہ ہوا۔ کہ اپنی قدیم تسلیم شدہ کتب کو غلط اور جھوٹا قرار دیتا ہے۔

(۵) (صرف اردو ترجمہ)

"مذکورہ بالا اکھشر برہما سچ ہے جیسے روشن آگ سے اس کی مانند ہزاروں چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ویسے ہی ہے سومیہ (یہ مصنف اُپنشد کے رشی کے مخاطب کا نام ہے) اکھشر برہما سے بہت قسم کے بھاؤ (مخلوقات) پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس ہی میں آخر فنے ہو جاتی ہیں"

(منڈک اُپنشد۔ منڈک ۲ کھنڈ ۱ منتر ۱۔ تفسیر از پنڈت آریہ منی پروفیسر سنسکرت فلاسفی ڈی۔ اے۔ وی کالج و مفسر رگوید وغیرہ کتاب مذکورہ صفحہ ۳۴۴)

اس جگہ بھی بجائے "قدامت مادہ" کے ہمہ اوست یعنی ویدانتیوں کے عقاید روز روشن کی طرح عیاں ہو رہے ہیں۔ یہ تراجم ہمارے نہیں بلکہ آریہ سماج کے سب سے اعلے انسٹی ٹیوشن کے فاضل پروفیسروں کے ہیں۔ اب آریہ دوست خود ہی بتلائیں۔ کہ وہ اسی برتے پر قدامت مادہ کا دعوٰی دنیا میں پیش کر رہے ہیں؟

(۶)

اب چھٹا حوالہ چھاندوگیہ اُپنشد کا پیش کرتے ہیں۔ جس میں صاف طور پر اقبال کیا گیا

ہے۔ کہ نیستی سے ہستی ہوئی۔ اور کائنات عالم کی پیدائش سے پہلے صرف ایک ہی لاثانی واحد لاشریک پر برہم پرمیشور موجود تھا۔ جس کے ارادہ اور تپ کرنے سے بعد میں دنیا ظہور پذیر ہوئی۔ وغیرہ۔

صرف اُردو ترجمہ

منتر ۱۔ ہے سومیہ! (دنیا سے) پہلے ایک ہی لاثانی یہ ستّ (برہما) ہی تھا۔ اس کے متعلق کئی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ آگے ایک ہی لاثانی است ہی تھا۔ اس است سے ستّ پیدا ہوتا ہے۔

۲ ہے سومیہ! کہاں سے یہ ہو سکتا ہے۔ است سے ستّ کیسے ہو سکتا ہے۔ (نیستی سے ہستی) لیکن پہلے (ازل میں) ایک ہی لاثانی یہ ستّ (ہستِ مطلق) برہما ہی تھا۔ اس طور سے آرونی (رِشی) لڑکے اپنے سے بولے"

منتر اول کی تفسیر میں پنڈت کادیہ شیو شنکر جی تیرتھ فرماتے ہیں:-

"صرف ایک است ہی تھا۔ دوسری تیسری چیز کوئی نہیں تھی۔ تب دنیا کیسے ہوئی۔ سو کہتے ہیں۔ کہ اس است سے ستّ ہو سکتا ہے۔ (یعنی نیستی سے ہستی ہو سکتی ہے)

(تفسیر چھاندوگیہ اُپنشد کے ہندی و سنسکرت مطبوعہ ویدک پریس اجمیر صفحہ ۱۴۱، ۱۴۰، پرپاٹھک ۶ کھنڈ ۲ پرواکا ۲)

مذکورہ بالا اُپنشد کے بیان اور اسلامی عقیدہ میں کچھ فرق نہیں۔ آریہ اگر اسلامی کتب کو بوجہ ضد و عناد کے نہیں دیکھتے۔ تو کم از کم اپنی قدیم کتب ہی پڑھ لیا کریں۔ تا وہ اسلامی تعلیم پر اس قسم کے اعتراض کرنے سے احتراز کریں۔ جن کی مورد ان کی کتب بھی ٹھہرتی ہوں۔

(صرف اردو ترجمہ)

(۱۰) مشہور ہے کہ دنیا سے پہلے یہ کائنات عالم نہ تھی۔ اس ویکت (برہما) سے یہ معلوم دنیا پیدا ہوئی۔ اس نے (خدا) اپنی آتم بھوت (پرکرتی یعنی روح) کو خود بنایا۔ اس وجہ سے اُس برہما کا نام "سوکرت" کہا جاتا ہے جو یہ سوکرت برہما ہے وہ مجسم راحت ہے۔ اس کو یہ جیو (ارواح) فائدہ سمجھ کر خوش

ہوتا ہے۔ الخ"

(ہندی تفسیر تیتری اُپنشد از پنڈت آریہ گنی جی صفحہ ۵۵۹ بر ہمانند ولی انوواک ۶)

اس جگہ بھی دنیا کی پیدائش کی علت العلل اللہ تعالےٰ کی ذات ہی قرار دیگئی ہے۔

یہ ترجمہ ہمارا یا کسی سناتنی عیسائی وغیرہ کا نہیں بلکہ اس شخص کا ہے۔ جو جناب سوامی دیانند کے بقایا وید بھاش (تفسیر وید) کو تکمیل و تک پہونچانے کے لئے عازم ہوا ہے۔ جسے بانیٔ آریہ سماج کا جانشین سمجھنا چاہیئے۔

اور پھر پنڈت راجا رام صاحب نے بھی تیتری اُپنشد صفحہ ۱۴۲ ہندی پر اس کے قریب قریب معنی کئے ہیں۔

ہاں اگر کوئی آریہ اس تیتری اُپنشد کی عبارت کو پڑھ کر یہ کہے۔ کہ "اویکت" بھی پرکرتی ہے۔ اس لئے یہاں پرکرتی کا ذکر ہے۔ کہ اس نے یا اس سے یہ معلول دنیا بنی۔ تو ایسے شخص سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ کیا بیجان جڑ مادی اشیاء پرکرتی وغیرہ میں بھی خواہش یا ارادہ ہے۔ کیونکہ اس اپنشد کے واکیہ سے پہلا واکیہ یعنی چھٹے انوواک میں مرقوم ہے۔ کہ اس پرماتم پرش نے خواہش کی۔ کہ میں بہت (دعایا) (مخلوق) والا ہو جاؤں۔ الخ"

جس کی رو سے یہاں برہما ہی مراد ہے۔ نہ کہ پرکرتی۔ بے جان چیز۔

(صرف اردو ترجمہ)

"شروع میں یہ صرف آتما ہی تھا۔ (خدا) وہ پرش (انسان) کی طرح تھا۔ اس نے اپنے چاروں طرف دیکھ کر اپنے سوائے کچھ نہیں دیکھا۔ اس نے "میں ہوں"۔ پہلے یہ کہا۔ اس لئے اس کا نام "میں" ہوا۔ الخ"

(تفسیر بر ہدارنیک اُپنشد ہندی صفحہ ۴۵ پنڈت راجا رام صاحب و پنڈت آریہ منی کی اُپنشد آریہ بھاشیہ صفحہ ۷۶۵ جلد دوم اور تفسیر بر ہدارنیک از پنڈت شو شنکر صاحب ج ۱۲۱)

آریہ بھائیو! ایک شخص کا نہیں۔ تین آریہ فضلاء کا ترجمہ ہم نے تمہاری خاطر نقل کر دیا۔ براہ انصاف ان الفاظ کو پڑھو۔ اور غور و تدبر سے کام لو۔ دیکھ لو۔ تمہاری

قدیم کتب کیا کہ رہی ہیں۔ اور تم یورپ کے جھوٹے فلسفہ کے پیچھے لگ کر کیسی خطرناک اور ہلاکت کی طرف لیجانے والی راہ کی طرف گامزن ہوئے؟

پس اب ان جھوٹے فلسفوں کو خیرباد کہکر خدا تعالےٰ کی پاک کلام قرآن مجید کے بیان کردہ سچی فلاسفی کے آگے سر تسلیم خم کرو۔ تاکہ دنیا کے بعد عقبےٰ کے بھی وارث ٹھہرو*

تعدد ازدواج

ہمارے ایک معزز مبلغ امریکہ کے داخلہ سے اس لئے روکے گئے*۔ کہ وہ ایسے مذہب سے تعلق رکھتا ہے جس میں تعدد ازدواج جائز ہے۔ اس مضمون میں یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ تعدد ازدواج کے قائل تو عیسائی بھی ہیں اور ہندو بھی" (ایڈیٹر)

"ہم اس مسئلہ کے اثبات میں صرف نقلی دلائل سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ نقلی دلائل بھی مخالفین عیسائی۔ آریہ کی کتب اور ان کے انبیاء و رشی منیوں کے طریقِ عمل سے ہی اخذ کر کے پیش کرینگے"

امید ہے۔ کہ وہ حضرات جو علمائے اسلام کے لاجواب دلائل کا مطالعہ و ملاحظہ کرتے ہوئے بھی ابھی تک اپنی ہٹ اور ضد سے باز نہیں آئے۔ وہ اپنی مستند اور تسلیم شدہ کتب سے اس مسئلہ کا جواز و بیان ملاحظہ فرماتے ہوئے ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر حق و حقانیت سچائی و صداقت کے قبول کرنے میں ذرا بھی لیت و لعل نہ کرینگے۔ پس سب سے پہلے آریوں اور ہندوؤں کی کتب سے ہی نہایت ہی اختصار کے ساتھ چند دلائل مہیا کرتے ہوئے ذیل میں پیش کرتے ہیں:

"اے پرمیشور (اِستری رشان و شوکت) اور لکشمی (حشمت) دو پیاری بیویوں کی مثال تیری خدمتگذار ہیں"۔ الخ یجر وید ۳۱/۲۲ بھوکا انتدو صفحہ

وید میں حشمت اور شوکت کو دو بیویوں سے مثال دی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر ویدک زمانہ میں دو بیویاں کرنے کا رواج نہ ہوتا۔ تو دو بیویوں کی مثال دینا چہ معنی دارد۔"

اور برعکس اس کے دو بیویوں کا کرنا گناہ اور مذموم فعل ہوتا۔ تو ایسی مثال اور تشبیہ دینے سے ویدوں کی کونسی منطق اور عقلمندی ظاہر ہوئی؟

یہ تو ہوئی ویدوں کی شہادت۔ اب دھرم شاستر منو سے بھی تعدد ازدواج کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

(۱) "ایک شخص کی دو زوجہ ہیں۔ اور چھوٹی زوجہ سے لڑکا پہلے پیدا ہوا۔ اور بڑی زوجہ کے پیچھے ہوا۔ پس اس مقام پر تقسیم حصہ کس طرح کرنا چاہیئے۔ ایسی حالت میں . . . . تصفیہ کرنے کو اگلے شلوک آئندہ میں کہینگے"

(منو $\frac{9}{122}$)

(۲) "بڑی عورت میں پہلا لڑکا پیدا ہوا ہو۔ تو پندرہ گئو اور ایک بیل لیوے۔ اس کے بعد چھوٹی عورت میں جو لڑکے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ اپنی والدہ کی شادی کے سلسلے سے بزرگی کو پاکر یقیناً باقی ماندہ گئوؤں کا حصہ لیویں۔" (منو $\frac{9}{124}$)

(۳) "اگر ایک آدمی کی چار پانچ عورتیں ہوں۔ اور ان میں سے ایک صاحب اولاد ہو۔ تو باقی سب بھی صاحب اولاد ہوتی ہیں۔" الخ

(منوسمرتی ادھیائے ۹ شلوک ۱۸۳)

(۴) "پہلی عورت موجود ہو۔ اور بھکشا سے دولت فراہم کر کے اس روپیہ سے دوسری شادی کرے۔ تو اس کو صرف جماع کا لطف ملتا ہے۔ اور اولاد اسکی ہے جس نے دولت دی۔"

(منو $\frac{11}{5}$)

(۵) "اگر کوئی شخص اپنے ورن (ذات) کی کئی عورتوں سے شادی کرے۔ تو تقسیم کا طریقہ مذکرہ بالا سمجھو۔" الخ (منو $\frac{9}{148}$)

(۶) "سلسلہ سے چاروں ورن کی (برہمن - کھتری - ویشانی - شودرانی)

عورتیں جب برہمن کے گھر میں ہوں۔ اور اُن عورتوں سے جو بیٹے پیدا ہوں الخ"

(منو $\frac{9}{149}$)

اگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی ممانعت و بندش ہوتی۔ تو شری منو جی مہاراج کبھی بھی ایسے امور پر موشگافیاں کرنے کی تکلیف گوارا نہ فرماتے۔

پس منوسمرتی کے مندرجہ بالا حوالہ جات اس امر پر صاف روشنی ڈال رہے ہیں۔ کہ قدیم آریوں میں تعدد ازدواج جائز اور مروّج تھا"

وید اور منوشاستر سے تعدد ازدواج کا ثبوت پیش کرنے کے بعد آریوں کے مقدس رشیوں و راجاؤں کا طرز عمل مختصراً پیش کرتے ہیں۔

(۱) رشی باگیہ ولکیہ کی دو بیویاں۔

(ا) جب باگیہ ولکیہ رشی نے دنیا چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ تو اول اپنی بی بی سے صلاح پوچھی۔ اور کہا کہ اگر تم اجازت دو۔ تو میں فقیر ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور جس قدر میرا مال و اسباب ہے۔ تم اور میری دوسری بیوی کاتیائنی آپس میں تقسیم کر لو۔ الخ"

(کلیات آریہ مسافر پنڈت لیکھرام صفحہ ۱۵۲ کالم ۲)

(ب) رشی باگیہ ولکیہ کی دو عورتیں میتری اور کاتیانی تھیں۔ الخ

(بھارت کی شجاع استریاں صفحہ ۲ حصہ اوّل)

(۲) شوجی مہاراج کی دو بیویاں بنام پاربتی اور پاروتی تھیں"

(بھارت کی شجاع استریاں حصہ ۲ و ۷ صفحہ ۳۳)

(۳) راجہ دشرت والد بزرگوار شری رام چندر جی کی تین بیویاں بنام کیکئی۔ کوشلیا۔ اور تیسری تھیں" (دیکھو رامائن)

(۴) راجا اوتان پاد بن سوئمبھو منو دو رانیاں تھیں۔ سُبھوروچی اور سونیتی۔

(بھارت کی شجاع استریاں صفحہ ۵۳)

(۵) مہاراجہ شری وتس دو رانیاں رکھتے تھے۔ بھدرا اور چنتا"

(ایضاً کتاب صفحہ ۶۳)

(۶) تہاراجہ دھروجو او تان پار کا لڑکا پانچ رانیاں رکھتا تھا - جن کے نام اہلیا - بھرمی الا - دھنیا - ویچی تھے " (اخبار آریہ گزٹ ۲۲ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۵۶)

(۷) " پانڈو کی دو عورتیں تھیں - بنام کنتی و مادری " (ایڈیشن منجری ص ـ)

(۸) راجہ ارجن کی " دروپدی کے علاوہ انوپی بھی تھیں -

الغرض اس طرح کی فہرست بہت لمبی اور مفصل پیش کر سکتے ہیں مگر قلت وقت اور جگہ کی مجبوری سے فی الحال انہی چند پر اکتفا کرتے ہیں -

ہندو کتب سے تعدد ازدواج کا ثبوت پیش کرنے کے بعد بائبل سے اس مسئلہ کے اثبات میں دلائل اخذ کر کے پیش کرتے ہیں :-

(۱) اگر کسی مرد کی دو جوروآں ہوں - اور ایک محبوب اور دوسری غیر محبوب ہو - اور محبوب اور غیر محبوب - دونوں سے لڑکے ہوں - الخ " (استثناد باب ۲۱ - آیت ۱۵)

اگر دو بیویاں کرنے کا حکم نہ ہوتا - تو حضرت موسےٰ ایسا کیوں فرماتے - اس سے ثابت ہو گیا - کہ بائبل تعدد ازدواج کو جائز تصور کرتی ہے -

(۲) حضرت ابراہیمؑ کی تین بیویاں -

پہلی بیوی " سری " تھی - (پیدائش ۱۶/۴) - دوسری بیوی " ہاجرہ " تھی ۱۶/۴
تیسری بیوی " قتورہ " تھی - (پیدائش ۲۵/۱)

اگر یہاں کوئی یہ اعتراض پیش کرے - کہ بی بی قتورہ بی بی سری کی وفات کے بعد بیوی بنی - تب بھی ہماری دلیل کمزور نہیں ہو سکتی - کیونکہ اس وقت یعنی قتورہ کے وقت بی بی ہاجرہ بقید حیات تھیں -

(۳) حضرت یعقوب کی چار بیویاں -

پہلی بیوی " لیاہ " - دوسری " بلہاہ " - تیسری بیوی " راحل " - چوتھی " زلفہ " -
(پیدائش باب ۳۵ - آیت ۲۳ تا ۲۶)

لیاہ اور راحل دونوں بہنیں تھیں - اور ان دونوں کی باقی دو نوں لونڈیاں تھیں - جو حضرت یعقوبؑ کی حرم میں داخل تھیں - ان چاروں سے بارہ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی -

حضرت سموئیل کے والد کی دو بیویاں :-

(۴) کوہستان افرائیم میں راماتیم صوفیم کا ایک شخص تھا - اور اس کا نام القانہ تھا . .
. . . . اور اس کی دو جوروان تھیں - ایک کا نام حنہ اور دوسری کا نام فنینہ الخ
(کتاب سموئیل باب ۱ - آیت ۱ و ۲)

حضرت سموئیل حنہ کے بطن سے تھے - اور بائبل کے رو سے یہ ایسا جلیل القدر انسان معلوم ہوتا ہے - کہ اس نے حضرت داؤد کو ممسوح کیا -
(سموئیل ۱۶/۱ - اور خدا نے موسےٰ کے برابر درجہ کا بتلایا ہے - یرمیاہ ۱۵/۱)

پس اگر تعدد ازدواج ممنوع ہوتا - تو ایسے ایسے جلیل القدر اور مقدس انبیاء اور ان کے باپ کیوں اور کیسے ان افعال کے مرتکب ہوتے - پس بزرگان اسرائیل کا طرز عمل ہی اس ملت کی روشن دلیل ہے - کہ تعدد ازدواج جائز ہے !

(۵) یوآس کی دو بیویاں -

" اور وہ جو خداوند کی نظر میں درست ہے - سو یوآس یہویدع کاہن کے جیتے جی اس کے سب دن کیا کرتا تھا - اور یہویدع نے اس کے (یوآس) لئے دو جوروآں کردیں - الخ " (کتاب تواریخ ۲ باب ۲۴ - آیت ۱ و ۲)

یوآس کا دو بیویاں کرنا خداوند کی مرضی میں درست تھا - کیونکہ خود ان آیات نے بتلادیا - کہ یوآس نے یہویدع کاہن کے جیتے جی کیا - جو کیا وہ خدا کی نظر میں درست تھا - پس دو بیویاں کرنا برا اور مذموم نہ تھا - بلکہ خدا کی نظر میں درست اور راست ؛

حضرت داؤد کی بہت بیویاں تھیں -

ا - اور داؤد نے ساؤل کے بیٹے اشبوست کو قاصدوں کی معرفت کہلا بھیجا - کہ میری جورو میکل کو جسے میں نے فلسطیوں کی سو کھلڑیاں دے کے بیاہا - میرے حوالہ کر - (سموئیل ۲ ۳/۱۴)

ب - سو داؤد نے حبرون سے آکے یروشلم میں اور حرمیں اور جوروآں کیں - الخ
(سموئیل ۲ ۵/۱۳)

(۷) تب بادشاہ (داؤد) نکلا - اور اس کا سارا گھرانا اس کے پیچھے ہوا - اور بادشاہ نے دس عورتیں جو حرمیں تھیں - پیچھے چھوڑیں - کہ گھر کی نگہبانی کریں -" (سموئیل ۲ ۱۵/۱۶)

یہ وہ جلیل القدر اور اولوالعزم نبی تھا - کہ جس کی نیکو کاری اور تعریف سے بائبل بھری پڑی ہے - جیسے لکھا ہے -

"اس لئے کہ داؤد نے خداوند کی نگاہ میں نیکو کاری کی - اور جب تک جیتا رہا خداوند کے کسی حکم سے منہ نہ موڑا - مگر اوریاہ حتی کی جورو کے مقدمہ میں" (سلاطین ۱ ۱۵/۵)

حضرت سلیمان کی سات صد بیویاں:-

"اور اس کی سات سو جورواں بیگمات تھیں" (سلاطین ۱ ۱۱/۳)

حضرت سلیمان بھی ایک بڑے پایہ کے نبی اور بادشاہ گذرے ہیں - ان کے اس فعل پر بائبل میں کہیں بھی ناراضگی یا کفارہ کا اظہار نہیں -

۸ - رحبعام بن سلیمان کی اٹھارہ بیویاں :- اور ساٹھ حرمیں ہے

اور رحبعام ابی سلوم کی بیٹی معکہ کو اپنی ساری جوروؤں اور حرموں سے زیادہ پیار کرتا تھا - کہ اس کی اٹھارہ جوروؤاں اور ساٹھ حرمیں تھیں" الخ

(تواریخ ۲ باب ۱۱ آیت ۲۱)

رحبعام سلیمان کا بیٹا تھا - (دیکھو تواریخ ۲ ۹/۳۱)

۹ - ابیاہ پوتا سلیمان کی چودہ بیویاں -

"اور ابیاہ زور آور ہوا - اور ۱۴ جوروواں کیں" الخ (تواریخ ۲ ۱۳/۲۱)

ابیاہ رحبعام کا بیٹا تھا - دیکھو تواریخ ۱ ۳/۱۰)

۱۰ - حضرت جدعون کی بہت سی بیویاں -

"اور جدعون کے ستّر بیٹے تھے - جو اس کی صلب سے پیدا ہوئے - کیونکہ اس کی جوروئیں بہت سی تھیں" (قاضیوں ۸/۳۰)

اس طرح اور بھی بہت سے نظائر پیش کر سکتے ہیں - مگر ایک حق پسند اور حق پرست محقق مزاج و سلیم الفطرت انسان کے لئے کافی سے زیادہ ہیں - اس لئے انہی پر اکتفا

کرتے ہوئے ذیل میں غیر مذاہب کے منصف مزاج علماء و فضلاء کی چند شہادتیں اس مسئلہ کی صداقت پر درج کرتے ہیں۔ مفید ہے۔ ناظرین کے لئے باعث دلچسپی ہونگی۔

۱۔ مسٹر ڈیون پورٹ صاحب ایک فاضل لکھتے ہیں کہ۔

"گرم ممالک کی عورتیں آٹھ۔ نو یا دس برس کی عمر میں نکاح کرنے کے لئے لائق ہو جاتی ہیں۔ پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے لائق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے۔ بیس برس کی عمر میں وہ بڑھیا ہو جاتی ہے۔ پس اس لئے یہ ایک قدرتی بات ہے۔ کہ ان ملکوں میں جبکہ کوئی قانون مانع نہ ہو۔ انسان ایک جورو کو طلاق دے کر دوسری جورو کرلے۔ اور تعدد ازدواج کا قاعدہ جاری کیا جائے۔"

۲۔ مسٹر ہینگس صاحب لکھتے ہیں۔

"علم قوائے انسانی اور علم طبیعات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسی دریافت کی ہیں۔ جو تعدد ازدواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور ہو سکتی ہیں۔ اور گو ہم شمالی ملک کے سرد خون والے مینڈک کے سے مزاج کے جانداروں سے متعلق نہیں ہو سکتے۔ مگر بنی اسمٰعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہیں متعلق ہو سکتے ہیں۔"

اس کے بعد یہی فاضل بیان کرتا ہے۔ کہ مسٹر ڈبلیو اوسلی صاحب کے مجموعہ متضمن حالات ایشیا حصہ ۱ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایشیا کے گرم ملکوں میں تاثیر سے دونوں گروہ یعنی مرد و عورت میں ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے۔ کہ جو یورپ کی آب و ہوا میں نہیں ہے۔

جہاں دونوں برابر ہیں۔ بتدریج عالم ضعیفی کو پہنچتے ہیں۔ مگر ایشیا میں صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہے۔ کہ ضعیفی میں بھی قوی طور طاقتور رہتا ہے۔"

اگر یہ بات سچ ہے۔ تو بانی اسلام کے لئے اس بات کی کہ انہوں نے متعدد جوروؤں کی اجازت دی۔ ایک بڑی وجہ تھی۔"

۳۔ مسٹر طامس کارلائل مرحوم اپنی کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ کے لیکچر دوم

میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"کہ اسلام میں شہوت پرستی کی تعلیم ہے۔ اس پر بہت سی تحریریں تقریریں ہوئیں۔ اور یہ اعتراض انصاف کی حد سے باہر بڑھ گئے ہیں۔ وہ اجازتیں جو ہم کو قبیح معلوم ہوتی ہیں۔ اور جن کی اجازت نبیؐ عرب نے دی۔ وہ خاص ان کی ایجاد نہ تھی انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم سے مروج اور غیر معیوب پایا۔ مگر انہوں نے جو کچھ کیا۔ وہ یہ کیا۔ کہ ان کو روک دیا۔ نہ صرف ایک ہی طرف سے بلکہ کئی پہلو سے"

ہم اس مضمون کو ختم کر چکے۔ تو ایک کتاب بنام ویدک تہذیب دیکھنے میں آئی اس میں سے اس مضمون کے متعلق تھوڑا سا اقتباس ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ امید ہے کہ قارئین کرام کے لئے باعث دلچسپی ہوگا"

"جس زمانہ کو علماء حقیقتاً ویدک زمانہ کہتے ہیں۔ یعنی وہ زمانہ جب ہمارے آباؤ اجداد پنجاب میں آباد ہوئے۔ اور انہوں نے رگوید کے قدیم منتروں کو رچا۔ اس زمانہ میں کثیر الازدواجی ان کے درمیان مروج نہ تھی۔ رگوید کا دسواں منڈل جو نہایت نیا منڈل ہے۔ اس کے بھی نہایت نئے منتروں میں اس بد دستور اس ہو ستور کو بد بتلایا۔ محض اس لئے کہ یہ عیسائی صاحب ہیں۔ حالانکہ ان کے جلیل القدر انبیاء نے سات سات سو بیویاں کیں۔ کیوں نہ ہو۔ خیر) کا پتہ ملتا ہے۔ غالباً یہ منتر کاویہ یگ کے رچنا ہیں۔ جب ہندو آریہ آریوں کی دیکھا دیکھی ایک سے زیادہ بیوی رکھنے لگ گئے تھے۔

رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۰ منتر ۱۱ دو بیویوں سے صحبت کرنے کی مثال دی گئی ہے۔ اس منڈل کے سوکت ۱۴۵ سوکت میں کسی عورت کے اپنی سوتن کو دکھ دینے کے لئے ایک پودے کو اکھاڑ کر اپنے شوہر کے تکیہ کے نیچے رکھ کر ٹونا کرنے کا بیان ہے۔

ہم یہاں . . . . سوکت کا اقتباس کرتے ہیں۔

(۱) "میں اس بری قوت والے پودے کو کھود کر اکھاڑتی ہوں۔ جس سے سوتن کو دکھ دیا جاتا۔ اور شوہر کو اپنا کیا جاتا ہے"

(۲) "اے اوپر کے رکھ پتّے والے نیک بخت دیوتاؤں کے بھیجے ہوئے زور آور پودے میری سوتن کو دور کر دے۔ اور میرے شوہر کو میرا ہی کر دے"

(۳) اے افضل پودے میں افضل ہوں۔ بلکہ افضل سے بھی افضل ہوں۔ وہ جو میری سوتن ہے۔ نیچ سے بھی نیچ ہے"

(۴) میں اس کا نام تک بھی نہیں لیتی۔ وہ سب کی گھناؤنی میں سوتن کو دور سے ہی دور بھگاتی ہوں"

(۵) "اے پودے میں بہت زور آور ہوں۔ تو بھی بہت زور آور ہے۔ ہم دونوں زور آور ہو کر سوتن کے زور کو توڑتے ہیں"

(۶) اے شوہر میں نے اس زور آور پودے کو تیرے سرہانے رکھ دیا۔ اس زور آور تکیہ کو تیرے سر کے نیچے رکھنے کو دیا۔ گائے جسطرح بچھڑے کی طرف اور پانی جس طرح نیچے کی طرف دوڑتا ہے تیرا دل میری طرف اسی طرح دوڑے"

ان منتروں کی عبارت اس امر پر پوری پوری روشنی ڈال رہی ہے کہ ویدک زمانہ میں بھی تعدد ازدواج مروج و جاری تھا۔

پس آخر میں ہم اس خدائے برتر ذوالجلال والاکرام قادر مطلق و مقتدر خدا کے حضور دست بدعا ہوتے ہیں۔ کہ اے ہمارے خالق رازق مالک خدا تو ہمارے ان بھولے بھٹکے اور اندھی تقلید کے متوالے بھائیوں کو توفیق عطا کر۔ کہ وہ تیرے پاک کلام اور تیرے پاک احکام سے روگردانی نہ کریں۔ بلکہ ان کو اپنا رہبر و نجات دہندہ سمجھ کر عمل پیرا ہوں۔ تاکہ ان انعامات کے وارث ٹھہریں۔ جو مومنوں کے لئے تیرے پاک کلام قرآن شریف میں بصورت وعدہ مرقوم ہیں۔ آمین! آمین یا آمین!!!

(افضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

حدیث لا نبی بعدی میں

بعدی سے کیا مراد ہے

مخالفین کو جب ہم حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ تو انکی طرف سے یہ عذر پیش کیا جاتا ہے۔ کہ ہم ان کو کیسے مانیں۔ جبکہ وہ مدعی نبوت ہیں۔ اور ہمارے رسول اکرم ؐ نے فرما دیا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس ہم آنحضرت ؐ کے فرمودہ کے مطابق کسی مدعی نبوۃ کو آپ کے بعد مسیح موعود کیا ایک مسلمان بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔

لیکن وہ اتنا نہیں سوچتے۔ کہ کیا وہ مسیح جو بزعم ان کے آسمان سے نازل ہونیوالا ہے۔ نبوۃ سے معزول ہو کر نازل ہوگا۔ کیا وہ نبی نہیں ہوگا حالانکہ اس بات کو بڑے بڑے علماء نے تسلیم کیا ہے۔ کہ وہ بدستور نبی ہونگے۔ اور ان پر وحی نبوۃ نازل ہوگی۔ جیسا کہ مولوی نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:۔

حضرت کیا ان پر یہ اعتراض نہیں ہوگا۔ کہ آپ کس طرح نبی ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ہمارے نبی کریم ؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

پس اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو۔ اور سوچو کہ جب خود تم ایک نبی اسرائیلی نبی کا انتظار کر رہے ہو۔ جو مستقل نبوۃ رکھتا تھا۔ تو کیوں مسئلہ نبوۃ کو آڑ میں لیکر حضرت مرزا صاحب کا انکار کر رہے ہو۔

اے ہمارے بھائیو! تمہیں کیوں ضد اور تعصب نے حق کی مخالفت پر آمادہ کر دیا ہے۔ اور کیوں حق کی دشمنی کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو۔ خدارا غور کرو کہ جب وہی اعتراض تمہارے فرضی مسیح پر بھی پڑتا ہے۔ تو کیوں اسکو ہمارے سامنے دہراتے ہو۔ سنو! کہ حدیث لا نبی بعدی میں حرف لا نفی جنس کا نہیں۔ بلکہ وہ لا ہے۔ کہ جو موصوف کی نفی کرتا ہے۔ جیسا کہ اسی بخاری میں حدیث موجود ہے۔ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ میں موجودہ قیصر و

کسریٰ کے بعد کوئی قیصر و کسرے نہیں ہوگا۔ کیا اس حدیث میں لا۔ لانفی جنس ہو سکتا ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان کے بعد بھی کئی قیصر و کسریٰ نے روم و ایران کی حکومت کی ہے۔ چنانچہ تمام شارحین حدیث نے اس کا یہی مطلب لکھا ہے کہ ان جیسا قیصر و کسریٰ کوئی نہیں ہوگا۔ سو ایسی طرح ظہور میں آیا۔ کہ ان جیسی شان و شوکت اور جاہ و جلال والا قیصر و کسرے نہیں ہوا۔

پس جب اس حدیث کے یہ معنے کئے جاتے ہیں۔ کہ ان جیسا کوئی نہیں ہوگا تو کیوں لانبی بعدی کے معنے یہ نہیں کہ لئے جاتے۔ کہ میرے جیسا نبی کوئی نہیں ہوگا کما ھو مذھبنا۔

اسی طرح حدیث میں جو لفظ بعدی کا آتا ہے۔ اس کے بھی یہ معنے نہیں۔ کہ بعد موتی الی یوم القیامۃ مطلق کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایسا صادق نبی جو میرے مخالف اور میری نبوۃ سے الگ نبوۃ کا دعوےٰ کرکے میری مخالفت میں کھڑا ہونے والا ہو۔ کوئی نہیں۔ چنانچہ تیسیر الباری شرح بخاری کے صفحہ ۸۸ پر ایک حدیث آتی ہے۔ جو بعدی کے مطلب کو واضح کر دیتی ہے

مسیلمہ کذاب نبی کریمؐ کے زمانہ میں مدینہ آیا۔ اور کہا۔ کہ محمد (صلعم) اپنے بعد مجھ کو اپنا جانشین مقرر کریں۔ تو میں مسلمان ہو جاتا ہوں۔ آنحضرتؐ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اگر تو مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگے۔ تب بھی میں نہیں دینے کا اور اللہ نے جو تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ تو اس سے بچ نہیں سکتا۔ اور اگر تو اسلام نہیں لائیگا۔ تو اللہ تجھکو تباہ کر دیگا۔

پھر آپ نے فرمایا۔ دانی لاُراک الذی اُرِیتُ فِیہ مَارَاَیتُ یعنی میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ تو وہی شخص ہے۔ جس کا حال اللہ تعالےٰ نے مجھکو (خواب میں) دکھلا چکا۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے آپ سے اس قول کے بارے میں کہ انی لاُراک الذی دریافت کیا۔ تو ابوہریرہؓ نے مجھے خبر دی کہ

قَالَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُ فِی یَدِی سِوَارَیْنِ مِنْ ذَھَبٍ فَاَھَمَّنِیْ شَانُھُمَا فَاُوْحِیَ اِلَیَّ فِی الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْھُمَا فَنَفَخْتُھُمَا فَطَارَا - فَاَوَّلْتُھُمَا کَذَّابَیْنِ یَخْرُجَانِ بَعْدِیْ اَحَدُھُمَا الْعَنْسِیُّ وَالْاٰخَرُ مُسَیْلِمَۃُ - یعنی رسول اللہ نے فرمایا - کہ میں نے خواب میں دیکھا - کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں - وہ مجھے برے معلوم ہوئے تو خواب میں ہی مجھے وحی ہوئی - کہ میں ان کو پھونک مار کر اڑا دوں - چنانچہ میں نے پھونک ماری - اور وہ دونوں اڑ گئے - پس ہم نے اس کی تعبیر یہ کی کہ دو کذاب ہونگے جو میرے بعد نکلینگے - ان میں سے ایک اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ "

اب کیا کوئی بتا سکتا ہے - کہ واقعہ میں عنسی اور مسیلمہ کذاب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی ظاہر ہوئے تھے ؟

نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ وہ دونوں آپ کے زمانہ میں ہی ظاہر ہو چکے تھے - اور ایک ان میں سے زمانہ نبوی میں ہی مارا گیا تھا -

تو معلوم ہو گیا - کہ یہاں بعدی کے معنے ہی یہ ہیں - کہ "میرے برخلاف" جیسا کہ ظہور میں آیا - پس حدیث لانبی بعدی میں بھی بعدی کے یہی معنے ہیں تفکروا یا اولی الالباب *

راقم - تاج الدین (لائلپوری) متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

شیعہ کا غلط حوالہ

اصلاح آمادہ فساد

ناظرین تشحیذ کو معلوم ہے - کہ ستمبر ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں ہم نے مدیر اصلاح سے یہ مطالبہ کیا تھا - کہ آپ نے جو یہ لکھا ہے - کہ رسول اللہ نے بوقت انتقال فرمایا - لاؤ - قلم و دوات وصیت نامہ لکھدیں - تو عمر نے کہا - یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بکدرہا ہے - (دیکھو صحیح البخاری کتاب المرضی صفحہ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی)

یہ کتاب المرضیٰ میں کہاں لکھا ہے؟ اس پر اصلاح (کھجوہ) نے لکھا۔ کہ جو حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ بخاری کی کتاب المرضیٰ کا ہے پارہ ۱۸۔ ہم نے نومبر کے تشحیذ میں تفصیل سے لکھا۔ کہ پہلے تو کتاب المرضیٰ میں کوئی ایسی حدیث ہی نہیں ملتی تھی۔ جس کے کسی لفظ کا یہ ترجمہ ہے۔ کہ "یہ شخص ہذیان بک رہا ہے" اب پارہ ۱۸ دیکھا۔ اس میں کتاب المرضیٰ ہی نہیں۔ یا مظہر العجائب۔ ہاتھی معہ ہودج غائب۔ باوجود اسقدر غلط دینے والی زک اٹھانے کے اصلاح چپ نہیں ہوا۔ اور لکھدیا کہ باب کتابۃ العلم میں حدیث ہے۔ جس کے الفاظ ہیں۔ قال عمر ان النبی غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا" اس روایت کو دیکھئے اور بتائیے کہ ہجر کہنے والا بجز عمر کون ہو سکتا ہے۔" حالانکہ ہر ایک شخص جس کے دماغ میں ذرّہ بھی عقل و فہم موجود ہو سمجھ سکتا ہے۔ کہ اول تو مطالبہ یہ تھا۔ کہ کتاب المرضیٰ صحیح البخاری میں کونسے الفاظ ہیں۔ جن کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔" عمر نے کہا یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے پھر دوسرا مطالبہ یہ کہ کتاب المرضیٰ جو پارہ ۱۸ میں بتائی ہے۔ پارہ ۱۸ سے کتاب المرضیٰ نکال کر دکھاؤ۔ تیسرا مطالبہ اب یہ ہے۔ کہ روایت کتابۃ العلم کے الفاظ یہ ہیں۔ قال عمر ان النبی غلبہ الوجع جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہا عمر نے کہ نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) پر درد و تکلیف کا غلبہ ہے۔ پس یہ کہنا۔ کہ اس روایت کو دیکھئے اور بتائیے! ہجر کہنے والا بجز عمر کون ہو سکتا ہے" بے دیانتی کے بعد نہایت بے شرمی کی بات ہے۔ کیونکہ اس روایت میں مطلق ہجر کا لفظ نہیں اور جہاں ہجر ہے۔ وہاں فقالوا لکھا ہے۔ چنانچہ آپ نے خود ہی اصلاح نمبر ۲ ماہ صفر جلد ۲۳ میں یہ حدیث لکھی ہے۔ کہ فقال ایتونی بکتب اکتب لکم کتاباً لاتضلوا بعدہ ابداً فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ھجر رسول اللہ تنازعوا بھی جمع کا صیغہ ہے اور فقالوا بھی۔ آپ عمر سے ایک بات کیوں منسوب کرتے ہیں۔ جس کا ثبوت آپ صحیح البخاری سے نہیں دے سکتے۔ چنانچہ آپکی اس تحریر پر فروری ۲۰ء کے رسالہ تشحیذ میں کافی نوٹس لیا جا چکا ہے۔ اس کے

بعد اصلاح جلد ۲۳ نمبر ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ کے پرچے میں پھر ہمارے دوست ایڈیٹر اصلاح کو دورہ اُٹھا ہے۔ اور کچھ عجیب بے ہنگم باتیں لکھی ہیں۔ ہر طرح سے اپنی جان چھڑانی چاہی ہے۔ مگر یہ وہ کلنک کا ٹیکہ ہے۔ جو شیعہ صداقت وامانت کے ماتھے سے قیامت تک نہیں مٹے گا۔ کبھی تو آپ لکھتے ہیں۔

"آپ کو اس سے کیا واسطہ۔ جبکہ آپ مرزا صاحب کو نبی مان چکے۔ اور خلیفہ دوم بھی مرزا بشیر احمد کو بنایا۔ جنہوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ کہ ۱۹۰۱ء کے قبل کی کتابیں ان کی منسوخ ہیں۔ اور دس برس تک۔ خدا ان کو بھی کہتا رہا۔ مگر انہوں نے نہ سمجھا۔ نہ مانا۔"

(اصلاح نمبر ۴)

اور کبھی تحریر فرماتے ہیں:۔

"اب احقاق حق کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ جبکہ کتاب المرضی اور پارہ ۱۸ سے انکار ہے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ صحیح بخاری کے وجود سے بھی انکار کیا جائے۔ اگر آپ کو کتاب المرضی بخاری میں نہیں ملتی۔ تو پہلا پارہ باب کتابۃ العلم ملاحظہ کیجئے۔ ص ۲۱ مطبوعہ مصر جس میں یہ حدیث اس طرح ہے۔ قال ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال عمران النبی غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا۔ اب کہیئے۔ ہاتھی مع ہودج غائب ہوا یا کیا۔ کیونکہ پہلے پارہ میں بھی نکل آیا۔ فرق اسقدر ہے۔ کہاں ہیں ہجر یا اہجر نہیں ہے۔ جس کے معنے ہذیان بکتے ہیں۔ مگر یہ تو وہی بات ہے۔ کہ جس کو درد زیادہ ہوتا ہے۔ وہ کبھی کبھی ہذیان بھی کہہ جاتا ہے۔ زیادہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ص ۳۔ اصلاح جلد ۲۳۔"

حضرت ایڈیٹر صاحب اصلاح! بے ادبی معاف۔ آپ نے اس عبارت میں کتنے جھوٹ بولے ہیں۔ ہمیں حدیث سے کیوں واسطہ نہیں۔ کیا حضرت

خاتم النبیین علیہ صلوٰۃ رب العالمین کی نبوۃ کے علاوہ کسی اور کی نبوۃ پر ایمان لائیں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ سے کچھ واسطہ نہیں رہتا۔ ہمارا مذہب تو مشہور و معروف ہے

آں رسولے کش محمدؐ ہست نام
دامنِ پاکش بدستِ ما مدام

مرزا صاحب کو نبی جو ہم مانتے ہیں۔ تو اسی وجہ سے کہ آپ بروزی رنگ میں وہی خاتم النبیین ہیں۔ پس احادیث رسول سے ہم ہی کو تو واسطہ ہے۔ نہ ان لوگوں کو جو رسول اللہ کی دوسری بعثت میں آپکے منکر ہو کر اس بات کا ثبوت دے چکے ہیں۔ کہ اگر بعثتِ اول میں موجود ہوتے۔ تو وہی کرتے۔ جو ابولہب و ابوجہل نے کیا۔

۲۔ ہم نے مرزا بشیر احمد کو خلیفہ دوم نہیں بنایا۔ خدا جانے شیعہ کیوں غلط اور بے تحقیق بات کہنے کے عادی ہوتے ہیں۔

۳۔ ہمارے خلیفہ دوم کا نام مرزا محمود احمدؐ ہے۔ اور انہوں نے قطعاً کہیں نہیں لکھا۔ کہ سنہ ۱۹۱۰ء سے پہلی کتابیں حضرت مسیح موعودؑ کی منسوخ ہیں۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں تو حضور مسیح موعود فوت ہوئے۔ تو سنہ ۱۹۱۰ء کے کیا معنے؟ ایک جھوٹ سنہ ۱۹۱۰ء۔ دوسرا جھوٹ یہ کہ اس سنہ سے پہلی کتابیں منسوخ سمجھنا۔ ہمارا مذہب ہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء تو کجا۔ ہم تو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلی کتابیں بھی منسوخ نہیں سمجھتے۔ تیسرا جھوٹ یہ کہ خدا ان کو کہتا رہا۔ انہوں نے نہ سمجھا نہ مانا۔ [illegible] ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہمارے امام القائم بامر اللہ کا ابتدا سے یہی مذہب تھا۔ کہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الہیہ و کثرت اظہار امور غیبیہ سے مشرف ہوں۔ اسی کے دلائل آپ نے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلی کتابوں میں دیئے۔ اور اسی کے بعد میں بس منسوخ کچھ بھی نہیں۔

۴۔ آپ مجھے الزام دیتے ہیں۔ کہ کتاب المرضی اور پارہ ۱۸ سے انکار ہے۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ مجھے مطلق کتاب المرضی اور پارہ ۱۸ سے انکار نہیں۔ البتہ انکار ہے تو یہ کہ:۔

(۱) کتاب المرضی میں کسی حدیث کے یہ الفاظ نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ کہ عمرؓ نے کہا یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔" پس آپ نے جو حوالہ اس کا وضاحت نمبر ۵ میں دیا تھا۔ دیکھو۔

صحیح البخاری کتاب المرضی صلا ۸۴۲ مطبوعہ دہلی) یہ بالکل غلط ہے۔ اور چونکہ اس غلطی پر اصرار کیا۔ باوجود حوالہ پیش نہ کرسکنے کے اس لئے میں کہتا ہوں۔ عمر نے کہا "یہ شخص ہذیان بک رہا ہے" کتاب المرضی میں بتانا مذہبی دنیا میں فحش ترین بد دیانتی ہے۔ سن لیا آپنے

(ب) آپ نے جلد ۲۲ نمبر ۳ میں لکھا "کیونکہ جو حوالہ اصلاح میں دیا گیا ہے۔ وہ بخاری کی کتاب المرضی کا ہے پارہ ۱۸ " یہ بھی غلط ہے۔ بخاری پارہ ۱۸ میں کتاب المرضی قطعاً نہیں

(ج) بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ تمام صحیح بخاری میں کسی حدیث کے یہ الفاظ نہیں۔ جن کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ کہ عمر نے کہا۔ یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ اگر آپ میں کچھ ہمت انسانی ہے۔ غیرتِ ایمانی ہے۔ تو بخاری کتاب المرضی سے وہ الفاظ حدیث پیش کرو۔ جن کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ کہ عمر نے کہا۔ "یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے" میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں۔ کہ آپ ہرگز ایسے الفاظ نہیں دکھا سکینگے۔ جب نہیں دکھا سکتے۔ تو پھر یہ کیا شور و شغب ہے۔ جو میں سن رہا ہوں۔ کیا شرافت جہان سے اٹھ گئی۔ کیا شرم بالکل رخصت ہوگئی۔ جب انسان اپنے بالاصرار دعوے کے مطابق حوالہ نہ دکھا سکے۔ تو اس کو کم از کم خاموش ہو جانا چاہیئے۔ کیا آپ کی بستی میں چلو بھر پانی بھی نہیں؟

۵۔ سوال تو کتاب المرضی کے متعلق تھا۔ لیکن اب آپ مجھے بخاری کا پہلا پارہ باب کتابۃ العلم بتاتے ہیں۔ بہت اچھا۔ مگر اس میں بھی کوئی ایسی حدیث نہیں جس کے الفاظ کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ کہ عمر نے کہا۔ یہ شخص (رسول اکرمؐ) غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ چنانچہ اس کا آپ کو خود اقرار ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"پہلے پارہ ہی میں نکل آیا۔ فرق اسقدر ہے۔ کہ اس میں ہجر یا اہجر نہیں ہے جس کے معنے ہذیان بکنے کے ہیں"

بندۂ خدا کچھ تو شرم بھی چاہیئے۔ بحث بھی تو یہی تھی۔ کہ کسی حدیث بخاری میں یہ لفظ نہیں۔ کہ عمر نے کہا۔ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔ اب خود آپ بھی یہی کہنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ کہ واقعی حدیث میں ہجر یا اہجر کا لفظ نہیں۔ جس کے معنے ہذیان بکنے کے ہیں۔ تو پھر جب یہ لفظ حدیث میں موجود نہیں۔ تو آپ نے کس مونہہ سے یہ کہا تھا

کہ صحیح البخاری میں یہ موجود ہے۔ کہ عمرؓ نے کہا۔ یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے"۔ اس کی تاویل بھی عجیب آپ نے فرمائی۔

"جس کو درد زیادہ ہوتا ہے۔ وہ کبھی کبھی ہذیان بھی کہ جاتا ہے"۔

کوئی شخص اس سے بڑھکر حواس باختہ بھی کیا ہوگا۔ پانچ مہینے سے یہ بحث فرما رہے ہیں۔ کہ بخاری مطبوعہ دہلی کتاب المرضی صفحہ ۸۴۶ میں یہ حدیث موجود ہے۔ کہ عمر نے کہا۔ یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ اول تو صفحہ ۸۴۶ ہی غلط ہے۔ پھر کتاب المرضی میں وہ حدیث نہیں ملتی۔ پھر تمام صحیح البخاری میں نہیں ملتی۔ پھر آپ کتاب المرضی پارہ ۱۸ میں بتاتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ اس کے بعد اب کتاب المرضی کو چھوڑ کر باب کتابۃ العلم کو پیش کرتے ہیں۔ مگر اس میں بھی لفظ تنازعہ فیہ"ہذیان بکنا نہیں دکھا سکے۔ جب اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ ہی نہیں۔ جسکے معنے ہذیان بکنے کے ہوں۔ تو پھر اسے پیش ہی کیوں کرتے ہیں۔ کیونکہ بحث فیما بین تو اسی لفظ پر ہو رہی ہے۔ آپ کہتے ہیں عمر نے کہا۔ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ بخاری میں ایسا کہنے کا ثبوت موجود نہیں۔ یہ بھی خوب فرمایا کہ جسکو درد زیادہ ہو۔ وہ کبھی کبھی ہذیان بھی کہ جاتا ہے۔ تو اس سے کیا نتیجہ نکلا۔ کیا یہ کہ غلبۃ الوجع کے معنے ہذیان بکنے کے ہیں۔ خود ہی تو "کبھی کبھی" کہتے ہو۔ یعنی قاعدہ کلیہ نہیں۔ اور خود ہی اسے ایسا قاعدہ کلیہ بتاتے ہو۔ کہ عمر خواہ مخواہ اس لپیٹ میں آجائیں۔ یہ سعی ناکام نہ فرمائیے۔ اور چُپ ہو جائیے۔ جو کچھ آپ سے ہو چکا۔ وہ ندامت کے لئے کافی ہے۔

پھر حواس باختگی کا مزید ثبوت یہ ہے۔ کہ لکھتے ہو۔ تفصیل کے لئے دیکھو۔ اصلاح جلد ۲۳ نمبر ۳۔

حالانکہ نمبر ۳ میں ایک سطر بھی اس موضوع پر نہیں۔ خدا آپ کے ہوش و حواس بحال کرے ؛

شیعہ علم کلام

شیعہ امانت و دیانت ملاحظہ کرنے کے بعد ہمارے ناظرین کرام شیعہ علم کلام بھی دیکھ لیں تشحیذ میں لکھا گیا تھا۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ایسے ہی مبغوض المومنین منافقین۔ فاسقین ہوتے۔ تو یعسوب المسلمین حضرت علی المرتضیٰ اپنے فرزندوں کے نام ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نہ رکھتے۔ اس کے جواب میں ایک سال کے بعد اصلاح صاحب رقمطراز ہیں:۔

"یہ ایک لغو اور بے معنی اعتراض ہوگا۔ جس کے جواب کی بھی ضرورت نہیں نام رکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا کسی حدیث یا آیت قرآنیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ تم اپنے دشمنوں کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہ رکھو۔ (۲) بلکہ یہ ممکن ہے۔ کہ اس لئے حضرت نے اپنی اولاد کے یہ نام رکھے تھے۔ کہ اس سے اپنے خالص دشمنوں کا تذکرہ ہوتا رہے۔ اور جس کے وہ مستحق ہیں۔ وہ ان کو پہنچایا جاتا رہے۔ یا بربنائے تقیہ نام رکھا ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام ان خلفائے ثلثہ کو دوست بھی رکھتے تھے"

(اصلاح نمبر ۳ جلد ۲۳ صفحہ ۱۱)

اچھا صاحب اگر یہ لغو اعتراض تھا۔ اور اس کے جواب کی ضرورت نہیں۔ تو اس کا جواب ہی کیوں دیا۔ والذین ھم عن اللغو معرضون ط (۲) دوم اگر کسی حدیث یا آیت قرآنیہ میں یہ نہیں لکھا۔ کہ تم اپنے دشمنوں کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہ رکھو تو پھر بسم اللہ آپ اپنے خاندان میں بہ تبعیت حضرت امیر المومنین علیہ السلام یہ رواج دیجئے۔ اور دہرا ثواب لیجئے۔ کہ فرزندان ارجمند کے نام یزید شمر رکھئے۔ کیونکہ کسی حدیث یا آیت میں یہ تو ہے ہی نہیں۔ کہ اپنے دشمنوں کے نام پر اپنی اولاد کا نام نہ رکھو۔ اور اس سے فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اپنے خالص دشمنوں کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔ اور جسکے وہ مستحق ہیں۔ وہ ان کو پہنچایا جاتا رہے گا۔ یہ بھی آپ نے خوب توجیہ کی۔ کہ بربنائے تقیہ نام

رکھ لیا معلوم نہیں ۔حضرت امیرالمومنین نے بربنائے تقیہ کیا کیا کچھ کیا ۔کیونکہ جبتک یہ واضح طور پر معلوم نہ ہو ۔ایک سادہ مومن پر کھل نہیں سکتا ۔کہ یہ دین کی بات ہے یا بربنائے تقیہ کسی گناہ کا ارتکاب ہے حضرت علیؑ اگر فرمائیں ۔مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ ۔تو میرا ایمان ہے ۔کہ وہ حق بجانب ہیں ؛

عیسائی صاحبان سے چند استفسارات متعلق الوہیت مسیحؑ

پہلا سوال ۔کیا مسیحؑ خدا اور انسان دونو تھا ۔جبکہ انسان مخلوق ہے ۔اور خدا خالق ۔اگر ایک وقت میں ہی مسیحؑ انسان بھی تھا ۔اور خدا بھی ۔تو لازماً ایک وقت میں وہ خالق بھی ہوگا ۔مخلوق بھی ۔اور یہ محال ہے ؟

دوسرا سوال ۔کیا مسیحؑ معصوم تھا ۔اور بنی آدم کے لئے نمونہ تھا ؟ اگر وہ نمونہ تھا ۔اور معصوم تھا ۔تو کیا وہ بحیثیت الله ہونے کے معصوم تھا ۔اگر کہو ۔ہاں تو پھر وہ ہمارے لئے نمونہ نہیں ہو سکتا ۔کیونکہ وہ خدا اور ہم انسان ہیں ۔لیکن اگر وہ انسان ہو کر معصوم تھا ۔تو دو صورتیں ہیں ۔کہ کیا خدا نے اُس کو معصوم کیا تھا ۔یا وہ خود بخود معصوم ہو گیا تھا ۔پہلی صورت میں بھی نمونہ نہیں ۔کیونکہ ایک شخص کو مکان پر اٹھا کر بٹھا دیا جائے ۔تو وہ ہمارے لئے نمونہ نہیں ۔کیونکہ وہ خود نہیں گیا ۔دوسری صورت میں باوجود انسان ہونیکے وہ معصوم ہو گیا ۔تو کیا وجہ ہے ۔کہ ہم معصوم نہ بن سکیں ؛

تیسرا سوال ۔اگر تینوں خدا کامل ہیں ۔تو پھر کیا مرنا اچھی صفت ہے یا نہیں ۔اگر ہے ۔تو باپ ۔روح القدس ۔ناقص ٹھہرے ۔اگر نہیں ۔تو مسیح ناقص ثابت ہوا ۔

چوتھا سوال ۔اگر جسم اختیار کرنا اچھی صفت ہے ۔تو پھر باپ ۔روح القدس ناقص ہوئے ۔اور ناقص خدا کیونکر ہوا اگر نہیں ۔تو پھر مسیح ناقص ٹھہر کر خدائی سے برطرف ہوا ۔

پانچواں سوال - اسی طرح اگر اقانیم ثلاثہ کے درمیان کوئی مابہ الامتیاز ہے - تو پھر کیا وہ اعلےٰ صفت ہے یا ادنیٰ - اگر اعلےٰ - تو پھر باقی اقنوم ناقص - اگر ادنےٰ ہے - تو پھر وہ اقنوم ناقص ہوا - لیکن اگر کوئی مابہ الامتیاز نہیں - تو پھر تو وہ ایک ہی ہے - تین کا وہم باطل ہے ؛

چھٹا سوال - کیا انسان کفارہ ہوا یا خدا؟ اگر کہو - انسان تو وہ تو گنہگار ہے اگر خدا کہو - تو پھر خدائی کارخانہ بگڑنا چاہیئے ؛

ساتواں سوال - جب تینوں فی ذاتہم کامل ہیں - اور ہر ایک اس کارخانہ عالم کو چلا سکتا ہے - تو پھر تینوں کا اس کو چلانا عبث ہے - جیسے ایک امیر حکم دے - کہ میری قلم اٹھا لاؤ - تو اسپر ایک نوکر پانچ دس دوسرے نوکروں کو ساتھ لے کر وہ قلم اٹھا لاوے - تو کیا وہ پاگل اور بے عقل نہ جانا جائیگا ؛ اسیطرح اقانیم ثلاثہ کی نسبت کیا فتوےٰ ہوگا؟

آٹھواں سوال - اگر تین خدا ہیں - تو کیا وہ ہر ایک اپنی مرضی پر کام کرتا ہے - یا ایک دوسرے کے ماتحت؟ اگر ماتحت ہیں تو کم از کم محکوم خدائی سے معزول ہوا - اگر ہر ایک اپنی مرضی پر چلتا ہے - تو پھر ضرور کسی نہ کسی وقت میں ان میں تنازعہ ہوگا - اور بدیں صورت نظام عالم بگڑ جائیگا - جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا السمٰوات والارض - ایسا نہ ہونا تین نہ ہونے پر دلیل ہے ؛

نواں سوال - اگر مسیح (ابن مریم) انسانی جسم میں اس لئے آیا تا بنی آدم کے گناہ اٹھا کر قتل ہو جاوے - تو کیا یہ رحم کے خلاف نہیں ؛ اور پھر کیا کبھی زید کے درد کی بکر کو دوائی دی جائے - تو اس کو آرام ہو سکتا ہے پس مسیح ہم سے کفارہ ہو کر ہمارے گناہ کیونکر اٹھا سکتا ہے؟

خاکسار اللہ دتا متعلم مدرسہ احمدیہ
قادیان - ضلع گورداسپور

غزل شہاب

شوکت و شانِ مصطفےٰ احمد مجتبےٰ میں ہے — رتبہ سوا جہان سے ہے میرے اس جوان کا
دشمنِ جان ہو گئے دشمن دین و امر حق — کچھ نہ بگڑ سکا مگر احمد قادیان کا
مٹ گئے نقشِ زندگی - اُڑ گئی خاک کو بکو — کھو گئے راہِ یار میں کیسا پتہ نشان کا
آپ خفا نہ ہو جیے شوق سے کیجیے جفا — لیجیے امتحاں ضرور عاشقِ نیم جان کا
جب نہ ہوا ہنر کوئی آپ کی ذات میں جناب — فخر تمہارے کام کیا آئے گا خاندان کا
دل ہے کہ ہے جہانِ عشق سر ہے کہ مرکزِ جنوں — کیوں نہ ہو پھر طواف بھی یار کے آستان کا

قصۂ "الرحیل" ہو اور آپ کی زباں
وقت گزر گیا شہاب عشق کی داستان کا

حسن نے پھول کھلائے مرے ویرانے میں — عشق نے آگ لگا دی مرے کاشانے میں
کب سے بیٹھا ہوں یہاں تشنہ لب آشنہ دہاں — ساقیا ڈال بھی دے کچھ مرے پیمانے میں
ہم سے دیکھا نہ گیا حسرتِ دل کا عالم
جاں نکل جائیگی اس قصے کے دہرانے میں

(مہر محمد خاں احمدی شہاب بالیر کوٹلوی)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت لال شربت لال شربت

یہ بچوں اور پرسوتی کیلئے نہایت طاقت بخش دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ محصولڈاک ۶ ۔

دیکھئے محترمہ ش۔م۔ صاحبہ بنت مجاہد حسین صاحب ضلعدار نہر اخبار تہذیب نسواں مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۱۳ء میں کیا لکھتی ہیں

پیاری بہن عبدی بیگم صاحبہ تسلیم۔ کل کے پرچہ اخبار تہذیب سے آپکا استفسار معلوم ہوا۔ گو اشتہاری دنیا میں قدم رکھنے اور اشتہاری ادویات کے استعمال کرنے سے میں بھی سخت متنفر تھی۔ اور میں ہمیشہ سے ان کو نقصان مال اور صحت کا زوال برعکس نہند نام زنگی کافور خیال کیا کرتی تھی۔ مگر اس سال شربت نے واقعی لال رنگ کرکے لال و لال کر دیا۔ میں آپ بیتی سناتی ہوں جو تازہ اور حال کا مشاہدہ ہے۔ برخورداری نجم النسا بیگم جسکی عمر اب پونے دو سال کی ہے۔ عرصہ تین ماہ سے نصیب اعداء ایسی لاغر ہوگئی کہ کوئی اس کے دشمنوں کو اثر خلش۔ اور پریوں کا سایہ اور کوئی سوکھا بتانے لگیں۔ پرانے خیالات کی بزرگواروں نے گنڈہ تعویذ حاضرات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ بعض ضعیف الاعتقاد بہنیں اس معصوم بچی کے سایہ سے حذر کرنے لگیں۔ میں چونکہ بھوت پریت کی قایل گنڈے تعویذ کی معتقد نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوں آخر کار ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کا لال شربت مایوسی میں استعمال کرایا۔ جسکے فوری اثر نے دن بدن ترقی اثر کا نمایاں کرشمہ دکھایا۔ بافضال الٰہی اب عزیزہ اپنی پوری قوت اور اصلی حالت پر تین ہفتہ ہی کے استعمال سے پہنچ گئی۔ گویا ایس کے برمن صاحب کا شربت بھوت پریت سایہ پرچھاواں کے دور کرنیکے لئے مجرب تعویذ اور سوکھے کے لئے سریع التاثیر نسخہ ہے۔ میں نے قصد مصمم کر لیا ہے کہ متواتر ۲ سال تک بلاناغہ شربت استعمال کراؤنگی۔ اسلئے اپنی مکرم بہن کی پریشانیوں کے دور کرنے کیلئے ترغیب دیتی ہوں۔ کہ وہ بھی برخوردار عطیہ بانو بیگم کو کم از کم دو شیشیاں ضرور پلا دیں اور قدرت الٰہی کا مشاہدہ کریں اور نتیجہ سے اطلاع بخشیں۔

راقمہ۔ ش۔م۔ بنت مجاہد حسین ضلعدار نہر۔

وقت پر صلاح ۔ جو دوست ہوتے ہیں۔ وہ خطرہ سے بچنے کیلئے وقت سے پہلے صلاح دیتے ہیں۔

ہیضہ کی مجرب دوا ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے۔ کہ موسم گرما آگیا ہے اس موسم میں کھاتے پیتے رہنے کی باعث ہیضہ ہونیکا خوف رہتا ہے اس سے بچنے کیلئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں ڈال رکھیں۔ یہ اصلی عرق کافور عرصہ ۳۰ سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے یہ عرق گرمی درد پیٹ کے درد دستی کیلئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۸ محصولڈاک ایک سے ۲ شیشی تک ۵

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بانی جناب صاحبزادہ مرزا محمود احمد

قیمت سالانہ پیشگی

جلد ۱۵ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء مطابق شوال المعظم سنہ ۱۳۳۸ ہجری نمبر ۷

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے ۲ غیر ممالک سے ۲ طلباء سے ۱

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا و چوہدری عبد السلام

پبلشر نے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ✣ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض حال

میں نے ۵؍ ماہ جولائی کو شائع ہونے والے تشحیذ کا مضمون ۳۱ مئی کو امرتسر بھیج دیا۔ جہاں ایک کاتب صاحب نہایت مہربانی سے رسالہ لکھ دیا کرتے ہیں۔ وہ ہیں تو بڑے صادق الوعد مگر اس دفعہ انہیں کچھ ایسی مشکلات پیش آئیں کہ مجھے اپنی مجبوریوں کی اطلاع بھی نہ دے سکے۔ آخر میرے بہت سے تاکیدی خطوط کے جواب میں ان کا ایک ہی حوصلہ شکن مکتوب ۳؍ جولائی کو پہنچا۔ کہ میں آپ کا رسالہ مضمون تاحال ایک صفحہ بھی نہیں لکھ سکا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس وقت میرے دل کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی دو روز باقی ہیں۔ رسالہ لکھوانا بھی ہے۔ چھپوانا بھی۔ پھر سلوانا اور بھجوانا آخر یہاں قادیان ہی میں چند کاتبوں سے رسالہ لکھوایا۔ اور جس قدر جلد ممکن ہوا تیار کرکے بھیجا جاتا ہے۔ خدا کرے تشحیذ جس کا اپنا کوئی مطبع ہی نہ کاتب بلکہ اس کے چھپوانے کے لئے فنڈ بھی ساتھ نہیں دیتا۔ اس قسم کی مشکلات سے محفوظ رہے اور بدستور علمی مضامین کو لئے ہوئے بلاناغہ نکلتا رہے خواہ احباب اسکی قدر کریں یا نہ کریں میں تو اپیل کرتے کرتے تھک گیا۔ اور اب تو معاملہ خدا پر چھوڑ دیا ہے۔

صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر سیدنا مرزا محمود احمد صاحب نے (جو اب بفضل قادر علام ہمارے خلیفۃ المسیح ہیں) ایک مضمون لکھا تھا جسمیں ان اعتراضات کے مدلل جواب تھے جو حضرت مسیح موعود کی وفات اور بعض پیشگوئیاں (مثلاً عبدالحکیم والی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ۔ مرزا احمد بیگ والی۔) کے متعلق کئے جاتے ہیں یہ مضمون مع الوصیت تشحیذ کا ایک نمبر میں اعلیٰ خوشخط دبیز چکنے کاغذ پر چھپا تھا۔ تشحیذ کا یہ نمبر ختم ہو چکا تھا۔ مگر دو تین رسالے اتفاق سے مل گئے جو صاحب چاہیں ۴؍ فی جلد کے حساب سے منگوا لیں۔ پھر دوبارہ قسمت ہی سے طبع ہوگا۔

مینیجر تشحیذ قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء

تفسیر سورۃ الکوثر

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۞ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۞

تحقیق عطا کی ہم نے تجھے کوثر۔ پس نماز پڑھ اپنے پالنے والے کیلئے اور قربانی کر۔ بیشک تیرا دشمن جو ہے وہی بے نسل ہے۔

یہ سورۃ مکی ہے یا بقول بعض مدنی۔ اسمیں تین [۳] آیتیں ہیں۔ دس [۱۰] الفاظ بیالیس [۴۲] حروف ہیں ۔

روایت ہے کہ جب آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ تو آپ نے سنایا کہ شب معراج میں نے ایک نہر دیکھی۔ جسکے اردگرد موتیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ جو خالی تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ کوثر ہے ۔ (بخاری)

ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر تک سر نیچے رکھا۔ پھر سر اٹھا کر تبسم فرمایا اور ارشاد کیا۔ کہ ابھی مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے۔ پھر سورۃ کوثر تلاوت فرمائی (مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ احمد۔ بیہقی)

شان نزول بعض کا خیال ہے۔ کہ یہ سورت مقام حدیبیہ میں نازل ہوئی۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے اصحاب حج بیت اللہ سے روکے گئے۔ اسوقت خدا تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ نماز پڑھ کر قربانی کر دو۔ اور واپس مدینہ منورہ چلے جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا (جامع البیان)

ایک یہ روایت یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں باب الصفا سے داخل ہو کر باب المروہ سے باہر نکل رہے تھے۔ عاص ابن وائل سامنے آیا۔ پھر لوگوں نے عاص سے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا۔ تو اس نے گستاخی سے کہا۔ کہ یہ ابتر (بے نسل) تھا۔ اسوقت خداوند رب العزت نے یہ مبارک سورت نازل فرمائی۔

یہ روایت بھی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادے قاسم کا جنازہ لیجارہے تھے۔ اسوقت عاص ابن وائل نے کہا کہ اب یہ شخص ابتر ہو گیا۔ اسوقت یہ سورۃ اُتری

یہ بھی مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو کچھ تبلیغ فرما رہے تھے۔ اس اجنبی شخص نے حضور کے متعلق پوچھا۔ تو عاص ابن وائل نے کہا کہ یہ ابتر ہے۔ تب یہ سورت نازل ہوئی۔

یہ زیادہ مشہور شان نزول ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے بڑے حضرت قاسم تھے پھر زینب، پھر عبد اللہ، پھر ام کلثوم، پھر فاطمہ۔ پھر رقیہ رضی اللہ عنہم سب سے پہلے اول مکہ میں حضرت قاسم ہی فوت ہوئے۔ پھر عبد اللہ اسوقت عاص ابن وائل نے طعنہ دیکر کہا کہ اب یہ شخص ابتر (بے نسل) ہو گیا۔ کوئی اولاد نرینہ اس کی نہ رہی۔ جو نسل بڑھنے کا ذریعہ ہو۔ اسوقت غیرت خداوندی نے اپنے حبیب پاک کی جانب سے مدافعت کی۔ اور سورۃ کوثر نازل فرمائی۔ (ابن عساکر)

بہر حال اس مبارک سورت میں رب العزت نے اپنے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک مدافعت کی ہے اور آپکے دشمن و معاند کی خرابی کی خبر اور حضور کی عزت و عظمت اور بڑے بڑے خدائی الطاف کی بشارت دی ہے۔ اسی مضمون کو حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

وحباه الاله بالكوثر الاك — بر فيه النعيم والخيرات

کوثر کے معنی لفظ کوثر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس طرح نوفل و جوہر بروزن فوعل۔ اس کے معنی

ہیں۔ "بہت کثیر" جسکے لئے یہ محاورہ عرب شاہد ہے کہ ایک عورت کا لڑکا جب سفر سے واپس آیا۔ تو لوگوں نے اس عورت سے پوچھا کہ کیا لیکر آیا۔ عورت نے کہا "آب بکوثر" بہت کچھ لیکر آیا ہے نیز مرد سخی کثیر العطاء کو بھی کوثر کہتے ہیں۔ کمیت مشہور عربی شاعر کہتا ہے:۔

وانت کثیر یا ابن مروان طیبٌ ⁂ وکان ابوک ابن الفضائل کوثرا

پس کوثر کے معنی ہیں "بہت ساری چیز" "بہت کچھ" "بہت زیادہ" "مرد سخی بہت دینے والا"

کوثر سے مُراد

کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ دودھ سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں۔ برف سے زیادہ سرد۔ جو ایک بار اس کا پانی پئے۔ کبھی تشنہ نہو گا۔

بعض روایات میں آتا ہے۔ کہ کوثر ایک حوض ہے۔ یہ بھی آتا ہے۔ کہ دو حوضیں ہیں دونوں ہی کا نام کوثر ہے۔ ایک روایت ہے کہ کوثر بہت وسیع ہے۔ اسکے چاروں کناروں پر چار یار رضی اللہ عنہم تشریف رکھتے ہونگے۔ اور حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم خاص شان سے اس حوض پر جلوہ فرما ہونگے۔ اور اپنی اُمت کو سیراب فرمائینگے۔ اپنے خاص محبوب اور محبّوں کو جام یا گلاس کی بجائے اپنے دست مبارک اور لب سے پانی پلائینگے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ فرشتے بعض لوگوں کو دوزخ کی طرف لیجائینگے۔ حضور نبی کریم حوض کوثر پر سے ان کی حالت ملاحظہ فرما کر کہینگے۔ کہ یہ تو میرے دوست ہیں۔ انکو کہاں لیجاتے ہو فرشتے عرض کرینگے۔ کہ حضور انہوں نے آپ کے بعد بہت کچھ دین میں تغیر اور بدعتیں پیدا کی تھیں اسوقت حضور فرمائینگے۔ کہ دور کر دان کو۔ دُور کر دان کو۔

اسی کے قریب وہ روایت ہے۔ جس کو بخاری نے کتاب التفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضور فرماتے ہیں۔ میری اُمت میں سے بعض لوگوں کو پکڑ کر جہنم کی طرف لیجایا جائیگا۔ میں کہونگا۔ اے رب یہ تو میرے دوست ہیں۔ کہا جائیگا۔ آپ کو نہیں معلوم۔ کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ پس میں اسی طرح کہوں گا۔ جس طرح عبد صالح (حضرت عیسٰی) نے کہا اے پروردگار جب تک میں انمیں تھا۔ انپر نگران رہا۔ جب تو نے مجھے وفات دیدی۔ تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ بہرحال اس مبارک نہر یا حوض سے جس کو چاہینگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فیضیاب اور سیراب فرمائینگے ؁

(۲) کوثر سے مراد خیر کثیر ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ اور حضور ہی کی ذات اقدس سے مخصوص ہے۔ یہ خیر کثیر کسی اور کو نہیں دی گئی۔ یعنی وہ فضائل و کمالات جو حضور کی مقدس ذات میں رکھے گئے۔ بحیثیت مجموعی کسی میں نہیں پائے جاتے نہ آیندہ کسی میں پائے جائینگے۔

(۳) حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد بھی کوثر ہے۔ باوجود اسکے کہ معاندین نے سادات کرام کو بہت کثرت سے قتل کیا۔ مگر پھر بھی دنیا کے گوشہ گوشہ میں سادات کرام موجود ہیں۔

(۴) حضور کے صادق علماء اُمت بھی کوثر ہیں جو ورثۃ الانبیاء ہیں۔ اور جن کی شان میں حضور نے فرمایا:۔ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ کہ میری اُمت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے مثیل ہیں۔

(۵) حضور کی نبوت بھی کوثر ہے جو عام طور پر کل دُنیا کے لئے ہے۔ اور ہر زمانہ اور ہر قوم اور ہر مقام کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ اور وہ کامل اور زبردست فیض اپنے اندر رکھتی ہے جو کسی نبی کی نبوت میں نہ تھا۔ اور نہ ہو گا۔ نبوت کے نقطۂ کمال تک حضور پہونچ گئے ہیں۔ آپ کی ذات والا صفات پر رسالت و نبوت کو فخر و ناز ہے۔ آپ کی نبوت ہمیشہ کے لئے جاری ہے آپ نبی الانبیاء خاتم الانبیاء اور مرکز فیضان الٰہی ہیں۔ تمام روحانیت کے پیاسے آپ ہی سے سیراب ہوتے ہیں۔ آپ کے فیضان سے ولی۔ قطب۔ صدیق۔ شہید۔ نبی پیدا ہوتے اور ہو سکتے ہیں۔ اور آپ ہی کی روحانی توجہ نبی تراش ہے۔

(۶) حضور پر نازل ہونیوالا پاک اور مقدس قرآن بھی کوثر ہے جس کے عجائب اور معارف لامحدود ہیں۔ جسکے حقایق و بینات بے حد پسندیدہ اور معقول و محبوب ہیں۔ جسکے علوم و انکشافات حقیقت کی روح اور روحانیت کی جان ہیں۔

(۷) حضور کا لایا ہوا دین برحق اسلام بھی کوثر ہے۔ جو دُنیا کے لئے امن و امان کا رہبر اور دائمی راحت و آرام کا باعث ہے۔ جسمانی اور روحانی مسرتوں کا مدار اور ہمیشہ کی فلاح کا ذریعہ ہے۔

(۸) تمام انبیاء کی اُمتوں سے حضور کی اُمت کا زیادہ ہونا بھی ایک کوثر ہے۔

(۹) حضور کی رفعت ذکر اور عالم کے گوشہ گوشہ میں شہرت بھی ایک کوثر ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا
ورفعنا لک ذکرک۔

(۱۰) حضور کا وسیع و محیط علم بھی کوثر ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو اوّلین و آخرین کے علوم پر مطلع فرمایا تھا ؂

(۱۱) حضور کے اخبار بالغیب یعنی پیشگوئیاں بھی کوثر ہیں۔ جن کا وسیع سلسلہ قیامت تک چل رہا ہے ہزاروں پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ اور آئندہ ہونگی۔ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے حضور کی بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھی ہیں۔ اب دیکھتے ہیں اور دیکھینگے۔ اسی سورت کوثر میں بہت سی پیشگوئیاں ہیں۔ جو پوری ہو چکی ہیں۔ مثلاً کوثر سے مراد کثرتِ اُمت لی گئی۔ تو یہ پیشگوئی ہوئی کہ آپ کی اُمت ترقی کریگی۔ اور بڑھیگی۔ اور کثرت سے لوگ آپ کو قبول کر کے آپ کی غلامی میں داخل ہونگے۔ چنانچہ تیرہ سو برس سے پہلے کی پیشگوئی کا ظہور اسوقت بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پس یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔ مخالفین و منکرین بھی اس کا انکار نہیں کرسکتے۔ پھر وَانْحَرْ کے لفظ میں حضور کو قربانی کا حکم ہے۔ اس میں یہ پیشگوئی تھی۔ کہ حضور کے پاس اتنا مال ہو جائیگا۔ کہ آپ قربانی پر قادر ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تاریخ اس کی شہادت دے رہی ہے۔ پھر اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ سے بتایا گیا۔ کہ آپ کا دشمن ہلاک اور بے نسل ہوگا۔ سو ایسا ہی ہوا۔ آج حضور کی نسل سے صدہا ہزارہا سادات موجود ہیں۔ مگر آپ کو بے نسل کہنے والے کی نسل کا پتہ بھی نہیں۔ نہ اس کا کوئی نام لیوا دنیا میں کہیں پایا جاتا ہے۔ پس یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔

(۱۲) حضور کا خُلقِ حسن بھی کوثر ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ انک لعلیٰ خُلُقٍ عظیم۔ حضرت عایشہ رضہ سے کسی نے پوچھا۔ حضور کا خُلق کیا ہے۔ تو حضرت عایشہ رضہ نے فرمایا کہ تم مجھے بتاؤ کہ دنیا میں کس قدر چیزیں ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ سب چیزوں کو میں کیونکر شمار کر سکتا ہوں۔ حضرت عایشہ رضہ نے فرمایا کہ تم دنیا کی چیزوں کو گن کر نہیں بتا سکتے۔ جن کو خدا نے قلیل فرمایا ہے۔ تو میں کیونکر حضور کے خُلق کو پورا پورا بتا سکتی ہوں۔ جس کو خدا نے عظیم فرمایا غرض حضور کے اخلاق کریمہ کوثر تھے۔ جن سے ہر چھوٹا بڑا ادنیٰ اعلیٰ متمتع ہوتا تھا۔ اور

جانی دشمن۔ خون کا پیاسا بھی جنھیں دیکھ کر گرویدہ و دلدادہ ہو جاتا تھا۔

(۱۳) حضور کے معجزات اور خوارق اور نشانات بھی کوثر ہیں۔

(۱۴) حضور کا مقام محمود و مقام شفاعت بھی کوثر ہے۔ قیامت کے دن سب کی نظریں حضور کی طرف لگی ہونگی۔ حضور ہی شفاعت عظمیٰ کے مقام پر کھڑے ہونگے۔ اور حضور کی شان اعلیٰ دارفع دونوں جہان کے سامنے ظاہر ہو جائیگی۔

(۱۵) حضور کی دُعاؤں میں جو قبولیت کا رنگ ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ اور کسی کی دعاؤں میں نہیں۔ آج تیرہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ گذرا۔ لیکن آج تک آپ کی دُعائیں قبول ہو رہی ہیں اور ہمیشہ ہوتی رہینگی۔ یہ بھی کوثر ہے۔

(۱۶) حضور کی عظیم الشان فتوحات بھی کوثر ہیں۔ حضور کو وہ فتوحات حاصل ہوئیں۔ جو کبھی انسان کو حاصل نہیں ہوئیں۔ دُنیا میں بڑے فاتح سکندر اور نپولین ہوئے ہیں۔ مگر ان کی فتوحات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ نپولین کی مدد کرنیوالی اس کی قوم تھی۔ فرانس ایک مدت تک غلامی کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ اور اُسے ایک لیڈر کی ضرورت تھی۔ اسلئے نپولین کامیاب ہو گیا۔ اسی طرح سکندر خود بادشاہ تھا +

پھر ان کی فتوحات کب تک رہیں۔ نپولین نے تو اپنی زندگی میں ہی نتیجہ دیکھ لیا۔ اور سکندر کے آنکھ بند کرنے پر اسکی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ انکے مقابلہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم وہ انسان تھے۔ جو تن تنہا تھے۔ ساری قوم دشمن تھی۔ سولہ سترہ سال کے عرصہ میں جاکر آپ کے ساتھ کچھ جتھا ہوا۔ مگر آپ کو ایسی فتوحات ہوئیں۔ جو اب تک ختم نہیں ہوئیں جس طرح ایک گاڑی تیز چلاکر چھوڑ دی جائے۔ تو وہ خود ہی بھاگتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح حضور کی فتوحات ہیں۔ جو آج تک خود بخود ظاہر ہو رہی ہیں ❊

(۱۷) حضور کی ترقی درجات بھی کوثر ہے۔ آیت وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کے ماتحت حضور کے مدارج عالیہ میں ہر روز ہر ساعت ہر آن ترقی ہو رہی ہے۔

(۱۸) الدال علی الخیر کفاعلہ کے رُو سے حضور کی اُمّت نے جسقدر اعمال صالح کئے۔

ان سب کا اجر حضور کو بھی ملتا ہے۔ اور اُمت کے اجر میں کوئی کمی نہیں آتی۔ ہر روز بلکہ ہر آن کروڑوں اعمال صالحہ کا اجر حضور درگاہ خداوندی سے پاتے ہیں۔

ہر ایک نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ صدقہ و خیرات بلکہ ہر چھوٹی بڑی نیکی جو افراد اُمت سے ظہور میں آتی ہے۔ اس میں حضور کا اجر بھی آناً فاناً بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہ بھی کوثر ہے۔

(۱۹) حضور کی اُمت میں ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد ہوتا ہے۔ جو اُمت کے لئے دین کو تازہ کر دیتا ہے۔ اور قوم میں ایک نئی رُوح پھونک دیتا ہے۔ چنانچہ ایسے مجددین اب تک ہوتے آئے ہیں۔ نیز خدا کے پیارے اور مقرب بندے بکثرت حضور کے فیض سے پیدا ہوئے ہیں مثلاً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین۔ تبع تابعین۔ پھر ائمہ ہیں۔ جیسے حضرت امام ابو حنیفہ۔ امام شافعی۔ امام مالک۔ امام احمد حنبل شیوخ میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی بغدادی حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت بہاؤ الدین نقشبندی۔ حضرت شہاب الدین سہروردی وغیرہم بزرگان دین۔ پھر اس چودھویں صدی کے مجدد اعظم امام مہدی مسعود سیدنا مسیح موعود حضرت احمد قادیانی علیہ و علی مطاعہ السلام جنھوں نے حضور کی شان دنیا کو دکھا دی۔ اور حضور کے فیضان کا آئینہ بنکر دنیا کے دلوں کو منور اور آنکھوں کو روشن کر دیا حضرت احمدؑ نے فرمایا:۔

لیک آئینہ ام زرب غنی ✧ از پئے نور آں مہِ مدنی

یہ روحانی اولاد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کو روشن کر رہی ہے۔ یہ بھی کوثر کا ظہور ہے۔ اور جب تک دنیا ہے۔ اسی طرح یہ ظہور ہوتا رہے گا:۔

(۲۰) انّ اللہ و ملائکتہ یصلون علے النبی۔ یہ آیت پکار پکار کر بتا رہی ہے۔ کہ آسمان پر ایک جوشش رہتا ہے۔ اس امر کے لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مراتب و مدارج میں ترقی ہو۔ اور آپ کی کامیابیاں بڑھیں۔ اس لئے خود اللہ تعالے اور اس کے ملائکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر ساعت اور ہر آن حضور کے مدارج و مراتب میں کسقدر ترقی ہو رہی ہے ✦

(۲۱) کوثر اس آدمی کو بھی کہتے ہیں۔ جو بہت بخشش اور عطا کرنیوالا ہو سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ کہ جب مسیح آئیگا۔ تو لوگوں میں اتنا مال لٹائیگا۔ کہ کوئی لینے والا ہی نہ رہیگا۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے یہ مراد ہوگی۔ کہ ہم نے تیرے لئے تیری اُمت میں سے ایک ایسا آدمی مقرر کیا ہے۔ جو نہایت سخی اور بہت بخشش کرنیوالا ہوگا۔ اسمیں مسیح موعود کی پیشگوئی ہے۔

حضرت سیدنا مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"آیت انا اعطینٰک الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا جسکے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئیگا یعنی دینی برکات کے چشمے بہہ نکلیں گے۔ اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائینگے۔"

پس اس زمانہ میں کوثر کا ظہور حضرت سیدنا امام مہدی و مسیح موعود کے ذریعہ ہوا۔ ہزاروں تڑپتے دل مطمئن ہوئے۔ سسکتی جانیں مسرور ہوئیں۔ اسلام کی صداقت کے جھنڈے بلند ہوئے محمد رسول اللہ کی شان و شوکت کے نقارے بجے۔ فیضان محمدی کے چشمے رواں ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ جبکہ خدا تعالےٰ نے ایسے ایسے احسانات کئے ہیں۔ پس تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھ۔ یعنی خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور فضلوں کے شکریہ میں نماز پڑھ۔ نماز تمام عبادتوں میں بہتر اور شکر ادا کرنے کا سب سے اچھا ذریعہ ہے۔ کیونکہ نماز شکر ادا کرنے کے تینوں طریق لسانی۔ قلبی۔ جوارحی کے لئے جامع ہے۔

وَانْحَرْ اور قربانی کر۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ دعا میں سینہ تک ہاتھ اٹھا۔ یہ بھی کہ قبلہ کی طرف سینہ کر (یعنی قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز ادا کر) عرب کے محاورہ (منازلہم تتناحر) سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ ایک شاعر بھی کہتا ہے:۔

ابا حکیم ھل انت عم مجالد ❊ وسید اھل الابطح المتناحر

یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ۔ یہ بھی کہ قربانی کے دن دعا کر۔ یہ بھی کہ تکبیر افتتاح میں ہاتھ اٹھا۔ اسی کے قریب قریب اور معانی بھی بیان کئے گئے ہیں

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۔ بے شک تیرا دشمن جو ہے۔ وہ بے نسل ہے۔ اجگہ

دشمن سے مُراد عاص ابن وائل یا ابو جہل یا عتبہ ابن معیط ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے تجھے بے نسل کہا۔ وہ خود بے نسل ہے۔ اس کی اولاد کا سلسلہ نہیں چلیگا۔

یہ پیشگوئی تھی جو حرف بحرف پُوری ہوئی جس نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو مقطوع النسل کہا تھا۔ وہ خود مقطوع النسل ہوگیا۔ آج دنیا میں کوئی اس کا نام لیوا نہیں اس کی اولاد میں کوئی باقی نہیں۔ مگر رسُول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسل اب تک دنیا میں بکثرت موجود ہے۔ باوجودیکہ اعداء نے بہت سے سادات کرام کو قتل کرایا ہے۔ اور ہر طرح سے مٹانا چاہا۔ لیکن یہ بات سچ ہوئی کہ :۔

جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے ۔

اسرار کوثر

سُورہ کوثر کی تفسیر تصوف کے نقطۂ نظر سے

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ؕ

خدائے حی و قیوم نے سیّد الوجود۔ روح الکون۔ سیّد الوریٰ۔ مولٰنا المصطفےٰ احمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا۔ اے محبوب ہم نے تجھے کوثر حقیقت عطا فرمائی ہے۔ اور دریائے جمال میں استغراق اور منازل قرب میں رسائی بخشی ہے۔ ہم نے تجھے کوثر قلب عنایت فرمایا ہے۔ جسمیں ہمیشہ مشاہدہ حق کے انوار و تجلیات ہیں۔ اور بحر اسرار الٰہیہ موجیں مارتا ہے۔ جو ہر آن بڑھتا جاتا ہے۔ اسی لئے صاحب کوثر صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دُعا میں یہ ورد فرمایا۔ ربّ زدنی علما۔ خداوند قدوس نے بھی ارشاد کیا۔ وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ میرے محبوب تیرے لئے ہر آیندہ ساعت ہر گذشتہ ساعت سے بہتر ہے۔

یہ اسی لئے فرمایا کہ بحر اسرار کی شناوری آناً فاناً زیادہ ترقی و کمال میں بڑھتی جاتی ہے۔ عارف رومی نے خوب کہا ہے ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست ٭ آنچہ بروے میرسی بروے مائیست

کیونکہ جب امام اور مقتدا آگے بڑھتا جاتا ہے۔ تو سلسلۂ فیضان میں ظل و عکس کے رنگ میں مقتدیوں کو بہ تبعیت امام قدم آگے بڑھانا چاہیے

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ انا اعطینٰک الکوثر کے معنی یہ ہیں۔ ہم نے تجھے ایک نورِ قلب عطا کیا جس نے تجھے ہم سے واصل اور غیر سے منقطع کر دیا۔ اور ہم نے تجھے سرِ ربوبیت کی معرفت بخشی ہے۔

حضرت جنید فرماتے ہیں۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے حبیب ہم نے تجھے نورِ معرفت عطا کیا ہے۔ اور انفراد و وحدانیت کے اسرار تجھ پر منکشف فرمائے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی یوں تفسیر کرتے ہیں

کوثر سے مراد معرفت کثرت بواسطہ وحدت ہے۔ کیونکہ معرفت کا طریق اعلیٰ یہی ہے۔ کہ بطور برہانِ لمی استدلال کیا جائے یعنی علت سے معلول کی شناخت حاصل کی جائے۔ یہی کاملانہ معرفت اور عارفانہ کمال ہے ٭

حضرت سیدنا المسیح الموعود علیہ السلام نے فرمایا

العاقلون بعالمین یعرفونہ ٭ والعارفون بہٖ عرفوا اشیاءہ

اہل علم عالم و کائنات کے ذریعہ خالق عالم خدا کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ اور صاحبانِ عرفان خدا کے واسطہ اور ذریعہ سے تمام اشیاء کو دیکھتے اور انکی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ وہ عین کثرت میں علم توحید تفصیلی کا مشاہدہ اور وحدت کا شہود حاصل کرتے ہیں۔ جس راہ پر عارفانہ قدم اٹھاتے ہیں وہ غیر متزلزل اور اٹھٹ ہے۔ وہ فائز و کامیاب اور منزل پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اشیاء فانیہ کی عینک لگا کر وجودِ حقیقی کی رویت کا طالب انسے بہت پیچھے ہے۔ ہمارے آقاء نامدار کائنات

کے سردار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ کوثر معرفت اپنے دل عرفان منزل میں رکھتے ہیں۔ جس کی نظیر ناممکن ہے۔ اور اسی بحر عرفان سے تمام پیاسے سیراب ہوتے ہیں (فداک روحی یا رسول اللہ صلعم)

یا معین فیض اللہ والعرفان ✣ یسعی الیک الخلق بالکیزان

میں بھی حاضر ہوں۔ تشنہ کام ہوں۔ مجھے سیراب فرما۔ تو بڑا داتا ہے۔ تیرا فیض عام ہے

فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا ✣ آپ پیاسوں کی تجسس میں ہے دریا تیرا

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

اے محبوب جبکہ تو شاہد جمال میں مصروف ہے۔ تو اب کمال حضور کے ساتھ کامل نماز پڑھ۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبع کو حکم دیا۔ وَاَعْبُدْ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ۔ اپنے رب کی اس طرح عبادت کر۔ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ فان لم تکن تراہ فانہ یراک اگر تو اس کو نہیں دیکھتا۔ تو وہ تجھ کو بیشک دیکھ رہا ہے۔ اسمیں پہلے مرتبہ کا نام احسان اور دوسرے کا نام ایمان ہے۔ صاحب عرائس البیان نے کہا۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے معنی یہ ہیں کہ نورِ ربوبیت میں مل جا۔ اور اپنی ہستی و وجود کو قربان کر دے۔ اور کشفِ مشاہدہ کے لئے تیار ہو جا۔ شیخ اکبر کے تفسیری الفاظ یہ ہیں :۔ وانحر انانیتک کون مع الحی بالفناء المصرف باقیاً ببقائہ ابداً فلا تکون ابتر فی وصولک وحالک و اتصال امتک الذین ھم ذریتک۔ یعنی مَیں کا گلا کاٹ دے۔ خودی گم کر دے حیّ و باقی کی بقا کے ساتھ بقا حاصل کر۔ تو وصول الی اللہ میں۔ اپنے حال میں اور اپنی امت کے اپنے ساتھ ملنے میں ابتر نہ ہوگا۔ بلکہ برکت دیا جائیگا ✣

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

بیشک تیرا دشمن جو ہے۔ جو تیرے حال کے خلاف حالی پر ہے۔ وہ ابتر ہے۔ ہماری لقا سے بے بہرہ ہے۔ اس کے حمار نفس کی دم فسل کاٹی گئی۔ کیونکہ یا رسول اللہ اعمال صالحہ۔ احوال صادقہ اخلاق روحانیہ۔ اوصاف ربانیہ۔ آپ کی فیضانی نسل ہے۔ آپ کے دشمن کو یہ کہاں نصیب

وہ تو ابتر اور بدتر ہے ؎

ایک صُوفی صافی یُوں تفسیر کرتے ہیں کہ

اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو رحمت جامعہ کا لباس پہنایا ہے۔ آپ ہی مظہر رحمت کلیہ ہیں۔ ہر مقام پر آپ کا فیضان ہے۔ آپ کو علم الاحکام اور علم الحقائق حاصل ہے۔ پس آپ فنا و تسلیم کی مسجد میں نماز پڑھیں۔ جو مسجد ابراہیمی ہے۔ اور یہ نماز حضور اور مشاہدہ کے رنگ میں ہو ؎

اور اپنے بدن کے اونٹ کو طریق خدمت میں قربان کر دیں۔ اور طبیعت کے اونٹ کو راہ عفت میں ذبح کر دیں۔ اور نفس کے اونٹ کو جوانمردی و فتوت کے رستہ میں۔
آپ کے دشمن تو تقسیم اور آفاقیہ کی اعقاب کاٹی گئی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ :-
فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین ؕ

محفوظ الحق۔ علمی قادیان

گوشِ دل سے یہ سُنیں حلقہ بگوشانِ نبیؐ — میری اُمّت میں نبیؐ ہو۔ یہ ہی فرمانِ نبیؐ
زندہ رہتا جو مرا بیٹا تو ہوتا وہ رسُول — تیرہ سو ۱۳ سال سے شائع ہے یہ اعلانِ نبی
آپؐ کے بعد نبی کوئی نہیں ہونے کا — قائل اس بات کے ہرگز نہیں یارانِ نبی
بند ہے باب رسالت یہ عقیدہ کیسا — جبکہ ثابت ہے احادیث سے امکانِ نبی
بانیٔ صدق و صفا مصلح کل ہیں حضرت — کیوں نہ سو جان سے دل ہو مرا قربانِ نبی
ہو ابوبکرؓ و عمرؓ حیدرؓ و عثمانؓ پہ سلام — ہیں جو یارانِ نبی یعنی کہ ارکانِ نبی
دوسرا سمجھے کہاں آپ کا منصب کیا ہے — حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے بس شانِ نبی
احمدی دین ہو دنیا میں الٰہی سب کا — ہر طرف آئیں نظر ہم کو غلامانِ نبی

ہم نے مانا کہ ہو تم تابع فرمان حافظ
ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے کہیں دامان نبی

(تسلیم احمد اٹاوی)

معصومیّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید

کہا جاتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معصوم نہ تھے۔ اور آپ بھی اور لوگوں کی طرح (نعوذ باللہ) گناہ سے ملوّث تھے۔ اور تعجب یہ ہے۔ کہ اس دعوئی مزعومہ کو اس کتاب سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو آپ کو صریح اور صاف لفظوں میں معصوم بیان کرتی ہے۔ چنانچہ فرمایا :- واللہ یعصمک من الناس۔ یعنی اللہ تجھ کو معصوم ٹھیراتا ہے۔ اور پھر جنہیں ان مخالفوں کو جو آپ کے تمام حالات سے واقف اور آپ کے سخت ترین دشمن تھے۔ ان الفاظ میں چیلنج دیا گیا تھا کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورہ یونس ع ۲) یعنی تم اس کا کوئی گناہ تو ثابت کرو۔ لیکن وہ باوجود آپ سے دشمنی رکھنے کے آپ کا گنہگار ہونا ثابت نہ کر سکے۔ بلکہ اس چیلنج کو سننے کے بعد خاموشی اختیار کر کے آپ کے معصوم ہونے پر مُہر لگا گئے۔

آنحضرت صلعم کی معصومیّت کی دلیل

سو یہ خیال کرنا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گنہگار ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے، پرلے درجہ کی حماقت اور جہالت ہے۔ اور قرآن سے جاہل مطلق ہونے کا ثبوت ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں بالتصریح آپ کو معصوم ٹھیرایا گیا ہے۔ چنانچہ میں ایک ایسی آیت پیش کرتا ہوں۔ کہ جو نص صریح ہے۔ آپ کے معصوم ہونے پر۔ اور وہ یہ ہے :- اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا

(پارہ ۲۲ رکوع ۴)

تحقیق جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ اُن پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور ان کے لئے ذلیل کرنیوالا عذاب ہے۔ اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں۔ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر ان کے کسی جرم اور گناہ کے۔ وہ ایک بہتان اور گناہ مبین کے

مرتکب ہوئے ہیں ٭

آیت مذکورہ میں دو گروہوں کو ایذا دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۱) اللہ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ (۲) مومن اور مومنات۔ لیکن صرف دوسرے گروہ کے ساتھ ہی بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا کی قید لگائی گئی ہے۔ جس سے قطعی طور پر یہ نکلتا ہے۔ کہ گروہ اوّل یعنی اللہ اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے کسی قسم کے اکتساب کا امکان ہی نہیں۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ کے بارے میں تو غالباً مخالفین اسلام بھی یہ تسلیم نہیں کرتے ہونگے۔ کہ اس سے کسی قسم کا گناہ سرزد ہو سکتا ہے۔ آیت مذکورہ میں اللہ کے ساتھ ہی نبی کریمؐ کو ذکر کیا گیا ہے۔ تو یہ .. .. اسبات کے ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ جس طرح خدا تعالےٰ اکتساب گناہ سے پاک ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی پاک اور معصوم ہیں۔ (خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کو مدّنظر رکھنا چاہیئے) ورنہ چاہیئے تھا کہ یا تو آپ کا دوسرے گروہوں کے ساتھ ذکر کیا جاتا۔ یا پھر وہیں رَسُوْلَہٗ کے ساتھ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبَ وغیرہ کی قید لگا دی جاتی۔ پس آپ کو دوسرے گروہ میں ذکر نہ کرنا۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے ساتھ ذکر کرنا صاف طور پر آپ کے معصوم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اب میں اختصار کے طور پر ایک دو آیتیں ایسی بیان کرتا ہوں۔ جن سے ہمارے مخالفوں کو دہوکہ لگا ہے ٭

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ کے معنے

آیت اوّل :۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورہ فتح ع ۱)

قطع نظر اس کے کہ ذنب اور غفر آپ کے لئے کن معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اسبات پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ فتح مکہ اور آپ کے گنہگار ہونے کا آپس میں تعلق ہی کیا ہے۔ اس صورت میں تو یہ معنے ہونگے۔ کہ آپ چونکہ گنہگار ہیں۔ اس لئے ہم نے آپکو یہ فتح مبین عطا کی۔ کیا گناہ کا بدلہ فتوحات ہی ہوا کرتا ہے۔ فتدبروا۔

بلکہ اصل بات یہی ہے۔ کہ یہ دراصل آپ کی سچائی کی دلیل دی گئی ہے۔ اور وہ یوں کہ لوگ آپکو مفتری اور جھوٹا وغیرہ کہتے تھے۔ اور قسم قسم کے الزام آپ پر لگاتے تھے۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اگر واقعہ میں آپ ان الزامات کے مرتکب ہوتے۔ جو آپ کی طرف

منسوب کئے جاتے ہیں۔ تو کیونکر ممکن تھا۔ کہ آپ باوجود اکیلے اور بے سروسامان ہونے کے یہ عظیم الشان فتح حاصل کر لیتے۔ حالانکہ آپ کے مخالف کیا بلحاظ قوت و طاقت کے اور کیا بلحاظ تعداد کے اور کیا بلحاظ سروسامان کے آپ سے بڑھے ہوئے تھے۔ پس آپ کا اکیلے ہو کر اور بغیر کسی ظاہری طاقت و قوت رکھنے کے .. عظیم الشان مخالفوں کو زیر کر کے اس فتح مبین کا حاصل کر لینا دلیل ہے اس بات پر کہ نہ صرف ان الزاموں اور عیبوں سے آپ بری ہیں۔ جو کفار آپ پر لگاتے تھے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا بھی آپ سے نہایت گہرا تعلق .. .. ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن تھا۔ کہ آپ ان الزامات کے بھی مرتکب ہوتے۔ اور پھر غالب بھی آ جاتے۔ ہاں اگر آپ کے پاس کوئی ظاہری حکومت یا کوئی فوج ہوتی۔ یا کوئی اور ایسے دنیاوی ذرائع ہوتے کہ جو اس غلبہ کا موجب ہو سکتے۔ تب کوئی کہہ سکتا تھا کہ آپ خدا تعالےٰ کی تائید اور نصرت سے کامیاب نہیں ہوئے لیکن واقف کار جانتے ہیں کہ آپ نے محض خدا کی مدد اور تائید سے ہی سب فتوحات حاصل کی تھیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے۔ اور آپ کا خدا سے تعلق تھا۔ اور ظاہر ہے کہ گنہگار کو خدا کبھی محبوب نہیں رکھتا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ ان تمام تہمتوں اور بہتانوں سے پاک ہیں۔ جو لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ کے معنے۔

آیت ۲۔ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ ۔ (سورہ مومن ع) سو جاننا چاہیئے۔ کہ ذنب بشری کمزوری سے لیکر شریک باری جیسے گناہ عظیم تک کو شامل ہے۔ اب اگر کسی کے متعلق قرآن مجید میں ذنب کا لفظ استعمال کیا جائے۔ تو ہم اسکو وسیع نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ اس ذنب کی کہیں تشریح نہ کر دی جاوے۔ جیسا کہ کفار اور مشرکین وغیرہ کے متعلق بھی یہ لفظ آیا ہے۔ مگر ساتھ ہی قرآن نے انکی تشریح کر دی ہے کہ وہ کفر یا شرک وغیرہ ہے۔ لیکن چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق صرف ذنب کا لفظ ہی آیا ہے اور کسی جگہ میں بھی اس کی ایسی تشریح نہیں کی گئی۔ کہ جس سے آپ کا گنہگار ہونا ثابت ہو سکتا ہو۔ اس لئے اسکے صرف یہ معنے ہونگے۔ کہ وہ کمزوری جو بشریت کو لازم ہے۔ کیونکہ محض لفظ ذنب مجبور نہیں کرتا۔ کہ اس کو ان معنوں سے وسیع کیا جائے۔ دوسرا لفظ استغفار

ہے۔ اسکے معنے بھی محض ڈھانپنے اور پردہ ڈالنے کے ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ جنتی لوگ کہینگے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ حالانکہ کوئی گنہگار بھی گنہگار ہونے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر اسکے اخلاص یا بعض نیکیوں کی وجہ سے خدا اسپر رحم کرنا چاہیگا۔ تو جنت میں داخل کرتے وقت خدا اس کے سب گناہ معاف کر دیگا۔ پس جنت میں یہ کہنے کے کیا معنے ہوئے کہ ہمارے گناہ معاف کر۔ تو آیت متنازعہ فیہ کے یہ معنے ہیں کہ اپنی بشری کمزوریوں کے ڈھانپے جانے اور ان کی پردہ پوشی کے لئے دُعا کرتا رہ۔ چنانچہ اسی لئے آگے فرمایا۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔ یعنی ایسی کمزوریوں سے صرف خدا ہی کی ذات پاک ہے۔

نیز یہ بھی یاد رہے۔ کہ مصدر کو مفعول کی طرف بھی مضاف کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ بولتے ہیں۔ "میرا گناہ معاف کر دیں" یعنی جو میں نے کیا ہے۔ اور آگے سے جواب ملتا ہے۔ "اچھا میں اپنا گناہ معاف کرتا ہوں" یعنی جو تم نے میرا گناہ کیا ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی اس کی مثال پائی جاتی ہے۔ جیسے فرمایا۔ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ۔ یعنی جو اپنے ظلم کے بعد انتقام لے۔ اسپر کوئی گناہ نہیں۔ یہاں پر ظلم مظلوم کی طرف منسوب کیا گیا ہے یعنی وہ ظلم جو کسی نے اسپر کیا ہو۔ اسی طرح وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ کے معنے ہونگے وہ قصور اور گناہ جو لوگوں نے آپ کے کئے تھے۔ انکی معافی کے لئے خدا تعالیٰ سے دُعا کرو۔ چونکہ جن آیات سے آپ کے گنہگار ہونے پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔ اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ ان میں ذنب یا استغفار کا لفظ آیا ہے۔ اس لئے میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ اصل ملحوظ رکھتے ہوئے ہمارے مخالفوں کو باقی آیات کے سمجھنے میں غلطی نہ لگیگی ؛

آخر میں میں ان لوگوں کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معصوم نہیں سمجھتے۔ آپ کے غلام کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کے حالات پر ہی غور کریں۔ اور انکی زندگی کو دیکھیں کیا آپ معصوم تھے یا نہیں۔ تب انہیں "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" کے مطابق اُسکے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معصومیت بھی معلوم ہو جائیگی۔

تاج الدین۔ لائلپوری

الہامی کتاب کی صداقت پرکھنے کے معیار

معیار اوّل :۔ جیسا کسی کا علم ہوتا ہے۔ ویسی ہی اسکی تصنیف ہوتی ہے۔ جس قابلیت کا کوئی صانع ہے۔ اسی درجہ کی اسکی صنعت ہوگی۔ اس تصنیف اور مصنوع سے صانع و مصنف کی بہت سی صفات و قابلیتوں کا علم ہو سکتا ہے۔ اہل مذاہب میں یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ خدا تعالیٰ ایک بے نظیر و بے مثل ہستی ہے۔ جیسے کہ فرمایا:۔ لیس کمثلہ شیءٌ۔ کہ اس کی مانند کوئی چیز نہیں۔ پس ضرور ہے کہ اس کی کتاب بھی اسی طرح عدیم النظیر ہو جس طرح کہ وہ خود ہے۔ ورنہ اسکی طرف منسوب کرنا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اسی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات میں اپنی کتاب کی نسبت یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ اس کی کوئی نظیر نہ لا سکے گا جیسے کہ فرمایا

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فأتو بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداء کم ان کنتم صادقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی اعدّت للکافرین

اگر تم کو اس میں جو ہم نے اپنے بندے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اُتارا ہے۔ کچھ بھی شک ہے۔ تو آؤ اسکی بلکہ اسکے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصے کی مثل دکھاؤ۔ اور اس کام میں اپنے معبودوں کو بھی شریک کر لو۔ اگر تم نے ایسا نہ کر دکھایا۔ اور یہ ہم پہلے بھی بتائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہیں کر سکوگے تو پھر اس آگ سے ڈرو۔ جو منکرین قرآن کیلئے طیار ہو رہی ہے۔ پھر فرماتا ہے:۔ قل لئن اجتمعت الجن والانس علیٰ ان یأتوا بمثل ھذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ کہ اگر جنّ و انس قرآن کریم کی نظیر لانے کے لئے اجتماع کریں۔ تو پھر بھی ہرگز اس کی نظیر نہ لا سکیں گے۔ نعم ما قیل ؎

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا ❖ بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز ❖ تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے

بھلا غور تو کیجئے کہ ہزاروں نامی شعراء موجود ہیں۔ اور ہزاروں فصاحت و بلاغت کے مدعی خطیب پائے جاتے ہیں۔ ایک اَن پڑھ آدمی چیلنج دیتا ہے۔ اور اشتعال دلانے والے کلمات سے ان کی غیرتوں

کو اکساتا اور جذبات کو برانگیخت کرتا ہے۔ مگر چودہ سو سال گذرتے ہیں۔ اور وہ اسکی نظیر نہیں لا سکتے تو کیا اسمیں ذرا بھی شک رہ جاتا ہے۔ کہ یہ کلام الٰہی ہے انسانی طاقت کو اسمیں ذرا بھی دخل نہیں کیونکہ جو کام ایک انسان کر سکتا ہے۔ اُسے دوسرا یا بہت سے انسانوں کی مجموعی طاقت بھی کر سکتی ہے۔ ہمارا آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اکیلا ہے۔ اور مقابل پر سارا جہان ہے۔ پھر کونسی طاقت تھی۔ جس نے ان کی زبانیں بند کردیں۔ اور انکے قلم روک دئے۔ محض اس کتاب کا اس بےنظیر ہستی کی طرف سے ہونا جو اسکی صداقت کی اجلی بدیہیات سے ہے۔ اور ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ آئندہ بھی اس کی کوئی نظیر نہ لا سکیگا ؂

معیار دوم۔ ہر ایک دوائی اور غذا اپنے اپنے موقعہ پر مفید اور نفع رساں ہوتی ہے۔ اور اگر بے موقعہ و بے محل استعمال کی جائے۔ تو بجائے فائدہ کے اُلٹا نقصان کرتی ہے۔ اسی طرح طبیب کی جسمی ضرورت پیش آتی ہے۔ جب کوئی مریض بھی ہو۔ پس الہامی کتاب کے لئے بھی یہ ضروری ہے۔ کہ وہ فسادات و تنازعات کے موقعہ پر بھیجی جائے۔ ورنہ پھر اُلٹا اثر کرے گی۔ کیونکہ اگر ہم ایک بچہ کو جوزنا۔ شراب خوری وغیرہ وغیرہ سے انجان ہے۔ یہ کہیں۔ کہ شراب مت پیئو۔ یا چوری مت کرو۔ تو اس کی غرض سوائے اس کے کہ اُسے ان جرائم کی ترغیب دی جائے۔ اور کیا ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید جیسی طبیب کتاب کو ایسے زمانہ میں اُتارا۔ جبکہ تمام دنیا شرک و فسق اور شرارت اور گمراہی میں مُبتلا تھی۔ اسی حالت کو اللہ تعالیٰ یُوں بیان فرماتا ہے۔ کہ :۔ ظھر الفساد فی البر و البحر۔ یعنی اہل کتاب غیر اہل کتاب سب بگڑ چکے تھے۔ تب اس کتاب کو اُتارا گیا۔ جو عین مناسب وقت تھا ؂

معیار سوم۔ الہامی کتاب کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے منزل کے وجود پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالے۔ کیونکہ نئی کتاب کے نازل کرنے کا مقصد و مطلب ہی یہی ہے کہ اس وراء الوریٰ ہستی کو معلوم کر کے اسکے مقرب بننے کی کوشش کی جائے۔ اگر یہ نہیں۔ تو وہ کتاب ہی بے غرض و بے مُدعا ہے

اس معیار کو نظر تعمق سے دیکھنے سے واضح ہوگا۔ کہ یہ ایک نہایت ہی عظیم الشان

اور بیّن ثبوت ہے۔ اور اس معیار میں سوائے قرآن کریم کے کوئی کتاب کسی صورت میں بھی پوری نہیں اُتر سکتی۔ کیونکہ ویدوں میں بقول اکثر ہندو۔ وایو۔ اگنی وغیرہ کی عبادت پر زور دیا گیا ہے۔ اور بائبل میں ایک عاجز انسان کو خدا منوایا گیا ہے۔ صرف قرآن کریم ہی ایسی کتاب ہے۔ جو اپنے منزل کا حقیقی طور پر پتہ دیتی ہے۔

دیکھئے۔ اس مختصر میں کس طرح توحید بیان کیگئی ہے۔ فرماتا ہے:۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۔ کہ خدا ایک ہے۔ جو جزو وغیرہ سے مبرا ہے۔ اور وہ تمام صفات کاملہ کا جامع اور تمام نقائص سے پاک ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کوئی اس کا باپ ہے۔ اور نہ کوئی اس کے برابر ہے ؂

معیار چہارم۔ الہامی کتاب ایسی کتاب ہو کہ اس کی تعلیم پر عامل ہونے سے انسان خدا کا پیارا و مقرب اور لوگوں کیلئے قابل نمونہ بن سکتا ہو۔ کیونکہ برعکس صورت میں نتیجہ نکلیگا۔ کہ وہ کتاب کامل نہیں۔ اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃٌ حسنۃٌ۔ کہ تمہارے لئے رسول ایک اسوہ حسنہ ہے۔ پھر فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ کہ تو (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہدے۔ کہ اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو۔ تو پھر میری اتباع و اطاعت کرو۔ اس کے بعد تم خدا کے پیارے بن سکتے ہو۔ پھر فرمایا:۔ والذین اتبعوھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ۔ کہ جن لوگوں نے متبعین قرآن کی بھی پیروی کی۔ وہ بھی خدا کے راضی کرنیوالے بن گئے۔ پس اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جبکہ اس کے پیروؤں کے پیروؤں کا یہ حال ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالےٰ سے راضی۔ چنانچہ اُمت محمدیہ میں جو بے شمار صلحاء و اولیاء اللہ گذرے ہیں۔ وہ صرف اسی پاک کتاب کی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ ان کو شرف مکالمہ مخاطبہ عطاء ہونا ثابت کرتا ہے کہ وہ مقربین بارگاہ صمدی سے تھے ؂

معیار پنجم۔ الہامی اور کامل کتاب کیلئے سب سے اشد ضروری یہ بات ہے

کہ وہ خدا تعالےٰ کی حفاظت میں ہو تاکہ انسانی دست وبرد سے بچ سکے۔ ورنہ اس کی صحت یا غیر صحت کا پتہ لگانا ایک مشکل کام ہو گا۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ کہ ہم نے ہی اس کتاب کو اتارا اور ہم ہی محافظ ہونگے۔ آج قرآن مجید پر چودہ سو سال گذرتے ہیں۔ مگر اس کے ایک شوشہ تک میں فرق نہیں پڑا۔ کسی کتاب کی حفاظت دو قسم کی ہوتی ہے (۱) لفظی (۲) معنوی) اگر لفظی حفاظت نہ ہو۔ تو الفاظ میں فتور پڑجاتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے اسکی لفظی حفاظت کیلئے قراء و حفاظ کو پیدا کیا۔ تاکہ اس کا کوئی لفظ نہ بگڑ جاوے۔ اگر دنیا پر کوئی ایسا موقعہ بھی آجاوے کہ سارے انسان کے سب ہلاک ہو جاویں اور روئے زمین پر کوئی نہ باقی بچے۔ تب بھی قرآن کریم برباد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ صرف اوراق میں ہی نہیں بلکہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔

اور اگر معنوی حفاظت نہ ہو۔ تو بھی اس کتاب پر اعتبار کرنا ناممکن ہو گا۔ اور صحیح معنی معلوم کرنے محال ہو جائینگے۔ اس لئے ابتداء ہی سے خدا کے مامور اس کام کو سرانجام دیتے رہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علےٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کہ اُمت محمدیہ پر ہر صدی میں ایک مجدد آتا رہے گا۔ جو اس اُمت کے دین کی تجدید کریگا۔

معیار ششم کسی کتاب کے سچا پرکھنے کا چھٹا ذریعہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ دیکھا جائے کہ اس میں اس کے پیرؤوں کو تمام دنیا کے افراد سے کس طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اس میں یہ ذکر نہیں۔ تو پھر وہ کتاب خدا کی نازل کردہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ سب کا خالق ہے۔ اور ساری دنیا اس کی مخلوق ہے۔ جب تک وہ کتاب ساری مخلوق کے باہمی تعلقات پر روشنی نہ ڈالے۔ کیونکر الٰہی کتاب ہو سکتی ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہر ایک کے متعلق حکم دیا۔ مثلاً ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی میں نہ صرف خالق سے بلکہ مخلوق سے۔ جو تعلق چاہیے۔ اس کا اصول بتایا۔ ع

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

اللہ دتہ جالندھری۔ مدرسہ احمدیہ قادیان

چند اعتراضوں کے جواب

سوال اول قرآن و حدیث میں جس جس پیغمبر کا ذکر کیا گیا۔ اس سے وہی پیغمبر مراد لیا گیا اسی طرح قرآن و حدیث میں عیسیٰ ابن مریم کا ذکر بھی جہاں جہاں آیا اس سے وہی مراد ہے نہ کوئی تمثیلی یا تاویلی پیغمبر۔ کیونکہ عیسیٰ ابن مریم عَلَم ہے جس کی تاویل از روئے علم معانی غیر ممکن ہے۔

جواب یہ کہنا کہ عیسیٰ ابن مریم علم ہے جسکی تاویل از روئے علم معانی غیر ممکن ہے معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے عَلَم اور علم معانی کا لفظ کہیں سے سُن لیا ہے لیکن بیچارہ کو یہ معلوم نہیں کہ فوت شدہ شخص کا نام جو بطور علم ہوتا ہے جب اسے کسی زندہ کے متعلق استعمال کیا جائے۔ یا بطور پیشگوئی کسی آیندہ شخص کے لئے استعمال میں لایا جائے تو پھر اس عَلَم کی علمیت یا وصف سے بدل جاتی ہے۔ یا بتجدد علمیت سے۔ مثلاً معترض کے ہاں اگر لڑکا پیدا ہو اور وہ اس کا نام عیسیٰ رکھدے اور لڑکے کی والدہ کا نام مریم ہونے سے پھر لڑکے کو عیسیٰ بن مریم کہدیا کرے تو کیا یہ علم نہ ہوگا۔ یا عیسیٰ ابن مریم جو اسرائیلی نبی ہیں انکی علمیت کیلئے مانع ہوگی۔ جب معترض کے لڑکے کی علمیت عیسی کا نام رکھنے سے باطل نہیں ہوتی تو مسیح محمدی جو فرد من افراد امت محمدیہ ہے اس کا نام آنحضرت جیسا بزرگ نبی اور رسول اپنی وحی مقدس کے ماتحت عیسیٰ بن مریم رکھدے تو کیا مسیح اسرائیلی کی علمیت اور شخصیت مسیح محمدی کی شخصیت کیلئے مانع اور مبطل ہوگی۔ اور معترض کا لڑکا اگر عیسیٰ کا نام بطور غلط تفاؤل کے بھی اپنے اوپر لے سکتا ہے تو مسیح محمدی بطور صحیح تفاؤل بلکہ سچی اور حقیقی مماثلت کے تحقق کے ساتھ کیوں عیسیٰ کا نام اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ پھر معترض کو معلوم نہیں کہ پیشگوئی جو کشف رؤیا اور الہام کی بنا پر ہوتی ہے علی العموم ماؤل ہوتی ہے۔ اور اکثر مجازات اور استعارات کی قسم سے پائی جاتی ہے۔ اور کسی فوت شدہ بزرگ انسان کے نام پر پیشگوئی اسکے مثیل کے حق میں ہوتی ہے اور یہ صورت مسئلہ کی علم بیان کے ساتھ تعلق رکھتی ہے نہ علم معانی کے ساتھ۔ اور مجاز اور استعارہ علم بیان کے اقسام سے ہیں جنکی نسبت تمام بلغاء کا اتفاق ہے کہ ان المجاز ابلغ من الحقیقة والکنایة ابلغ من التصریح۔ اور استعارہ کی تعریف میں بلغاء نے یہ لکھا ہے الاستعارة لیست الا تشبیها مختصرًا لا یذکر فیه غیر المشبه به یعنی استعارہ صرف مختصر تشبیہ کا نام ہے جسمیں مشبہ بہ کے سوا کچھ مذکور نہیں ہوتا یعنی مشبہ بہ اور وجہ شبہ

علم اور لڑکے کی علمیت

یعنی معنی جامع اسمیں حذف ہوتا ہے۔ پھر لکھا ہے لا تتاتی الاستعارة فی العلم الشخصی لعدم امکان دخول شیٔ فی الحقیقة الشخصیة لان نفس تصور الجزئی یمنع من تصور الشرکة فیہ الا اذا افاد العلم وصفا یصح اعتبارہ کلیا فیجوز استعارتہ کتضمن حاتم للجود وقس للفصاحة فیقال رایت حاتما وقسا بدعوی الکلیة حاتم وقس و دخول المشبہ فی جنس الجواد والفصیح۔ دیکھو جواہر البلاغہ یعنی استعارہ کا فائدہ علم شخصی میں نہیں ہوتا۔ اسلیئے کہ حقیقت شخصیہ میں دوسرے کسی شخص کا داخل ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ تصور جزئی کا نفس اسکے غیر کی شرکت کے تصور کیلیئے مانع ہے۔ ہاں جب علم وصف کا فائدہ دے تو پھر اسکے کلی ہونے کا اعتبار صحیح ہو سکتا ہے پھر اسکا استعمال بطور استعارہ جائز ہے جیسے کہ حاتم علم ہے اور جود و سخا کی وجہ سے اسکی علمیت وصف کی طرف منتقل ہو سکتی ہے ایسا ہی قس علم ہے اور بوجہ فصاحت اسکی علمیت جزئیت سے کلیت اور وصف کی طرف منتقل کیجا سکتی ہے اور اس سے مشبہ جواد اور فصیح کی جنس میں داخل کیا جائے گا۔ انھیں معنوں میں حضرت مسیح کا اسم جو بطور علم ہے اسکا استعمال بطور استعارہ جائز ہے ونعم ماقیل

کیا شک ہے ماننے میں تمھیں اس مسیح کے
جسکی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تمسے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

اب جب ایک طرف حضرت مسیح اسرائیلی فوت شدہ ثابت ہیں اور دوسری طرف آنحضرت کی تشریح واما مکم منکم کے الفاظ میں موجود ہے کہ آنے والا مسیح امت محمدیہ میں سے ایک فرد ہوگا تو اس صاف اور کھلی صراحت کے بعد پھر بھی مسیح ابن مریم کے لفظ سے مسیح اسرائیلی کو مراد لینا پرلے درجہ کی حماقت اور جہالت ہے۔ پھر بعض جاہل کہتے ہیں کہ حدیث میں مثل کا لفظ نہیں حالانکہ استعارات میں جیسا کہ بتایا گیا مشبہ بہ مذکور ہوتا ہے نہ مشبہ اور وجہ شبہ جیسے حاتم و قس کی مثال میں بتایا گیا اب ڈر ہے کہ معترض کسی عبارت میں یہ دیکھکر کہ ینزل حاتم وقس عند المسیح اپنی فاضلانہ شان علم کے ماتحت کہیں یہ نہ سمجھ لے کہ حاتم اور قس سے مراد وہی پہلا حاتم اور قس ہے باوجود اسکے کہ صدیوں سے اصل حاتم اور قس فوت ہو چکے۔ اور اگر کسیکو رستم کہا جائے تو اس سے بھی پہلا رستم ہی مراد لے۔ حالانکہ بقاعدہ

علم مجازہ و استعارہ علمیت وصف کی طرف منتقل ہو سکتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ کی وحی اور کشف میں مسیح موعود کی پیشگوئی میں مسیح ابن مریم کا اسم جو بطور علم کے ہے بقرائن صحیحہ و بوجوہات موجّہ وصف کی صورت میں استعمال کیا گیا اور بطور استعارہ مشبہ کی جگہ مشبہ بہ کو لایا گیا +

سوال دوم مسیح موعود کے متعلق حدیثوں میں آیا ہے کہ مقام روحا سے حج کے واسطے احرام باندھیں گے۔ اسے مرزا صاحب پر منطبق کیجئے +

جواب مقام روحاء سے احرام باندھنا تو مسیح محمدی کے لیئے بھی ہو سکتا ہے لیکن مقامات احرام میں سے آنحضرت کے وقت سے لیکر آجتک تو کوئی مقام روحاء کے نام سے احرام حجاج کے لیئے نامزد نہیں فرمایا گیا۔ پس روحا کے مقام کو مسیح موعود کے احرام کیلئے مخصوص فرمانا کوئی خاص قابل غور بات ہے پھر بلحاظ پیشگوئی ہونیکے یہ خصوصیّت ماؤل ہونیکے زیادہ قابل ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ واقعات سے اسکے ظاہر پہلو کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ سو مسیح موعود کے طواف کے متعلق جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں لکھا ہے وطواف عیسی ماؤل بان عیسی فی صورتہ الحسنۃ یدور حول الدین لاقامتہ واصلاح فسادہ وھو متکئ علی ما ایّدبہ من العصمۃ والتائید۔ (یعنی طواف عیسی کا مسئلہ جو حدیث میں بطور پیشگوئی مذکور ہے وہ ماول یعنی تاویل طلب ہے اور وہ یہ کہ عیسی اپنی صورت حسنہ میں دین اسلام کے اردگرد چکر لگائیگا تا اسکی بنا کو قائم کرے اور جو دجال کے فتنہ سے فساد اور خرابی پیدا ہو گئی اسکی اصلاح کرے۔ اور اسکا تکیہ کیلئے کاندھے پر ہاتھ رکھنا عصمت اور تائید کے معنوں میں ہے)

اسی طرح مقام روحاء سے احرام باندھنا بھی ماؤل ہی ہے۔ کیونکہ جب حج اور طواف کی حقیقت وہ کچھ ہے جو علامہ محمد طاہر نے اپنی بے نظیر کتاب مجمع بحار الانوار میں بیان کردی تو اب احرام باندھنا جو مناسک حج کا ایک مقدمہ ہے وہ مقام روحاء کی نادرانہ خصوصیت کے ساتھ کیوں حج اور طواف کی طرح ماؤل نہ ہوگا۔ پھر جب حج اور طواف کی حقیقت ظاہری صورت سے بالکل الگ تھلگ ثابت ہوئی تو مقام روحا سے احرام باندھنا بھی اسی قبیل

سے ٹھہرا۔ اور جسطرح کعبہ جو طواف کیلئے معین مقام اور پھر ایک خاص مقام کا نام ہے
جو اپنی حقیقت اور تاویل کے لحاظ سے دین اسلام سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ علامہ صاحب نے
لفظ طواف کی لغت میں اسکا ذکر کیا تو اسی طرح روحا بھی جو احرام کیلئے ایک مقام کا
نام بتایا گیا کعبہ کیطرح وہ بھی کسی روحانی اور معنوی کیفیت پر دال ہوگا۔ اور وہ علم تعبیر
کی رو سے کتاب تعطیر الانام فی تعبیر المنام میں اسطرح ہے من رای انہ فعل شیئاً
من المناسك فهو خير على كل حال وقيل ان الاحرام تجرد فی العبادة او
خروج من ذنوب۔ یعنی مناسک حج سے جو کچھ بھی عمل میں لایا جائے وہ ہر حال میں بہتر
ہی بہتر ہے اور احرام باندھنے کی تعبیر تجرد فی العبادۃ اور گناہوں سے پاکیزگی ہے۔ اور اس
تعبیر کی وہ روایت تائید کرتی ہے جو مفردات راغب میں لغت مسیح میں بالفاظ ذیل مذکور ہے
وقد رُوی ان الدجال ممسوح اليمنى وعيسى ممسوح اليسرى قال ويعنى بان
الدجال قد مسحت عنه القوة المحمودة من العلم والعقل والحلم والاخلاق
الجميلة وان عيسى مسحت عنه القوة الذميمة من الجهل والشره والحرص
وسائر الاخلاق الذميمة یعنی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ دجال دائیں آنکھ سے
ممسوح یعنی اندھا ہوگا اور عیسی علیہ السلام بائیں آنکھ سے اور اسکا مطلب اور معنی یہ ہے
کہ دجال سے علم صحیح اور عقل سلیم اور حلم وغیرہ اخلاق جمیلہ کی قوت محمودہ سلب کی جائیگی اور
اور عیسی موعود سے جہالت اور حرص وطمع اور ایسا ہی دوسرے اخلاق ذمیمہ اور ردیہ کی قوت
دور کی جائے گی۔ اور مسیح موعود کی اسی حالت کا نام حدیث میں احرام سے تعبیر فرمایا گیا۔
کیونکہ مسیح موعود کے حج اور طواف کعبہ کی جو کیفیت مجمع البحار میں بیان کی گئی۔ اسکے
مناسب حال روحا کے مقام سے آپکا احرام باندھنا اسی کیفیت کے ساتھ ہو سکتا ہے
پھر جسطرح احرام کا حج اور طواف کعبہ سے پہلے ہونا ضروری ہے اسی طرح احرام کی تعبیری
کیفیت سے مقدم ہونا مناسب ہے۔ وحق ما قيل ولا يخفى۔ اور لفظ روحا مؤنث
ہے نعت اروح کی جس کا مصدر رَوَحٌ بمعنی وسعت اور فراخی ہے جسمیں اشارہ ہے
مسیح موعود کی اس وسعت اور رفعت شان کا جو اسکو جری اللہ فی حلل الانبیاء کے

برکات کے لیئے بطور مقدمہ وتمہید تقوی اور طہارت نفس کی صورت میں عطا کی گئی۔ جو دوسرے لفظوں میں آپ کے لیئے مقام روحانی کا احرام تھا۔ والحمد للہ علی ذالک

سوال سوم۔ بقول عبداللہ بن سلام گوشہ بنا بر قبر مسیح علیہ السلام قریب حضرت صدیق وعمر خالی ہے (ب) کنز العمال باب نزول المسیح میں ہے کہ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اجازت فرمائیں تو آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں آپ نے فرمایا اسمیں میرا کچھ اختیار نہیں وہاں تو سوا میری قبر اور ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبر کے کسیکی گنجائش نہیں۔ **جواب** بقول عبداللہ بن سلام بر بنا قبر مسیح کسی گوشہ کا خالی ہونا تسلیم کرنا صحیح بخاری کی صحیح حدیث کے خلاف ہونے سے درست نہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری کی جلد اول باب ماجاء فی قبر النبی الخ میں یہ حدیث لکھی ہے عن عمرو ابن میمون الاودی قال رایت عمر بن الخطاب رض قال یا عبداللہ بن عمر اذھب الی ام المومنین عائشۃ رض فقل یقرء عمر ابن الخطاب علیک السلام ثم سلہا ان ادفن مع صاحبی قالت کنت اریدہ لنفسی فلاؤثرنہ الیوم علی نفسی۔ یعنی عمر بن میمون نے کہا کہ میں نے حضرت عمر کو دیکھا کہ آپ نے بیٹے عبداللہ کو فرمایا کہ تم حضرت ام المؤمنین عائشہ کی خدمت میں جاؤ اور میرا سلام عرض کرو اور پھر میری طرف سے یہ درخواست پیش کی جائے کہ عمر کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے دو رفیقوں کی معیت میں دفن کیا جاؤں۔ اسپر حضرت عائشہ نے جواباً فرمایا کہ وہاں دفن ہونیکے لیئے تو میری خواہش تھی لیکن اسوقت میں عمر کو اپنے نفس پر ترجیح دیتی ہوں اور ازراہ ایثار اسکے دفن کو پسند کرتی ہوں + اب اس حدیث کے ہوتے ہوئے عبداللہ بن سلام کا قول بصورت تعارض ترجیح حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے مدفون ہونے سے پہلے صرف ایک قبر کی جگہ ہی باقی تھی جو حضرت عائشہ نے اپنے لیے رکھی ہوئی تھی اور جسے حضرت عمر کی درخواست پر ایثار کر دیا۔ اور پھر عبداللہ بن سلام کا قول الفاظ حدیث نہیں اور حضرت عمرؓ کے دفن کا مسئلہ ایک امر واقع اور تاریخی بیان ہے اور قول مخالف واقعات کی تکذیب نہیں کر سکتا۔ اور یدفن معی فی قبری والی حدیث جو ابن الجوزی نے کتاب الوفا میں ذکر کی ہے وہ بوجہ اشکال ظاہری ماؤل اور از قبیل متشابہات ہے جسکا مطلب صرف برزخی قرب مراد ہے۔ لا غیر +

کنز العمال والی حدیث جو ابن عساکر سے لی گئی ہے اسکے متعلق دیباچہ میں خود مصنف نے لکھدیا ہے وکل ما عزی الی ابن عساکر...... فھو ضعیف فیستغنی بالعزو الیہ یعنی جو جو روایت علاوہ اور رواۃ مذکورہ کے ابن عساکر کی طرف منسوب کی جاوے ضعیف ہے اور اسکے ضعیف ہونیکے لیئے بس اسی قدر کافی ہے کہ وہ ابن عساکر کی طرف منسوب ہے۔

اب بتایئے جس روایت کی ثقاہت کا حال مؤلف کتاب کے نزدیک یہ وقعت رکھتا ہے اسکو میدان مقابلہ میں لانا کس قدر خجلت اور ندامت کا پیش خیمہ ہے۔ پھر اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو حضرت عمر کو حضرت عائشہؓ سے اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت تھی دوسرے حضرت عائشہ کو اس حدیث کی صحت کی بنا پر فلاؤ ثرنہ علی نفسی کہنے کا کیا حق حاصل تھا حضرت عمر یا دوسرے صحابی اس حدیث کی بنا پر کہہ سکتے تھے کہ حضرت عائشہ کا وہاں دفن ہونا ممنوع ہے اور حضرت عمر پہلے سے ہی حدیث مذکور میں نامزد ہو چکے ہیں۔ اسلیئے اب اجازت طلب کرنیکے کیا معنے۔ پھر حدیث عائشہ جو تلخیص الصحاح کی کتب التعبیر میں ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ نے خواب دیکھا کہ میرے حجرہ میں تین چاند گرے ہیں جب آنحضرتؐ کا انتقال ہوا تو حضرت ابو بکر نے فرمایا عائشہ تیرے خواب والے تین چاندوں سے یہ ایک چاند ہے اور ان تین چاندوں سے بہترین ہے۔ پھر آنحضرت کے بعد حضرت صدیق اور فاروق کے دفن ہونے سے وہ ثلثۃ اقمار یعنی تین چاندوں والا خواب پورا ہو گیا۔ اب اگر حضرت عیسیٰؑ موعود کا بھی وہاں دفن ہونا مقدر ہوتا تو بجائے تین کے چار چاند ہونے چاہئیں تھے نہ تین۔ پس ان سب باتوں سے ثابت ہو گیا کہ کنز العمال والی روایت قابل اعتبار نہیں +

تبرا کا عدم جواز کتب شیعہ سے

سُنی شیعہ میں افتراق کا بھاری موجب تبرا ہے۔ ہمارے فاضل نامہ نگار نے معتبر کتب شیعہ سے ثابت کیا ہے کہ تبرا جائز نہیں۔ یہ ٹریکٹ ۱۰/ فی جلد اور روپیہ کے ۱۶ کے حساب سے منگوا لیجیئے اور شیعہ حلقہ میں خوب تقسیم کیجیئے

مینجر تشحیذ الاذہان قادیان

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

از میاں نظام الدین صاحب جہلمی مہاجر قادیان

اے خالق ارض و سما اے مالک ہر دوسرا اے چشمۂ نور ہدا اے قادر مطلق خدا
محتاج ہے تیرا سدا دنیا میں ہر چھوٹا بڑا ہے کون پھر تیرے سوا ہو جس کا ہم کو آسرا
سن لے ہماری التجا اب ہو گئے لاچار ہم

یارب کریں کس سے بیاں ہم اپنے غم کی داستاں دشمن ہوا سارا جہاں اب بھاگ کر جائیں کہاں
ہم ہو رہے ہیں نیم جاں آنکھوں سے ہیں آنسو رواں جبتک نہ ہو تو مہرباں دشمن سے کب پائیں اماں
اس حال میں اپنے یہاں جینے سے ہیں بیزار ہم

کر رحم کی ہم پہ نظر تیرے سوا جائیں کدھر ہر سمت سے اسلام پر ہے چھا رہا خوف و خطر
لگتا ہے اپنے ہم کو ڈر دشمن کا حملہ دیکھ کر دل کو تسلی ہے مگر تو ہے ہماری پشت پر
در پر ترے با چشم تر آئے ہیں ہو کر زار ہم

ہمنے لگایا زور سب بڑھتا گیا رنج و تعب پھر کیا کریں تدبیر جب بنتا نہیں کوئی سبب
اسلام پر یہ وقت اب کیا آگیا ہائے غضب ہیں منتظر ہم روز و شب آئے ہمیں امداد رب
جو حکم ہو با صد ادب کرنے کو ہیں تیار ہم

وہ شان اور شوکت کا گھر لندن تھی جس سے تا جو تھا فخر جسکو سر بسر اپنے تمام امثال پہ
دشمن کی ہے اپنے نظر اسکے در و دیوار پر خم ہو گئی اپنی کمر اب یہ مصیبت دیکھ کر
ہے درد تو دلمیں مگر کیونکر کریں اظہار ہم

اسلام پر یہ ابتلا کیوں دوستو نازل ہوا سوچو ذرا بہر خدا کہتا ہوں تم کو برملا
وہ جرم ہمنے کونسا دنیا میں ہے ایسا کیا جس سے ہوا ہم پر خفا وہ مالک ہر دوسرا
پھرتے ہیں مثل بے نوا در در ذلیل و خوار ہم

اسلام کا اک پہلواں وہ احمدؐ آخر زماں بتلا گئے جسکا نشاں دنیا کو شاہ انس و جاں
آیا تھا جو بہر جہاں شہزادۂ امن و اماں تھی معجزہ جسکی زباں جادو نگہ شیریں بیاں
اے منکرو کہدو کہ ہاں کرتے رہے انکار ہم

گر مان لیتے ہم سبھی جو بات اُسنے تھی کہی ہوتی نہ پھر ایسی کبھی حالت ہماری قوم کی
اب بھی اگر ہم پیروی اسکی کریں جو ہی جری تو ہی یقیں آئے ابھی نصرت بفضلِ ایزدی
پس آؤ بنکر متقی حق کا کریں اقرار ہم

ہمنے سُنی اُسکی ندا تھا کھول کر اُس نے کہا میں ہوں تمھارا پیشوا نائب رسول پاک کا
چھوٹا ہو کوئی یا بڑا ہو شاہ یا کوئی گدا جو دور اب مجھ سے ہُا آخر وہ کاٹا جائے گا
پھر بھی نہ اُسکی یہ صدا سُنکر ہوئی بیدار ہم

ہے وقت اب بھی دوستو انجام اپنا سوچ لو ایسا نہ ہو پھر حشر کو حسرت سے ہاتھوں کو ملو
ہر سمت سے اسلام ہو نرغہ میں جب اے دوستو پھر کسطرح بتلاؤ تو مسلم کے دلکو چین ہو
نکلیں نہ کیوں تبلیغ کو سب چھوڑ کر گھر بار ہم

کامل الہامی کتاب کے لیئے ضروری ہے کہ اس کی تعلیم تمام دنیا کے مناسب حال ہو۔ اور پھر دنیا کے اکثر حصہ میں پھیل بھی جائے اور پھیلانے کے لیئے سامان بھی مہیا ہوں۔ صندوقوں میں ہی بند نہ پڑی رہے۔

دیکھیئے قرآن مجید نازل ہوا تو ساتھ ہی اسکے پھیلانے کے سامان بھی بہم پُہنچ گئے۔

پھر ضروری ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ پاکوں کی ایک جماعت پیدا ہو جائے۔ اور لوگوں کی گناہ آلود زندگیوں کو بدل دے جیسا کہ قرآن مجید نے عرب میں کر دکھایا۔

پھر کامل کتاب کی زبان کی حفاظت بھی ضروری ہے چنانچہ عربی زبان محفوظ ہے (جو قرآن مجید کی ہے نہ کہ وید کی۔)

پھر اسکے الفاظ کی بھی حفاظت ہو اور اسکے معانی بھی محفوظ رہیں چنانچہ قرآن مجید کے الفاظ محفوظ رہنے کیلئے علاوہ اور سامانوں کے حافظوں کی جماعتیں پیدا ہو گئیں اور معانی کیلئے ایسے آدمی پیدا ہوئے ہیں جو خدا کی طرف سے مبعوث ہو کر تعلیم اسلام کی تجدید کرتے ہیں اور اسے ہر قسم کی ملاوٹ اور اشتباہ سے محفوظ رکھتے ہیں +

گورو چیلے میں حیقلش نمبر ۱

بانیٔ آریہ سماج قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت اور بے مثال ہونے کو بزعم خود غلط سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کیا اکبر بادشاہ کے زمانے میں مولبی پھیجی (مولوی فیضی) (سوامی کا سلیغ علم الٰہی دو لفظوں سے عیاں ہے) نے بے نقط قرآن نہیں بنالیا تھا۔الخ"

(ستیارتھ پرکاش چودہواں سمولاس)

شری سوامی دیانند آنجہانی فیضی کو بے نقط قرآن کا مصنف بتلاتے ہوئے اسے قرآن شریف کے مقابل پیش کرتے ہیں۔ ہمیں تو بذات خود اس عامیانہ بات کا جواب غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے سوامی جی کے خاص الخاص شاگرد یعنی چیلے کا بیان پیش کرتے ہیں۔ پنڈت لیکھرام اپنی کتاب کلیات آریہ مسافر ۵۶۸ کالم ۲ پر لکھتا ہے کہ

"براہمنوں (یہ کتب کا نام ہے) کی نسبت الہامی ہونے کا دعویٰ ایسا ہی بے بنیاد ہے جیسا کہ فیضی کے بے نقط کتاب سواطع الکلام کو فیضی کا قرآن سمجھنا حالانکہ سوائے چند جہلا کے کوئی عالم اس کا قائل نہیں۔الخ"

سماجی دوستو بتلاؤ بقول لیکھرام "چند جہلا" میں۔ سوامی جی مہاراج بھی شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ بس یہ فیصلہ تمہیں پر چھوڑا۔

متبوع اور تابع میں اختلاف

"اس وقت یسوع نے بھیڑ سے اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کہیں۔ کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں۔ وہ سب کرو۔ اور مانو۔ لیکن ان کے سے کام مت کرو۔الخ" (انجیل متی ۲۳-۱-۱)

یہاں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توریت اور فریسیوں کے احکام کو واجب العمل بتایا ہے۔ مسیح متبوع کے فرمان کو ملاحظہ فرماتے ہوئے ذرا لگتے ہاتھ پولوس تابع کا بھی بیان سن لیں

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا۔ اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑا لیا" (گلیتھون ۳/۱۳)

استاد تو توریت کو واجب العمل ٹھہرائے۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے کی خاص طور پر تاکید کرے۔ مگر شاگرد ہے کہ اس شریعت کو لعنت قرار دے۔

پھر استاد نے یہ فرمایا۔ کہ

"یہ نہ سمجھو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" (متی ۵/۱۷)

مگر برعکس اس کے اسی کا شاگرد یہ کہتا ہے۔ کہ

"غرض پہلا کلام (یعنی تورات) کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہو گیا۔ الخ" (عبرانیاں ۷/۱۸)

اے یسوعی دوستو! بتلاؤ متبوع کا حکم درست ہے یا تابع کا۔ استاد کا یا شاگرد کا خداوند کا یا خادم کا۔ ہاں اپنے فیصلہ سے جلد اطلاع دو۔

وید محفوظ عن الخطا نہیں

"وید تو بوجہ پرمیشور کے الہام ہونے کے منزہ من الخطا اور ثابت بالذات ہیں" (ستیارتھ اردو ص ۹۳)

یہ وہ دعویٰ ہے۔ جو رشی دیانند کے لفظ لفظ اور حرف حرف کو ویدوں کی طرح منزہ من الخطا ماننے والے آریہ سماج کے ممبروں کی زبان سے اکثر سنا جاتا ہے۔ (اور خود رشی نے بھی کہا ہے۔) یہ ایسا دعویٰ ہے۔ جس کی بطالت اور لغویت کے ثابت کرنے کیلئے ہمیں کسی عقلی برہان کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ماشاء اللہ وید بھگوان اس کام کو خود ہی بوجوہ احسن سرانجام دے رہا ہے۔

عزیز ناظرین! سنئے وید بھگوان سوامی دیانند کے مقولہ بالا دعویٰ کی تردید میں کیا فرما رہا ہے۔

"ہم لوگ . . . . بہت ہی بزرگ دل میں رہنے والے پرمیشور - روح اور جان کے لئے نہایت ہی سکھ روپ وید کا اچھے طور اپدیش (وعظ) کریں -

(رگوید منڈل عا سوکت ع۳۲ منتر عا)

مہرشی دیانند کے معتقدو - بتلاؤ جو کتاب یہ اپدیش اور ایسی تعلیم دے - کہ لوگ پرمیشور کو بھی ویدوں کا وعظ کریں - محفوظ عن الخطا ہو سکتی ہے؟ ہاں انصاف سے بتلانا - کیا ایشور کی ذات لوگوں کی نصائح اور مواعظ کی محتاج ہے - کیا اس میں بھی اخلاقی دینی دنیوی ترٹیاں کمزوریاں اور کمیاں ہیں - جس کے لئے کسی ناصح اور بزرگ واعظ کی ضرورت ہو گی -

متر دادوستو! تمہیں اب یہی واجب ہے - کہ رشی دیانند کا کوئی بھی دعوٰی کیوں نہ ہو جب تک خود کافی تحقیق و تدقیق نہ کر لو مت تسلیم کرو - ورنہ اس کا نتیجہ سوائے ذلت اور پشیمانی کے کچھ نہیں - یہ منتر بطور نمونہ لکھا گیا ہے - ورنہ ایسے بیسیوں منتر موجود ہیں +

بائبل بھی منزہ عن الخطا نہیں

بائبل کے متعلق اس دعوٰی کی تائید میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہ لکھتے ہوئے ایک فاضل عیسائی کا ہی ذیل میں مختصر سا قول نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں - رسالہ ماڈرن ریویو کا فاضل ایڈیٹر لکھتا ہے -

"بائبل کا محفوظ از خطا ہونا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتا - اس کے بے شمار مقامات ثابت شدہ علمی تحقیقات کے بالکل مخالف ہیں - اس کے کئی حصے افسانہ کی قسم کے ہیں - اس کے تمام بیان کردہ واقعات کو صحیح تاریخی واقعات نہیں کہا جا سکتا - علاوہ اس میں بعض ایسی تعلیمیں ہیں - جو بلا واسطہ یا بالواسطہ ہماری اخلاقی حس کو صدمہ پہنچاتی ہیں - اور یہ کہنا درست نہیں - کہ بائبل کا بڑا حصہ علمی اور تاریخی پہلو سے صحیح اور اخلاقی پہلو سے اعلٰی پایہ کا ہے - ایک ایسی کتاب یا کتابوں کا مجموعہ جس کی نسبت دعوٰی کیا جاتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے بذریعہ الہام نازل ہوئی غلطیوں سے بالکل پاک ہونی چاہیئے - اور کسی ذرا سی بات میں بھی اس میں نقص

نہیں ہونا چاہیئے“

ویدوں کی گمشدگی

ہ پہلے زمانہ (قدیم زمانہ) میں شاکل واشکل۔ آشولاین۔ شانکھاین۔ مانڈوکائن
ان پانچ حصص میں رگوید منقسم تھا (اور) موجودہ وقت (زمانہ) میں صرف شاکل
رگوید ملتا ہے۔ دیگر چار حصص اس کے غائب ہو گئے ہیں۔ یہ بیان شونک رشی
کی تصنیف ”چرن ویوہ“ میں موجود ہے“ (مقتبس از کتاب وید ترئی سمالوچنا
ہندی مصنفہ پنڈت، کھلانند فرما کوئی رتن)

آریہ سماج کے بھدر پرشو۔ سناتن دہرم کے معتقدو! ویدوں کو محفوظ عن التحریف والالحاق
بتلانے والو! تعصب اور پکش پات کو چند منٹ کے لئے اپنے دل سے نکال کر محولہ بالا
عبارت کو دیکھو۔ اپنی روائیتی ضد اور ہٹ کو تھوڑے عرصہ کیلئے خیر باد کہکر شونک رشی کا
فرمان سچائی کے متلاشی بن کر پڑھو۔ کیا اس عبارت کے اس بیان کے رشی کے ان الفاظ
کے ہوتے ہوئے تمہارا دعویٰ قایم رہ سکتا ہے۔

اس زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے بھی تم ویدوں کو محفوظ اور مصئون ہی مانے
جاوگے۔ کیا اب بھی مسلمانوں سے یہی مطالبہ کرتے جاوگے۔ کہ

اے مسلمانوں تم قرآن کو ہمارے سامنے تب پیش کرو۔ جب ویدوں کو
بائبل کی طرح محرف مبدل یا ضایع شدہ ثابت کر کے دکھاؤ“

اے دیانندی اور سناتنی حضرات!

مسلمانوں کو ویدوں کے محرف ومبدل ثابت کرنے اور ان کے ضایع ہو جانے
کی اسناد ودلائل پیش کرنے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی۔ اللہ تعالےٰ نے خود
ہی تمہارے قدیم رشی کے قلم سے ہزاروں سال پہلے ہمارے دعویٰ کے اثبات
اور صداقت کیلئے ایسا بیان لکھوا دیا۔ فالحمدللہ رب العالمین ۔

(باقی آیندہ بشرط فرصت) فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

فاروقی خضاب

یہ خضاب نوایجاد جس کا نشان (ٹریڈ مارک) منارۃ المسیح ہی بالوں کو سیاہ کرنے میں لاثانی ہے۔ اس کو لگاکر بال گرنے وغیرہ کی کوئی دقت نہیں۔ چند منٹوں میں بال سیاہ ہوکر مثل ریشم ہو جاتے ہیں کسی قسم کی سوزش یا تکلیف مثل بعض دیگر خضابوں کے اس کے لگانے سے نہیں ہوتی۔ عورتوں اور مردوں کو یکساں مفید ہے ایک لمبے تجربہ کے بعد ہم یہ کہنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ کہ ہمارا خضاب عمدگی اور ارزانی میں موجودہ تمام خضابوں سے بڑھ کر ہے۔ ایک بار تھوڑے پیسے خرچ کرکے اسکو منگاکر آزمائیے اگر واقعی اچھا ہو تو لگائیے ورنہ پھر کبھی اس کے نزدیک نہ جائیے یا تو چند پیسے ہم نے ایک مرتبہ آپ سے ٹھگ لئے یا انشاءاللہ ہمیشہ کیلئے آپ ہمارے خریدار ہو گئے آزمایش شرط ہے یہ کاٹھ کی ہانڈی نہیں جو ایک دفعہ چولھے پر رکھتے جل جاوے قیمت ایک شیشی ایک اونس معہ برش ۱۲/ قیمت تین شیشی ایک برش ۲/ چھ شیشی ایک برش ۴/۱۲ محصولڈاک معہ پیکنگ خرچ ایک شیشی ۴/ تین شیشی ۸/ چھ شیشی ۱۴/ بارہ شیشی ۱/۸

عمر اینڈ برادرز دارالفضل سٹریٹ فاروق منزل قادیان ضلع گورداسپور

طاقت بڑھانے والا پھل

کولا ٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہی زیادہ فکر یا محنت کی وجہ غم و بیماری و تبدیل آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہو گیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے دم کو بڑھاتا ہے اسلئے گھوڑی کی سواری پہاڑ کی چڑھائی کشتی کرنا ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا یہ ہولدل اور دھڑکن کو روکتا ہے رات کو جاگنا ہو تو اسکو پی لیجئے تکان نہیں ہوگا یہ شراب افیون کی عادت کو بھی چھوڑاتا ہے مفصل حالت کی فہرست بلا قیمت منگوا کر دیکھئے قیمت ۳۲ خوراک شیشی ۱ مع محصول ڈاک ۵/ ابد یا ہر جگہ دکانداروں اکٹر دل اور دوا فروشوں سے

ایک شیشی سے زیادہ منگانے کے محصول معاف

زخم کا مرہم

یہ زخم کا مرہم سب طرح کے زخموں میں فائدہ کرتا ہے زخم کے کیڑی اس سے مرجاتی ہیں بو جاتی رہتی ہے اور زخم صاف ہو کر جلد انگور کیطرح بھر آتا ہے اور نیا چمڑہ پیدا ہو کر زخم کو آرام ہو جاتا ہے معمولی زخم سے لیکر سڑی گلے زخم ناسور تک سب میں اثر دکھلاتا ہے قیمت ایک اونس کی ڈبیہ ۵/ زخم دھونیکی ٹکیہ مرہم لگانے کے ساتھ ہی زخم دھونا بھی چاہیئے جس سے زخم دھونیکا پانی بنتا ہے چھوٹی چھوٹی ٹکیہ کی صورت بنی ہوئی ہے ایک ٹکیہ سے ایک بوتل زخم دھونیکا پانی بنتا ہے مرہم کیساتھ ٹکیہ ملسکتی ہے قیمت فی ٹکیہ ا محصول ڈاک ہر دو ۵/

کونین کی ٹکیاں

خوبصورت چھوٹی چھوٹی کونین کی ٹکیاں کل میں بنتی ہیں دو رنہلی ٹین کی ڈبیا میں ۱۶ ٹکیاں رہتی ہیں جو کونین کا استعمال کرتا ہے تو یہ کونین کی ٹکیاں پاس رکھئے اسمیں وزن کی ضرورت نہیں کھانے میں تکلیف قیمت ۱۶ ٹکیوں کی ڈبیہ ۸/ محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے چھ ڈبیہ تک

داد کا مرہم

ہر قسم کے کھجلی کیلئے آرام کرتا ہے دیکھیئے جناب مہاراجہ صاحب ریاست شنکر پور ضلع بھاگلپور سے کیا لکھتے ہیں یہ دوسرا موقعہ ہے کہ آپکے داد کی مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا جس سے میں نے ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی میں آپکا نہایت درجہ ممنون و مشکور ہوں اسکے استعمال کرنیوالے بھی جناب مہاراجہ صاحب کیطرح سے مداح ہیں کیونکہ دو تین مرتبہ کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے الکیم اچھا کر دیتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۱ محصول ڈاک ۵ ایک سے چھ تک ۶/

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر ماہ کی ۵ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مسمّٰی بہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

قیمت سالانہ پیشگی

تمام خط و کتابت بنام منیجر ہو

جلد ۱۵ — بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۰ء مطابق ذی قعدہ سنہ ۱۳۳۸ھ — نمبر ۸

الحدیث الشریف فی المسیح الصحیح

مصنفہ مولانا جلال الدین صاحب شمس سیکھوانی مولوی فاضل

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان
میں چھپا اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا۔

اس رسالہ کی متعدد کاپیاں تبلیغ کیلئے منگوا کر تقسیم کیجئے

یہ رسالہ جس میں حدیث نزول المسیح کی مکمل شرح ہے تمام ذی استطاعت احباب کرام اسکی متعدد کاپیاں ۸؎ فی جلد کے حساب سے منگوا کر اپنے حلقۂ اثر میں تقسیم کریں تبلیغی سکرٹری صاحبان کے لیئے نادر موقعہ اور قیمتی تحفہ ہے۔ مینیجر تشحیذ قادیان۔

حضرت مسیح موعود اور علماء زمانہ

اسلام کی پہلی کتاب۔ مرتبہ ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب بی۔ اے۔ بہت مشہور اور مقبول کتاب ہے آپ نے اس پر نظر ثانی کر کے حال میں بہت سی ترمیم و اضافہ کے ساتھ اسکا ایڈیشن تین حصوں میں چھپوایا ہے یہ ہر سہ حصص سلسلہ احمدیہ کے بچوں۔ سکولوں کے طلباء اور مبتدیوں کے لیے بہت ہی مفید ہے کیونکہ اس میں احمدیت کے متعلق ہر قسم کی واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے اور سب مسائل کا ثبوت موجود ہے۔ غیر مبائعین کے لیے بھی کافی مصالحہ ہے اور غیر احمدیوں کے لیئے بھی بہت سے اعتراضوں کا جواب ہے۔

شیر و شکر

دائرۃ الاصلاح لاہور نے یہ ٹریکٹ شائع کیا ہے جس میں صحابہ کرام و اہل بیت نبی اور ائمہ عظام کی باہمی رشتہ داریاں نہایت معتبر و صحیح اسناد سے واضح کی گئی ہیں۔ سنّی و شیعہ اتحاد کے لیے قابل قدر کوشش ہے مگر اسکا اصل طریق وہی ہے کہ قوم میں وہ روح پیدا کی جائے جو نبی کریم کے وقت میں تھی سوائے ایک مامور پر ایمان لانے کے ہو نہیں سکتی۔

پنجابی منظوم کتابیں

سہاگ نامہ۔ مولانا راجیکی۔ ار گفتگو ماں دھی۔ (تصدیق المسیح) ملنے کا پتہ مینیجر نصیر بک ایجنسی قادیان دار الامان۔

نادر موقعہ

صداقتوں کی روشنی کون دور کر سکتا ہے۔ عہ درس القرآن فی رمضان تشحیذ کے پچھلے فائل ۸؎ سالانہ کے حساب جس میں نہایت نادر مضامین جمع ہیں۔

(مینیجر تشحیذ قادیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست ۱۹۲۰ء

التشریح الصحیح لحدیث نزول المسیح

مسلمانوں کا عقیدہ دربارہ نزول ابن مریم

مسلمانوں کا ہر زمانہ میں یہ عقیدہ رہا ہے کہ آخری زمانہ میں جبکہ دین اسلام میں قسم قسم کی بدعات اور رسوم پھیل جائیں گی۔ اور مسلمانوں کی حالت یہود کی سی ہو جائے گی اور عیسائیت کا غلبہ ہوگا۔ اس وقت بدعات سیئہ کو دور کرنے اور اسلام کی تائید و نصرت کے لیئے اور اسے غیر مذاہب پر غلبہ دینے کے واسطے حضرت مسیح نازل ہونگے جیسا کہ تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۹۸ میں هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ کی تفسیر کرتے ہوے لکھا ہے۔

"اِذِ الظُّهُوْرُ لَا یَظْهَرُ اِلَّا بِالْاِظْهَارِ وَهُوَ الْاِتْمَامُ یُؤَیِّدُهٗ قَوْلُهُ الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ ذَالِكَ عِنْدَ نُزُوْلِ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ قَالَهٗ مُجَاهِدٌ"، کہ ظہور دین ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر اتمام کے ساتھ۔ اسکی تائید خدا تعالیٰ کے قول الیوم اکملت لکم دینکم سے ہوتی ہے۔ اور ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ظہور اسلام کا تمام مذاہب پر عیسیٰ ابن مریم کے نزول کے وقت میں ہوگا اور مجاہد

جو تابعین میں سے ہے اس نے یہ بات کہی ہے +

بناء عقیدہ مذکورہ بالا

اب میں وہ احادیث جن پر اس عقیدہ کی بناء ہے لکھتا ہوں۔

(۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيْ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ (وَقَدْ جَاءَ فِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيْ يَضَعُ الْحَرْبَ اَوْزَارَهَا) وَيَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ + (صحیح مسلم جلد اول صد۲ے مطبوعہ مصر باب نزول عیسیٰ بن مریم۔)

(۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ (صحیح مسلم جلد مطبوعہ مصر صد۲ے) ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بہت ہی جلد تم میں ابن مریم نازل ہوگا۔ حکم وعدل ہوگا۔ وہ صلیب کو توڑے گا۔ اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور جزیہ کو موقوف کردے گا۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے۔ کہ وہ لڑائی کو موقوف کریگا اور ابن ماجہ اور کنز العمال میں یہ آیا ہے۔ کہ لڑائی اپنے ہتھیاروں کو رکھدیگی۔ یعنی مذہب کیلئے لڑائی نہیں ہوگی۔ اور مال اس کثرت سے ہوگا کہ اسے کوئی بھی قبول نہ کرے گا۔ دوسری حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تمھاری کیا حالت ہوگی۔ جبکہ تم میں ابن مریم نازل ہوگا اس حال میں کہ وہ تمھارا امام ہوگا۔ دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ وہ تمھاری امامت کرائے گا اس حال میں کہ وہ تم سے ہی ہوگا۔

پس یہ احادیث ہیں جنسے ثابت ہوتاہے۔ کہ اُمت محمدیہ میں ایک مسیح آئیگا۔ ایک مسیح کے آنے میں تو ہم اور ہمارے مخالف متفق ہیں اختلاف اسبات میں ہے۔ کہ آنیوالا کون ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ آنے والا مسیح موعود جو اسی اُمت سے آنا تھا۔ آچکا۔

اور مسیح ناصری فوت ہو چکا۔ اور دوسرے مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ پہلا مسیح ابھی تک آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ ہے وہی دوبارہ دنیا میں نزول کرے گا۔

غیر احمدیوں کی دلیل

ایک بڑی بھاری دلیل جو غیر احمدی مسیح ناصری کی زندگی اور اسی کے دوبارہ نزول پر پیش کیا کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا احادیث میں نزول کا لفظ ہے۔ نزول کے لفظ سے وہ اس طرح استدلال کیا کرتے ہیں۔ کہ نزول چونکہ فرع ہے صعود الی السماء کی اسواسطے معلوم ہوا۔ کہ مسیح پہلے آسمان پر چڑھا ہے ورنہ اگر وہ آسمان پر نہ ہوتا۔ تو اسکے لیئے نزول کا لفظ نہ لایا جاتا۔ اس استدلال کے غلط ہونے کے مندرجہ ذیل ثبوت ہیں +

ثبوت اول

پہلا ثبوت تو اس استدلال کے غلط ہونے کا یہی ہے کہ مسلم کی دوسری حدیث میں یَنْزِلُ کی جگہ فَیَبْعَثُ اللّٰہُ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ آیا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسی ابن مریم کو مبعوث کریگا۔ اور بعث کا لفظ صعود کو مستلزم نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں بہت جگہ دوسرے انبیاء کے لیئے بھی یہ لفظ آیا ہے۔ جیسے کہ رسول کریم کیلیئے ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (جمعہ) پھر دوسرے انبیاء کے لیئے بھی وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا میں پھر اصحاب کہف کیلیئے ثُمَّ بَعَثْنٰھُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا (کہف) میں اور آیت فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا پھر آیت فَابْعَثُوْٓا اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ ھٰذِہٖٓ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ (کہف) پھر عزیر علیہ السلام کیلیئے آیت فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ میں بعث کا لفظ وارد ہوا ہے۔ ان سب مذکورہ بالا آیات میں بعث کا لفظ صعود کو مستلزم نہیں ہے۔ پس مسلم کی دوسری حدیث اثبات پر صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ ابن مریم آسمان سے نہیں اُترے گا +

ثبوت ثانی

دوسرا ثبوت اثبات کا کہ نزول سے مراد آسمان سے اُترنا نہیں ہے یہ ہے،

کہ نزول کا لفظ قرآن مجید میں متعدد جگہ وارد ہوا ہے لیکن اسکے معنی آسمان سے اُترنیکے نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل آیات۔

پہلی آیت | قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

(الطلاق ع ۲ پ ۲۸) اس آیت میں نبی کریم کے لیئے مادہ نزول سے لفظ اَنْزَلَ وارد ہوا ہے۔ لیکن آسمان سے اُترنے کے معنے نہیں لیئے گئے۔ اگر کوئی کہے کہ یہاں پر "ذکر رسول" سے مراد قرآن مجید ہی نبی کریم نہیں ہو سکتے تو اسکے جواب کیلئے

(۱) ملاحظہ ہو تفسیر علامہ ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۳۵

اَوْ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَيْهِ الْاَكْثَرُ عُبِّرَ عَنْهُ بِالذِّكْرِ لِمُوَاظَبَتِهٖ عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَ التَّذْكِيْرِ بِهٖ وَ عُبِّرَ عَنْ اِرْسَالِهٖ بِالْاِنْزَالِ بِطَرِيْقِ التَّرْشِيْحِ" ترجمہ مراد ذکر رسول سے نبی کریم ہیں اور اسی پر اکثر مفسرین ہیں آپ کو ذکر سے تعبیر کیا گیا ہے اسلیئے کہ آپ تلاوت قرآن پر ہمیشگی اور اسی کا وعظ ونصیحت فرماتے رہتے اور آپ کے بھیجنے کو انزال کے ساتھ بطور ترشیح کے تعبیر کیا گیا ہے +

(۲) پھر ملاحظہ ہو مدارک برحاشیہ تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ ۳۳۷ - "اَوْ عَلٰى تَقْدِيْرِ حَذْفِ الْمُضَافِ اَىْ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذَا ذِكْرٍ رَّسُوْلًا وَ بِالرَّسُوْلِ جِبْرَائِيْلُ اَوْ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ" ترجمہ یا آیت کے معنے بر تقدیر حذف مضاف کے یہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے تمہاری طرف اُتارا ذکر والا (نبی کریمؐ) جو رسول ہے اور رسول سے مراد جبرئیل بھی ہو سکتے ہیں اور نبی کریمؐ بھی +

(۳) ملاحظہ ہو روح البیان جلد ۴ صفحہ ۳۶۹ - "قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا هُوَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا بَيَّنَهٗ بِاَنْ اُبْدِلَ مِنْهُ قَوْلُهٗ رَسُوْلًا"

پس ان تمام حوالجات سے ثابت ہے۔ کہ آیت میں ذکر رسول سے مراد نبی کریم ہیں انکے لیئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آپ کو اُتارا۔ تو کیا آپ آسمان سے اُترے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں

دوسری آیت | وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(سورہ حدید ع ۳ پ ۲۷-) اس آیت میں لوہے کے متعلق فرمایا کہ ہمنے لوہے کو اُتارا ہے حالانکہ لوہا آسمان سے کبھی نہیں اُترا کرتا پس یہاں اَنْزَلْنَا کے معنے پیدا کرنیکے ہیں۔

(۱) ملاحظہ ہو تفسیر کبیر۔ جلد ۸ صہ ۲۴۱۔ اِنَّ مَعْنٰی هٰذَا الْاِنْزَالِ الْاِنْشَاءُ وَالتَّهْیِئَةُ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمَانِیَةَ اَزْوَاجٍ قَالَ قُطْرُبُ اَنْزَلْنَاهَا اَیْ هَیَّأْنَاهَا مِنَ النُّزُلِ یُقَالُ اَنْزَلَ الْاَمِیْرُ نُزُلًا حَسَنًا" ترجمہ۔ کہ انزلنا الحدید میں انزال کے معنے پیدا کرنا اور تیار کرنا جیساکہ خداتعالیٰ کے قول اَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ میں انزال کے معنے ہیں۔ قطرب نے بھی یہی کہا ہے۔

(۲) ملاحظہ ہو تفسیر علامہ ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۸ صہ ۱۴۱۔ وروح البیان جلد ۴ صہ ۲۵۴۔ ومدارک برحاشیہ تفسیر خازن جلد ۴ صہ ۲۷۸ "عَنِ الْحَسَنِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ خَلَقْنَاهُ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ وَذٰلِكَ اَنَّ اَوَامِرَهٗ تَعَالٰی وَقَضَایَاهُ وَاَحْکَامَهٗ تَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ" ترجمہ حسن سے روایت ہے۔ "ہم نے لوہے کو اُتارا" اسکے معنے ہیں کہ ہمنے لوہے کو پیدا کیا۔ جیساکہ خداتعالیٰ کے قول و انزل لکم من الانعام میں بمعنی پیدا کرنا مستعمل ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ خداتعالیٰ کے اوامر اور اُسکے قضایا اور احکام آسمان سے اُترتے ہیں۔

(۳) ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۴ صہ ۲۷۸ و ترجمان القرآن جلد ۱۵ صہ ۲۶۹۔ "قِیْلَ اَنْزَلْنَا هُنَا بِمَعْنٰی اَنْشَأْنَا وَاَحْدَثْنَا الْحَدِیْدَ وَذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَخْرَجَ لَهُمُ الْحَدِیْدَ مِنَ الْمَعَادِنِ وَعَلَّمَهُمْ صَنْعَتَهٗ بِوَحْیِهٖ وَالْهَامِهٖ" ترجمہ انزلنا بمعنی خلقنا یہ قول حسن کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے لوہے کو پیدا کیا۔ اور اسکو معدنوں سے نکالا اور لوگوں کو اسکی صنعت کی تعلیم بذریعہ وحی فرمائی (ترجمان القرآن جلد ۱۵ صہ ۲۶۹) مندرجہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے کہ انزال کے معنے پیدا کرنیکے بھی ہیں پس کیا وجہ ہے کہ جب مسیح ناصری مرچکا ہے۔ تو حدیث میں نُزُول سے مراد خلق نہ لیں اور یہ معنے نہ کریں۔؟

"تمہاری اُسوقت کیا حالت ہوگی۔ جبکہ مسیح تم میں پیدا ہوگا"

تیسری آیت یَا بَنِیْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا (پ ۱۸ اعراف ع ۳) اس آیت میں خدا تعالیٰ نے لباس کیلئے بھی انزال کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ حالانکہ اسکے معنے آسمان سے اُترنیکے نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ لباس کبھی آسمان سے نہیں اُترتا۔ بلکہ وہ زمین سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

چوتھی آیت وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمَانِیَۃَ اَزْوَاجٍ۔ (پ ۲۳ سورۃ زمر) اس آیت میں چارپایوں کے لیئے انزال کا لفظ استعمال ہوا ہے حالانکہ اسکے معنے آسمان سے اُترنے کے نہیں لیے گئے۔ ملاحظہ ہو۔ روح البیان جلد ۳ صفحہ ۳۷۶ وکشاف جلد ۲ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۲۴۸۔ "اَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ اَیْ قَضٰی وَقَسَمَ لَکُمْ فَاِنَّ قَضَایَاہُ وَقِسَمَہٗ تُوْصَفُ بِالنُّزُوْلِ مِنَ السَّمَآءِ حَیْثُ تُکْتَبُ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اَوْ اَحْدَثَ لَکُمْ وَاَنْشَأَ بِاَسْبَابٍ نَازِلَۃٍ مِّنَ السَّمَآءِ کَالْاَمْطَارِ وَشِعَّۃِ الْکَوَاکِبِ وَھٰذَا کَقَوْلِہٖ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا وَلَمْ یُنْزِلِ اللِّبَاسَ نَفْسَہٗ وَلٰکِنْ اَنْزَلَ مَآءَ الَّذِیْ ھُوَ سَبَبُ الْقُطْنِ وَالصُّوْفِ وَاللِّبَاسُ مِنْھُمَا وَفِی التَّاوِیْلَاتِ النَّجْمِیَّۃِ وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ اَیْ خَلَقَ فِیْکُمْ مِّنْ صِفَاتِ الْاَنْعَامِ ثَمَانِیَ صِفَاتٍ" ترجمہ اَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ یعنی فیصلہ کیا اور تقسیم کیا تمہاری لیئے کیونکہ خدا تعالیٰ کے قضایا اور اقسام موصوف بالنزول من السماء ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں یا پیدا کیئے تمہاری لیے ان اسباب کے ساتھ جو آسمان سے اُترتے ہیں۔ جیسے بارش اور ستاروں کی شعاعیں اور یہ خدا تعالیٰ کی قول قد انزلنا علیکم لباسا (ہمنے تم پر لباس اُتارا) کی طرح ہے۔ حالانکہ لباس بنفسہ نہیں اُتارا بلکہ پانی اُتارا جو کہ سبب ہے روئی اور صوف کا اور لباس انہی سے بنتا ہے اور تاویلات نجمیہ میں لکھا ہے وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج یعنی تم میں چارپایوں کی صفات سے آٹھ صفات پیدا کی ہیں۔ غرض مذکورہ آیت میں بھی اَنْزَلَ بمعنی خَلَقَ

وقضیٰ وقسّہ وارد ہوا ہے +

پانچویں آیت

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (سورہ حجر-۲۶) اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اُسکے خزائن ہمارے پاس ہیں اور نہیں اُتارتے ہم اُس سے مگر معلوم اندازہ کے ساتھ - اس آیت میں دنیا کی ہر ایک چیز کے لیے خدا تعالیٰ نے مادہ نزول سے لفظ استعمال کیا ہے - حالانکہ کوئی نہیں جانتا - کہ دنیا کی تمام اشیاء بجسدہٖ آسمان سے اُترتی ہیں +

(۱) ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۳۹۰ " وَاَقُوْلُ اَیْضًا تَخْصِیْصُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ بِالْمَطَرِ تَحَکُّمٌ مَحْضٌ لِاَنَّ قَوْلَهٗ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ یَتَنَاوَلُ جَمِیْعَ الْاَشْیَاءِ اِلَّا مَا خَصَّهُ الدَّلِیْلُ وَھُوَ الْمَوْجُوْدُ الْقَدِیْمُ الْوَاجِبُ لِذَاتِہٖ وَقَوْلُهٗ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ اِشَارَۃٌ اِلٰی کَوْنِ تِلْکَ الْاَشْیَاءِ مَقْدُوْرَۃً لَهٗ تَعَالٰی وَحَاصِلُ الْاَمْرِ فِیْہِ اَلْمُرَادُ اَنَّ جَمِیْعَ الْمُمْکِنَاتِ مَقْدُوْرَۃٌ لَهٗ وَمَمْلُوْکَۃٌ یُخْرِجُھَا مِنَ الْعَدَمِ اِلَی الْوُجُوْدِ کَیْفَ شَاءَ "

پھر لکھتے ہیں " وَالْمُرَادُ مِنَ الْاِنْزَالِ الْاِحْدَاثُ وَالْاِنْشَاءُ وَالْاِبْدَاعُ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ وَقَوْلُهٗ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ "

ترجمہ - بعض مفسرین جو اس آیت سے بارش ہی مراد لیتے ہیں - وہ غلط ہے - کیونکہ میں کہتا ہوں کہ خدا کے قول وان من شیء الیٰ آخرہ کی تخصیص مطر سے کرنا محض تحکم ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا قول وان من شیء تمام اشیاء کو شامل ہے سوا اُس شے کے جسے دلیل خاص کر دے اور وہ شے خاص صرف خدا تعالیٰ ہے جو موجود قدیم واجب لذاتہ ہے) اور قول الا عندنا خزائنہ اس بات کی طرف اشارہ ہے - کہ تمام وہ اشیاء خدا تعالیٰ کی قدرت کے ماتحت ہیں - پس حاصل امر یہ ہے کہ جمیع ممکنات خدا تعالیٰ کی قدرت کے ماتحت ہیں - وہ انکو عدم سے وجود کی طرف جسطرح چاہتا ہے لاتا ہے - اور مراد انزال سے احداث

اور انشاء اور ابداع ہے جیسے خدا تعالیٰ کے قول وانزل لکم من الانعام وانزلنا الحدید بیان میں۔

(۲) پھر ملاحظہ ہو تفسیر علامہ ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۳۹۹ وروح المعانی جلد ۵ ص ۲۸۸ وروح البیان جلد ۲ وبیضاوی جلد ۳ ص ۱۶۷ "وان من شیء ای ما من شیءٍ من الاشیاءِ الممکنۃِ الا عندنا خزائنُہ وما ننزلہ ای نوجد وما نکوّن شیئاً من تلک الاشیاءِ ملتبساً شیئاً من الاشیاءِ الا ملتبساً بمقدارٍ معینٍ تقتضیہ الحکمۃ وتستدعیہ المشیئۃ التابعۃ بھا"

ترجمہ یعنی کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر اُسکے خزانے ہمارے پاس ہیں اور نہیں اتارتے ہم اسکو یعنی نہیں موجود کرتے ہم اور نہیں بناتے کوئی چیز ان اشیاء سے مگر بمقدار معین کے ساتھ جسکو اسکی حکمت اور مشیت چاہتی ہے۔

(۳) پھر ملاحظہ ہو مدارک برحاشیہ تفسیر خازن جلد ۳ ص ۱۰۱۔ "والمعنی ما من شیءٍ ینتفع بہ العباد الا ونحن قادرون علی ایجادہ وتکوینہ والانعام بہ وما نعطیہ الا بمقدارٍ معلومٍ" ترجمہ۔ اور آیت کے معنے یہ ہیں کہ کوئی چیز بھی نہیں ہے جس سے بندے نفع اُٹھاتے ہیں۔ مگر ہم اُسکی ایجاد اور تکوین کرنے اور انعام دینے پر قادر ہیں۔ اور ہم نہیں دیتے کسیکو مگر مقدار معلوم کے ساتھ۔

(۴) ملاحظہ ہو ترجمان القرآن مصنفہ نواب صدیق حسن خان جلد ۶ ص ۹۶۸۔ "اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز اُسپر آسان ہے اور وہ اُسکے نزدیک سہل اور یسیر ہے اور اُسکے پاس اشیاء کے جمیع صنوف واقسام کے خزانے ہیں وہ اُنہیں سے جسقدر جو چاہتا ہے اور جب ارادہ کرتا ہے نازل فرماتا ہے۔ اور اس اُتارنے میں اُسکی کمال حکمت بالغہ اور بندوں پر رحمت اور رافت اور شفقت ہے یہ اُتارنا اُسپر کوئی واجب نہیں ہے بلکہ اُسنے اپنی نفس مبارک پر رحمت لکھدی ہے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ نے دنیا کی ہر ایک چیز کیلئے جو جہان میں ہی پیدا ہوتی ہے نزول کا لفظ استعمال کیا ہے تو نبی کریم کے ابن مریم کے لیے نزول کا لفظ استعمال کرنے سے کسطرح ثابت ہوگیا کہ مسیح آسمان سے ہی اُترے گا۔ جبکہ نزول کا لفظ ہر ایک

چیز کے لئے جو پیدا ہوتی ہے۔ جو قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔

ثبوت ثالث تیسرا ثبوت اسبات کا کہ نزول صعود کی فرع نہیں یہ ہے کہ احادیث میں نزول کا لفظ وارد ہوا ہے لیکن انہیں آسمان سے اترنا مراد نہیں

لیا گیا۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل حوالجات۔

(۱) خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ رواہ مسلم مشکوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۵۰۷ کتاب الفتن) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے اور یثرب (مدینہ) میں اترے

(۲) عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعِرَّانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ (مسلم) ابو موسیٰ نے روایت کی ہے کہ میں نبی کریم کے پاس تھا اور آپ جعرانہ میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے نزول فرماتھے۔

(۳) قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا حَسَنٌ وَمَنْ تَرَكَ النُّزُوْلَ بِالْمُحَصَّبِ فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ (موطا امام محمدؒ) باب النزول بالمحصب۔ امام محمد کہتے ہیں کہ محصب جگہ میں اترنا اچھا ہے اور جو نزول محصب میں نہ کرے تو اسپر کوئی گناہ نہیں۔

(۴) عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا - وَذٰلِكَ

قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مِنْ مَنْزِلٍ (مسلم مطبوعہ مصر صفحہ ۵۱۸ باب النزول بمکۃ للحاج) اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ اسامہ نے نبی کریم کو فتح مکہ کے زمانہ میں کہا۔ کہ یا رسول اللہ آپ کل کہاں اتریں گے تو نبی کریم نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہماری اترنے کی بھی کوئی جگہ چھوڑی ہے۔

(۵) كَانَ النَّبِىُّ صلعم نَازِلٌ عَلَيْهَا يَوْمَ الْفَتْحِ وَلَا مُغَايِرَةَ بَيْنَهُمَا لِاَنَّهٗ لَمْ يَنْقُلْ فِىْ بَيْتِ اُمِّ هَانِئٍ وَاِنَّمَا نَزَلَ بِهٖ حَتّٰى اغْتَسَلَ وَصَلّٰى (فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۶) نبی کریم فتح مکہ کے دن ایک جگہ پر اترے تھے اور ان دونو قولوں کے درمیان کوئی مغائرت نہیں ہے کیونکہ اُس نے ام ہانی کے گھر کا نام نہیں لیا۔ صرف نبی کریم وہاں اُتری اور نہا کر نماز پڑھی۔

(۶) كَانَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمُرُّ بِهٖ وَيَنْزِلُ عَلَيْهِ (فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۵۶) عیسیٰ علیہ السلام اسکے پاس سے گذرتے تھے اور اسپر اُترتے تھے۔

(۷) بَابُ نُزُوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ الْحِجْرَ (بخاری) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر مقام پر اترنا۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث میں نزول کا لفظ وارد ہوا ہے لیکن آسمان سے اترنے کے معنے نہیں لیے گئے۔

ثبوت رابع

چوتھا ثبوت اسبات کا کہ نزول صعود الی السماء کی فرع نہیں ہے یہ بات لغۃً ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو

(۱) "اَلنُّزُوْلُ وَهُوَ الْحُلُوْلُ وَ النِّزَالُ فِی الْحَرْبِ اَنْ يَّتَنَازَلَ الْفَرِيْقَانِ - وَالتَّنَزُّلُ = اَلنُّزُوْلُ فِیْ مُهْلَةٍ - وَالنَّازِلَةُ الشَّدِيْدَةُ مِنْ شَدَائِدِ الدَّهْرِ تَنْزِلُ بِالنَّاسِ - وَنَزَلَ الْقَوْمُ = اَتَوْ (صحاح حصہ ۲) ترجمہ نزول حلول کو کہتے ہیں۔ اور لڑائی میں نزال کہتے ہیں۔ کہ دو فریق ایکدوسرے کے مدمقابل ہوں۔ اور تنزل کہتے ہیں مہلت میں اترنا۔ اور نازلہ اس سختی کو کہتے ہیں جو زمانہ کے شدائد سے لوگوں پر اترتی ہے۔ اور نَزَلَ الْقَوْمُ معنے ہیں قوم آئی +

(۲) اَلنُّزُوْلُ - اَلْحُلُوْلُ وَ فِی الْحَدِیْثِ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی وَ تَقَدَّسَ يَنْزِلُ كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْيَا....... وَ الْمُرَادُ بِهٖ نُزُوْلُ الرَّحْمَةِ وَالْاِلْطَافِ الْاِلٰهِيَّةِ وَقُرْبِهَا مِنَ الْعِبَادِ - وَفِیْ حَدِيْثِ الْجِهَادِ لَا تُنْزِلْهُمْ عَلٰی حُكْمِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَنْزِلْ عَلٰی حُكْمِكَ " اور جو حدیث میں مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ ہر ایک رات سماء دنیا کی طرف اترتا ہے۔ تو اس سے مراد نزول رحمت اور الطاف خداوندی اور اس کا بندوں سے قریب ہونا ہے۔ اور جہاد کی حدیث میں آیا ہے کہ تو انکو خدا تعالیٰ کے حکم پر نہ اتار بلکہ اپنے حکم پر۔

پھر اس کے بعد لکھا ہے۔ اَلنَّزِيْلُ - اَلضَّيْفُ - وَ النُّزُلُ = مَا يُهَيَّأُ لِلضَّيْفِ اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ " (لسان العرب اور نہایہ ابن الاثیر) یعنی نزیل مہمان کو کہتے ہیں اور نُزُل اس چیز کو کہتے ہیں جو اتر نیوالے (آنیوالے) مہمان کیلئے تیار کی جاتی ہے۔

(۳) اَنْزَلْتُ فُلَانًا = اَضَفْتُهٗ (مفردات راغب) میں نے فلاں کو اتارا اسکے معنے میں میں نے اُس کی مہمان نوازی کی۔

(۴) نَزِیْل مہمان فرود آئندہ (صراح) یعنی نزیل آنیوالے مہمان کو کہتے ہیں۔ پس غیر احمدیوں کا استدلال لغتہً بھی ثابت نہیں۔

ثبوت خامس

جبکہ غیر احمدیوں کا استدلال نزول کے لفظ سے نہ قرآن مجید سے ثابت ہوا نہ حدیث سے نہ لغت سے۔ تو آؤ اب ہم دواوین عرب کی اوراق گردانی کریں اور دیکھیں کہ شاید نزول کا لفظ صعود الی السماء کی فرع کہیں انہیں ہی وارد ہو ہو۔ پس پانچواں ثبوت انکے استدلال کے رد میں اشعار عرب ہیں کہ جنمیں نزول کا لفظ آیا ہے اور اسکے معنے آسمان سے اُترنیکے نہیں لیے گئے۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل اشعار۔

(۱) نَزَلْتُ عَلیٰ اٰلِ الْمُھَلَّبِ شَاتِیًا ۔ غَرِیْبًا مِنَ الْاَوْطَانِ فِیْ زَمَنِ الْمَحْلِ

ترجمہ میں آلِ مہلب کا سردی کے موسم میں مہمان ہوا جبکہ میں غریب الوطن تھا اور قحط کا زمانہ تھا

(۲) وَمَا اُخْمِدَتْ نَارٌ لَنَا دُوْنَ طَارِقٍ ۔ وَلَا ذَمَّنَا فِی النَّازِلِیْنَ نَزِیْلُ

ترجمہ کسی رات کے آنیوالے مہمان کے آگے ہماری آگ نہیں بجھائی گئی اور نہ ہی اُترنے والے مہمانوں میں سے کسی مہمان نے ہماری مذمت کی۔

(۳) فَدَعَوْا نَزَالِ فَکُنْتُ اَوَّلَ نَازِلٍ ۔ وَعَلَامَ اَرْکَبُہٗ اِذَا لَمْ اَنْزِلِ

ترجمہ پس دشمنوں نے مقابلہ میں اُترنے کی دعوت دی۔ پس میں سب سے پہلے اُترنے والا تھا۔ اور کس لیے میں اسپر سواری کروں جبکہ میں کسی کے مقابل ہو کر مقابلہ نہ کروں۔

(۴) تَھْوٰی حَیَاتِیْ وَاَھْوٰی مَوْتَھَا شَفَقًا ۔ وَالْمَوْتُ اَکْرَمُ نَزَّالٍ عَلَی الْحُرَمِ

ترجمہ میری لڑکی تو میری زندگی چاہتی ہے۔ اور میں فقر کے ڈر اور ذلت کے اُٹھانیکے ڈر سے اسکی موت چاہتا ہوں۔ اور حال یہ ہے کہ موت شریف آدمیوں کیلئے بہت بہتر اُترنیوالی ہے۔ اس بات سے کہ وہ زندہ رہ کر فقر میں مبتلا ہوں۔

(۵) وَاِنْ بَوَّؤُکَ مَبْرَکًا غَیْرَ طَائِلٍ ۔ غَلِیْظًا فَلَا تَنْزِلْ بِہٖ وَتَحَوَّلِ

ترجمہ اور اگر وہ تجھے غیر مفید غلیظ جگہ بیٹھنے کیلئے دیں تو تو اُسجگہ نہ اُتر اور واپس پھر جا۔

(۶) نِعْمَ الْفَتٰی کَانَ لِلْاَضْیَافِ اِذْ نَزَلُوْا ۔ وَسَائِلٍ حَلَّ بَعْدَ الْھَدْءِ مَحْرُوْبٍ (دیوان)

ترجمہ وہ بہت عمدہ جوان تھا مہمانوں کے لیے جب وہ اُتریں اور سائل کیلئے جو رات کے ایک حصہ گذر جانے کے بعد اُترے اس حال میں کہ وہ لوٹا گیا ہو۔

(۷) قَدْ كَانَ حِصْنًا شَدِيْدَ الرُّكْنِ مُمْتَنِعًا لَيْثًا إِذَا نَزَلَ الْفِتْيَانُ أَوْ رَكِبُوْا

دیوان فناء

ترجمہ صخر قلعہ کیطرح مضبوط رکن والا محفوظ تھا اور شیر تھا جبکہ جوان اُتریں یا سوار ہو ویں۔

(۸) قَدْ عَلِمَتْ سَلَامَةُ أَنَّ سَيْفِيْ كَرِيْهٌ كُلَّمَا دُعِيَتْ نَزَالِ

ترجمہ اور سلامہ نے جان لیا ہی کہ میری تلوار زبردست ہی جبکہ اسکو مقابل میں اسکی دعوت دیجائے

(۹) عَرَضْنَا نَزَالِ فَلَمْ يَنْزِلْ۔ وَكَانَتْ نَزَالِ عَلَيْهِمْ طَحِ

ہمنے دعوت مقابلہ دی۔پس مقابل میں کوئی نہ اُترا اور مقابلہ کی دعوت ان پر بہت بھاری اور گراں تھی

(۱۰) فَلَمْ أَذْخَرِ الدَّهْمَاءَ عِنْدَ الْإِغَارَةِ إِذَا أَنَا لَمْ أَنْزِلْ إِذَا الْخَيْلُ جَالَتِ

ترجمہ۔پس میں گھوڑے نہیں باقی رکھونگا غارت ڈالنے کے وقت اگر میں ایسے وقت میں جبکہ گھوڑے جولانی کریں مقابلہ میں نہ اُتروں۔

مذکورہ بالا اشعار میں نزول کا لفظ وارد ہوا ہے لیکن اسکے معنے آسمان سے اُترنیکے نہیں۔

چھٹا ثبوت چھٹا ثبوت آپکی بات کے رد کا یہ ہے کہ نزول یعنی اُترنیکا لفظ دوسرے انبیاء کی کتب میں وارد ہوا ہے۔اور ان میں انبیاء کے آنیکو آسمان سے اُترنے کے ساتھ تعبیر کیا گیا ملاحظہ ہو۔

(۱) جو اوپر سے آتا ہے۔وہ سب سے اوپر ہے۔اور جو زمین سے ہے۔وہ زمین سے ہی ہیں۔اور زمین ہی کی کہتا ہے۔اور جو آسمان سے آتا ہے وہ سب کے اوپر ہے۔جو کچھ اُسنے سنا اور دیکھا۔اسکی گواہی دیتا ہے۔یوحنا ۳ باب ۲۱۔آیت۔

یہاں مسیح نے اپنی پہلی بعثت میں بھی آسمان سے اُترنیکا دعوی کیا ہے حالانکہ آپ مریم صدیقہ کے فرزند ارجمند تھے۔اور نہ ہی آپ کی پہلی بعثت کے متعلق آسمان سے آنیکا کوئی مدعی ہے

(۲) پھر حضرت ایلیا یعنی الیاس کے متعلق ۲ سلاطین باب ۲ آیت ۱۱ میں لکھا ہے "

اور ایلیا بگولے میں ہو کر آسمان پر جاتا رہا۔اس آیت میں صریح الفاظ سے ایلیا کا آسمان پر جانا بتایا گیا ہے۔حالانکہ مسیح کا آسمان پر جانا نہ قرآن سے ثابت نہ احادیث صحیحہ سے پھر ایلیاء کے آنے کا وعدہ ملاکی نبی کی کتاب باب ۴ میں مذکور ہے۔ " خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاء نبی کو تمھارے پاس بھیجوں گا۔"

ان آیات میں ایلیاؑ کے آسمان پر چڑھنے اور واپس آنے کا صریح الفاظ میں دعویٰ موجود ہے لیکن پھر بھی جب یہود نے مسیحؑ کے دعویٰ کرنے پر یہ آیت پیش کی اور کہا۔ کہ آپ کے آنے سے پیشتر ایلیاؑ کا آسمان سے آنا ضروری ہے۔ تو آپ نے یہ جواب دیا کہ "سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی اور چاہو تو مانو ایلیا جو آنے والا تھا وہی ہے" متی ۱۱/۱۴ پس باوجود علماء یہود کے اعتراض بدیہی ہونیکے مسیحؑ نے ایلیاؑ کے آنے سے اُس کا مثیل قرار دیا لیکن موجودہ زمانہ کے علماء اسلام نے حدیث لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ کو اپنے ہاتھوں سے پورا کرتے ہوئے یہود سے پیچھے رہنا پسند نہ کیا بلکہ چند قدم آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ کیونکہ نہ مسیحؑ کے متعلق آسمان پر جانے کا ذکر نہ کسی مرفوع متصل صحیح حدیث میں نزول من السماء کا ذکر لیکن پھر بھی یہود کی طرح مسیحؑ موعود پر اعتراض کیا اور کہا کہ گزشتہ مسیح کے سوا اور کوئی مسیح نہیں آسکتا۔

نزول کے لفظ میں حکمت

اگر کوئی سوال کرے کہ نزول کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا اور اسکے اختیار کرنے میں کیا حکمت تھی۔ تو اس بات کے جواب میں کہ "دجال کے لیے خروج کا لفظ اور مسیح موعود کے لیے نزول کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا" حضرت مسیح موعود اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں۔

"دجال کا آنا بطور بلاء و ابتلا کے تھا۔ اور مسیح کا آنا بطور ایسی نعمت کے جو بارادہ خاص الٰہی مومنوں کی نصرت کیلئے نازل ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کے اُتارنے کیلئے نزول کا لفظ فرمایا۔ دلیل تائید لغت سے بھی ہوتی ہے ملاحظہ ہو صراح (نُزول بالضم آنچہ پیش مہمان فرود آمدہ نہند از طعام و جز و جز و انزال جمع فرودنی و برکت نزل بفتحتین مثلہ یُقال طعام کثیر النُزل و النَزَل) اور یہ بھی کہ جو چیز زمین سے نکلتی ہے۔ وہ ظلمت اور کثافت رکھتی ہے۔ اور جو اوپر سے آتی ہے اُسکے ساتھ نور و برکت ہوتی ہے اور نیز اوپر سے آنے والی نیچے آنے والی پر غالب ہوتی ہے۔ غرض جو شخص آسمانی برکتیں اور آسمانی نور ساتھ رکھتا ہے۔ اسکے آنے کے لیے نزول کا لفظ مناسب حال ہے اور جسکے وجود میں زمینی ظلمت اور خبث و کدورت بھری ہوئی ہے اسکے ظہور کے لیے خروج کا لفظ مناسبت رکھتا ہے کیونکہ نورانی چیزیں آسمان سے ہی نازل ہوتی ہیں جو

ظلمت پر فتح پائیں"۔ پھر آپ ازالہ اوہام جلد ۲ صفحہ ۱۵ میں فرماتے ہیں۔

"اور یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ جیسے ان چیزوں کے بارہ میں جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتیں اور آخری زمانہ میں پورے جوش اور طاقت کے ساتھ ظہور کرینگی خروج کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ایسا ہی اس شخص کے بارہ میں جو حدیثوں میں لکھا ہے کہ آسمانی وحی اور قوت کے ساتھ ظہور کریگا نزول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے سو ان دونو لفظوں خروج اور نزول میں درحقیقت یہی امر مدنظر رکھا گیا ہے۔ یعنی اس بات کا سمجھانا منظور ہے کہ یہ ساری چیزیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والی ہیں۔ باعتبار اپنی قوت ظہور کے خروج اور نزول کی صفت سے متصف کی گئی ہیں۔ جو آسمانی قوت کے ساتھ آنیوالا تھا اسکو نزول کے لفظ سے یاد کیا گیا اور جو زمینی قوت کے ساتھ نکلنے والا تھا۔ اسکو خروج کے لفظ سے پکارا گیا تا نزول کے لفظ سے آنے والے کی ایک عظمت سمجھی جائے اور خروج کے لفظ سے ایک خفت اور حقارت ثابت ہو۔ اور نیز یہ بھی معلوم ہو کہ نازل خارج پر غالب ہے"۔

ہبوط کے لفظ سے غیر احمدیوں کا استدلال

چونکہ بعض احادیث میں جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں جو کہ نواس بن سمعان سے مروی ہے نزل کی جگہ ہبط کا لفظ وارد ہوا ہے اسلئے غیر احمدی یہ کہتے ہیں کہ ہبوط آسمان سے اُترنے کو کہتے ہیں اسواسطے آنے والا مسیح آسمان سے اُترے گا۔

جواب غیر احمدیوں کا مذکورہ بالا استدلال ہَبَطَ کے لفظ سے کرنا اول تو محض لغت سے کم علمی کی وجہ سے ہے اسلئے غلط ہے۔ کیونکہ ہَبَطَ کے معنے لغت عرب میں آسمان سے اُترنے کے نہیں آئے۔ علاوہ ازیں اُسکے ساتھ من السماء کا لفظ نہ ہو حدیث میں ہَبَطَ من السماء وارد نہیں ہوا، جس سے کہ یہ استدلال کیا جائے کہ وہ آسمان سے اُترینگے صرف ہَبَطَ کا لفظ ہے۔ سو ہَبَطَ کے معنے ہم لغت عرب سے دیکھتے ہیں۔

تاج العروس تاج العروس میں لکھا ہے "هَبَطَ يَهْبِطُ هُبُوْطًا: نَزَلَ يُقَالُ هَبَطَ الْاَرْضَ كَذَا اَیْ نَزَلَهَا وَمِنْهَا قَوْلُهُ تَعَالٰی اِهْبِطُوْا مِصْرًا وَهَبَطَ الْمَرَضُ لَحْمَهٗ اَیْ هَزَلَهٗ نَقَلَهٗ الْجَوْهَرِیُّ وَهَبَطَ فُلَانًا اَیْ

ضربہٗ وھبط لکذا ای دخلہٗ" (تاج العروس جلد ۵ صہ ۲۴۴) ترجمہ ہبط کے معنے ہیں اترا کہا جاتا ہے ہبط الارض کذا یعنی زمین میں اترا اور اسی سے خدا تعالیٰ کا قول اِھْبِطُوْا مِصْرًا ہے اور ہبط المرض لحمہ کے معنے ہیں بیماری نے بیمار کو دُبلا کر دیا اور یہ جو معنے جوہری سے منقول ہیں۔ اور ہبط فلانًا کے معنے ہیں کہ اس نے فلاں کو مارا اور ہبط بلد کذا کے معنے ہیں کہ شہر میں داخل ہوا۔

لسان العرب پھر ملاحظہ ہو لسان العرب جلد ۹ صہ ۳۰۱ حدیث طفیل ابن عمر اَنَا اَنْھَبِطُ اِلَیْھِمْ مِنَ الثَّنِیَّۃِ اَیْ اَنْحَدِرُ وَالْھُبُوْطُ مِنَ الْاَرْضِ الْحُدُوْرُ وَھَبَطْنَا اَرْضَ کَذَا اَیْ نَزَلْنَاھَا وَالْھَبْطُ اَنْ یَقَعَ الرَّجُلُ فِی الشَّرِّ وَالْھَبْطُ اَیْضًا النُّقْصَانُ قَالَ خَالِدُ بْنُ جَنْبَۃَ یُقَالُ ھَبَطَ فُلَانٌ اَرْضَ کَذَا وَھَبَطَ السُّوْقَ اِذَا اَتَاھَا" ترجمہ یعنی ابن عمر کی حدیث میں جو انھبط کا لفظ ہے اسکے معنے ہیں میں انکی طرف گھاٹی سے اترتا ہوں اور زمین سے ہبوط کے معنے حدور یعنی اترنا ہے اور ہبطنا ارض کذا کے معنے ہیں کہ ہم اس زمین میں اترے اور ہبط آدمی کے شر میں پڑنے اور نقصان کو بھی کہتے ہیں خالد بن جنبہ نے کہا ہے کہ ہبط فلانٌ ارض کذا اور ہبط السوق اُسوقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی زمین میں آئے یا بازار میں داخل ہو۔

صراح پھر ملاحظہ ہو صراح جلد ا صہ ۳۰ ہَبَطَ ہُبُوْطًا۔ فرود آمدن۔

تفسیر بیضاوی اِھْبِطُوْا مِصْرًا۔ اِنْحَدِرُوْا اِلَیْہِ مِنَ التِّیْہِ یُقَالُ ھَبَطَ الْوَادِیْ اِذَا نَزَلَ وَھَبَطَ مِنْہُ اِذَا خَرَجَ مِنْہُ

ترجمہ اھبطوا مصرًا کے معنے ہیں کہ بنی اسرائیل میدان تیہ سے مصر کی طرف جاؤ ہبط الوادی اُسوقت کہا جاتا ہے جب کہ وادی میں اترے اور ہبط منہ اُسوقت بولا جاتا ہے جب اس سے کوئی نکل جائے۔

پھر قرآن مجید میں آتا ہے وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَھْبِطُ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ کہ بعض پتھروں سے ایسے بھی ہیں جو خدا تعالیٰ کی خشیت سے گر پڑتے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ ہبوط

کے معنے آسمان سے اُترنیکے ہیں اپنی جہالت کا ثبوت دیتا ہے ۔

حدیث اگر اس کے معنے آسمان سے ہی اُترنے کے ہیں ۔ تو دجال کا یہ کہنا کہ فَلَا اَدَعُ قَرْیَۃً اِلَّا ھَبَطْتُھَا (مشکوٰۃ صد ۴۷۲) کہ میں کوئی بستی نہیں چھوڑونگا

مگر اسمیں میرا ہبوط ہوگا تو کیا آپ کے معنوں کی رو سے دجال بھی آسمان سے نازل ہوگا ۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ثُمَّ یَھْبِطُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ اِلَی الْاَرْضِ (مشکوٰۃ صد ۴۷۴) کہ پھر اللہ کا نبی عیسیٰ اور اُسکے اصحاب زمین کی طرف اُتریں گے آپ کے معنوں کی رو سے یہ ثابت نہیں کرتا جبکہ اس حدیث میں ارض کا لفظ بھی جو سماء کے مقابل میں ہے موجود ہے کہ مسیح کی آسمان سے اُترنے میں کوئی خصوصیت نہیں بلکہ اسکے کل اصحاب بھی آسمان سے ہی نازل ہوں گے ۔ پس غیر احمدی علماء کا ھَبَطَ کے لفظ سے استدلال کرنا کہ مسیح آسمان سے اُتریگا غلط ہے ۔ جب نَزَلَ اور ہبط کے لفظ سے مسیح کا آسمان سے اُترنا ثابت نہ ہوا تو اسکے بعد ہم ابن مریم کو لیتے ہیں کہ آیا ابن مریم کا لفظ تو یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہی مسیح ناصری دوبارہ نزول فرمائیں گے کیونکہ انکا نام ابن مریم تھا ۔

غیر احمدی علماء کا استدلال ابن مریم کے لفظ سے غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ آنے والا مسیح موسیٰ کا آخری خلیفہ ہی ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے اُس کا نام لیکر بتایا ہے کہ ابن مریم نازل ہوگا لیکن ہمارے نزدیک ابن مریم سے مراد آخری خلیفہ اُمت محمدیہ کا ہے جسکو مسیح ناصری کے ساتھ بوجہ تامہ مشابہت ہونے کے ابن مریم کرکے پکارا گیا ہے اور مخالفین کے استدلال کو رد کرنے کے ہمارے پاس مندرجہ ذیل وجوہات ہیں +

پہلا جواب پہلا جواب تو یہ ہے ۔ کہ آنے والے ابن مریم سے حدیث میں مسیح ناصری مراد نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی اور ہے کیونکہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں اور نصوص قطعیہ الٰہیہ سے ثابت ہے کہ مردے دنیا میں واپس نہیں آسکتے ۔ ان دونو مسئلوں کے متعلق احمدیہ لٹریچر میں مفصل بحث موجود ہے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ۔ صرف دو تین ناظرین کی سہولت کے لیئے تحریر کیئے دیتا ہوں +

وفاتِ مسیح خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ۔ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ (مائدہ) اور دوسری جگہ فرمایا لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ (مائدہ) کہ وہ لوگ جو مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور تثلیث کے قائل ہیں کافر ہیں اور مشرک ہیں۔ ان دونو آیتوں سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ مسیح ناصری معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ شرکاء کے متعلق فرماتا ہے وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا مَکَانَکُمْ اَنْتُمْ وَشُرَکَآؤُکُمْ فَزَیَّلْنَا بَیْنَھُمْ وَقَالَ شُرَکَآؤُھُمْ مَّا کُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ (یونس ع ۳) اور جب ہم سب کو اکٹھا کرینگے اور پھر مشرکین کو کہیں گے کہ تم اور تمھارے شرکاء ذرا ٹھہرو پس ہم انکے درمیان تفرقہ یا جدائی ڈالدیں گے اور ان کے شرکا کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ہماری اور تمھارے درمیان گواہ کافی ہے ہم تو تمھارے عبادت کرنے سے بالکل غافل ہیں اور خبر نہیں رکھتے۔

پس ان دونو آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔ ورنہ اگر مانا جائے کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں اور پھر دوبارہ اُنہی کا نزول ہوگا اور اگر دیکھیں گے کہ مجھے خدا کے ساتھ شریک بنایا گیا ہے اور میری عبادت کی جاتی ہے تو پھر حشر کے دن خدا تعالیٰ کے آگے انکا مشرکوں کی عبادت سے انکار کرنا جھوٹ ہوگا۔ خدا تعالیٰ تو سچا ہے۔ کہ وہ یہ جواب دینگے۔ اور مسیح ناصری کا بھی یہ جواب صحیح ہوگا کیونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور انکو اپنے بعد کی خبر نہیں البتہ وہ علماء اپنے دعوی میں جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیحؑ زندہ ہیں حالانکہ انکے پاس انکی زندگی کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

دوسری آیت پہلی دو آیات سے ثابت ہو چکا کہ مسیح ناصری معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ معبودان باطلہ کے لیے فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ۝ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ۝ (نحل ع ۲) وہ لوگ جنکو یہ خدا کے سوا پکارتے ہیں کوئی چیز پیدا نہیں کرتے وہ تو خود مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں بالکل زندہ نہیں اور اب انکو قبروں میں پڑے ہوئے اپنے یوم بعث کا بھی شعور نہیں۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جسقدر معبود

باطلہ دنیا میں مانے جاتے ہیں وہ سب مردہ ہیں جنمیں مسیح ناصری (کہ وہ بھی معبودان باطلہ سے مانے جاتے ہیں) داخل ہیں پس اس آیت کی رو سے مسیح ناصری بھی مردوں میں شامل ہیں

عدم رجوع موتی پر پہلی آیت اور اسبات کا ثبوت کہ مردہ پھر دنیا میں واپس نہیں آسکتا خدا تعالیٰ کا قول حَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَا هَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ٥ ہے (پ۱۷ سورہ انبیاء-۹۶)

سوال اگر کوئی کہے کہ آیت میں ہلاکت کا لفظ ہے اسواسطے آیت سے بد لوگ ہی مراد ہیں جو ہلاک ہوتے ہیں نہ کہ نیک لوگ۔ اسلیے آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ نیک لوگ بھی دنیا میں واپس نہیں آسکتے۔

جواب تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہلاکت کے لفظ سے یہ نہیں ثابت ہوسکتا کہ اس آیت میں کافر ہی مراد ہیں کیونکہ ہلاکت کا لفظ قرآن مجید میں مومنوں اور انبیاء کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ وَلَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے فرمایا وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا + پس ہلاکت کے لفظ سے یہ نہیں نکلتا کہ یہ آیت مومنوں کو شامل نہیں بلکہ یہ ایک کلیہ قاعدہ خدا تعالیٰ نے باندھا ہے۔

دوسری آیت دوسری آیت جو عدم رجوع موتی پر دلالۃ کرتی ہے یہ ہے۔ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ٥ (پ۱۸ سورہ مومنون ع۶) ترجمہ یہانتک کہ جب انمیں سے کسیکو موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب تو مجھے دنیا میں پھر واپس لوٹا دے تاکہ میں وہ نیک کام کروں جنکو مینے نہیں کیا تو خدا تعالیٰ جواب دیتا ہے ہرگز نہیں ایسا کبھی نہیں ہوسکتا یہ ایک کلمہ ہے جو وہ کہتا ہے یا کہے گا اور ورے ایک روک (پردہ) ہے یوم البعث تک یعنی قیامتہ کے دن تک مقام برزخ میں ٹھہرنا پڑے گا۔ اس آیۃ سے ثابت ہے کہ جو مرجاتا ہے اُسے مقام برزخ میں یوم البعث ٹھہرنا پڑیگا

ہے۔ اور مقام برزخ ایک پردہ اور روک ہی جو نہ اُسے دنیا میں آنے دیتا ہی نہ آگے جانے دیتا ہے پس جب ثابت ہوگیا کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں اور فوت شدہ پھر دنیا میں واپس نہیں آسکتے تو حدیث میں ابن مریم سے مراد مسیح ناصری نہیں ہے بلکہ کوئی اور ابن مریم مراد ہے۔

دوسرا جواب دوسرا جواب کہ ابن مریم سے مراد کوئی اور ابن مریم ہے جسکو بوجہ مشابہت تامہ ہونے کے ابن مریم کا نام دیا گیا ہے یہ ہے کہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ دو چیزوں میں مشابہت کے پائی جانے سے مشبہ کو مشبہ بہ کا نام دیدیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ فن بلاغت کے امام عبد القاہر جرجانی اپنی کتاب اسرار البلاغہ میں فرماتے ہیں +

پہلا حوالہ اَنَّ التَّشْبِیْہَ یَنْقَسِمُ اِلَی الصَّرِیْحِ وَغَیْرِ الصَّرِیْحِ فَالصَّرِیْحُ اَنْ تَقُوْلَ (کَاَنَّ زَیْدُ الْاَسَدُ) فَتَذْکُرُ کُلَّ وَاحِدٍ مِّنَ الْمُشَبَّہِ وَالْمُشَبَّہِ بِہٖ بِاِسْمِہٖ وَغَیْرُ الصَّرِیْحِ اَنْ تَسْقُطَ الْمُشَبَّہُ بِہٖ مِنَ الذِّکْرِ وَتُجْرِیَ اِسْمَہٗ عَلَی الْمُشَبَّہِ کَقَوْلِکَ: رَاَیْتُ اَسَدًا: تُرِیْدُ رَجُلًا شَبِیْہًا بِالْاَسَدِ ثُمَّ تُغَیِّرُ اِسْمَہٗ مُبَالَغَۃً وَاِیْہَامًا اَنْ لَا فَصْلَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْاَسَدِ وَاَنَّہٗ قَدِ اسْتَحَالَ اِلَی الْاَسَدِیَّۃِ فَاِذَا کَانَ الْاَمْرُ کَذٰلِکَ وَاَنْتَ تُشَبِّہُ شَخْصًا بِشَخْصٍ فَاِنَّکَ اِذَا شَبَّہْتَ فِعْلًا بِفِعْلٍ کَانَ ھٰذَا حُکْمُہٗ فَاَنْتَ تَقُوْلُ مَرَّۃً کَاَنَّ تَزْیِیْنَہٗ بِکَلَامِہٖ نَظْمُ دُرٍّ فَتُصَرِّحُ بِالْمُشَبَّہِ وَالْمُشَبَّہِ بِہٖ وَتَقُوْلُ اُخْرٰی اِنَّمَا یَنْظِمُ دُرًّا تَجْعَلُہٗ کَاَنَّہٗ نَاظِمُ دُرٍّ عَلَی الْحَقِیْقَۃِ ؛

ترجمہ تشبیہ کی دو قسمیں ہیں ایک صریح دوسری غیر صریح۔ صریح کی مثال جیسے کہ تو کہے کان زید الاسد پس ذکر کرے گا مشبہ اور مشبہ بہ کو اسکے نام کے ساتھ۔ اور غیر صریح یہ ہے کہ تو مشبہ بہ کو ذکر نہ کرے اور اس کا نام مشبہ کو دیدے جیسے کہ تو کہے رایت اسدًا یعنی مینے شیر کو دیکھا اور مراد شیر کے دیکھنے سے ایک آدمی مشابہ بالاسد ہو۔ مگر تو اُسکے نام کو مبالغہ اور ایہام کی وجہ سے بدلا دیگا یہ بتانے کے لیے کہ اس آدمی اور شیر کے درمیان کوئی فرق نہیں رہا گویا کہ وہ شیر ہی بنگیا ہے۔ پس جب معاملہ ایسا ہوا تو ایک شخص کو دوسرے شخص سے اور اسی طرح ایک فعل کو دوسرے فعل سے مشابہت دے تو اُسکا یہی حکم ہوگا۔ مثلاً بعض دفعہ تو ایسا کہے گا کانّ تزیینہ بکلامہ نظم

دُرٌّ ہے کہ اسکا اپنے کلام کو مزین کرنا ایسا ہے جیسے کہ موتی پرونا تو اسمیں مشبہ اور مشبہ بہ کا ذکر کریگا اور غیر تصریح کے وقت تو اسکو کہے گا اِنَّمَا یَنْظِمُ دُرًّا کہ وہ تو موتی پرو رہا ہے۔ تو تو اس مزین کلام والے کو ایسا قرار دیگا گویا کہ وہ فی الحقیقت موتی پرو رہا ہے۔

دوسرا حوالہ پھر ملاحظہ ہو روح المعانی جلد ۵ ص ۱۵۸ "وَاِنَّمَا قِیْلَ لِلتَّشْبِیْہِ سَمِیٌّ لِاَنَّ الْمُتَشَابِھَیْنِ یَتَشَارَکَانِ فِی الْاِسْمِ" ترجمہ۔ آیت لَمْ نَجْعَلْ لَہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا میں شبیہ کے لئے سمیّ کا لفظ سو اسطے اختیار کیا گیا ہے کہ دو متشابہ شخص اسم میں شریک ہوتے ہیں یعنی دو شخص جو آپس میں مشابہ ہیں انمیں سے ایک کا نام دوسرے کو دیا جا سکتا ہے۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ ہو روح البیان جلد ۴ ص ۳۸۹۔ "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شُبِّہَ بِالذِّکْرِ الَّذِیْ ھُوَ الْقُرْاٰنُ لِشِدَّۃِ مُلَابَسَتِہٖ بِہٖ فَاُطْلِقَ عَلَیْہِ اِسْمُ الْمُشَبَّہِ بِہٖ اِسْتِعَارَۃً تَصْرِیْحِیَّۃً" ترجمہ آیت قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر سے جو کہ قرآن ہے آپکے قرآن مجید کے ساتھ شدۃ ملابسۃ کی وجہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس نبی کریم (مشبّہ) پر اسم مشبّہ بہ کا استعارہ تصریحیہ کے طور پر بول دیا گیا ہے۔

چوتھا حوالہ ملاحظہ ہو کشّاف جلد ۲ مطبوعہ کلکتہ ص ۲۰۱ "وَاِنَّمَا قِیْلَ لِلْمِثْلِ سَمِیٌّ لِاَنَّ کُلَّ مُتَشَاکِلَیْنِ یُسَمّٰی کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا بِاِسْمِ الْمِثْلِ وَالشَّبِیْہِ وَالشَّکْلِ وَالنَّظِیْرِ فَکُلُّ وَاحِدٍ سَمِیٌّ لِصَاحِبِہٖ" ترجمہ آیت لَمْ نَجْعَلْ لَہٗ سَمِیًّا میں مثل کے لیے سمیّ اسوجہ سے کہا گیا ہے کہ دو ہمجنس ہمشکل چیزیں نام رکھا جاتا ہے ان دونوں میں سے ہر ایک کا اپنے مثل اور شبیہ اور شکل اور نظیر کے نام کے ساتھ پس ہر ایک اپنے ساتھی کے لیے سمیّ ہے۔

پانچواں حوالہ پھر ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۶۸۹ - "اِطْلَاقُ اِسْمِ الشَّیْءِ عَلٰی مَا یُشَابِھُہٗ فِیْ اَکْثَرِ خَوَاصِّہٖ وَصِفَاتِہٖ جَائِزٌ حَسَنٌ" یعنی کسی چیز کا نام دوسری چیز پر جو اس کی اکثر خواص اور صفات میں مشابہ ہو اطلاق کرنا جائز مستحسن ہے

پس جبکہ بلاغت کے قواعد میں سے یہ بات ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان مناسبت ہونیکی وجہ سے مشبہ کو مشبہ بہ کا نام دیدیتے ہیں تو اسی قاعدہ کے ماتحت آنیوالے مسیحؑ کو بھی پہلے مسیحؑ کے ساتھ مشابہت ہونیکی وجہ سے ابن مریم کہہ دیا +

اب یہاں پر میں ان تین چار مشابہتوں کا ذکر کرتا ہوں جو کہ مسیحؑ ناصری اور مسیحؑ موعود کے درمیان پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی مفصل دیکھنا چاہے تو مسیح موعود کی کتب تذکرۃ الشہادتین اور تحفہ گولڑویہ کو مطالعہ فرمائے +

پہلی مشابہت ایک مشابہت تو یہ ہے کہ جسطرح مسیح اسرائیلی خلیفوں میں سے آخری خلیفہ ہیں مگر اسرائیل کے خاندان میں سے نہیں حالانکہ زبور میں وعدہ تھا کہ تمام خلیفے اس سلسلہ کے اسرائیلی خاندان میں سے ہوں گے (صرف ماں کا اسرائیلی ہونا اس وعدہ کے ملحوظ رکھنے کے لیے کافی سمجھا گیا) ایسا ہی مسیح موعود بھی محمدیؐ سلسلہ کے خلیفوں میں سے آخری خلیفہ ہیں مگر باپ کی طرف سے قریش میں سے نہیں گو بعض دادیوں کے سادات میں سے ہونے کی وجہ سے قریش میں سے ہیں +

دوسری مشابہت جسطرح مسیح ناصری حضرت موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں مبعوث ہوئے ویسی ہی مسیحؑ موعود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوئے +

تیسری مشابہت جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام رومی سلطنت کے وقت یعنی قیصر روم کے زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے جو کہ اہل کتاب تھی۔ اسی طرح مسیح موعود عیسائی سلطنت (عیسائی سلطنت جو مسیح موعود کے وقت ہوگی اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی سلطنت کہا ہے) جو کہ اہل کتاب ہیں۔ کے زمانہ میں مبعوث ہوئے +

چوتھی مشابہت جیسے مسیح ناصری کو کافر بنایا گیا۔ گالیاں دی گئیں۔ اُنکی والدہ کی توہین کی گئی۔ ایسا ہی مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگا اور گالیاں دی گئیں اور آپ کی اہلبیت کی توہین کی گئی۔

پانچویں مشابہت جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ... گرفتار کرنیکے لیے جھوٹے

مقدمات بنائے گئے اور یہود کے مولویوں نے عدالت میں اُن پر جھوٹی گواہیاں دیں اسی طرح مسیح موعود علیہ السلام پر بھی جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور علماء نے جھوٹی گواہیاں بھی دیں - پس آنیوالے مسیح میں مسیح ناصری کے ساتھ بہت سی مشابہتوں کے پائے جانے کی وجہ سے اُسکا نام ابن مریم رکھا گیا اور مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان مشابہت ہونیکی وجہ سے حرف تشبیہ اور مشبہ کو گرا دیا گیا - اور یہ کلام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت پر دلالت کرتا ہے - کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں اکثر باتوں میں مشابہت ہونیکی وجہ سے حرف تشبیہ اور مشبہ کو حذف کر کے بولنا بھی بلیغ کلام میں شامل ہے اور بھی بہت سی ایسی مثالیں ہیں کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے وہی نام دیدیا کرتے ہیں۔

زبان کا محاورہ ہم اپنی زبان کا محاورہ لیتے ہیں ہماری زبان میں بھی اُس شخص کو جو سخی ہو حاتم کا نام دیدیا کرتے ہیں اور وجہ شبہ صرف سخاوت ہوتی ہے

حدیث پھر حدیث میں نبی کریم نے اپنی بیویوں کے لیئے (بخاری کتاب الاذان) اِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ فرمایا ہے - کہ ضرور ضرور تم یوسف کی صواحب ہو پس دیکھو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو صرف ایک بات میں اُنکے ساتھ مشابہ ہونیکی وجہ سے صواحب یوسف کا نام دیدیا۔

دوسری حدیث پھر حدیث كُلُّ بَنِي آدَمَ يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا عیسیٰ میں ہر ایک صالح اور پرہیزگار عورت اور مرد کا نام عیسیٰ اور مریم رکھدیا ہے جیسا کہ علامہ زمخشری نے لکھا ہے وَهٰذَا يُخَالِفُ نَصَّ الْقُرْآنِ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ أَنَّ الْمُرَادَ مِنْ عِيسَى وَأُمِّهِ كُلُّ رَجُلٍ تَقِيٍّ كَانَ عَلَى صِفَتِهِمَا وَكَانَ مِنَ الْمُتَوَرِّعِينَ الْمُتَّقِينَ" ترجمہ ظاہر حدیث تو نص قرآن کے مخالف ہے کہ میرے بندوں پر شیطان کا غلبہ نہیں ہے اسلیے مراد عیسیٰ اور اسکی والدہ سے ہر ایک متقی آدمی ہے جو ان دونو کی صفت پر ہو اور پرہیزگاروں سے ہو۔

پھر ملاحظہ ہو ارشاد الساری شرح صحیح البخاری جلد ۷، صہ ۶۲ وَنَقَلَ الْعَیْنِیُّ اَنَّ الْقَاضِیَ عِیَاضًا اَشَارَ اِلٰی اَنَّ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَاءِ یُشَارِکُوْنَ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِیْ ذٰلِکَ قَالَ الْقُرْطُبِیُّ وَھُوَ قَوْلُ مُجَاھِدٍ وَقَدْ طَعَنَ الزَّمَخْشَرِیُّ فِیْ مَعْنٰی ھٰذَا الْحَدِیْثِ وَتَوَقَّفَ فِیْ صِحَّتِہٖ فَقَالَ اِنْ صَحَّ فَمَعْنَاہُ اَنَّ کُلَّ مَوْلُوْدٍ یَطْمَعُ الشَّیْطَانُ فِیْ اِغْوَائِہٖ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَھَا فَاِنَّھُمَا کَانَا مَعْصُوْمَیْنِ وَکَذَالِکَ کُلُّ مَنْ کَانَ فِیْ صِفَتِھِمَا لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ وَاسْتِھْلَالُ صَارِخًا مِنْ مَسِّہٖ تَخْیِیْلٌ وَتَصْوِیْرٌ لِطَمْعِہٖ فِیْہِ کَاَنَّہٗ یَمَسُّہٗ وَیَضْرِبُ بِیَدِہٖ عَلَیْہِ وَیَقُوْلُ ھٰذَا مِمَّنْ اُغْوِیْہِ" ترجمہ علامہ عینی نے نقل کیا ہے کہ قاضی عیاض نے جتا دیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ قول مجاہد کا ہے۔ اور علامہ زمخشری نے اس حدیث کے معنے میں طعن کیا ہے اور اس حدیث کے صحیح ہونے میں توقف کیا ہے۔ پھر کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو بھی تو اسکے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک بچہ کے اغوا اور گمراہ کرنے میں شیطان طمع کرتا ہے مگر مریم اور اُسکے بیٹے کے گمراہ کرنے میں اُن کے معصوم ہونیکی وجہ سے۔ اور اسی طرح جو ان دونوں کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو حسب قول باریتعالیٰ "میرے مخلص بندوں پر شیطان کا غلبہ انکو گمراہ کرنے میں نہیں۔ اور بچہ کا چلاتے ہوئے پیدا ہونا مس شیطان سے ؛ یہ تخییل اور تصویر ہے اسکے طمع کرنیکی اسمیں گویا کہ وہ اسکو چھوتا ہے اور اسپر ہاتھ مارتا اور کہتا ہے کہ اسکو میں گمراہ کرونگا۔

پھر ملاحظہ ہو کتاب التیسیر شرح جامع الصغیر "وَمَا جَاءَ فِی الْحَدِیْثِ الْمَذْکُوْرِ مِنْ ذِکْرِ عِیْسٰی وَاُمِّہٖ فَالْمُرَادُ ھُمَا وَمَنْ فِیْ مَعْنَاھُمَا" یعنی حدیث مذکور میں عیسیٰ اور اسکی والدہ اور ان دونوں کے مثیل مراد ہیں۔ پس مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے کہ اس حدیث میں ہر ایک متقی اور پرہیزگار کا نام جو کہ اپنے اندر حضرت عیسیٰ اور مریم کی صفات رکھتا ہے مریم اور ابن مریم رکھا ہے۔ چونکہ مسیح محمدی بھی مسیح موسوی سے کامل اور اکمل مشابہت رکھتا تھا اس کا نام بھی ابن مریم رکھدیا۔

پھر ملاحظہ ہو کتاب التوضیح صہ ۱۰۴۔ لِیُسْتَعَادَ لِعَالِمٍ مُتَّقٍ وَفِیْہِ لَفْظُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ

کہ استعارہ کے طور پر ایک بڑے عالم فقیہ کو ابوحنیفہ کہدیتے ہیں۔ اور اسکی مثالیں قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔

پھر ملاحظہ ہو تفسیر کشاف جلد ا صفحہ ۲۰ - زیر آیت ہٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ "ہٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَمَعْنَاہُ ہٰذَا مِثْلُ الَّذِیْ رُزِقْنَاہُ مِنْ قَبْلُ وَشَبَّہَہٗ بِدَلِیْلِ قَوْلِہٖ وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِہًا وَہٰذَا کَقَوْلِکَ اَبُوْ یُوْسُفَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ تُرِیْدُ اَنَّہٗ لِاِسْتِحْکَامِ الشِّبْہِ کَاَنَّ ذَاتَہٗ ذَاتُہٗ" ترجمہ آیت ہٰذَا الذی رزقنا من قبل کے یہ معنے ہیں۔ کہ یہ رزق اس رزق جیسا ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور پہلے رزق سے اسکو تشبیہ دی۔ اسکے قول واتوا بہ متشابہا کو دلیل بنا کر مشابہ قرار دیا اور یہ اس قول کی طرح ہے کہ ابو یوسف ابو حنیفہ ہے یعنی انکے درمیان مشابہت کے مستحکم ہونیکی وجہ سے ایک ذات کو دوسرے کی ذات سمجھکر ایک کو دوسرے کا نام دیدیں اور ابو یوسف کے بجائے ابو حنیفہ کہہ کر ابو یوسف مراد لیں۔

قرآن مجید میں اسکی مثال خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْکُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَھُمْ کُوْنُوْا قِرَدَۃً خَاسِئِیْنَ (سورۃ البقرہ) اس آیت میں خدا تعالیٰ نے یہود کو بندر قرار دیا ہے۔ اسوجہ سے کہ انھوں نے بندروں کے ساتھ مشابہت پیدا کرلی تھی وہ یہ کہ انکو حکم دیا گیا تھا کہ سبت کے دن میں تمکو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنی ہوگی اور کوئی دنیاوی کام جیسے مچھلیوں وغیرہ کا شکار نہیں کرنا ہوگا۔ تو انھوں نے بجائے اسکے کہ وہ عبادت کریں یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ اکثر دریا کے کنارے بند مار کر جمع کر چھوڑتے اور اتوار کے دن پکڑ لیتے تھے اور اسدن مچھلیاں بھی زیادہ آتی تھیں۔ کیونکہ ایسے جانوروں کا قاعدہ ہے کہ جسدن انکو نہ پکڑا جاوے اُسدن وہ زیادہ آتے ہیں۔ اسواسطے مچھلیاں ہفتہ کے دن بہت آتی تھیں اس لئے وہ جمع کر چھوڑتے اور اگلے دن پکڑ لیتے اگر کوئی کہتا کہ تم عبادت کیوں نہیں کرتے کہدیتے ہمیں صرف مچھلیوں کے پکڑنے سے منع کیا گیا ہے ہم پکڑتے نہیں پس انھوں نے نقطی نقل کی اور ان الفاظ کا مغز نہ لیا۔ جیسے بندر نقل تو کر لیتے ہیں لیکن مغز کو نہیں

سمجھتے - اسی طرح انھوں نے کیا اسواسطے انکو بندر کہا گیا - وہ حقیقۃً بندر نہیں ہوئے تھے -
اسبات کے ثبوت کیلئے (وہ حقیقۃً بندر نہیں ہوئے تھے) دیکھو مندرجہ ذیل تفاسیر -

تفسیر کبیر ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۵۵۲ - اَلْمَرْوِیُّ مِنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی مَسَخَ قُلُوْبَهُمْ بِمَعْنَی الطَّبْعِ وَالْخَتْمِ لَا اَنَّهٗ مَسَخَ صُوَرَهُمْ وَهُوَ مِثْلُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا وَنَظِيْرُهٗ اَنْ يَقُوْلَ الْاُسْتَاذُ لِلْمُتَعَلِّمِ الْبَلِيْدِ الَّذِیْ لَا يَنْجَعُ فِیْ تَعْلِيْمِهٖ كُنْ حِمَارًا "ترجمہ مجاہد سے مروی ہے کہ خدا تعالیٰ نے انکے دلوں کو مسخ کیا تھا - یعنی مہر لگانے کے ذریعہ کہ انکی صورتوں کو مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا اور اسکی مثال خدا تعالیٰ کا قول كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ہے کہ انکو گدھا قرار دیا ہے اور اسکی نظیر یہ بھی ہے کہ جیسے ایک استاد ایک کند ذہن شاگرد کو جو تعلیم میں کامیاب نہیں ہوتا ہے کہے گدھا ہو جا۔

درمنثور پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۱ صفحہ ۷۵ - وَاَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ فِیْ قَوْلِهٖ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا الخ قَالَ مُسِخَتْ قُلُوْبُهُمْ وَلَمْ يُمْسَخُوْا قِرَدَةً وَاِنَّمَا هُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لَهُمْ مِثْلَ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا "ترجمہ ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے خدا تعالیٰ کے قول کُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِين میں کہ ان کے دل مسخ کیے گئے نہ کہ انکو بندر بنایا گیا تھا اور خدا تعالیٰ نے انکی مثال بندروں سے بیان کی ہے جیسے کہ مثل بیان کی ہے گدھے کے ساتھ - اسی طرح فتح البیان جلد ۱ صفحہ ۱۲۴ اور ابن جریر جلد ۱ صفحہ ۲۵۲ - اور بیضاوی جلد ۱ میں مجاہد سے روایت ہے۔
مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہے کہ انکو بندر نہیں بنایا گیا تھا بلکہ انکے دلوں کی حالت بندروں جیسی ہو جانیکی وجہ سے انکو بندر کہا گیا تھا -

انجیل اسی طرح مسیح نے بھی یہود کو سانپ اور سانپوں کے بچے قرار دیا - دیکھو متی ۲۳ باب ۳۳ "اے سانپو اور افعی کے بچو - پھر متی ۷ باب میں "پاک چیزیں کتوں کو نہ دو اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو"
پس جب ہر ایک زبان میں یہ طریق ہے کہ دو ایسی چیزوں کو جو آپس میں مشابہت رکھتی ہوں

ایک کا نام دوسرے کو دیدیتے ہیں تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنیوالے مسیح کا نام ابن مریم کے ساتھ مشابہت رکھنے سے ابن مریم رکھدیا تو اس میں کونسا حرج لازم آتا ہے۔

تیسرا جواب تیسرا جواب اسبات کا کہ ابن مریم ناصری کے سوا اور ہوسکتا ہی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝ (سورہ تحریم - ۲۶ - پ۲۸) ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مثال فرعون کی بی بی سے دی ہے۔ جب اُس نے یوں دعا کی۔ کہ اے مالک میرے لیے بہشت میں ایک مکان بنا اور مجھکو فرعون اور اسکے بُرے کاموں سے بچائے رکھو اور ظالم لوگوں سے نجات دے اور دوسری مثال مومنوں کی عمران کی بیٹی مریم کے ساتھ دی ہے جسنے اپنی عصمت بچائے رکھی پھر ہم نے اپنی پیدا کی ہوئی روح اُسمیں پھونک دی اور اس نے اپنے مالک کے کلاموں اور کتابوں کو سچ مانا اور وہ ہمارے فرمانبردار بندوں میں سے تھی۔

مذکورہ بالا آیات میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کی تمثیل فرعون کی بی بی سے دی ہے پھر دوسری مثال مریم سے دی ہے۔ ملاحظہ ہو کشّاف جلد ۲ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۵۰۶۔ "وَقَدْ قَرَنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَرْيَمَ فِي التَّمْثِيْلِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ" اور تحقیق ملادیا امرءۃ فرعون کے ساتھ مریم کو مومنوں کی تمثیل دینے میں یعنی دونو کے ساتھ مومنوں کو تشبیہ دی ہے۔

پھر ملاحظہ ہو روح البیان جلد ۴ صفحہ ۴۰۸۔ "وَمَرْيَمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ الَّتِيْ الخ وَالْمَعْنٰى وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا حَالَ مَرْيَمَ ابْنَةِ عِمْرَانَ وَالِدَةِ عِيْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَمَا اُوْتِيَتْ مِنْ كَرَامَةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْاِصْطِفَاءِ عَلٰى نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ مَعَ كَوْنِ قَوْمِهَا كُفَّارًا" ترجمہ اور معنی آیت کریمہ کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مثال مریم بنت عمران کے حال سے جو حضرت عیسیٰ کی والدہ

جسے دنیا اور آخرۃ میں بزرگی دیگئی ہے اور سب جہانوں کی عورتوں پر باوجود اسکی قوم کے کافر ہونیکے چنی گئی ہے)

پھر ملاحظہ ہو عینی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۲۱۲۔ ذکر بھا ابنۃ عمران التی عطف علی امرأۃ فرعون ای وضرب اللّٰہ مثلا للذین اٰمنوا مریم ابنۃ عمران وما اوتیت من الکرامۃ من کرامات الدنیا والاٰخرۃ والاصطفاء علی نساء العالمین مع ان قومھا کانوا کفارا" ترجمہ آیت مریم ابنت عمران التی عطف ہے امرأۃ فرعون پر یعنی مومنوں کی مثال مریم بنت عمران کے حال سے بیان کی ہے۔ (باقی ترجمہ جیسا کہ اوپر گذر چکا)

پس ان تینوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ مریم ابنت عمران معطوف ہے امرأۃ فرعون پر۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب مومن فرعون کی بیوی کی حالت سے ترقی کر جاتا ہے تو اسکی مثال حضرت مریم علیہا السلام کی ہوتی ہے یعنی حضرت مریم کے مشابہ ہو جاتا ہے تو پھر جسطرح کہ مریم صدیقہ میں نفخ روح ہوا اسی طرح جب مومن مریمیت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے اور مریم صدیقہ کے شمائل و خصائل و شیم و اخلاق کو اپنے اندر لے کر آگے کی طرف ترقی کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسمیں بھی نفخ روح ہوتا ہے اس نفخ روح کے ساتھ وہ مریم صدیقہ کے مقام سے گزر کر ابن مریم کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ اور ابن مریم کی مشابہت اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے تو پھر اس مشابہت تامہ کی وجہ سے اسکا نام ابن مریم ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں پہلے لکھا کہ میرا نام خدا تعالیٰ نے مریم رکھا ہے۔ پھر اسکے بعد جب آپ نے روحانیت میں ترقی کی اور مریمیت کے مقام سے بڑھ گئے تو پھر آپ نے دعویٰ کیا۔ کہ میرا نام خدا تعالیٰ نے ابن مریم رکھا ہے۔ پس مذکورہ بالا آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ان مثیلوں میں سے جنکی مثال ان آیات میں دیگئی ہے کامل و مکمل فرد کا نام ابن مریم رکھا گیا ہے

چوتھا جواب

چوتھا جواب اسبات کا کہ حدیث میں ابن مریم سے مراد حضرۃ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نہیں ہے بلکہ آنے والا کوئی اور ہے یہ ہے کہ مسیح ناصری کے لئے قرآن مجید میں رسولا الیٰ بنی اسرائیل آیا ہے۔ کہ وہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اور انجیل میں بھی انکا قول موجود ہے۔

کو میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے جمع کرنیکے لیئے آیا ہوں۔ متی ۱۵/۲۴ یعنی آپ صرف بنی اسرائیل کے ایک رسول ہیں تو اگر انکا ہی دوبارہ نزول مانا جاوے تو انکو تمام جہان کے لیئے رسول ماننا پڑیگا کیونکہ آپ جس خلافت پر متمکن ہونگے وہ ایسی رسول کی ہے کہ جسکے متعلق قرآن مجید میں اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا وارد ہوا ہے۔ پس مسیح ناصری کو دوبارہ لانے سے قرآن مجید کی تکذیب لازم آئیگی۔ کیونکہ مسیح ناصری تو یہ کہیگا کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اور قرآن مجید کہیگا کہ رسولا الی بنی اسرائیل کہ مسیح ناصری بنی اسرائیل کیلیئے ہی رسول ہے نہ کسی اور کی طرف۔ بہر حال مسیح ناصری کو دوبارہ لانے سے آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔

پانچواں جواب

پانچواں جواب اس بات کا کہ آنے والا ابن مریم اور ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ (سورہ نور - ۴۶ پ) کہ خدا تعالیٰ نے یہ مومنوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان سے جنھوں نے اعمال صالحہ کیئے زمین میں ایسے ہی خلیفہ بنائیگا جسطرح کہ ان سے پہلی پہلی امت وغیر خلیفے ہوتے رہے اور سلسلہ محمدیہ سلسلۂ موسویہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ جیسے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّا اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ پس سلسلہ محمدیہ کی سلسلہ موسویہ سے پوری مشابہت جبھی ہو سکتی ہے جبکہ سلسلہ محمدیہ کے آخر میں بھی ایک ابن مریم آوے جیسا کہ سلسلہ موسویہ کے آخر میں ایک ابن مریم آیا اور ضروری ہے کہ آنیوالا ابن مریم گزشتہ ابن مریم سے علیحدہ ہو۔ کیونکہ سلسلہ محمدیہ سلسلہ موسویہ کے مشابہ ہے اور اس میں آنیوالے خلفاء پہلے خلفاء کے مشابہ ہیں جنمیں سے ایک ابن مریم بھی ہے۔ اور یہ مسلمہ بات ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں ایک نہیں ہوتے۔ پس آیت استخلاف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنیوالا ابن مریم گزشتہ ابن مریم سے سے علیحدہ ہے۔

چھٹا جواب

چھٹا جواب یہ ہے کہ آنے والے مسیح کا نام ابن مریم رکھنے میں ایک

حکمت تھی وہ یہ کہ آنے والا مسیح مریم بھی ہوگا اور ابن مریم بھی یعنی دونو مقاموں کو وہ حاصل کرے گا مریم نام رکھ کر یہ بتایا کہ مریم جسطرح ایک اُمتی فرد ہے اسی طرح آنیوالا مسیح بھی مریم ہونے کے لحاظ سے اُمتی ہوگا اور جسطرح ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی تھے اسی طرح آنیوالا مسیح ابن مریم ہونیکے لحاظ سے نبی ہوگا۔ یعنی اسمیں دونو باتیں پائی جائیں گی۔ کہ وہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی کیونکہ ابن مریم کے مقام تک ان آیات کی رو سے جو تیسرے جواب میں لکھی جا چکی ہیں کوئی نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ پہلے مریم کے مقام کو حاصل نہ کرے۔ اور اگر احادیث میں ابن مریم سے مراد مسیح ناصری ہی لی جائے تو وہ اُمتی بنکر نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انہیں پہلے نبوۃ عطا ہو چکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل نہیں ہوئی۔ اور اگر کوئی کہے کہ ان سے پہلے پچھلی نبوت چھین لی جائے گی تو اسپر یہ اعتراض ہے کہ وہ نبوت کس وجہ سے چھینی جائے گی انھوں نے کونسا گناہ کبیرہ کیا ہے کہ انکو نبوۃ کے عہدہ سے برخاست کیا جائے گا۔ اور اگر ان کو نبی ہونے کی حالت میں بھیجا جائے گا تو انکی نبوت آیۃ خاتم النبیین کے خلاف ہوگی۔

ساتواں جواب

ساتواں جواب یہ ہے کہ اگر ابن مریم سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں اور انہیں کا دوبارہ نزول ہوگا تو اس سے انکا نبی کریم سے افضل ہونا ثابت ہوگا اور ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح قدوسیت اور روحانیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھے جبھی تو دجال کے فتنہ کی اصلاح کے لئے جس کا فتنہ سب فتنوں سے بڑا ہوگا اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ویسا فتنہ نہیں ہوا انکو بھیجا جانا مقرر ہوا۔ قاعدہ ہے کہ ہمیشہ سکول کا ہیڈ ماسٹر اسی ٹیچر کو (جو پہلے سکول چھوڑ چکا ہو) دوبارہ لانے کی کوشش کیا کرتا ہے جسکی پہلے تعلیم اچھی رہی ہو نہ اُسے جسکی تعلیم ناقص رہی ہو۔ پس اسی طرح ماننا پڑے گا کہ مسیح میں قدوسیت اور روحانیت زیادہ تھی کہ پھر ان کو ہی بھیجنا تجویز کیا گیا اور اگر نبی کریم کا کام اچھا ہوتا اور آپ ان سے قدوسیت اور روحانیت میں زیادہ ہوتے تو آپ کو مبعوث کیا جاتا۔

لیکن مسیح کا نبی کریم سے افضل ہونا اور قدوسیت اور روحانیت میں آپ سے بڑھکر ہونا باطل ہے اسلیے مستلزم باطل بھی باطل جو مسیح کا دوبارہ نزول ہے ؛

ایک نکتہ یہاں پر ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ مسیح ناصری کا یہ منصب ہی نہیں تھا کہ آپ امت محمدیہ میں آکر کام کرتے اور دجالی فتنہ دور کرتے کیونکہ دجالی فتنہ تو ایک ایسا فتنہ تھا جسکے متعلق حدیث میں نبی کریم فرماتے ہیں کہ وہ سب فتنوں سے بڑا فتنہ ہوگا چنانچہ دجال کا جب کبھی ذکر فرماتے تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا تھا۔ نیز آپ نے دجال کے متعلق فرمایا ہے کہ کوئی بھی نبی نہیں مگر اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے پس جبکہ دجال کا اتنا بڑا فتنہ تھا تو چاہیئے تھا کہ اس فتنہ کو دور کرنے کے لیے بھی ایک بڑا عظیم الشان شخص ہوتا اور وہ ہوتا بھی امت محمدیہ سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی وابی کے فیض سے استفاضہ حاصل کرتا اور آپ کے ہی ہتھیاروں کو لیکر دوسرے مذاہب سے لڑتا اور اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کرکے دکھاتا اور آپ کا ہی ظل اور بروز ہوتا چنانچہ ایسا ہی ہوا **حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ** الصلوۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے فیض حاصل کرکے اور قرآن مجید و احادیث شریفہ کو ہاتھ میں لے کر تمام مذاہب کے ساتھ مقابلہ کیا اور سبکو نیچا کر دکھایا۔ آپ کی شان موسوی مسیح کی شان سے بہت بڑھ چڑھ کر تھی باینوجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مثیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر تھے اسی طرح آپکا آخری خلیفہ جو کہ مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اپنے مثیل مسیح موسوی سے بڑھ کر ہونا چاہیے تھا۔

مسیح موسوی اور مسیح محمدی کا موازنہ ہم مسیح موسوی اور مسیح محمدی کا کام دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کام کیا کیا۔ اگر مسیح ناصری کا کام پہلے اچھا نکلا ہو تو پھر ان کا دجالی فتنہ کو دور کرنے کے لیے آنا فرض کر سکتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح ناصری نے اپنے آسمان پر چڑھ جانے سے پہلے چند حواریین

بنائے (جیسا کہ غیر احمدی مانتے ہیں) جنمیں سے بارہ حواری مشہور اور ان کے اعلیٰ شاگرد مانے گئے۔ ان بارہ حواریوں میں سے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایمان کے کیسے پختہ تھے۔ سو جاننا چاہیئے کہ اسکے بارہ شاگردوں میں سے ایک شاگرد نے جس کا نام یہودا اسکریوطی تھا جس کے متعلق حضرت مسیح نے پیشگوئی تھی کہ وہ بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک دیا گیا ہے تیس درہموں کے بدلے مسیح کو پکڑوا دیا۔ پھر دوسرا شاگرد جس کا نام پطرس تھا جسکو مسیح نے نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں دیدی تھیں اُسنے مسیح پر جبکہ وہ پیلاطوس بادشاہ کی عدالت میں تھا لعنت بھیجی پس یہ تو ان دونو کے ایمان کا حال تھا جو کہ مسیح کے اعلیٰ ترین شاگردوں میں سے تھے سو اسی پر قیاس ہو سکتا ہے کہ جو چھوٹے ہوں گے ان کا کیا حال ہوگا۔ پس جس کا اُس زمانہ میں جبکہ وہ بنی اسرائیل ہی کی طرف رسول تھا یہ کام نکلا تو فتنوں کے پُر آشوب زمانہ میں جبکہ دجال کا فتنہ زوروں پر ہوگا اور تمام دنیا کی اصلاح کرتا ہوگا وہ کیا کام کر سکے گا۔ پس ضرور تھا کہ آخری زمانہ کے لیے کوئی اور مسیح ہوتا جو شان میں اس سے بڑھ کر ہوتا اور وہ اس سے اچھا کام کر دکھاتا۔ چنانچہ مسیح موعودؑ نے کئی لاکھ کی جماعت پیدا کی جنمیں بہت سے ایسے شخص ہیں جنھوں نے اپنی جان و مال اسلام کی راہ میں دیدیئے۔ یہاں پر **دو شخصوں** کا ذکر کرتا ہوں جنکی ایمانی حالت کا اندازہ کر کے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مسیح ناصری کو ماننے والے کیسے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے والے کیسے۔ مسیح ناصری کے ایمان لانیوالوں میں سے میں دو کا ذکر کر چکا ہوں کہ انکا ایمان کیسا تھا۔ ادھر مسیح موعودؑ کی جماعت میں سے دو شخص کابل علاقہ خوست کے رہنے والے تھے ایک صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب مرحوم تھے جو کہ امیر کابل کے بھی اُستاد تھے دوسرے ان کے شاگرد مولوی عبد الرحمٰن مرحوم تھے۔ اُستاد و شاگرد دونوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی اور ان کو اپنے علاقہ میں گئے۔ ان دونو کو بہت دفعہ کہا گیا کہ تم احمدیت چھوڑ دو۔ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے گئے بیڑیاں ان کے پاؤں میں ڈالی گئیں ناک میں رسیاں باندھ کر انکو پھرایا گیا۔ نمک کھلایا گیا بھوکا رکھا گیا۔ لیکن ان خدا کے بندوں نے ہر ایک تکلیف پر صبر کیا اور احمدیت سے ایک طرف

ہو جانا انکی طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ جب دشمن انکو ہر ایک قسم کی تکلیف پہنچا چکے اور وہ نہ ہی احمدیت کو چھوڑ دینے سے مایوس ہو چکے تو پھر انھوں نے دونوں کو مار دینا چاہا سو مولوی عبد الرحمن شہید کو تو انھوں نے گلے میں رسا ڈالکر گلا گھونٹ دیا اور صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید (جو کہ بڑی ناز نعمت میں پلے تھے اور امیر کابل کے اُستاد تھے اور بڑی جاگیر رکھتے تھے) کو ایک گڑھا کھدوا کر اسمیں گاڑ دیا گیا اور سنگسار کیا گیا اور چاروں طرف سے پتھروں کی بارش ہوئی یہانتک آپ پر پتھر برسائے گئے کہ آپ کی لاش بھی انکے نیچے چھپ گئی۔ یہ روح صدق صاحبزادہ عبد اللطیف میں کس نے پھونکی؟ اسی نے جسکے متعلق حدیثوں میں آیا ہے لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِس۔ پس مسیح موعود کی جماعت میں سے تو دو کا یہ حال تھا کہ انھوں نے اپنی جانیں دیدیں اور دنیا کی کوئی پرواہ نہ کی اور ہر قسم کی تکالیف کو برداشت کیا لیکن احمدیت کو نہ چھوڑا۔ ادھر مسیح ناصری کے دو اعلیٰ ترین شاگردوں کا یہ حال تھا کہ ایک نے تیس درہموں کے بدلے اُسے پکڑوا دیا اور ایک نے لعنت بھیجی اسی سے ایک عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ پہلا ابن مریم آخری زمانہ میں کام کر سکتا تھا یا کوئی اور ابن مریم چاہیے تھا۔

آٹھواں جواب

آٹھواں جواب اس بات کا کہ آنے والا ابن مریم اسی اُمت میں سے ہے۔ مسیح ناصری نہیں حدیث کے الفاظ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ اور اَمَّكُمْ مِنْكُمْ ہیں یعنی ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ اس حال میں کہ وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ میں واو حالیہ ہے اور حال کی تعریف نحویوں نے یہ کی ہے مَا بَيَّنَ هَيْئَةَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ یعنی جو فاعل اور مفعول کی حالت بیان کرے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث میں واو کے ساتھ کسکی حالت بیان کی گئی ہے۔ تو حدیث میں مفعول کا تو ذکر نہیں صرف فاعل کا ذکر ہے جو کہ نازل ہونے والا ہے یعنی ابن مریم جو فعل نَزَلَ کا فاعل ہے اسکا حال بیان کیا کہ وہ امت محمدیہ سے ہوگا کہیں باہر سے نہیں آئے گا۔ اسی طرح وَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ میں بھی واو حالیہ ہے۔ اور مِنْكُمْ حال واقعہ ہوا ہے۔ جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے۔ "قَالَ الطِّيْبِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ

فَالضَّمِیْرُ فِیْ اَمَکُمْ لِعِیْسٰی وَمِنْکُمْ حَالٌ اَیْ یَؤُمُّکُمْ عِیْسٰی حَالَ کَوْنِہٖ مِنْ دِیْنِکُمْ قَالَ التَّفْتَازَانِیُّ فِیْ شَرْحِ الْعَقَائِدِ لَا اَصَحُّ اَنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ وَیَؤُمُّھُمْ وَیَقْتَدِیْ بِہِ الْمَھْدِیُّ لِاَنَّہٗ اَفْضَلُ وَاِمَامَتُہٗ اَوْلٰی"۔ ترجمہ طیبی رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ لفظ اَمَّکُمْ میں ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے اور مِنْکُمْ حال ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام تمہارے امام ہوں گے اس حال میں کہ وہ تمہارے دین سے ہی ہوں گے۔ اور علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ اصح بات یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی لوگوں کو نماز پڑھائیں گے اور ان کے امام ہوں گے۔ اور مہدی بھی آپ کا مقتدی ہوگا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کی امامت افضل اور اولیٰ ہے۔ پس اما مکم منکم و امّکم منکم ابن مریم سے حال واقع ہوا ہے کہ ابن مریم اس حالت میں نازل ہوگا (نزول کے معنے پہلے بتائے جاچکے ہیں) کہ وہ اُمتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد ہوگا +

واو کو عاطفہ ماننے سے ایک نقص

اگر و امامکم منکم و امکم منکم میں واو کو عاطفہ تسلیم کیا جائے۔ اور امام سے مہدی مراد لیا جائے۔ تو حدیث کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم حَکَم اور عدل وغیرہ صفات سے متصف ہو کر نازل ہوگا اور تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں تمہارا امام تم سے یعنی مہدی نازل ہوگا"۔ پس واو کو عاطفہ ماننے سے مہدی بھی غیر احمدی علماء کے معنوں کی رو سے ابن مریم کے ساتھ نزول میں شریک کرنا پڑے گا۔ اور ماننا پڑیگا کہ مہدی بھی آسمان سے نازل ہوگا حالانکہ یہ غیر احمدیوں کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہے۔ پس واو کو سوائے حالیہ لینے کے اور کوئی صورت نہیں بن سکتی اور معنے حدیث کے یہ ہوں گے کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم متصف بصفات مذکورہ فی الحدیث نازل ہوگا اس حال میں کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور کہیں باہر سے بنی اسرائیل وغیرہ سے نہیں آئیگا بلکہ امت محمدیہ یعنی مسلمانوں سے ہی ہوگا +

نواں جواب نواں جواب اثبات کا کہ ابن مریم دو ہیں ایک نہیں۔ یہ ہے

کہ ابن مریم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حلیے بیان فرمائے ہیں ملاحظہ ہو کتاب بدء الخلق (بخاری)، عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عِيسٰى وَمُوسٰى وَإِبْرَاهِيمَ فَأَمَّا عِيسٰى فَأَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيضُ الصَّدْرِ " مجاہد نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰؑ و موسیٰؑ و ابراہیمؑ کو دیکھا۔ عیسیٰ علیہ السلام سرخ رنگ گھنگرالے بال چوڑے سینہ والے تھے۔

پھر آیا ہے قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... وَأَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا يُرٰى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا هٰذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ رَأَيْتُ رَجُلًا وَرَاءَهُ جَعْدًا قَطَطًا أَعْوَرَ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَأَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلٍ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ (رواه البخاری) ترجمہ عبد اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ مجھے کعبہ کے پاس رات کے وقت خواب میں ایک گندم گوں شخص دکھایا گیا۔ اسکے بال کاندھوں تک پہنچتے تھے اور کنگھی کیے ہوئے بال تھے اسکے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے تھے۔ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ کون ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر میں نے اسکے پیچھے ایک آدمی دیکھا جو گھنگریالے چھوٹے بالوں والا تھا دہنی آنکھ سے کانا اور ابن قطن کے وہ مشابہ تھا۔ ایک آدمی کے دونوں کندھوں پر اپنے دونو ہاتھوں کو رکھے ہوئے تھا۔ اور بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے کہا یہ کون ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ مسیح الدجال ہے + پس اس ابن مریم کا حلیہ جسے آپؐ نے اسراء کی رات میں دیکھا سرخ رنگ اور گھنگریالے بال اور چوڑا سینہ فرمایا ہے

اور جسکو دجال کے پیچھے طواف کرتے دیکھا اُسکا حلیہ آپ نے گندمی رنگ اور سیدھے بال بتلایا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مریم کے دو حلیے بتلائے ہیں اسلیے وہ شخص دو ہیں لیکن غیر احمدی علماء کہتے ہیں۔ چونکہ نام ایک ہی اسلیے وہ شخص ایک ہے صاف ظاہر ہے کہ اس اختلاف میں ہمارا پہلو بھاری ہے کیونکہ ایک نام کے کئی شخص ہو سکتے ہیں لیکن دو حلیوں کا ایک آدمی نہیں ہو سکتا +

اعتراض اسپر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسیح کے دو حلیوں سے جو حدیثوں میں مذکور ہیں۔ دو شخصوں کے مسیح ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔ ورنہ اسطرح تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی دو ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ معراج والی حدیث میں ان کا حلیہ ایک مرد گندم گوں دراز قد جعد یعنی گھنگریالے بالوں والا مذکور ہے اور ذکر الانبیاء میں جو حدیث ہے اُس میں لکھا ہے کہ ایک مرد ہے مضطرب رجل الشعر وہ بال کہ نہ بہت سیدھے ہوں اور نہ بہت گھنگریالے ہوں یعنی ایک روایت میں رجل الشعر آیا ہے اور دوسری میں جعد آگیا اختلاف سے حضرت موسیٰ دو نہیں تو پھر اختلاف حلیہ سے حضرت عیسیٰ بھی دو نہیں ہیں بلکہ شک کے دور کرنیکے لیے حضرت عیسیٰ کی مشابہت عروہ بن مسعود سے فرمادی تاکہ شک نہ رہے۔ کیونکہ گندم گوں رنگ جب انسان عین صحت اور خوشی کی حالت میں ہو احمر دکھائی دیتا ہے۔ اور جب طبیعت غم اور فکر میں ہو تو سرخی سفیدی مائل ہو جاتی ہے اور ایسا ہی بال کبھی لمبے ہوتے ہیں کبھی گھنگریلے اسلیے شک کو مٹانے کے لیے آنحضرت صلعم نے عروہ کے ساتھ مسیح کی مشابہت فرمادی۔

جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آپ نے دو حلیے نہیں بتائے بلکہ وہ حلیہ ایک ہی ہے کیونکہ بخاری کتاب بدء الخلق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ یہ بتایا گیا ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ لَقِیْتُ مُوْسٰی قَالَ فَنَعَتَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُہٗ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّاْسِ کَاَنَّہٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَۃَ۔ اور جو حدیث کتاب ذکر الانبیاء میں آئی ہے تو اس میں بھی اسراء کا ذکر ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں رَاَیْتُ مُوْسٰی وَاِذَا

هُوَ رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ كَاَنَّهٗ رِجَالٌ مِنْ شَنُوْءَةَ ۔ پس آپ نے چونکہ حضرت موسیٰ کا حلیہ اسی نظارہ کے مطابق بتایا ہے جو کہ آپ نے معراج میں دیکھا ہے اسلیے آپکے بیان میں اختلاف تو نہیں ہو سکتا بلکہ لفظوں کا مختلف ہونا راویوں کے مختلف ہونیکی وجہ سے قرار دینا پڑے گا ۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو ان بیانوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ ملتے جلتے ہیں نیز دونو حدیثوں میں حضرت موسیٰ کی تشبیہ رجال شنوءۃ کے ساتھ دیگئی ہے ۔ یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہی ہیں ۔ پھر ایک حدیث میں مضطرب اور ایک میں ضرب اور ایک میں طوال اور جسیم وارد ہوا ہے ان سب کے معنے قریباً ایک ہی ہیں کیونکہ ضرب کے معنے صحاح میں یہ لکھے ہیں اَلضَّرْبُ ۔ اَلرَّجُلُ الْخَفِيْفُ اللَّحْمِ قَالَ طَرْفَةُ اَنَا الرَّجُلُ الضَّرْبُ الَّذِيْ تَعْرِفُوْنَهٗ خَشَاشٌ كَرَاْسِ الْحَيَّةِ الْمُتَوَقِّدِ اور نہایہ ابن الاثیر میں لکھا ہے ۔ اَلضَّرْبُ فِيْ صِفَةِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ هُوَ الْخَفِيْفُ اللَّحْمِ الْمَمْشُوْقُ الْمُسْتَدِقُّ ۔

جعد اور رجل الراس کے درمیان مطابقت

رہا یہ سوال کہ ایک حدیث میں حضرت موسیٰ کے لیے جعد آیا ہے اور دوسری حدیث میں رجل الراس اور ایک میں جسیم اور طوال آیا ہے ان کے درمیان فتح الباری والے نے یوں تطبیق دی ہے ۔ اِنَّ الْمُرَادَ بِالْجَسِيْمِ فِيْ صِفَةِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلزِّيَادَةُ فِي الطُّوْلِ وَيُؤَيِّدُهٗ قَوْلُهٗ فِي الرِّوَايَةِ الَّتِيْ بَعْدَ هٰذِهٖ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ وَهُمْ طِوَالٌ غَيْرُ غِلَاظٍ وَقَعَ فِيْ حَدِيْثِ الْاِسْرَاءِ وَهُوَ فِيْ بَدْءِ الْخَلْقِ رَاَيْتُ مُوْسٰى جَعْدًا طُوَالًا وَاسْتَنْكَرَهُ الدَّاوُدِيُّ فَقَالَ لَا اَرَاهُ مَحْفُوْظًا لِاَنَّ الطَّوِيْلَ لَا يُوْصَفُ بِالْجَعْدِ وَتُعُقِّبَ بِاَنَّهُمَا لَا يَتَنَافِيَانِ وَقَالَ النَّوَوِيُّ اَلْجُعُوْدَةُ فِيْ صِفَةِ مُوْسٰى جُعُوْدَةُ الْجِسْمِ وَهُوَ اِكْتِنَازُهٗ وَاجْتِمَاعُهٗ لَا جُعُوْدَةُ الشَّعْرِ لِاَنَّهٗ جَاءَ اَنَّهٗ كَانَ رَجِلَ الشَّعْرِ ۔ ترجمہ کہ جسیم سے مراد جو موسیٰ علیہ السلام کی صفت میں آیا ہے ۔ زیادت فی الطول ہے اور اسکے بعد کی روایت بھی

کی تائید کرتی ہے۔ گویا کہ وہ نہ ط مردوں سے ہے اور نہ ط لمبے ہوتے ہیں موٹے نہیں ہوتے۔ اور حدیث اسراء جو بدء الخلق میں آتی ہے اسمیں موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ جعد طوالاً آیا ہے اور داؤدی نے اس حدیث کو منکر سمجھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ میں اس حدیث کو محفوظ نہیں خیال کرتا۔ کیونکہ طویل کا موصوف باجعد ہونا متنافی نہیں ہے۔ نووی نے کہا ہے کہ جعودۃ جو صفۃ موسیٰ میں ہے اس سے مراد جعودت جسم کی ہے یعنی جسم سخت اور مجتمع الخلق ہونا جعودت شعر مراد نہیں ہے کیونکہ اسکے متعلق آچکا ہے کہ آپ رجل الشعر تھے پس معترض کا اعتراض کہ ایک حدیث میں جعد کا لفظ آیا ہے اور دوسری میں رجل الشعر مذکورہ بالا حوالہ سے اڑ جاتا ہے۔ غرض اسواسطے وہ دو نہیں ہوسکتی اگر کوئی کہے کہ حضرت موسیٰ کو بھی دو دفعہ دیکھا ہے ایک دفعہ شب معراج میں اور دوسری دفعہ وادی الازرق میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ وہاں بھی آپ نے حضرت موسیٰ کا حلیہ بیان کیا ہے۔ تو اسکے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ جب آپ نے موسیٰ کو وادی الازرق میں دیکھا ہے تو حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حلیہ کے متعلق راوی نے یہی بیان کیا ہے کہ فَذَکَرَ مِنْ لَوْنِہٖ وَشَعْرِہٖ کہ آپ کے رنگ اور بالوں کا ذکر کیا اور اس کے ماتحت شارحین نے لکھا ہے +

پس ذکر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ اُن کے سے اور بالوں انکے سے کچھ کہ کہا گندم گوں ہیں اور حلیہ جیسا کہ اوپر گزرا " (مظاہر حق)

اور یہی حلیہ آپ نے معراج کی حدیث میں بیان کیا ہے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ کے آپ نے دو حلیے بیان نہیں کیے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ہی ہیں دو نہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ایک چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب متعدد دفعہ دیکھتے ہیں تو اسکا حلیہ مختلف نہیں دیکھتے برخلاف مسیح کے وہاں آپ نے مختلف مواقع کے دو حلیے علیحدہ علیحدہ بیان کیے ہیں جسکو معراج میں دیکھا اسکا اور حلیہ بتایا اور جسکو دجال کے آگے آگے طواف کرتے دیکھا جو آنیوالا تھا اس کا حلیہ اور بتایا۔ پس ان دو مختلف حلیوں سے یہ ثابت ہوا کہ ابن مریم دو ہیں ایک نہیں +

اور یہ کہنا کہ عین صحت اور خوشی کی حالت میں ہو تو گندم گوں رنگ بھی احمر دکھائی دیتا ہے اور جب طبیعت غم اور فکر میں ہوتی ہے تو سرخی سفیدی مائل ہو جاتا ہے۔ اور بال کبھی لمبے ہوتے ہیں کبھی گھنگریالے غلط اور کذب صریح ہے کیونکہ گھنگریالے بال کبھی سیدھے نہیں ہوتے اور یہ بات کہ دو رنگ ایک آدمی میں دو وقتوں میں جمع ہو سکتے ہیں غلط ہے کیونکہ بخاری میں آیا ہے عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ لَا وَ اللّٰهِ مَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعِیْسٰی اَحْمَرُ وَلٰکِنْ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْکَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ الخ پس اگر احمر اور آدم رنگ ایک ہی ہوتے تو سالم کا باپ اس شخص کو جس نے ابنِ آنے والے مسیح کے متعلق احمر کا لفظ استعمال کیا قسم کھا کر بتاتے کہ آنیوالے مسیح کے لیے احمر کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ آدم کا فرمایا ہے۔

اور یہ بات کہ دونوں ابن مریم کی مشابہت عروہ بن مسعود کے ساتھ دی ہے بالکل غلط ہے کیونکہ عروہ بن مسعود کے ساتھ آپ نے دونوں ابن مریم کی مشابہت نہیں دی بلکہ اس ابن مریم کی دی ہے جو کہ ابنِ آنے والا تھا جیسے حدیث مسلم میں آیا ہے فَیَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَیَمْکُثُ اَرْبَعِیْنَ لَا اَدْرِیْ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ عَامًا فَیَبْعَثُ اللّٰهُ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ کَاَنَّهٗ عُرْوَةُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) یعنی دجال نکلے گا اور زمین میں چالیس یوم ٹھیرے گا راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ آپ نے چالیس دن یا مہینے یا سال فرمایا پھر خدا تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا اور اسکی شکل عروہ بن مسعود کی سی ہوگی اور جسکو آپ نے اسراء کی رات میں دیکھا ہے اسکی مشابہت عروہ کے ساتھ نہیں دی۔ پس امام بخاری کا جو رئیس المحدثین ہے اسباب میں ابن مریم کے حلیہ میں جسکو آپ نے اسراء کی رات میں دیکھا ہے رَبْعَةٌ اَحْمَرُ کا لفظ لانا اور جسکو دجال کے ساتھ طواف کرتے دیکھا اسکے حلیہ میں آدم کا لفظ لانا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ ابن مریم دو ہیں کیونکہ اختلاف حلیتین دو شخصوں پر دلالت کرتا ہے۔

ایک لطیفہ عجیب بات ہے کہ یہ تمام حدیث ہی اپنے حقیقی معنوں میں وارد نہیں ہوئی (۱) اس حدیث کا راوی ابو ھریرہ جس کے معنے ہیں چھوٹی بلی کا باپ

اسی طرح حدیث میں انتم اور فیکم اور امامکم منکم وغیرہ میں کُم کے مخاطب حقیقی معنوں میں تو صحابہؓ ہی ہو سکتے ہیں مگر وہ مراد نہیں ہیں اُن کے مثیل مراد ہیں جو آخری زمانہ میں ہونے والے تھے۔ اسی طرح ابن مریم جو آیا ہے تو اس سے بھی مثیل ہی مراد ہے۔

اب اس کے بعد قبل اسکے کہ میں باقی حدیث معنونہ کی تشریح لکھوں نزول کی دوسری حدیثوں میں جو مسیح موعود کی علامات قرار دی گئی ہیں اُن کا ذکر کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) مسیح موعود جب اُترے گا اسکے کندھوں پر دو زرد چادریں ہوں گی +

(۲) مسیح موعود دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا +

(۳) مسیح موعود کے دم سے کافر ہلاک ہوں گے +

(۴) مسیح ایسے دکھائی دیں گے جیسے وہ حمام سے غسل کر کے نکلے ہیں +

(۵) پانچویں علامت مسیح موعود کی یہ ہے کہ وہ دمشق کے شرقی جانب منارہ کے پاس نازل ہوں گے

(۶) چھٹی علامت مسیح موعود کی یہ ہے کہ جب آپ نازل ہوں گے تو بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور شیر اونٹوں کے ساتھ چریں گے اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ +

ان چھ علامتوں کو ذیل میں ترتیب وار بیان کیا جاتا ہے +

پہلی علامت

مسیح موعود کی یہ علامت کہ جب وہ اُترے گا تو اُسکے کندھوں پر دو زرد چادریں ہوں گی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اسکو دو بیماریاں لگی ہوئی ہونگی کیونکہ ایسی تمام باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رویا و کشوف ہیں جو ظاہر پر محمول نہیں کیے جا سکتے بلکہ تعبیر طلب ہیں۔ اور زرد کپڑوں کی تعبیر تعطیر الانام جلد ا صت۲ میں یہ لکھی ہے وَالصُّفْرَةُ مِنَ الثِّيَابِ كُلُّهَا مَرَضٌ وَضُعْفٌ لِصَاحِبِ الثَّوْبِ الَّذِي يُنْسَبُ ذَالِكَ الثَّوْبُ اِلَيْهِ" خواب میں کپڑوں کا زرد ہونا بیماری اور ضعف پر دلالت کرتا ہے صاحب ثوب کے لیے جسکی طرف وہ ثوب منسوب کیا جاتا ہے اور وہ دو بیماریاں جیسا کہ مسیح موعود اپنی کتاب حقیقت الوحی صت۳۰۷ میں تحریر فرماتے ہیں یہ ہیں۔

"دو مرض میرے لاحق حال ہیں ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں اور دوسری بدن کے

نیچے کے حصہ میں۔ اوپر کے حصہ میں دوران سر ہے۔ اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب ہے اور یہ دونو مرضیں اسی زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونیکا شائع کیا ہے۔ میں نے ان کے لیے دعائیں بھی کیں مگر منع میں جواب پایا۔"

دوسری علامت اور مسیح موعود کی دوسری علامت یہ ہے کہ مسیح موعود دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا۔ فرشتوں سے مراد دو قسم کے غیبی سہارے ہیں جن پر اسکی اتمام حجت موقوف ہے (۱) وہبی علم کے ساتھ اتمام حجت جو بغیر کسب اور اکتساب اسکو عطا کیا جائے گا (۲) دوسری اتمام حجۃ نشانوں کے ساتھ جو بغیر انسانی دخل کے خدا کی طرف سے نازل ہوں گے اور دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کا اترنا اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ اسکی ترقی کے لیے غیب سے سامان میسر ہوں گے اور ان کے سہارے سے کام چلے گا۔ حقیقت الوحی ص۳۰ *

پھر تعطیر الانام جلد ۲ ص۲۳۱ میں لکھا ہے وان رأی ان الملائکۃ قد ہبطت من السماء الی الارض کان ذالک وھنا للمبطلین ونصرۃ للمحققین"۔ یعنی فرشتوں کا آسمان سے زمین کی طرف اترتے دیکھنا مبطلوں کی کمزوری اور محققین یعنی صادقوں کی نصرت کی طرف اشارہ ہے۔ اور ظاہر طور پر مراد لینا کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ بخاری کی حدیث میں ملکین کی جگہ رجلین کا لفظ وارد ہوا ہے۔ دوسرے[۲] اسوجہ سے کہ مسیح ناصری تو فوت ہو چکا ہے اور آسمان پر نہیں گیا۔ تیسرے[۳] یہ کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰۤئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰۤئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ (سورہ فرقان ۔ ۱۶ پ۱۹) اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں ہمپر فرشتے کیوں نہیں اترتے۔ یا ہم اپنے پروردگار کو دیکھ لیں۔ ان لوگوں نے اپنے دلوں میں غرور کیا ہے اور بڑی شرارت کر رہے ہیں۔ جسدن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے

اُس دن اُن گنہگاروں کو خوشی نہ ہوگی اور فرشتے یہ کہیں گے۔ اب تم پر بہشت یا خوشی یا راحت یا رحمت حرام حرام بالکل حرام ہے۔ یا یہ کہ وہ گنہگار لوگ کوئی پناہ چاہیں گے۔

پس اے مسیح موعود کے منکرو تم بھی فرشتوں کو ظاہری طور پر اُترتے اُسوقت دیکھو گے جبکہ قیامتہ یا موت کا دن ہوگا اور اُسدن تمھیں کوئی خوشی نہ ہوگی پس موت کے آنے سے پہلے ہی مسیح موعود کو مان لو کیونکہ جب موت آجائے گی تو پھر تمھیں ایمان کچھہ فائدہ نہیں دے گا اور موت ٹل نہیں سکے گی۔ کیونکہ

لٰکِنَّ سِھَامَ الْمَنَایَا مَنْ یُصِبْنَ لَہٗ لَمْ یَشْفِہٖ طِبُّ ذِیْ طِبٍّ وَلَا رَاقٍ

کہ موتوں کے تیر جب کسیکو لگیں تو اُس وقت کسی طبیب کا علاج اور نہ ہی کسی راقی کا منتر نفع دے سکتا ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے اِنَّ الْمَنَایَا لَا تَطِیْشُ سِھَامُھَا کہ موتوں کے تیر کبھی خطا نہیں جایا کرتے۔

تیسری علامت

تیسری علامت یہ کہ مسیح موعود کے دم سے کافر ہلاک ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کی توجہ سے کافر ہلاک ہونگے۔

ظاہری معنوں کا محال ہونا

اور اگر ظاہری معنے مراد لیئے جائیں تو یہ کبھی ممکن نہیں ہوسکتا کہ منتہائے بصر تک کسی کا سانس جائے کیونکہ حدیث میں تو یہ لکھا ہے کہ اس کا سانس منتہائے بصر تک جائیگا۔ اگر اسکو ظاہر معنوں پر لینا چاہتے ہو تو اس سے مسیح کی قوت باصرہ کو کمزور ماننا پڑیگا اور تسلیم کرنا ہوگا کہ مسیح سے مراد ممسوح العین ہی ہے (والعوذ باللہ) کیونکہ ایسے شخص کا سانس جسکی قوۃ باصرہ میں کسی قسم کا نقص نہ ہو اُسکی منتہائے بصر تک کبھی نہیں پہنچ سکتا اور ایسا ماننا تمھارے دوسرے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ تم تو مانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر جنگ و جدل کرینگے اور جو نہیں مانے گا اسکو قتل کرینگے یہ بات مانیں کہ مسیح کے سانس سے کافر ہلاک ہوں گے تو جنگ و قتال کی کوئی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ قتل کرنے کی تکالیف اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے جبکہ مسیح کے سانس میں یہ طاقت ہوگی کہ اُس سے کافر ہلاک ہوں گے +

اور نیز اس کا سانس اگر ایسے ہی زہریلے مواد اپنے اندر رکھتا ہوگا تو مومن اسکے سانس سے کس طرح بچیں گے۔

چوتھی علامت مسیح موعود کی چوتھی علامت۔ مسیح ایسا دکھائی دیگا کہ گویا وہ حمام سے غسل کرکے نکلا ہے۔ اس سے مراد جیسا کہ حضرت مسیح موعود حقیقۃ الوحی ص۳۰۸ میں تحریر فرماتے ہیں یہ ہے۔

"اور مسیح موعود کا ایسا دکھائی دینا کہ گویا وہ حمام سے غسل کرکے نکلا ہے اور موتیوں کے دانوں کی طرح آب غسل کے قطرے اسکے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔ اس کشف کے معنے یہ ہیں کہ مسیح موعود اپنی بار بار کی توبہ اور تضرع سے اپنے اس تعلق کو جو اسکو خدا کے ساتھ ہے تازہ کرتا رہے گا۔ گویا وہ ہر وقت غسل کرتا ہے اور اس پاک غسل کے پاک قطرے موتیوں کی طرح اسکے سر پر سے ٹپکتے ہیں یہ نہیں کہ انسانی سرشت کے برخلاف اسمیں کوئی خارق عادت امر ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ کیا لوگوں نے اس سے پہلے خارق عادت امر کا عیسی ابن مریم میں نتیجہ نہیں دیکھ لیا۔ جس نے کروڑ ہا انسانوں کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا دیا کیا اب بھی یہ شوق باقی ہے کہ انسانی عادت کے برخلاف عیسی آسمان سے اترے اور فرشتے بھی ساتھ ہوں اور اپنے منہ کی پھونک سے لوگوں کو ہلاک کرے اور موتیوں کی طرح قطرے اسکے بدن سے ٹپکتے ہوں۔

غرض مسیح موعود کے بدن سے موتیوں کی طرح قطرے ٹپکنے کے معنے جو میں نے لکھے ہیں یہ صحیح ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کڑے* دیکھے تھے تو کیا

حاشیہ* ملاحظہ ہو بخاری جزء اول ص۵۱۱۔ اَخْبَرَنِی اَبُوْہُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُ فِی یَدَیَّ سِوَارَیْنِ مِنْ ذَھَبٍ فَاَھَمَّنِیْ شَاْنُھُمَا فَاُوْحِیَ اِلَیَّ فِی الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْھُمَا فَنَفَخْتُھُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُھُمَا کَذَّابَیْنِ یَخْرُجَانِ بَعْدِیْ فَکَانَ اَحَدُھُمَا الْعَنْسِیَّ وَالْاٰخَرُ مُسَیْلِمَۃَ صَاحِبَ الْیَمَامَۃِ (باب علامات النبوۃ) منہ

اس سے کٹے ہی مراد تھے۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گائیاں ذبح ہوتی دیکھیں۔ کیا اس سے گائیاں ہی مراد تھیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ان کے معانی اور تھے بس اسی طرح مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رنگ میں دیکھنا کہ وہ غسل کر کے آتا ہے اور غسل کے قطرے موتیوں کے دانوں کی طرح اسکے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔ اسکے یہی معنے ہیں کہ وہ بہت توبہ کرنے والا اور رجوع کرنے والا ہوگا اور ہمیشہ اسکا تعلق خدا تعالیٰ سے تازہ بتازہ رہے گا..... ورنہ جسمانی غسل میں کون سی خاص خوبی ہے۔ اس طرح تو ہندو بھی ہر روز صبح کو غسل کرتے ہیں اور غسل کے قطرے بھی ٹپکتے ہیں"

اور غسل کی تعبیر تعطیر الانام جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ میں یہ لکھی ہے۔ "اَلْغُسْلُ فِی الْمَنَامِ بِمَاءٍ طَهُوْرٍ مِنْ جَنَابَةٍ اَوْ لِجُمُعَةٍ یَدُلُّ عَلَی التَّوْبَةِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَقَضَاءِ الْوَاجِبِ مِنْ بِرِّ الْوَالِدَیْنِ اَوِ الْاَصْحَابِ" کہ خواب میں غسل کرنے سے مراد چاہے جنابت سے ہو یا جمعہ کے لیے ہو گناہوں سے توبہ کرنا ہے اور والدین اور اپنے ساتھیوں سے نیک سلوک کا فریضہ ادا کرنا ہے ✣

پانچویں علامت

پانچویں علامت مسیح موعود کی کہ آپ دمشق کے مشرقی طرف منارہ کے پاس نازل ہوں گے اس سے مراد جیسا کہ حضرت مسیح موعود ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ میں فرماتے ہیں یہ ہے۔

"یہی تشریح اس مقام کی ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو دمشق کے منارہ شرقی میں نازل ہوتے دیکھا چونکہ مبدء تثلیث اور مخلوق پرستی اور صلیبی نجات

✣ حاشیہ: وَرَاَیْتُ فِیْ رُؤْیَایَ اَنِّیْ هَزَزْتُ سَیْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِیْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ اُخْرٰی فَعَادَ اَحْسَنَ مَا کَانَ فَاِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَاَیْتُ فِیْهَا بَقَرًا وَاللّٰهُ خَیْرٌ فَاِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ اُحُدٍ (بخاری باب علامات النبوۃ جزو اول صفحہ ۵۱۱) منہ

کا دمشق ہی ہے - اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی مبارک میں یہ ظاہر کیا گیا - کہ مسیح موعود منارہ شرقی دمشق کے پاس نازل ہوا - اور نیز جبکہ مسیح موعود کی روحانیت اس طرف متوجہ تھی کہ تثلیث کی بنیاد کو درہم برہم کرے اور ظاہری مثال میں تثلیث کی بنیاد دمشق سے شروع ہوئی تھی - اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف میں یہ دکھلایا گیا کہ گویا مسیح موعود دمشق کے منارہ شرقی کے قریب نازل ہوا -

پھر فرماتے ہیں - اور نزول مسیح موعود میں یہ احتمال بھی ہے کہ ایسی جگہ اس مسیح موعود کا ظہور ہو گا جو دمشق سے شرق کی طرف واقع ہو گی اور بموجب تحقیق جغرافیہ کے وہ قادیان ہے کیونکہ دمشق سے اگر ایک خط مستقیم مشرق کی طرف کھینچا جائے تو ٹھیک ٹھیک مشرقی طرف اسکی وہ نقطہ ہے جہاں لاہور ہے جو کہ صدر مقام پنجاب کا ہے اور قادیان لاہور کے مضافات میں سے ہے - کیونکہ دائرہ پنجاب کا مرکز حکومت قدیم سے لاہور ہی ہے - اور قادیان لاہور سے قریباً ستر میل کے فاصلہ پر ہے "

اور اگر ظاہراً دمشق میں اُترنا ہی مراد ہو تو یہ غلط ہے کیونکہ ابن ماجہ کی حدیث اسکے خلاف ہے جس میں لکھا ہے کہ مسیح بیت المقدس میں نازل ہو گا اور مسلمانوں کے ایک لشکر میں اُترے گا اور مسلم میں بھی ایسا ہی آیا ہے ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی ص ۴۷۳) غرض یہ احادیث ایک دوسرے کے مخالف وارد ہوئی ہیں - پس یہ سمجھنا کہ آپ دمشق میں اُتریں گے یا بیت المقدس میں غلط ہے - ہاں اگر اسبات کو تسلیم کیا جائے کہ مسیح کا کام کسر صلیب ہی اور تثلیث کا مبدء دمشق ہے تو یہ صحیح ہو سکتا ہے اور بیت المقدس میں اُترنے کے معنے بھی حل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ بھی عیسائیت کا ایک سنٹر ہے ؛

چھٹی علامت چھٹی علامت مسیح موعود کی یہ ہے کہ جب مسیح نازل ہوں گے - تو بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور شیر اونٹوں کے ساتھ چریں گے اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ چریں گی سو ان سب سے مراد یہ ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت دنیا میں امن ہو گا اور اسوقت ایسی سلطنت ہو گی جو بہمہ

وجوہ رعایا کو امن میں رکھے گی ورنہ مسیح موعود کا حیوانوں سے کیا تعلق۔ چاہے وہ آپس میں اتفاق کریں یا نہ کریں مسیح کی تو بعثت انسانوں کے لیے ہے نہ حیوانوں کے لیے اس سے مراد امن کا زمانہ ہے نہ کچھ اور یہ بات بھی اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ مسیح جنگ نہیں کرے گا جیسا کہ بخاری میں یضع الحرب کا لفظ ان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ فنعم ما قیل۔

پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسفند کھیلیں گے بچے سانپوں سے بے خوف و بے گزند
یعنی وہ وقت امن کا ہو گا نہ جنگ کا بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

اور یہ محاورہ اردو میں بھی بولا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ کے عہد میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ مراد اس سے یہی لی جاتی ہے کہ انگی سلطنت میں بہت امن ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ جانوروں کو اُس وقت سکھایا جائے گا جیسا کہ سرکسوں میں ہوتا ہے کہ شیر اور بکری ایک برتن میں پانی پیتے ہیں۔

تیسرا لفظ جو حدیث میں تشریح طلب ہے وہ حکم و عدل کا لفظ ہے۔ غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ حکم سے مراد دنیاوی حاکم ہے یعنی وہ بادشاہ ہو گا اور لڑائیاں کریگا۔

جواب ہم کہتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے غلط ہے کہ یہ بخاری کی حدیث یضع الحرب کے خلاف ہے کیونکہ حاکم اور بادشاہ ہونا لڑائی کو چاہتا ہے۔ اور حدیث یضع الحرب اسکے خلاف ہے۔ پس حکم سے مراد بادشاہ نہیں ہے۔

اصل مطلب پس حکم اور عدل سے مراد درحقیقت یہ ہے کہ مذہبی امور میں حکم یعنی فیصلہ کرنے والا ہو گا اور جو جو بدعات دین میں پھیل ہو گئی ہوں گی اُن کو دور کرے گا اور باقی مذاہب میں بھی وہی فیصلہ کریگا۔ اور دلائل بینہ سے ثابت کر دیگا کہ اسلام کے سوا باقی مذاہب جھوٹے ہیں چنانچہ مسیح موعود نے آکر اسلام سے بدعات کو نکالا اور تمام مذاہب کو باطل ثابت کیا اور انکے تمام اعتراضوں کے دنداں شکن جواب دیکر مسکت و مبہت کر دیا۔ اور مقابلہ کے لیے

چیلنج پر چیلنج دیئے لیکن کوئی مقابلہ پر نہ آیا جیسا کہ آپؑ نے فرمایا +

آزمائش کے لیے کوئی نہ آیا ہرچند ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اور لغت میں حکم کے معنے یہ لکھے ہیں۔ (۱) فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا وَ اِنَّمَا قَالَ حَكَمًا وَلَمْ يَقُلْ حَاكِمًا تَنْبِيْهًا اَنَّ مِنْ شَرْطِ الْحَكَمَيْنِ اَنْ يَّتَوَلَّيَا الْحُكْمَ عَلَيْهِمْ وَلَهُمْ حَسْبَمَا يَسْتَصْوِبَانِهٖ مِنْ غَيْرِ مُرَاجَعَةٍ اِلَيْهِمْ فِیْ تَفْصِيْلِ ذَالِكَ۔

(مفردات راغب برحاشیہ نہایۃ ابن الاثیر صہ ۳۷۵) ترجمہ آیت فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا میں حَکَم کا لفظ اختیار کیا ہے اور حاکم نہیں کہا۔ یہ بتانے کے لیے کہ دونو حَکموں کی شرط سے ہے کہ وہ فیصلہ یا حکم کرنیکا اختیار رکھتے ہوں زوجین اور ان کے اہل پر چلے وہ فیصلہ ان کے خلاف ہو یا موافق اور وہ اسکے مطابق جسکو وہ درست سمجھیں فیصلہ کر سکیں۔ پس اسی طرح آنے والے مسیح موعود کے لیے فرمایا کہ وہ مذاہب کے درمیان فیصلہ کریگا اور ثابت کریگا کہ اسلام ہی سچا مذہب ہی اور مسلمانوں کے درمیان بھی جن جن باتوں میں انکا اختلاف ہوگا فیصلہ کرے گا۔ عدلًا اس کا فیصلہ غلط نہیں ہوگا بلکہ ٹھیک اور درست ہوگا۔ (۲) پھر ملاحظہ ہو لسان العرب جلد ۱۵ صہ ۳۰ و تاج العروس جلد ۸۔ اَلْحَكِيْمُ اَلْعَالِمُ۔ وَالْفَقِيْهُ۔ وَالْقَضَاءُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ مَصْدَرُ حَكَمَ وَمِنْهُ الْحَدِيْثُ اَلْخِلَافَةُ فِیْ قُرَيْشٍ وَالْحُكْمُ فِی الْاَنْصَارِ خَصَّهُمْ بِالْحُكْمِ لِاَنَّ اَكْثَرَ فُقَهَاءِ الصَّحَابَةِ فِيْهِمْ" حکیم عالم کو کہتے ہیں۔ اور حکم علم اور فقہ اور قضاء بالعدل کو کہتے ہیں اور حکم یحکم کا مصدر ہے۔ اور انَّ من الشعر لحکمۃً میں حکمت بمعنی حکم ہے اور اسی سے حدیث ہے کہ خلافت قریش میں ہے اور حکم انصار میں ہے۔ خاص کیا ہے انصار کو حکم کے ساتھ کیونکہ اکثر فقہاء صحابہ کے انصار میں سے تھے" پس ان معنوں کی رو سے ثابت ہوا کہ مسیح عالم اور قرآن مجید و حدیث سے خوب واقف ہوگا۔ اور جو فیصلہ کرے گا وہ ٹھیک ہوگا +

کسرِ صلیب سے غیر احمدی علماء کا استدلال

چوتھا لفظ حدیث میں تشریح طلب یکسر الصلیب ہے کہ مسیح کسرِ صلیب کریگا۔ غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ کسرِ صلیب سے مراد صلیب کو توڑنا ہے یعنی مسیح جہاں کہیں بھی کوئی لٹکی ہوئی صلیب پائے گا اُسکو پاش پاش اور ریزہ ریزہ کردے گا۔

جواب

ہم کہتے ہیں کہ اگر صلیب سے مراد اس لکڑی کا توڑنا ہے تو اُسکے توڑنے سے کیا حاصل کیونکہ صلیب پرست اُسے پھر بنالیں گے۔ نیز مسیح گرجوں کو گرائیگا اور صلیبوں کو توڑیگا تو یہ اسلام کے خلاف ہوگا کیونکہ اسلام دوسرے مذاہب کے معبدوں کو گرانے کی اجازت نہیں دیتا۔ پس کسرِ صلیب سے یہ مراد ہے کہ مسیح دلائل و براہین کے ساتھ صلیبی مذہب کو باطل ثابت کریگا اور اسلام کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کردیگا۔ ہمارے معنوں کی تائید مندرجہ ذیل کتب سے ہوتی ہے۔ (۱) ملاحظہ ہو مظاہر الحق جلد ۴ صہ ۳۸۴۔ "پس توڑیں گے صلیب کو یعنی باطل کرینگے دین نصرانیت کو اور حکم کرینگے ملت حنیفیہ پر۔" (۲) پھر علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔ "قَالَ الطِّيْبِيُّ يُرِيْدُ بِقَوْلِهٖ يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ اِبْطَالَ النَّصْرَانِيَّةِ وَالْحُكْمُ بِشَرْعِ الْاِسْلَامِ قُلْتُ فُتِحَ لِيْ هُنَا مِنْ فَيْضِ الْاِلٰهِيِّ وَهُوَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ كَسْرِ الصَّلِيْبِ اِظْهَارُ كِذْبِ النَّصَارٰى حَيْثُ ادَّعَوْا اَنَّ الْيَهُوْدَ صَلَبُوْا عِيْسٰى عَلٰى خَشَبٍ" ترجمہ طیبی رح کہتے ہیں کہ کسرِ صلیب سے مراد نصرانیت کا باطل کرنا ہے اور اسلامی شریعت کے ساتھ حکم لگانا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھ پر خدا تعالیٰ کے فیض سے یہ بات کھلی ہے کہ کسرِ صلیب سے مراد نصاریٰ کے جھوٹ کا اظہار ہے کیونکہ وہ اسبات کے مدعی ہیں کہ مسیح سولی پر لٹکائے گئے تھے۔

پھر لکھتے ہیں۔ "وَاِنَّ الدِّيْنَ الْحَقَّ هُوَ الدِّيْنُ الَّذِيْ هُوَ عَلَيْهِ وَهُوَ دِيْنُ الْاِسْلَامِ دِيْنُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ هُوَ نَزَلَ لِاِظْهَارِهٖ وَاِبْطَالِ بَقِيَّةِ الْاَدْيَانِ (عینی شرح بخاری جلد ۵ صہ ۵۸۴) ترجمہ اور دین حق سے مراد وہ دین ہے جسپر مسیح ہوگا۔ اور وہ مذہب اسلام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب ہے جسکے غالب کرنیکے لیے اور باقی ادیان کو باطل ثابت کرنیکے لیے

مسیح نازل ہوگا (۳) ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۲۲۱۔ یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ قَالَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَغَیْرِہٖ اَیْ وَ یُبْطِلُ النَّصْرَانِیَّۃَ وَ یَحْکُمُ بِالْمِلَّۃِ الْحَنِیْفِیَّۃِ ترجمہ شرح السنّۃ وغیرہ میں یکسر الصلیب کے معنے یہ ہیں کہ وہ نصرانیت کو باطل کریگا اور ملت حنیفیہ کے ساتھ حکم کرے گا۔ (۴) ملاحظہ ہو سنوسی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۶۹ یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَقِیْلَ مَعْنٰی یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ یُبْطِلُ اَمْرَہٗ مِنْ قَوْلِہِمْ کَسَرَ حُجَّتَہٗ" ۔ کہ یکسر الصلیب سے مراد یہ ہے کہ وہ اسکے امر کو باطل کریگا اور یکسر الصلیب عرب کے مشہور قول کسر حجتہ یعنی اس کی حجت کو توڑا" کی بنا پر ہے۔

ایک شبہ اور اُس کا جواب

اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ ایسی کسر صلیب تو قرآن مجید نے بھی مَا صَلَبُوْہُ سے کردی ہے پھر مسیح موعود نے کیا کام کیا۔ سو واضح ہو کہ بے شک قرآن مجید نے بالجملہ صلیبی مذہب کو توڑ دیا تھا لیکن جب ہمارے مسلمان بھائی ہی یہ کہنے لگے کہ مسیح زندہ لایزول ولا یحول آسمان پر موجود ہے تو اس سے صلیبی مذہب کو بہت تقویت ہوگئی اسلیے نہایت تفصیل کے ساتھ یہ بات ثابت کی گئی کہ مسیح صلیب پر چڑھایا تو گیا مگر فوت نہیں ہوا اسلیئے مزعومہ کفارہ (جس پر عیسائیوں کے نزدیک مدار نجات ہے) بھی نہیں ہوا۔ حضرت مسیح موعود نے ابطال کفارہ کے متعلق بہت سے دلائل دیئے اور ثابت کردیا کہ مسیح ناصری واقعہ صلیب کے بعد زندہ رہا اور ایکسو بیس برس کی عمر میں وفات پائی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان جوق در جوق عیسائی ہو رہے تھے رک گئے اور وہ مذہب جو اسلام کو کھا رہا تھا اُسے اپنی فکر پڑ گئی حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

رہا ہے اسطرف احرار یورپ کا مزاج — نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع — پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر ازجاں نثار

قتل خنزیر سے غیر احمدی علماء کا استدلال

پانچواں لفظ حدیث میں تشریح طلب یقتل الخنزیر ہے کہ مسیح خنزیر کو قتل کرے گا غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ یقتل الخنزیر سے

مراد یہ ہے کہ مسیح جنگلی خنزیروں کو قتل کرے گا +

اعتراض بر استدلال مذکورہ

غیر احمدی علماء کے مذکورہ بالا معنوں پر کہ مسیح حقیقتاً جنگلی خنزیرونکو قتل کریگا۔ یہ سوال پڑتا ہے کہ خنزیر پر ال ہے یا تو استغراقی ہوگا یا معہود کا یا جنس کا۔ اگر ال کو استغراقیہ لو یا جنس کا لو تو پھر مسیح کی جتنی زندگی ہوگی سب خنزیروں کے ہی قتل میں گزرے گی باقی مذاہب کے ساتھ سے انکا کب موقع ملیگا۔ وہ ساری دنیا کے خنزیر کیا قتل کرے گا صرف یورپ کے ہی ختم نہیں ہونگے نیز اگر مسیح کے بجائے قتل خنزیر کا کام خاکروبوں یا سائنسیوں اور چماروں کے سپرد کیا جاتا تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ ایک نبی کے شان کے شایاں نہیں ہے کہ وہ ہاتھ میں بندوق لیے ہوئے یا کتے پیچھے لگائے ہوئے شکار کو نکلے اور پھر شکار بھی خنزیروں کا (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات الواہیات) اور اگر ال کو معہود یا بعضیہ لیں تو ان بعض اور خاص خنزیروں کی حدیث میں تعیین نہیں کی گئی کہ وہ خاص کونسے خنزیر مراد ہیں

قتل خنزیر سے کیا مراد ہے

جب ظاہر معنے اسکے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں پھر قتل خنزیر سے کیا مراد ہے۔ سو واضح ہو کہ خنزیر کے قتل سے مراد انہیں بد اطوار لوگوں کا دلائل سے قتل کرنا ہے جنکی خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بندروں کے ساتھ تمثیل دی ہے اور خنزیر اور گدھے کہا ہے۔ جیسے فرمایا قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ + اور اگر کوئی کہے کہ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انکو صفات کے لحاظ سے خنزیر اور بندر کہا گیا ہے سو اسکے لیے اول تو میں کُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ میں ثابت کر آیا ہوں کہ وہ حقیقۃً بندر نہیں بنے تھے۔ یہاں پر میں ایک حوالہ لغت سے پیش کرتا ہوں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک فریق نے ہماری معنے کیے ہیں جیسے کہ لکھا ہے۔ "وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ۔ قِيلَ عَنَى الْحَيَوَانَ الْمَخْصُوصَةَ وَقِيلَ عَنَى مِنْ أَخْلَاقِهِ وَأَفْعَالِهِ مُشَابِهَةً لِأَخْلَاقِهَا

لَا مِنْ خِلْقَتِهٖ خِلْقَتَهَا وَالْاَمْرَانِ مُرَادَانِ بِالْاٰيَةِ فَقَدْ رُوِيَ اَنَّ قَوْمًا مُسِخُوْا خِلْقَةً وَكَذَا اَيْضًا فِي النَّاسِ قَوْمٌ اِذَا اعْتُبِرَتْ اَخْلَاقُهُمْ وُجِدُوْا كَالْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيْرِ وَاِنْ كَانَتْ صُوَرُهُمْ صُوَرَ النَّاسِ (نہایہ ابن الاثیر جلد ا صفحہ ۲۴۵ - ترجمہ آیت جعل منہم القردۃ و الخنازیر میں کہا گیا ہے کہ مخصوص حیوان مراد ہیں اور کہا گیا ہے کہ ایسے آدمی مراد ہیں جنکے اخلاق اور افعال انکے مشابہ ہو گئے ہوں نہ یہ کہ ان آدمیوں کی پیدائش بھی حیوانوں کی سی ہو گئی ہو حاصل الامر یہ ہے کہ آیت سے دونو مراد ہیں بعض نے روایت کی ہے کہ ایک قوم واقعی بندر اور سور بنائی گئی تھی اور لوگوں میں یہ بات بھی مسلم ہے کہ کسی قوم کو جبکہ انکے اخلاق اور بندروں اور سوروں جیسے پائے جائیں تو انکو بندر اور سور کہا جاتا ہے اگرچہ انکی صورتیں آدمیوں کی ہوں پس حدیث میں قتل خنزیر سے مراد ایسے لوگوں کا قتل کرنا ہے جنمیں خنزیری صفات پائی جاتی ہوں جیسے لغت میں بھی خَنْزَرَ الرَّجُلُ اشوقت کہا جاتا ہے جبکہ وہ خنزیر جیسے کام کرے - اور پھر یہ سب باتیں چونکہ آپ کی رویا اور کشوف ہیں جو تعبیر طلب ہیں اسلیئے علم الرویا کی کتب میں دیکھتے ہیں کہ قتل خنزیر سے کیا مراد ہے

(۱) وَمَنْ رَاٰى اَنَّهٗ يُقَاتِلُ خِنْزِيْرًا فَاِنَّهٗ يُنَازِعُ رَجُلًا دَنِيًّا لَا خَيْرَ فِيْهِ - کتاب الاشارات برحاشیہ تعطیر الانام جلد ۲ صفحہ ۳۰۳ - اور جو شخص دیکھے کہ وہ خنزیر سے قتال کرتا ہے (جیسا کہ مسیح کو آپ نے خنزیر قتل کرتے دیکھا) تو وہ ایک ایسے کمینہ آدمی سے مباحثہ کریگا جس میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی یعنی وہ ہدایت کو اختیار کرنے والا نہیں ہوگا - (۲) ملاحظہ ہو منتخب الکلام برحاشیہ تعطیر الانام جلد ا صفحہ ۱۵۱

اَلْخِنْزِيْرُ - رَجُلٌ ضَخْمٌ مُوْسِرٌ فَاسِدُ الدِّيْنِ خَبِيْثُ الْمَكْسَبِ قَذِرٌ ذُوْ يَدٍ كَافِرٌ اَوْ نَصْرَانِيٌّ شَدِيْدُ الشَّوْكَةِ " خواب میں خنزیر سے مراد ایک موٹا خوشحال خراب دین والا خبیث مکسب والا گندہ طاقتور کافر یا نصرانی شدید شوکت والا مراد ہے - (۳) پھر ملاحظہ ہو تعطیر الانام صفحہ ۱۹۹ - خِنْزِيْرٌ فِي الْمَنَامِ عَدُوٌّ مَلْعُوْنٌ قَوِيٌّ مُكَابِدٌ جَزُوْعٌ عِنْدَ النَّوَائِبِ يَقُوْلُ وَلَا يَفِيْ بِمَا يَقُوْلُ

خنزیر کے خواب میں دیکھنے سے مراد ملعون قوی دشمن ہے جو تکالیف کو برداشت کرنیوالا اصحاب پر صبر کرنیوالا ہو اور وہ جو کہے اسکو پورا نہ کرے۔ اور خنزیری سے یہ مراد ہے "وَیَدُلُّ فِیْمَنْ کَانَتْ لَهٗ خُصُوْمَةٌ عَلٰی اَنَّ عَدُوَّهٗ رَجُلٌ قَوِیٌّ ذُوْ بَاسٍ جَاهِلٌ قَبِیْحُ الْکَلَامِ۔ پھر لکھا ہے وَرُبَّمَا یُعَبَّرُ الْخِنْزِیْرُ بِرَجُلٍ مِنَ الْیَهُوْدِ اَوِ النَّصَارٰی" پھر لکھا ہے وَمَنْ رَاٰی اَنَّهٗ یُقَاتِلُ خِنْزِیْرًا فَاِنَّهٗ یَظْفَرُ بِعَدُوٍّ ظَالِمٍ" پس ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ قتل خنزیر سے مراد اپنے مذہبی دشمنوں کے ساتھ جو بہت جھگڑالو ہو مباحثہ کرنا ہے اور پھر مباہلہ کرکے دعا سے ہلاک کرنا نہ حقیقی خنزیروں کو قتل کرنا۔ فافہم

یَضَعُ الْجِزْیَةَ

چھٹا لفظ حدیث میں قابل تشریح یضع الجزیہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیاوی بادشاہ نہیں ہوگا کہ دنیا سے جزیہ لے بلکہ وہ لوگوں سے ایمان کو قبول کریگا اور اسی کی تائید بخاری کی حدیث یضع الحرب کرتی ہے (ملاحظہ ہو بخاری جز اول مطبوعہ مجتبائی دہلی صہ ۴۹۰۔ کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم) کہ مسیح لڑائی نہیں کریگا بلکہ وہ لوگوں کو مسلمان بنائے گا۔ پس یضع الحرب اور یضع الجزیۃ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وہ صلح و آشتی کا زمانہ ہوگا۔ سچ ہے ؎

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو — جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر — کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ — عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا
جب آئیگا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا — جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا
پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند — کھیلیں گے بچے سانپوں سے بےخوف و بےگزند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا — بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا
اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

و یفیض المال حتی لا یقبلہ احدٌ سے غیر احمدیوں کا استدلال +

ساتویں بات جو حدیث میں قابل تشریح ہے وہ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد ہے غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ اس سے ثابت ہے کہ مسیح کے وقت میں مال کثرت سے ہوگا یہانتک کہ اسے کوئی قبول نہیں کریگا اور اسکی کوئی قدر نہیں رہیگی پس اگر مرزا صاحب واقعی مسیح موعود ہیں تو اسوقت مال کی کچھ قدر نہیں رہنی چاہیئے تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک مال کی محبت میں گرویدہ ہے۔

جواب ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک مطلق پیشگوئی ہے جو آپ نے فرمائی ہے کہ ایسا کسی زمانہ میں ہوگا مسیح موعود کی علامت نہیں ٹھیرائی پھر یہ پیشگوئی پوری بھی ہو چکی ہے ملاحظہ ہو زرقانی جلد ۷ ص ۲۰۷- "اِفَاضَۃُ الْمَالِ حَتّٰی لَا یَقْبَلُہٗ اَحَدٌ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ ابْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ" کہ مال اتنا ہوناکہ اسکو کوئی قبول نہ کرے عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں ہوا۔ اور یفیض المال سے یہ مراد نہیں کہ مسیح بہت مال دیگا کیونکہ احادیث میں یَفِیْضُ الْمَالُ آیا ہے یعنی مال فاعل واقعہ ہوا ہے نہ یُفِیْضُ الْمَالَ یعنی مفعول پس اسکے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ مسیح مال کو اتنا دیگا کہ اسکو کوئی قبول نہیں کریگا۔ ملاحظہ ہو عینی شرح بخاری جلد ۵ ص ۵۸ "وَ قَالَ ابْنُ التِّیْنِ اِعْرَابُہٗ بِالضَّمِّ لِاَنَّہٗ کَلَامٌ مُسْتَاْنِفٌ غَیْرُ مَعْطُوْفٍ لِاَنَّہٗ لَیْسَ مِنْ فِعْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ" ترجمہ اور ابن التین نے کہا ہے کہ مال کا اعراب ضم کے ساتھ ہے کیونکہ وہ کلام مستانف ہے حضرت عیسی علیہ السلام کے فعل سے نہیں ہے نیز ملاحظہ ہو بخاری جزو اول ص ۴۹۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی اس صورت میں یہ معنے ہونگے کہ مال بہت بڑھ جائیگا۔ سو یہ ظاہر ہے۔ ماسوا اسکے دوسری حدیث میں آیا ہے وَلَیَدْعُوَنَّ اِلَی الْمَالِ فَلَا یَقْبَلُہٗ اَحَدٌ رَوَاہُ مُسْلِمٌ کہ مسیح بہت زور سے لوگوں کو مال کی طرف بلائیگا لیکن اسکو کوئی قبول نہیں کریگا یعنی مسیح بہت انعام مقرر کریگا لیکن کوئی اس مال کا لینے والا نہ نکلے گا۔ چونکہ اصل کام مسیح موعود کا دین اسلام کو

غلبہ دینا ہے باقی مذاہب پر اسلیئے ہی غرض کو یَدْعُوْنَ اِلَی الْمَالِ میں بھی مدنظر رکھا گیا ہے یعنی مسیح موعود بڑے بڑے انعام مقرر کرے گا جیسا کہ تمام مذاہب کو براہین احمدیہ کے مقابل میں ویسی کتاب لانے پر دس ہزار روپیہ کا چیلنج دیا۔ پھر آپ نے توفی کے معنوں کے متعلق دعویٰ کیا۔ کہ جب خدا تعالیٰ فاعل ہو۔ اور مفعول کوئی ذی روح ہو اور توفی کا لفظ بولا جائے تو اسوقت سوائے قبض روح کے اسکو کوئی معنی نہیں ہو سکتے اگر کوئی اسکے خلاف لغات عرب یا قرآن مجید و احادیث سے کوئی مثال بتاوے تو اسکو ایکہزار روپیہ انعام دیا جائے گا اور اسی طرح حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب کرامات الصادقین پر انعام مقرر کیا کہ اگر کوئی کرامات الصادقین جیسی کتاب لائے تو اسکو ایکہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ پھر اعجاز احمدی کی مثل لانے پر دس ہزار روپیہ انعام مقرر کیا اسی طرح آپ نے بہت سے انعامات مقرر کیے مگر لینے کا حوصلہ کسی کا نہ ہوا۔ نبی کریم فرماتے ہیں کہ مسیح تو مال کی طرف لوگوں کو بلائے گا اور انعام دینا چاہے گا لیکن کوئی اسکو قبول نہیں کریگا اور ان کا قبول نہ کرنا اسبات کی دلیل ہوگی کہ جس مذہب پر مسیح موعود ہے وہی سچا مذہب ہے اور باقی تمام مذاہب جھوٹے ہیں اور اگر اس سے مراد ایسی کثرت مال کی لی جائے کہ کسیکو مال کی ضرورت اور احتیاج ہی نہیں رہے گی تو یہ قیامت کا دن ہے۔ نیز اس طرح دنیا کے کاروبار بھی نہیں چل سکتے کیونکہ جب کسیکو بھی مال کی پروا نہیں رہیگی تو کاشتکاروں کو کیا ضرورت کہ وہ ہل چلائیں اور مشقتیں اٹھائیں اور ڈاکٹروں اور طبیبوں کو کیا ضرورت کہ وہ بیماروں کے قارورہ کو دیکھیں یا زخموں کو چیریں اور بھنگیوں کو کیا ضرورت کہ وہ جھاڑو دیں اور لوگوں کے پاخانے اٹھائیں جبکہ مسیح سب کو مال دے رہا ہے پس ظاہری معنے لینے سے تو دنیا کا سب کھیل بگڑ جاتا ہے اور چند دن کے لیے بھی دنیا کا قیام نہیں رہ سکتا۔

نیز اس کثرت سے مال کا ہونا کہ کوئی اسکو قبول نہیں کریگا قرآن مجید کے صریح مخالف ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ (شوریٰ)

رکوع ۳) یعنی اگر خدا تعالیٰ بندوں کے لیے رزق پھیلا دے کوئی بھی غریب نہ رہے اور کسیکو مال کی حاجت نہ ہو تو اسکا نتیجہ یہ نکلے کہ وہ زمین میں بغاوت کریں۔ اسلیے خدا تعالیٰ اُتارتا ہے ایک اندازہ کے مطابق جتنا چاہتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کی حاجت سے خبر رکھتا ہے اور دیکھتا ہے پس اگر مال کی کثرت کو اسقدر مان لیا جائے کہ کسیکو بھی مال کی حاجت نہ رہے تو اس سے زمین میں بغاوت ہوگی جس سے لازم آئیگا کہ خدا تعالیٰ خبیر و بصیر نہیں رہا۔ اور نیز آیت نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا (زخرف۔ ۳۶) کے بھی خلاف ہوگا کیونکہ اس آیت میں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کے درمیان ہمنے معیشت کو تقسیم کیا ہے اس دنیا میں اور ہمنے بعض کو بعض پر درجات میں بلند کیا ہے تاکہ بعض بعض کو بنظر حقارت دیکھیں۔ پس مال کی اتنی کثرت کہ کسیکو اسکی پرواہی نہ رہے اور یہ کہ مسیح لوگونکو کثرت سے مال دیگا اور اسکو کوئی قبول نہیں کریگا قرآن مجید کے بھی خلاف ہے

حضرت ابوہریرہ کا استدلال

بعض احادیث میں ابی ہریرہ سے یوں مروی ہے کہ فَاقْرَءُوا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ +

غیر احمدیوں کا استدلال

ابی ہریرہ کے اس آیت کو حدیث كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ کے ساتھ ملانے سے غیر احمدی علماء نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس حدیث میں نزول ابن مریم سے مراد حضرت عیسیٰ کا ہی نزول ہے۔

جواب اول تو جاننا چاہیئے کہ فَاقْرَءُوا اِنْ شِئْتُمْ نبی کریمؐ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ ابی ہریرہ کا اپنا اجتہاد ہے جو انھوں نے قرآن مجید کی آیت سے کیا ہے۔ اور یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اصول فقہ والوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ اجتہاد میں کمزور ہیں اسی لیئے ان کو مجتہدین کے گروہ میں شامل نہیں کیا ملاحظہ ہو اصول شاشی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صـ ۷۵ وَالْقِسْمُ الثَّانِي مِنَ الرُّوَاةِ هُمُ

اَلْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَةِ دُوْنَ الْاِجْتِهَادِ وَالْفَتْوٰی کَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ فَاِذَا صَحَّتْ رِوَایَةُ مِثْلِهِمَا عِنْدَکَ فَاِنْ وَافَقَ الْخَبَرُ الْقِیَاسَ فَلَا خِفَاءَ فِیْ لُزُوْمِ الْعَمَلِ بِهٖ وَاِنْ خَالَفَهٗ کَانَ الْعَمَلُ بِالْقِیَاسِ اَوْلٰی،، ترجمہ دوسری قسم راویوں کی ایسی ہے کہ وہ حفظ اور عادل ہونیکے لحاظ سے تو معروف ہیں لیکن اجتہاد اور فتوے میں معروف نہیں جیسے ابی ہریرہ اور انس بن مالک ہیں پس جب ایسوں کی روایت صحت تک پہنچ جائے تو اگر وہ خبر قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کرنا لازم ہے اور اگر قیاس کے مخالف ہو تو عمل قیاس پر اولیٰ ہے۔

غور کرنا چاہیے کہ جب ابی ہریرہؓ کی روایت کے متعلق جو وہ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں اصولی علماء احناف کہتے ہیں کہ اگر قیاس کے موافق آئے تو مانو ورنہ قیاس پر عمل کرو تو انکا اجتہاد کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے۔ پس حدیث میں فاقرؤا کے بعد جو بیان کیا گیا ہے وہ ابی ہریرہ کا اپنا اجتہاد ہے جو کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا

ابی ہریرہ کا دوسرا اجتہاد

جیسا کہ ابی ہریرہ کا دوسرا اجتہاد جو صحیحین میں بیان ہوا صحیح نہیں ہو سکتا ہے مسلم میں آیا ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا نَخَسَهُ الشَّیْطَانُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ نَخْسَةِ الشَّیْطَانِ اِلَّا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗ ثُمَّ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (مسلم جلد ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۴) ترجمہ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر اسکو شیطان چھوتا ہے تو وہ شیطان کے مس سے روتا ہوا پیدا ہوتا ہے مگر مریم کے بیٹے (عیسیٰ) اور حضرت مریم کو شیطان نہ چھو سکا۔ پھر راوی کہتا ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو آیت انّی اعیذھا الخ پڑھو کہ ای خدا میں مریم اور اسکی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ ابی ہریرہ کی اس آیت کے پڑھنے سے غرض یہ ہے کہ حدیث کی اس آیۃ سے بھی تائید ہوتی ہے کہ مریم اور حضرت عیسیٰ کو مس شیطان نہیں ہوا پس یہ بھی ابی

ہریرہ کا استدلال صحیح نہیں +

دوسرے اجتہاد کے غلط ہونیکے وجوہ

پہلی وجہ یہ کہ اگر اسکو صحیح مانا جائے تو ابی ہریرہ کے عدم مس شیطان کو دو فردوں میں حصر کر دینے سے یہ ثابت ہوگا کہ نعوذ باللہ باقی تمام انبیاء کو یہانتک کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وقت ولادت مس شیطان ہوا۔ دوسری وجہ اس استدلال کے باطل ہونیکی یہ ہے کہ اگر ابی ہریرہ کا مفہوم جو انھوں نے سمجھا ہے صحیح ہے تو یہ صحیحین کی دوسری حدیث کے صریح مخالف ہے کیونکہ نبی کریم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مومن اور مومنہ جماع کرتے وقت اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا دعا پڑھے تو اس کا بچہ شیطان کے تصرف سے محفوظ رہیگا پس اسطرح بہت سے مومن شیطان کے مس سے محفوظ ہو سکتے ہیں مسیح اور اسکی والدہ کی کیا خصوصیت رہی۔ تیسری وجہ اس استدلال کے بطلان کی یہ ہے کہ یہ دعا حضرت مریم کی والدہ نے بعد ولادت مریم پڑھی ہے۔ جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (سورہ آل عمران ع ۴) پس ان آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت مریم کی پیدائش اور نام رکھنے کے بعد امرأۃ عمران نے یہ دعا پڑھی ہے اور مس شیطان کا وقت حدیث میں ولادت بتایا گیا ہے۔ پس حضرت مریم بھی آیت کی رو سے مس شیطان سے پاک نہیں ہو سکتی +

اس استدلال کے متعلق نواب صدیق حسن خاں کی رائے

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب فتح البیان میں تحریر فرماتے ہیں۔ وَفِی الْمَقَامِ اِشْکَالٌ قَوِیٌّ لَمْ اَرَ مَنْ نَبَّهَ عَلَیْهِ مِنَ الْمُفَسِّرِیْنَ وَحَاصِلُهٗ اَنَّ قَوْلَهَا وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ مَعْطُوْفٌ عَلٰی مَا قَبْلَهُ الْوَاقِعِ فِیْ حَیِّزِ لَمَّا وَضَعَتْهَا فَیَقْتَضِیْ اَنَّ طَلَبَ هٰذِهِ الْاِعَاذَةِ اِنَّمَا وَقَعَ بَعْدَ الْوَضْعِ فَلَا یَتَرَتَّبُ عَلَیْهِ حِفْظُ مَرْیَمَ

مِنْ طَعْنِ الشَّیْطَانِ وَقْتَ نُزُوْلِهَا وَخُرُوْجِهَا مِنْ بَطْنٍ فَلَا یَتَلَاقَی الْحَدِیْثُ مَعَ الْاٰیَۃِ بَلْ مُقْتَضٰی ظَاهِرِ الْاٰیَۃِ اِنَّ اِعَاذَتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ اِنَّمَا کَانَ بَعْدَ وَضْعِهَا وَهٰذَا لَا یُنَافِیْ تَسَلُّطَ الشَّیْطَانِ عَلَیْهَا یَطْعَنُهَا وَنَخْسُهَا وَقْتَ وِلَادَتِهَا الَّذِیْ هُوَ عَادَتُهٗ فَاِنَّ عَادَتَهٗ طَعْنُ الْمَوْلُوْدِ وَقْتَ خُرُوْجِهٖ مِنْ بَطْنِ اُمِّهٖ تَاَمَّلْ قَالَهٗ سُلَیْمَانُ الْجُمَلُ (فتح البیان جلد ۱)

ترجمہ اس مقام میں ایک قوی اشکال پڑتا ہے میں نے نہیں دیکھا کسی مفسر کو کہ اس نے اس پر آگاہ کیا ہو اور حاصل اشکال کا یہ ہے کہ حضرت مریم کی والدہ کا قول وَاِنِّیْ اُعِیْذُھَا اپنے قبل پر جو کہ حیز لما وضعتہا میں واقع ہے معطوف ہے پس یہ امر مقتضی ہے کہ اس پناہ دینے کی طلب مریم کے جننے کے بعد واقع ہوئی ہے۔ پس اس پر یہ امر مترتب نہیں ہو سکتا کہ مریم وقت ولادت طعن شیطان سے محفوظ رہی ہو کیونکہ آیت کا مقتضای ظاہری ہے کہ اعاذت شیطان سے مریم کی وضع کے بعد واقع ہوئی ہے اور یہ اعاذت شیطان کے مریم پر وقت ولادت طعن کے ساتھ مسلط ہونیکے منافی نہیں ہی کیونکہ اسکی عادت طعن کرنا ہے بچہ کو وقت ولادت کے بس سوچ۔ اور اسبات کا قائل سلیمان الجمل ہے۔ پس جب ابوہریرہ کا یہ استدلال بقول علماء سلف غلط ثابت ہوا تو دوسرا استدلال بھی اگر غلط کر دیا جائے تو نامناسب نہیں بلکہ اسکی کمزوری تو بہت ہی ظاہر ہے

غیر احمدی علماء کے معنے

غیر احمدی علماء اس آیت کے معنے یہ لیتے ہیں کہ کوئی بھی اہل کتاب نہیں ہے مگر وہ ضرور ضرور ایمان لائیگا حضرت عیسی علیہ السلام پر حضرت عیسی کی موت سے پہلے پہلے۔ یعنی جب حضرت عیسی دوبارہ نزول فرما ہوں گے تو اسوقت تمام اہل کتاب حضرت عیسی پر ایمان لے آئینگے

ان معانی کے باطل ہونیکے وجوہ

غیر احمدیوں کے معنے پہلے تو اسوجہ سے باطل ہیں کہ جمیع اہل کتاب کا ایمان لانا قرآن مجید کی دوسری آیات کے مخالف ہی کیونکہ اہل کتاب کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اور اَغْرَیْنَا

بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کہ ہمنے اہل کتاب کے درمیان قیامت تک بغض اور دشمنی ڈالدی ہے۔ پس یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ تمام اہل کتاب مسیح کو مان لیں گے اور اگر سب لوگ غیر احمدی علماء کے عقیدہ کے مطابق مسیح کے نزول کے وقت مسلمان ہو جائیں گے تو یہ آیت وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کے بھی خلاف ہے۔ اور نیز اگر غیر احمدیوں کے معنے صحیح مان لیے جائیں تو ماننا پڑیگا کہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے کیونکہ اس میں تناقض اور اختلاف پایا جاتا ہے حالانکہ قرآن مجید میں الہامی کتاب کی یہ علامت بیان کی گئی ہے کہ اسمیں اختلاف نہیں ہونا چاہیے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا۔ یعنی اگر قرآن خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا۔ اگر اس آیت سے مراد یہی ہے کہ تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے تو یہ آیت فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا اہل کتاب سے تھوڑے ایمان لائیں گے جو آیت متنازعہ فیہا سے تین چار آیات پہلے ہے کے بھی مخالف ہوگی لیکن قرآن مجید میں اختلاف نہیں ہے اسلیئے غیر احمدی علماء کے معنے ہی باطل ہوں گے۔

دوسری وجہ غیر احمدی علماء کے معنے عبارۃ النص سے باطل ہیں اور عبارۃ النص کی تعریف یہ ہے فَاَمَّا عِبَارَةُ النَّصِّ فَهُوَ مَا سِیْقَ الْكَلَامُ لِاَجْلِهٖ وَاُرِیْدَ بِهٖ قَصْدًا" (اصول شاشی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۲۵۔ اور نور الانوار صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی۔) کہ عبارۃ النص اُسکو کہتے ہیں کہ جسکی وجہ سے اور جس مقصد کو ثابت کرنیکے ارادہ سے کلام چلایا جائے۔ پس ہم ان آیات پر غور کرتے ہیں کہ جو آیت متنازعہ فیہا سے پہلے اور پیچھے درج ہیں کہ یہ کلام خدا تعالیٰ نے کس مقصد کو ثابت کرنے کے لیے چلایا ہے بعد غور ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر خدا تعالیٰ نے اہل کتاب کی شرارتیں بیان کرنیکے لیے اور انکی اور انکی شرارتوں کے مقابلہ میں اپنے انعام بیان کرنیکے لیے کلام کو چلایا ہے۔ چنانچہ اس رکوع میں جو آیت یَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ سے شروع

ہوئے انکی مندرجہ ذیل شرارتوں کا بیان کیا ہے **پہلی شرارت** وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے لیے آسمان سے کتاب کو نازل کر۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو ابھی ان کا سوال کم ہے حضرت موسیٰ کے وقت اس سے بھی بڑھ کر انھوں نے شرارت کی تھی کہ حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ تو ہمیں خدا تعالیٰ کو ظاہری طور پر دکھا **دوسری شرارت** پھر حضرت موسیٰ پر اس سوال کے بعد انھوں نے بچھڑے کو معبود بنا یا تھا **تیسری شرارت** کہ ہم نے اہل کتاب سے اس بات کا پختہ اقرار لیا تھا کہ سبت کے دن تم زیادتی نہ کرنا ان لوگوں نے یہ اقرار کر کے پھر اسے توڑ دیا تھا۔ **چوتھی شرارت** خدا تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے۔ **پانچویں شرارت** انھوں نے انبیاء کا انکار کیا اور حضرت مریم پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ **چھٹی شرارت** انھوں نے کہا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو سولی پر چڑھا کر مارا ہے پھر اسکے بعد متنازعہ فیہا آیت کا بیان ہے۔ اسکے معنے ابھی ہم چھوڑتے ہیں اور اسکے بعد دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کے متعلق کیا بیان فرمایا ہے تو اسکے بعد پھر ان کی شرارتوں کا ہی بیان ہے **ساتویں شرارت** کہ وہ بہت سے لوگوں کو خدا تعالیٰ کے راستہ سے روکتے تھے **اٹھویں شرارت** کہ وہ سود لیتے تھے حالانکہ انکو سود لینے سے منع کیا گیا تھا۔ **نویں شرارت** وہ لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھاتے تھے۔ آیت متنازعہ فیہا کو چھوڑ کر مذکورہ بالا نو شرارتوں کا خدا تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آگے اور پیچھے تو شرارتوں کا ذکر ہو اور درمیان میں ایک انکی اچھی صفت بیان کر دی جائے جس کا نہ پہلے کے ساتھ کوئی ربط ہو اور نہ پیچھے کے ساتھ حالانکہ قرآن مجید بے ربط نہیں ہے اور نہ ہی اسکی آیات بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں بلکہ وہ موتیوں کی با ترتیب پروئی ہوئی لڑی کی طرح ہیں جیسے اصول فقہ کی کتاب المنار میں قرآن مجید کی صفت میں لکھا ہے۔

اَمَّا الْكِتَابُ فَالْقُرْآنُ الْمُنَزَّلُ عَلَى الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ الْمَنْقُوْلُ عَنْهُ نَقْلًا مُتَوَاتِرًا بِلَا شُبْهَةٍ

وَهُوَ اَشْعَرُ لِلنَّظْمِ وَالْمَعْنٰی» پس قرآن مجید کی صفت نظم بیان کیگئی ہے جسکے
معنے جمع اللؤلؤ فی السلک ہو یعنی موتیوں کی ایک لڑی میں اکٹھا کرنا اور
حدیث اِبْدَؤُا بِمَا بَدَءَ اللّٰهُ کہ تم وہاں سے شروع کرو جہاں سے خدا نے شروع
کیا ہے ترتیب کو بتا رہی ہے کہ قرآن مجید میں ترتیب ہے پس یہ نہیں ہوسکتا کہ آگے
پیچھے تو انکی شرارتوں کا بیان ہو اور درمیان میں اُن کی ایک نیک بات آجائے
اور نیز اس طرح یہ خدا تعالٰی پر بھی ایک اعتراض پڑے گا کہ خدا تعالٰی نے ان کی
اچھی صفت کو ایسی جگہ بیان کیا کہ جس کا کچھ بھی اثر نہیں پڑ سکتا کیونکہ اسکے بعد
پھر شرارتوں کا ذکر ہوا۔ کیوں علیحدہ نہیں بیان کیا

سوال اگر کوئی سوال کرے کہ ہر ایک میں کچھ نہ کچھ خوبی ہوتی ہو تو انمیں بھی ایک یہ
خوبی پائی گئی جو خدا تعالٰی نے بیان کردی تو حرج کیا لازم آیا اگر یہ بھی خوبی نہیں تو ماننا
پڑیگا کہ ان میں سے کوئی بھی نیک نہیں۔

جواب تو خدا تعالٰی نے مذکورہ بالا وہم کا جواب جو انکی شرارتوں کو دیکھ کر پڑ سکتا تھا کہ
کیا کوئی ان میں سے نیک بھی ہے۔ شرارتوں کے بعد حرف لٰکِن کے ساتھ جو کہ استدراک کیلئے
آتا ہے ملاحظہ ہو شرح جامی لٰکِن لِلْاِسْتِدْرَاکِ وَمَعْنَی الْاِسْتِدْرَاکِ رَفْعُ تَوَهُّمٍ
یَتَوَلَّدُ مِنَ الْکَلَامِ الْمُتَقَدِّمِ کہ استدراک کے معنی ہیں جو متقدم کلام سے جو وہم
ہوسکتا ہے اسکے دور کرنے کیلئے آتا ہے۔ فرمایا لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ
مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ
قَبْلِكَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِیْهِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ یعنی سب یہود شرارتی ہیں
مگر جو راسخ فی العلم ان سے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں اور ان سے وہ مومن جو تیری طرف
اُتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا دونو پر ایمان رکھتے ہیں پھر جو ان میں سے نماز کو قائم کرنیوالے
ہیں اُنکی میں تعریف کرتا ہوں اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور یوم آخرة پر یقین رکھتے
ہیں ایسے لوگ ہیں ہم بڑا اجر دینگے پس جو انمیں سے قابل تعریف تھے انکو خدا تعالٰی نے

عرفت لکن کے ساتھ بیان کیا۔ پس ثابت ہوا کہ لکن سے پہلے انکی شرارتوں کا بیان
ہے اور لکن کے بعد ان کی خوبیوں کا۔ پس سیاق وسباق سے معلوم ہوا کہ غیر اصولیوں
کے معنے صحیح نہیں اور آیت متنازعہ فیہا کو جو درمیان میں لایا گیا ہے اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ یہ ان کی بڑی شرارت ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چلکر بتائیں گے۔

لطیفہ جب جمیع اہل کتاب کے لیے مسیح کی موت سے پہلے ماننا ضروری ہے
تو اہل کتاب کو دنیا میں رہنے کا اچھا موقع مل جائے گا۔ وہ ضرور انکار پر اڑے رہینگے
کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ ہم مر نہیں سکتے جب تک کہ مسیح کو مان نہ لیں۔ وہ کہیں گے
ہمارا عدم ایمان ہماری عدم موت کو مستلزم ہے پس ہمیں انکار پر اڑے رہنا چاہیئے
اور مسیح ناصری کو بھی معلوم ہوگا کہ میری موت جمیع اہل کتاب کے ساتھ وابستہ
ہے وہ بھی ملنے کے لیے ایک حد تک انکو نہیں کہیں گے ہو سکتا ہے کہ مسیح ناصری
اور اہل کتاب آپس میں سمجھوتہ کر لیں اور کہیں کہ تم مجھے مت مانو کیونکہ میری موت
تمہارے ایمان لانے کے ساتھ وابستہ ہے اور اہل کتاب یہ کہیں کہ ہم تجھے نہیں مانتے
کیونکہ ہماری موت تجھپر ایمان لانیکے ساتھ وابستہ ہے۔ پس اگر خدانخواستہ کہیں یہ
سمجھوتہ انکا ہو گیا تو پھر خدا کیلئے بہت مشکل پڑیگی کیونکہ اگر وہ زندہ رکھے تو بھی قرآن مجید
کی آیت کی تصدیق نہ ہوئی اور اگر اسی حالت میں ماردی تب بھی قرآن مجید کی آیت کی
تکذیب ہوگی ہر دو صورت میں قرآن مجید کو جھوٹا ماننا پڑا لیکن قرآن مجید کا جھوٹا ہونا باطل
ہے اور جو مستلزم باطل وہ بھی باطل۔

سوال پھر اگر کوئی کہے کہ آیت کے صحیح معنی کیا ہیں جنسے مذکورہ بالا نقائص لازم
نہ آئیں۔

جواب تو اس آیت کے صحیح معنے یہ ہیں کہ کوئی بھی اہل کتاب نہیں مگر وہ ضرور ضرور
ایمان رکھیں گے مسیح کے قتل پر اپنے مرنے سے پہلے پہلے۔ یہ درحقیقت انکی ایک بڑی شرارت
ہے باوجودیکہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید جیسی کتاب بھیجکر ثابت کر دیا ہے کہ مسیح صلیب پر
نہیں مرا لیکن اہل کتاب ایسے ضدی ہیں اگر وہ مسیح کے قتل ہونیکو ضرور ماننے پر مصر رہیں گے ہو...

سے کہ انکا مذہب قائم رہ ہی نہیں سکتا جبتک کہ وہ مسیح کو مصلوب نہ سمجھیں کیونکہ اہل کتاب دو قومیں تھی ایک یہود اور ایک نصاریٰ ۔ فرمایا کہ اہل کتاب (یہود ہوں یا نصاریٰ) یہ مسیح کی موت کو مانتے رہیں گے کیونکہ اگر یہود مسیح کو صلیب پر سے زندہ اُتاریں تو وہ ملعون نہیں قرار دے سکتے اسواسطے انکا مذہب باطل ہوتا ہے اور اگر عیسائی مسیح کو صلیب پر زندہ اُتاریں تو عیسائیوں کا کفارہ ٹوٹ جاتا ہے جسپر ان کے مذہب کی بنیاد ہے ۔

دوسری قراءت قَبْلَ مَوْتِهٖ کی دوسری قراءت قَبْلَ مَوْتِهِمْ آئی ہے ملاحظہ ہو بیضاوی ۔ پس دوسری قراءت میں جو ضمیر هُمْ ہے جو جمع کے لیے آتی ہے مسیح کی طرف نہیں پھر سکتی کیونکہ وہ واحد ہے ۔ ہاں اہل کتاب کی طرف پھر سکتی ہے کیونکہ اگر اہل کتاب کو بلحاظ افراد کے لیا جائے تو پھر هُمْ کی ضمیر ٹھیک ہے اور اہل کتاب فرد کے لحاظ سے هُوَ کی ضمیر کافی ہے پس ہمارے معنوں کی رو سے دونو قراءتیں صحیح ہو جاتی ہیں اور قَبْلَ مَوْتِهٖ اسواسطے فرمایا کہ موت کے بعد تو انکو معلوم ہو ہی جاوے گا کہ مسیح ناصری صلیب پر نہیں مرا اور يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۔ قیامت کے دن مسیح خود انکے خلاف گواہی دینگے ۔ اگر سب نے مان لینا تھا تو مسیح انکے خلاف کیوں گواہی دینگے ۔ پس ابوہریرہ کی مذکورہ بالا آیت کو حدیث نزول ابن مریم کے ابدال لانے سے یہ نہیں نکل سکتا کہ واقعی مسیح ناصری ہی دوبارہ نزول فرمائیں گے ۔

خلاصہ کلام یہ کہ نہ حدیث میں نزول کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود آسمان سے اُتریں گے کیونکہ نزول آسمان سے اُترنے کو مستلزم نہیں ۔ اور نہ ہی ابن مریم کے لفظ سے نکلتا ہے کہ مسیح ناصری ہی دوبارہ مبعوث ہوں گے ۔ بلکہ آنیوالا مسیح تو اور ہے جو اسی اُمت سے ہونا تھا ۔ اور مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں اسلیے وہ دوبارہ واپس دنیا میں نہیں آسکتے ۔

میں آخر میں تمام احباب کو مژدہ سُناتا ہوں کہ وہ آنے والا موعود مسیح آچکا ہے اور اسکی شہادت آسمان و زمین نے بھی دیدی اور وہ بے ضرورت نہیں آیا بلکہ موجودہ وقت اسبات کا مقتضی تھا کہ مسیح اسی زمانہ میں آوے جبکہ

اسلام پر چاروں طرف سے اعتراض پڑتے تھے اور اسلام دشمنوں سے بالکل گھر گیا تھا

فنعم ماقال المسیح الموعود
علیہ السلام

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

بے ضرورت نامدم نے آمدم در غیر وقت
در من از جہل و تعصب قوم من افتادہ اند

سوئے من اے بدگماں از بدگمانیہا مبیں
فتنہ ہا بنگر چہ قدر اندر ممالک زادہ اند

چوں زمیں بکشود یاراں صد در فسق و فساد
پس درے از مہربانی از آسماں بکشادہ اند

می درخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب
کور چشم آنانکہ در انکارہا افتادہ اند

بشنوید اے طالباں کز غیب بکشند ایں ندا
مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند

صادقم واز طرف مولیٰ با نشانہا آمدم
صد در علم و ہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند

شکریہ اس مضمون کو تمام و کمال ایک ہی نمبر میں شائع کرنے اور زیادہ تعداد میں چھپوانے کے لیے میں نے رسالہ میں امداد کی تحریک کی تھی کوئی صاحب سوائے مکرمی سیٹھ محمد غوث صاحب حیدرآباد دکن کے متوجہ نہ ہوئے پھر میں نے اپنے خاص احباب کرام کو بذریعہ خطوط متوجہ کیا۔ تو مندرجہ ذیل احباب نے اسمیں حصہ لیا۔ جزاهم الله احسن الجزاء۔ چونکہ مضمون اندازہ سے کم میں آگیا ہے اسلیے بقیہ امداد سے وہ رسالہ چھپوانے کا ارادہ ہے جس میں مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی کا مفصل بیان ہے اور مرزا سلطان محمد کے دستخطی خط کا عکس بھی ہے انشاءاللہ ان دونو باتونکا ثواب بھی ان دوستونکو پہنچیگا۔

(۱) مکرمی سیٹھ محمد غوث صاحب حیدرآباد دکن
(۲) مکرمی شیخ مشتاق حسین صاحب ہیڈ ایجنٹ
(۳) مکرمی ڈاکٹر فضل کریم صاحب قادیانی کوہاٹ
(۴) مکرمی سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد دکن
(۵) مکرم مولانا ابوالحمید صاحب ناظم عدالت گلبرگہ
(۶) مکرم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کوہاٹ
(۷) مکرم مولانا غلام اکبر خان صاحب حیدرآباد دکن
(۸) مکرم بابو فضل احمد صاحب بٹالوی ہیڈ کلرک کیمل کور نوشہرہ

اسکے علاوہ مولانا انوار حسین خان صاحب شاہ آباد اور ویٹرنیری جمعدار فضل الدین صاحب نے امداد کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جزاء خیر بخشے۔

(اکمل عفا اللہ عنہ)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہی مسیح موعود ہیں

سن ظہور مشکوٰۃ کتاب العلم میں حدیث ہی کہ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلیٰ رَاسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا یعنی ہر صدی پر ایک مجدد مبعوث ہوگا اور اسکے یہ معنی بھی ہیں کہ جب تمام صدیوں کے سر جمع ہونگی تو اسوقت ایک مامور مبعوث ہوگا جو دین کی تجدید کریگا وہ ان معنوں کی لحاظ سے یہ صدی چودھویں مسیح و مہدی کیلئے مخصوص ہے۔ کہ صلیب پرستی کا عقیدہ باطلہ انتہا کو پہنچگیا ہے (ب) خدا کا وعدہ تھا کہ سلسلہ موسویہ کے مشابہ سلسلہ محمدیہ کے خلفاء ہونگے۔ حضرۃ موسیٰ موافق تاریخ یہود سنہ ۲۳۶۹ ہبوط آدم میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ برس کی عمر پاکر ۲۴۸۸ میں فوت ہوئے حضرۃ عیسیٰ کی پیدائش ۳۷۶۰ میں ہوئی ۱۲۷۲ برس کا فاصلہ ہے حضرۃ نبی کریم صلعم کے اتنے سال بعد مسیح محمدی کا ظہور چاہیے (ج) لیلۃ القدر خیر من الف شھر ہے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے جسمیں سو سال کے بعد مجدد مبعوث ہونیکا ذکر ہے کیونکہ اسمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ہزار مہینے کے بعد کلام الٰہی اترا ہے (د) ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ میں یہ پیشگوئی ہے کہ چودھویں صدی میں جب مسلمانوں کی حالت کمزور ہوگی اللہ تعالیٰ کی نصرت اسی رنگ میں آئیگی جسمیں پہلے آئی یعنی بعثت محمدیہ (ہ) حافظ برخوردار نے اپنی اثواغ میں لکھا۔ سے پچھے یک ہزار دے گذرن تن سو سال + عیسیٰ ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال +

مقام ظہور لیظھرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی وہیں پوری ہوسکتی ہے جہاں ہر مذہب کا نمونہ موجود ہے اور پھر ہر ایک کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ۔ ہندوستان ہی اسکے لیے موزون ہے اور ان مثل عیسیٰ کمثل آدم نے یہ بتادیا کہ عیسیٰ کو آدم کے ساتھ ایک نسبت ہے ہبوط آدم ہند میں ہوا تو نزول مسیح بھی وہیں چاہیے

(۳) حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۲ میں صدیق حسن خان نے بھی لکھا ہے امامحل خروجش پس مشرق است حیز ما۔ اور جواہر الاسرار میں ایک حدیث ہے کہ یخرج المہدی من قریۃ یقال لہ کدعہ۔ مہدی قادیان گاؤں میں خروج کریگا۔ اور مہدی ابناء فارس سے ہوگا لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجل من ابناء فارس مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۸۲ کہا جاتا ہے کہ مہدی سادات میں سے ہوگا۔ مگر ایسی احادیث میں اختلاف ہے پس یخرج رجل من اُمتی بقول بیہقی (ابو داؤد بروایت ابو سعید خدری) ہی صحیح ہے کہ ابتو الا مہدی جو حسب حدیث مسند حنبل عیسیٰ ابن مریم اماماً مہدیاً وحکماً عدلاً جلد ۲ صفحہ ۴۱۱

عیسی بن مریم بھی ہے امت محمدیہ کا ایک فرد ہوگا۔ اور سمرقندی الاصل مغولوں (اہل فارس) سے مشرق کی طرف ملک ہند کے صوبہ پنجاب قادیان میں مبعوث ہوگا۔

نام ابو داؤد میں ہے یسمیٰ باسم نبیکم۔ جو تمھارے نبی کا نام ہے وہی اسکا نام۔ شاہ رفیع الدین موضح القرآن میں لکھتے ہیں حضرت کا نام دنیا میں محمدؐ اور فرشتوں میں احمدؐ۔ اور اقتراب الساعہ صد۶۹ میں فانہ المهدی واسمه احمد۔ وہ مہدی اور اسکا نام احمد۔

حلیہ حدیث فرایت رجلا آدم نے بتایا کہ گندم گوں رنگ ہوگا اور سبط الشعر سیدھے بال۔ اور باب اشراط الساعہ مشکوٰۃ میں ہے المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف۔ مہدی مجھسے ہوگا روشن پیشانی اونچی ناک۔ اور حدیث الغاشیہ میں ہے کہ زبان میں کسی قدر ثقل ریش مبارک گھنی۔ سر پر لمبے لمبے بال۔ کمان ابرو۔ کلاں جسم۔

خصوصیات حضرت احمد قادیانی میں یہ علامات پائی جاتی تھیں۔ آپنے وہ کام کر دکھایا جو مسیح و مہدی کے لیے مقرر تھا یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر۔ آپنے تحدی کے ساتھ اعلان کیا کہ میرے مقابلہ میں کسیکی دعا قبول نہ ہوگی جو میری ذلت کا خواہاں ہو وہ خود ذلیل ہوگا (۲) طاعون کی شدت میں اعلان کیا کہ خدا فرماتا ہے میں تیرے دار کا محافظ ہوں اور قادیان بالخصوص طاعون سے محفوظ رہیگا۔ ایسا ہی ہوا۔ بالمقابل جو یہ دعویٰ کریگا وہ ضرور پکڑا جائیگا (۳) جو مجھسے ان الفاظ میں مباہلہ کریگا کہ جو گمراہ ہے وہ پہلے مرجائے تو وہ پہلے مرجائیگا (۴) سو دو سو بیمار بذریعہ قرعہ اندازی تمام صوفیا میں تقسیم ہوں تو میرے بیمار صحت پانے میں سب سے زیادہ بڑھ جائینگے (۵) میری بعض کتابوں کی مثل تمام علماء و فضلاء اپنی مجموعی طاقت سے نہیں لاسکتے (۶) جو علم قرآن مجھے دیا گیا وہ کسیکو نہیں۔ منکر اس معجزہ کے مقابل میں تفسیر لکھیں۔ ولا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا (۷) دو سو سے زیادہ نشان آپکے ہاتھ پر ظاہر ہوے (۸) آپکی قوت قدسیہ سے جیسا کہ پہلے خدا نے خبر دی تھی کہ (میں تمھیں اسلام کی ایک بھاری جماعت دونگا) چار پانچ لاکھ کفر سے توبہ کرکے مسلمان ہوئے اور بہ ہیئت مجموعی تقویٰ و طہارت میں اپنی نظیر آپ ہیں (۹) خدا سے خبر پاکر اطلاع دی کہ والله یعصمك من الناس یعنی میں اپنی طبعی موت سے مظفر و منصور اسّی سال یا پانچ چھ برس کم عمر پاکر فوت ہونگا (نصرة الحق) (۱۰) آپ کی تعلیم جو اس زمانہ میں تمام مشکلات سے نجات پانے کی حقیقی راہ ہے ✱

طاقت بڑھانے والا پھل

کولا ٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کیوجہ غم و بیماری و تبدیل آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہو گیا ہو تو اسکو استعمال کیجیئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑھاتا ہے اسلیئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی کشتی کثرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کام میں پہلے اسکو استعمال کرنیسے دم نہیں پھولتا یہ ہول دل اور دھڑکن کو روکتا ہے روکتا ہے انکو جاگنا ہو اسکو لیجیئے تکان نہیں ہوگا یہ شراب اور افیون کی عادت کو بھی چھڑاتا ہے مفصل حالات کی فہرست بلا قیمت منگا کر دیکھئے قیمت ۳۲ خوراک شیشی عہ محصولڈاک ۵ ر دوا دیات ہر جگہ دوکانداروں ڈاکٹروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیئے

زخم کا مرہم

یہ زخم کا مرہم سب طرح کے زخموں کو فائدہ کرتا ہے زخم کے کیڑے اس سے مرجاتے ہیں بدبو جاتی رہتی ہے اور زخم صاف ہو کر جلد انگور بھر آتا ہے اور نیا بیرہ پیدا ہوکر زخم کو آرام ہو جاتا ہے معمولی زخم سے لیکر سڑے گلے زخم تک یکساں اثر دکھاتا ہے قیمت ایک اونس کی ڈبیہ ۵ ر زخم دھونیکی ٹکیہ مرہم لگانے کے ساتھ زخم دھونا بھی چاہیے جس دوا سے زخم دھونیکا پانی بنتا ہے وہ چھوٹی چھوٹی ٹکیہ کی صورت بنی ہوئی ہے ایک ٹکیہ سے ایک بوتل زخم دھونیکا پانی بنتا ہے مرہم کے ساتھ ٹکیہ مل سکتی ہے قیمت فی ٹکیہ ا محصولڈاک ہر دو ۵ ر

کونین کی ٹکیاں

یہ خوبصورت چھوٹی چھوٹی کونین کی ٹکیاں کل میں بنتی ہیں اور سنہری ٹین کی ڈبیہ میں ۱۶ ٹکیاں رہتی ہیں کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ ٹکیاں پاس رکھیئے اسمیں وزن کی ضرورت ہے نہ کھانے میں تکلیف قیمت ۱۶ ٹکیونکی ڈبیہ ۸ محصولڈاک ایک ڈبیہ سے چھ ڈبیہ تک ۵ ر

داد کا مرہم

ہر وقت کے کھجانے سے آرام کرنا۔ دیکھئے جناب مہاراجہ صاحب ریاست شنکرپور ضلع بھاگلپور سے کیا لکھتے ہیں یہ دوسرا موقعہ ہے کہ آپکے داد کے مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا ہے جس سے مینے ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی میں آپکا نہایت درجہ ممنون و مشکور ہوں اسکو استعمال کرنیوالے بھی جناب مہاراجہ صاحب کی طرح سے مداح ہیں کیونکہ دو تین مرتبہ کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے ایکدم اچھا کر دیتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۸ محصولڈاک ۵ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم | نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مہتمم

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۰ء مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

فہرست مضامین

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور حکیم ... السلام ... نے شائع کیا

منیجر کا ضروری نوٹس

جن صاحبان نے تا حال ۱۹۱۹ء کی قیمت ادا نہیں کی اور انکے نام رسالہ جاری ہے اور پھر جن دوستوں کی قیمت سالانہ جون ۲۰ء تک ختم ہوتی ہے ان سب کے نام اکتوبر کا تشحیذ وی پی ہوگا وصول فرما کر اپنی ذمہ واری سے فارغ ہوں ہم تو خدا کے فضل سے مقررہ حجم سے بڑھ کر ٹھیک وقت پر اکثر رسالہ بھیجتے ہیں اور الحمد للہ کسی پہلو سے بھی شرمندہ نہیں البتہ آپ لوگوں کو فکر کرنی چاہیے ۳۰۰ روپیہ ادھار کیا جیب سے +

آخر حق غالب آیا

معزز ناظرین تشحیذ کو معلوم ہے کہ جب شیعہ رسالہ اصلاح کھجوہ نے حضرت عمرؓ کی طرف یہ قول منسوب کیا کہ "یہ شخص (رسول کریمؐ) غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے" اور اسکا حوالہ دیا (دیکھو صحیح البخاری کتاب المرضیٰ صفحہ ۸۲۶ مطبوعہ دہلی) تو ہم نے ستمبر ۱۹ء کے تشحیذ میں اس سے مطالبہ کیا کہ بخاری میں کہاں ایسا لکھا ہے اسکا جواب دو لفظوں میں ہو سکتا تھا یا تو حوالہ ٹھیک بتا دیا جاتا۔ یا اپنی غلطی کو مان لیا جاتا مگر شیعہ کے نزدیک غالباً ایسا کرنا جائز نہیں اسلیے بحث کو اتنا طول دیا کہ خدایا تیری پناہ۔ مگر حق آخر حق ہی ہے اب جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ کے رسالہ اصلاح میں انکے ممتاز الافاضل السید محمد ہارون نے لکھا ہے " یہ ارشاد کہ بخاری میں ان الرجل یہجر نہیں ہے اگرچہ ایک حد تک درست ہے لیکن " حضرت! یہ لیکن تو رہنے دیجیے ہمارا سوال تو یہ ہے کہ بخاری میں جب قال عمر ان الرجل یہجر نہیں تو آپ نے کس ایمان سے اصلاح میں یہ لکھ دیا تھا۔ عمرؓ نے کہا یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے" اور ساتھ ہی حوالہ بھی دیا صحیح البخاری کتاب المرضیٰ صفحہ ۸۲۶ مطبوعہ دہلی۔ کیا اسکا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ دیدہ و دانستہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے تھے کیونکہ بخاری کے مطبع کا نام اور پھر کتاب المرضیٰ اور صفحات دیا گیا پڑھنے والے کو یہ گمان نہیں ڈالتا کہ مضمون نگار نے سامنے رکھ کر یہ حوالہ دیا ہے اب جو وہ حوالہ کتاب المرضیٰ صفحہ ۸۲۶ پر تو درکنار تمام صحیح البخاری میں نہیں تو پھر یہ کہنا کسقدر ڈھٹائی ہے اور بے شرمی ہے کہ ایک حد تک موجود نہیں کیونکہ یہ الفاظ باین وصف منسوب الی عمر قطعاً موجود نہیں۔ بہرحال ہم امید کرتے ہیں کہ آیندہ کوئی شیعہ صاحب بخاری کا حوالہ غلط نہیں دیا کریں گے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۰ء

مہدیٔ آخر الزماں اور آجکل کے مسلماناں

ضمیمہ رسالہ تائید الاسلام لاہور بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء میں ابوداؤد کی ایک حدیث کا ترجمہ لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حملہ کیا گیا۔ کہ "اب تو روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔ کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہرگز سچے مہدی اور امام آخرالزمان نہ تھے۔" اس لئے ذیل میں پہلے حدیث شریف اور پھر اس کا ترجمہ جو ضمیمہ میں درج ہے۔ نقل کرتا ہوں۔ تاکہ ناظرین اخبار کو معلوم ہو۔ کہ ہمارے مخالف نے جس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس سے تو حضرت اقدس کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔ عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الاکلۃ الی قصعتھا فقال قائل امن قلۃ نحن یومئذ قال بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المھابۃ منکم

ولیقذفن اللہ فی قلوبکم الوھن فقال قائل یا رسول وما الوھن قال حب الدنیا وکراھیۃ الموت (ابوداؤد) -

الغثاء بالضم المد ما یجئی فوق السیل مما یحملہ من الزبد والوسخ وغیرہ (حاشیہ ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے - کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا - کہ ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے - جس میں کفار بلکہ ایک دوسرے کو ممالک اسلامی پر قابض ہونے کے واسطے اس طرح مدعو کریں گے - جیسے کہ دستر خوان پر کھانے کے لئے ایک دوسرے کو بلاتے ہیں - کسی نے عرض کیا - کہ یا رسول اللہ صلعم کیا اسوقت ہماری تعداد قلیل ہوگی - فرمایا نہیں - بلکہ تم اس وقت کثرت سے ہوگے - لیکن ایسے بے بنیاد جیسے کہ رَو کے سامنے خس و خاشاک - اور تمہارا رعب داب دشمنوں کے دل سے اٹھ جائیگا - اور تمہارے دلوں میں سستی پڑجائے گی اور ایک صحابیؓ نے عرض کیا - حضور سستی کیا چیز ہے - آپنے فرمایا - کہ تم دنیا کو دوست رکھو گے - اور موت سے خوف کرو گے " حاشیہ ابوداؤد میں غثاد کے معنی جھاگ اور میل کے لکھے ہیں - اس ترجمہ کے بعد اب حضرت اقدس کے ان اشعار کو پڑھئے "

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

یہ حکم سنکے بھی جو لڑائی کو جائے گا وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا

اک معجزہ کے طور پر یہ پیشگوئی ہے کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی

حمق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی کسل آگیا ہے دل میں جلاوت نہیں رہی

خوان تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی

حدیث کے الفاظ غثاء - مہابت - وہن اور شعروں میں قشر - رعب - کسل کو پڑھ کر غور کرو - حضرت مسیح موعودؑ نے ملکوں کی اس تقسیم سے کئی سال پہلے مسلمانوں کو سمجھایا - کہ تمہارے دلوں میں خدا تعالےٰ کی وہ محبت نہیں رہی - دنیا کی حب اور خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑکر تم نے اصل دین کو چھوڑ دیا - اس لئے اگر جہاد کرو گے - تو ہزیمت اٹھاؤ گے

میری اس پیشگوئی کو یاد رکھنا - چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں - کہ ہمارے مخالفین بھی اس بات کا اقرار کر رہے ہیں - کہ موجودہ زمانہ کے مسلمانان جناب مخبر صادق صلعم کے فرمودہ کے مطابق خس و خاشاک کے مصداق ہیں - اور یہی وہ غثاء السیل یعنی جھاگ اور سیل ہیں - جن کی حدیث میں پیشگوئی کی گئی - لیکن باوجود اس اقرار کے ضمیمہ مذکورہ میں یہ بھی لکھدیا - کہ حضرت مرزا صاحب کی شامت سے ہم بگڑے گئے - (وان تصبھم سیئۃ یطیّروا بموسیٰ ومن معہ) ایک روایت کا حوالہ دیکر کہ مہدی معہود ستر ہزار قبیلہ بنو اسحاق کے بہادروں کے ساتھ قسطنطنیہ کو فتح کریگا - آخر ضمیمہ میں لکھا ہے - "ہم منتظر ہیں - کہ مرزائی صاحبان قسطنطنیہ کو بھی بروزی و ظلی طور پر فتح کر کے مرزا جی کو سچا مہدی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں - کہ نہیں"

اعتراض کا جواب سو اوّل تو جس حدیث کا حوالہ دیا - اس میں آنحضرت صلعم نے بنی اسحاق کا ذکر فرمایا ہے - اور حضرت مرزا صاحب فارسی الاصل ہیں - اور فارسی حضرت اسحاق کی اولاد ہیں - جس سے ظاہر ہے - کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں صادق ہیں - کیونکہ اگر کسی عربی مہدی نے سیّدوں کی اولاد سے اس شہر کو فتح کرنا ہوتا - تو آپ بنی اسحاق کا ذکر نہ فرماتے - دوم - حدیث شریف میں آنحضرت صلعم نے صاف فرمادیا - لم یقاتلوا بالسلاح ولم یرموا بالسھم (دیکھو مشکوٰۃ) کہ وہ نہ تو کسی ہتیار کے ساتھ لڑیں گے - اور نہ ہی کوئی تیر چلائینگے - قالوا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر - بلکہ تکبیر - تہلیل - تسبیح - ان کا ہتیار ہوگا - چونکہ ہمارے مخالفین کا عقیدہ ہے - کہ مہدی تلوار کے ساتھ لڑائی کریگا - اور اس حدیث پیش کردہ میں تلوار کا ذکر نہیں - لہذا ثابت ہوا - کہ حضرت مرزا صاحب سچے مہدی ہیں - جن کی جماعت جناب مخبر صادق صلعم کے فرمودہ کے مطابق توحید اسلامی کو پیش کر کے تثلیث کی عمارت کو نلا کل گرا رہی ہے - تین تکبیرات تثلیث کے مقابلہ میں بیان فرمائیں - (سوم) قسطنطنیہ کے متعلق حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۵ میں ابن مسعود سے جو مرفوع روایت درج ہے - اس میں لکھا ہے کہ فارس کی طرف سے ایک قوم آکر مشرکوں کے ساتھ نہر سیاہ پر مقابلہ کریگی - و نشر کال

بر نہر دیگر کہ آنرا رقیہ خوانند و آں نہر سیاہ است"۔ سیاہ نہر اور سیاہ جھنڈوں میں اشارہ کہ مہدی کی فوج سیاہی اور قلم کے ساتھ مشرک قوموں کے ساتھ لڑائی کریگی۔ اسی روایت میں ہے "بر جہند یکے رومی در میان ہر دو صف . . . پس ندا کند کہ غلب الصلیب و مردے از مسلماناں میان صفین قایم شود - . . . و آواز دہد کہ بل غلب انصار اللہ و اولیاؤ او تعالیٰ بر کافراں ازیں قول کہ صلیب غالب آمد۔ غضب فرماید۔ و جبرئیل علیہ السلام در دو لک فرشتہ فرود شود"۔ آخر روایت میں ہے "مسلماناں احاطہ مدینہ کفر کنند شب جمعہ بہ تحمید و تکبیر و تہلیل" اسی کتاب کے صـ۲۸۳ میں ہے "اینہا تکبیر بر آرند۔ پس دیوار ہائش بفتد۔ . . . مسجد ہا بنیاد نہند پس در بلدہ دیگر در آیند"۔ اس سے ظاہر ہے کہ غلب الصلیب کی آواز سُنکر مسلمانوں سے جو شخص آواز دیگا۔ اور دوسری روایت کے مطابق جو اٹھکر سولی کو توڑ دیگا۔ یعنی مسیح موعودؑ کا سر صلیب کے زمانہ میں زمینی نہیں بلکہ آسمانی لشکروں کے ساتھ اسلام کو فتح حاصل ہوگی۔ اور مدینہ کفر کی دیواروں کو توپوں سے نہیں۔ بلکہ لا الہ الا اللہ کے گولوں سے منہدم کیا جائیگا۔ تثلیث کے مقابلہ میں توحید کا ہتھیار چلانیوالے فاتحین مدینہ کفر میں قلعہ نہیں۔ بلکہ مسجد کی بنیاد قایم کرینگے۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ کہ ان میں نہ کوئی نائم ہوگا۔ نہ جالس۔ یہی تعریف ان بہادروں کی یسعیاہ باب ۲۶ میں موجود ہے۔ اس لئے رہبانان لیل و شیران نہار یہ نہیں کہ سب کے سب اسی شہر میں بیٹھے رہیں۔ بلکہ بنیاد مسجد کے وقت بلدہ دیگر (امریکہ) کا رُخ کرینگے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے۔ کہ جب مسلماناں عیسائیوں کے ساتھ مرج میں اترے ہوئے ہونگے۔ تو اس وقت غلب الصلیب کی آواز کو سُنکر مسلمانوں سے ایک شخص کھڑا ہوگا۔ اور مرج کے معنے ہیں۔ المرج الارض الواسعۃ ذات النبات تمرج فیہا الدواب۔ ای تسرح مختلطۃ کیف شاءت۔ واقعات نے جواس کی حقیقت سمجھائی وہ یہ کہ عیسائی مذہب نے اعتقادی طور پر حضرت عیسےٰؑ کے بارہ میں مسلمانوں کو اپنے قریب اور عملی حالت میں شِیر و شکر پاکر ایسی چال اختیار کی۔ کہ مسلمانوں سے لاکھوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس خرابی کو دیکھکر خدا تعالیٰ نے مسلمانوں سے ایک شخص کو مبعوث فرمایا۔ جس نے

دلائل اور براہین کے حربہ کے ساتھ صلیبی عقیدہ کا رد کیا۔ تمام مسلمانوں سے صرف ایک شخص کا مقابلہ کیلئے کھڑا ہونا بتاتا ہے۔ کہ اس وقت کے اہل اسلام عقیدہ میں عیسائیوں کے ساتھ ایسا ملاپ کرینگے۔ کہ غلبۃ الصلیب کی آواز کو سنکر اُف تک نہ کرینگے۔ ہاں جری اللہ فی حلل الانبیاء کے آنے سے کچھ لوگ۔ جو دعا۔ دلائل کے اسلحہ سے غافل سوئے ہوئے ہونگے۔ اٹھ کھڑے ہونگے۔ مگر بعض بدنصیبوں کے حق میں آیا ہے لایتوب اللّٰہ الیہم ابدًا۔ ایک اور حدیث میں اس پہلوان خدا کا ذکر اس طرح آیا ہے۔ فینزل منہم رجل ... فیجد ہم موتی فینادیہم الا البشرۃ الخ (ابن ماجہ) موتی سے ظاہر کہ وہ آکر اس قوم کو جو مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ دینی رنگ میں مردہ پائیگا اس لئے مسلمانوں کو آواز دیگا۔ کہ آؤ میری دعا۔ دلائل کا اثر دیکھو۔ کہ کسطرح شرک کی گندگی کو توحید کا پانی زمین سے دور کرتا ہے۔ اور درد بھری آہیں پرندوں کی شکل میں نمودار ہو کر تمہیں فتح انجیر کا نظارہ دکھاتی ہیں۔ بلکہ تمہارے چوپائے (جاہل۔ بے علم) آج میری تعلیم کی برکت سے دنیا کے ان عقلمندوں کا جو بلحاظ دین کے موتی میں داخل ہیں گوشت کھائینگے۔ یعنی ان کی بیدینی کو دیکھ کر ان کی برائیوں کو بیان کرینگے۔ (چہارم) جن مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ عنقریب مہدی ظاہر ہو کر قسطنطنیہ کو فتح کریگا۔ ان کے عقیدہ کے مطابق اسلام کے لئے اس سے بڑھکر خطرناک دن آنیوالے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ مانتے ہیں۔ کہ آئندہ کسی یہودی یا عیسائی کے ہاتھ سے نہیں۔ بلکہ ایک ایسے شخص کے ہاتھ سے جو ابوسفیان کی اولاد سے ہوگا۔ مدینہ منورہ وغیرہ مقامات تباہ او رویران ہونگے۔ ذیل کی روایات پر غور کرو۔

(۱) ویبعث الیہ بعث من اہل الشام فیخسف بہم بالبیداء بین مکۃ والمدینۃ (ابوداؤد) چوں سفیانی خبر ظہور وے علیہ السلام بشنود۔ ..... این لشکر تا سہ روز مدینہ را استباحت گرداند۔ وقتال کنند۔ ومہدی را جستجو نماید۔ واز مدینہ برآمدہ در طلبش قصد مکہ کند۔ چوں در بیداء نام وادی برسد اول وآخر و اوسط ہمہ بہ فرو رود۔ واحدے نجات نیابد۔ مگر مرد یکہ نذیر سفیانی وبشیر مہدی باشد (حجج الکرامہ صفحہ ۳۰۵)

ہمارے بھائیوں کو مدینہ منورہ کا ویران ہونا منظور ہے۔ مگر حضرت مرزا صاحب کے دعوٰی کو ماننا مشکل۔ افسوس۔ حالانکہ مدینہ سے مکہ پر چڑھائی کرنیوالے لشکر کا واقعہ گذر چکا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اسوقت لشکر والے اتنا بھی نہ سوچینگے۔ کہ یہ آخری زمانہ ہے قسطنطنیہ پر مخالفوں کا قبضہ ہو چکا۔ آسمان سے ھذا خلیفۃ اللہ المھدی کی آواز آ رہی ہے۔ دُور دُور سے لوگ بیعت کے لئے مکہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ اور مہدی کے ظہور کا بھی یہی مقام ہے۔ ہم غریب ہی سے اٹھکر کیوں اس پر حملہ کرتے ہیں۔ سُنو! مکہ یعنی اسلام میں جب مہدی کا ظہور ہوا۔ تو مدینہ سے ایک لشکر یعنی آنحضرت صلعم کی پیروی کا دعوٰے کرنے والے مسلمانوں نے اس پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ آخر بیدا یعنی ایسے زمانہ میں جس میں بڑے بڑے پہاڑ بھی اُڑ کر زمین ہموار بن رہی ہے۔ آکر زمین میں غرق یعنی ذلیل ہو گئے۔ جس کا خود ان کو اقرار ہے۔ اب صرف دو شخصوں منذر و بشیر یعنے جماعت احمدیہ نے جو زمین میں رہنے والوں کے مقابلہ میں بہت ہی قلیل ہے۔ نجات حاصل کی۔ جو ایک طرف مہدی پر حملہ کرنیوالوں کو اس جماعت کے مبلغین ڈرا رہے ہیں کہ اس ذلت سے عبرت حاصل کرو۔ اور دوسری طرف یورپ والوں کو مسیح موعودؑ کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔ (۲) مغربی در تفسیر خود زیر کریمہ و لو تری اذ فزعوا۔ الخ۔ گفتہ نزول این آیۃ در حق سفیانی ست۔ ... خدا تعالےٰ ایمان از دلِ وے و لشکریان وے محو سازد۔ ... سی ہزار زن دوشیزہ ... صبح دم آنہا را برہنہ سر در بازار بفروشند۔ ... مدینہ را محاصرہ کند۔ و قتل عظیم در شہر واقع شود۔ تا آنکہ مردے و زنے از اہل بیت کشتہ شود۔ نام آں مرد محمدؐ یا علیؓ باشد و نام زن فاطمہ و ایں ہر دو را برہنہ بر دار کشند۔ خدا تعالےٰ سخت بخشم در آید۔ و ولی خدا ایں خبر دریافتہ ... بر آید و مردم از ہر سو از ہر زمین ہمچو ناقہ بسوئے بچہ فراہم شوند۔ وے چوں در مکہ رسد۔ آنوقت اقامت نماز گفتہ باشند او را گویند۔ کہ امام شو۔ وے گوید۔ من امام نمے شوم۔ شما ہمانید کہ عہد شکستید و غدر انداختید۔ ... و اما بعد از اں مردم بر
بیعت او مداعی کنند۔ ہمچو تداعی شتران تشنہ بر حیاض یوم الورود (حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۷)

(۲) مجاہد گفتہ۔ بیروں نیاید مہدی تا آنکہ کشتہ شود نفس زکیہ و چوں کشتہ شود وے غضب کند بر ایشاں آنکہ در آسمان ست و بیایند مردم پیش مہدی و شتاب برند۔ او را۔ ... و اخرج نحوہ نعیم بن حماد عن عمار بن یاسر و لفظ وے اینست۔ چوں کشتہ شود نفس زکیہ و برادر وے در مکہ بطریق ضیعہ ندا کند منادی از آسماں کہ امیر شما فلان ست و آں مہدی باشد ... شیخ علی تقی ؒ در رسالہ خود نوشتہ کہ پیش از ظہور مہدی علامتے چند باشد یکے آنکہ سیدے بیگناہ ہاشمی میاں حجر اسود و مقام ابراہیم کشتہ شود۔ (ایضاً صفحہ ۳۴۵) (۳) بعدہ سفیانی فساد دراز کند۔ و اظہار کفر نماید تا آنکہ در روز روشن در مسجد دمشق با زناں ... بر مجلس شرب خمر تا آنکہ زنے آمدہ بر زانوے سفیانی در محراب مسجد بنشیند۔ و مردے مسلم برخاستہ بگوید وائے بر شما کافر شدید بعد ایمان آوردن ایں حلال نیست۔ سفیانی از جا برخاستہ گردن او ہم در مسجد بزند ... و منادی از آسماں ندا کند۔ کہ اے مردماں خدا تعالےٰ والی ساخت بر شما خیر امت محمد صلعم را پس لاحق شوید او را بمکہ مکرمہ کہ او مہدی ست و نام او احمد بن عبد اللہ است (ایضاً صفحہ ۳۴۶)

فتنہ سفیانی کی فکر کرو

سکرٹری انجمن تائید الاسلام جو اپنے ضمیمہ میں لکھتا ہے۔ کہ مرزائیوں کی شامت اعمال کے سبب سے قسطنطنیہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا وہ اپنے مسلمانوں کی حالت پر غور کرے۔ اور مسلمان بھی عرب و شام کے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر روایات متعلقہ سفیانی و مہدی و عیسےٰ کا یہی مطلب ہے۔ جو تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ تو پھر بجائے اس کے کہ تم قسطنطنیہ کے بارہ میں عیسائی سلطنتوں اور احمدیوں کو برا بھلا کہو۔ تمکو یہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ مکہ۔ مدینہ۔ بغداد۔ کوفہ دمشق وغیرہ مقامات میں اپنے واعظین بھیجکر اس سفیانی فتنہ سے وہاں کے لوگوں کو آگاہ کرو۔ کہ اب امام آخر الزماں کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک سفیانی کی نسبت بھی بہت سی پیشگوئیاں کتابوں میں درج ہیں۔ اس لئے تمکو ہشیار رہنا چاہیئے۔ کہیں اس کے فریب میں نہ آجانا۔ کیونکہ عیسائی اگر اسلامی ممالک پر قابض

ہو گئے ہیں۔ تو انہوں نے نہ تو کہیں عورتوں کے پیٹ چاک کئے۔ اور نہ ہی معصوم بچوں
کو قتل کیا۔ بخلاف سفیانی کے جیسا "آنکہ شکم زناں را بدرد و کودکاں را بکشد" اور نہ عیسائیوں
نے کسی عورت کو برہنہ سر بازار میں فروخت کیا۔ ایسا ہی اگر حضرت مرزا صاحب نے
مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ تو سوائے اس کے کہ انہوں نے اپنے دعویٰ کے
ثبوت میں عقلی و نقلی دلائل پیش کر کے مسلمانوں کی اعتقادی و عملی کمزوریوں کو دور فرمایا
اور ان کو نرمی اور صلح کی تعلیم دی۔ کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ لہذا سیکرٹری
اور اس کے ہمخیالوں کو سفیانی فتن کے انسداد کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور اگر کہو۔
کہ ان باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ تو پھر امام آخر الزمان کے ظہور کے لئے تمہاری
دعا کے یہ معنے ہونگے۔ کہ یا الہی اسلامی ممالک کی تقسیم اور قسطنطنیہ پر مخالفوں کے
قابض ہونے کی پیشگوئی تو ہم نے اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھ لی۔ اب
بار خدایا وہ دن کب آئینگے۔ کہ سفیانی لوگوں کے ہاتھوں سے مدینہ کی گلیوں میں
سادات کے خون کی نہریں چلینگی۔ اور دمشق کی مسجد میں ... مجلس شراب مسلم
نفس زکیہ۔ محمد کے مارے جانے اور ایک بیگناہ سید ہاشمی کے حجر اسود اور مقام
ابراہیم کے درمیان قتل ہونے کی خبریں ہمارے کانوں میں پہونچینگی۔ تاکہ ہمارے
مضطر اور بیقرار دلوں کو تسکین اور تسلی حاصل ہو۔ کہ اب ہمارا امام مکہ میں ظاہر ہو کر
مدینہ پر چڑہائی کریگا۔ خدایا وہ دن جلد لا۔ کہ عرب و شام کے مسلمانوں سے مرتد کافر ہو کر
سفیانی ظالم کے ساتھ ملنے والوں کے مقابلہ میں ہمارا امام اپنے ساتھیوں سے بھی
تیسرا حصہ بھگوڑوں کا چھوڑ کر سو سے ننانوے کی قربانی کرتا ہوا قسطنطنیہ کی دیواروں
پر اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ لیکن ہمارے بھائیوں کیلئے یہ فتح بھی چنداں خوشی کا موجب
نہ ہوگی۔ ساتھ ہی دجالی فتنہ کھڑا ہو جائیگا۔ اور ستر ہزار جبہ پوش امت محمدیہ سے نکل کر
دجال کے ساتھ جا ملینگے۔ امام صاحب اور آپکے ساتھیوں میں اس شیطان کے مقابلہ کی طاقت
نہ ہوگی۔ اس لئے بنی اسرائیلی نبیوں میں سے ایک نبی یعنی حضرت عیسےٰ کو آسمان سے اتر پڑیگا
حضرت عیسےٰ اپنے ساتھیوں کے چہروں سے گرد و غبار جھاڑ رہے ہونگے۔ کہ دفعتاً وحی

نازل ہوگی۔ یاجوج ماجوج آتے ہیں۔ کوہ طور کی طرف بھاگ جائیو۔ وہاں بھوکے پیاسے اپنی زندگی کے دن گذارینگے۔ آخر ایک آگ ظاہر ہوگی۔ جو لوگوں کو سؤر بندروں کے ساتھ اکٹھا کریگی معلوم نہیں۔ یہ سؤر حضرت عیسےٰ سے کس طرح بچ جائینگے۔

پیشگوئی کی اصل حقیقت

الغرض فتح قسطنطنیہ کی لئے ایسے مہدی کا انتظار کرنا جس کے آنیسے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی تباہی اور ویرانی لازم آئے۔ مسجدوں اور کوچوں میں بیگناہ انسانوں کے خون بہائے جائیں میں نہیں سمجھتا۔ کہ کوئی عقلمند اور اسلام کا سچا خیر خواہ ایسے عقیدہ کا معتقد ہو۔ بھائیو جس مسلم محمد۔ نفس زکیہ سید کے مارے جانے کی پیشگوئی تھی۔ وہ پوری ہو چکی۔ اور جس احمد۔ ولی خدا۔ مہدی نے آنا تھا۔ وہ آگیا۔ مکہ۔ مدینہ۔ دمشق کے ناموں سے اصل مطلب کے سمجھنے میں ٹھوکر نہ کھاؤ۔ پیشگوئیوں میں عجیب راز ہوتے ہیں۔ اسلام ہی وہ مسلم۔ محمد تھا جس کو مسجد کے مولویوں نے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا۔ اس کی اس حالت کو دیکھ کر خدا نے اپنے ایک ولی یعنی مہدی کو بھیجا۔ کسوف خسوف کے رنگ میں آسمانی آواز بھی تمہارے کانوں میں پہنچادی۔ سورج۔ چاند کو کیوں سیاہ کرکے دکھایا۔ تاکہ تم خدا تعالےٰ کے غضب سے ڈر جاؤ۔ اور من عادلی ولیاً فقد اذنتہٗ بالحرب کو یاد کرو۔ اس ولی خدا یعنی احمد کو تم اس نشان کے سبب سے شناخت کر سکتے ہو۔ کہ جب تم نے اس کو اپنے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کے لئے کہا۔ تو اس نے "من امام تمے شوم شما ہمانید کہ عہد شکستید" کا جواب دیکر تم سے علیحدگی اختیار کی۔ کہ میں ایسے غداروں کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اور نہ ان مُردوں کا امام بننا چاہتا ہوں۔ کہ جنہوں نے عہد تو یہ کیا تھا۔ کہ ہم دمشق کے شرقی منارہ پر اترنے والے عیسیٰ نبی اللہ کے ساتھ ہو کر دنیا کے سامنے اپنے آقا و مولےٰ جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے کا ثبوت اس طرح پیش کرینگے۔ کہ اگر کوئی حق کا پیاسا ہے۔ تو وہ آج جناب محمد صلعم کے ایک غلام کے حوض پر حاضر ہو۔ مگر افسوس کہ اس عہد کی پرواہ نہ کی۔ اور دمشق کی مسجد میں بیچارے مسلم کو مار ڈالا۔ اور مدینہ میں محمد کو برسر دار پر کھینچا۔ اور مکہ میں ایک بیگناہ

سنبد کو قتل کیا۔ یعنی دمشقی فساد۔ اور صلیبی فتنہ میں مبتلا ہو کر اسلام کی بے حرمتی کی۔ پس تمہاری اس عہد شکنی اور غداری کی وجہ سے تم سے علیحدہ نماز پڑھنے والا ولی خدا جس کے حوض نبوت پر پیاسے اونٹوں کی طرح دور دور سے لوگ وارد ہو رہے ہیں۔ یعنی وہ مہدی معہودؑ اور مسیح موعودؑ ہے۔ کہ جب مولویوں پادریوں نے اپنے فتنہ کی تیغ بیدریغ سے اسلام کے دو ٹکڑے کر دئیے۔ تو خدا تعالے نے اس کو وقت پر بھیجدیا۔ تاکہ اس مردہ کو زندہ کرے۔ "مردے وزنے از اہل بیت کشتہ شود" کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کو پڑھو۔ یقیم الشریعۃ و یحیی الدین۔ یہ جو بعض روایات میں آیا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں کعبہ ویران ہوگا" از کعب آمدہ کہ وقوع ایں خواب در زمن عیسے علیہ السلام باشد (حجج الکرامہ صد ۴۲۵) اور آنحضرت صلعم کے منبر پہ لومڑی چڑھ کر بیٹھ جائیگی۔ اور کوئی اس کو اٹھانیوالا نہ ہوگا۔ (لا تقوم الساعۃ حتی یجیء الثعلب فیربض علی منبر النبی صلعم فلا ینھضہ) کتے بھیڑئیے۔ درندے مسجد نبوی میں کسی کو نماز نہ پڑھنے دینگے۔ (لا تقوم الساعۃ حتی تغلب علی مسجدی ھذہ الکلاب والذیاب والقباع فیمر الرجل ببابہ فیرید ان یصلی فیہ فما یقدر علیہ) یہاں منبر مسجد میں اسلام کا حال بتایا گیا۔ جب تک دنیا آباد ہے۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔ کہ جنگل کے درندے حضورؐ کی مسجد کو اپنا مسکن قرار دیں۔ اور نماز پڑھنے والا مومن ان کو مسجد میں بیٹھا دیکھکر واپس ہو جائے۔ اور ایک لومڑی کو بھی اٹھانے کی کوشش نہ کرے۔ یہ درندے اور ہی تھے۔ جو مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مسجدوں کے اندر دیکھے گئے۔ پس اس فتنہ نے جس کے ہاتھ سے اسلام کی موت واقعہ ہوئی۔ حضرت مرزا صاحب کا مہدی اور امام آخرالزمان ہونا روز روشن کی طرح ثابت کر دیا۔ اب اس کے بعد قیامت تک کوئی ایسا فتنہ نہیں۔ ہمارے بھائی یاد رکھیں۔ اسلام نے صرف ایک ہی دفعہ اس فتنہ کے ہاتھ سے قتل ہونا تھا۔ "سو نہایت بیدردی سے اس کے جسم کو چاک کیا گیا۔" آئیندہ کوئی ایسا مہدی و مسیح نہیں آئیگا۔ کہ جس کے زمانہ میں پھر سفیانی کے ہاتھ سے اسلام کی تباہی ہو۔ یا کانا شیطان اس غریب کو پاؤں کے نیچے کچلے یا لمبے کانوں والے

اس کے پوست گوشت کو کھانے لگیں۔ اے کریم تو ایسا نہیں ہے کہ اسلام پر دد موتیں جمع کرے۔" اگر سفیانی کے یہ معنے جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ ہمارے مخالفین کو منظور نہ ہوں تو بتائیں۔ یہ سفیانی کون اور کہاں ہے۔ جسکا ذکر رسالہ حشریہ کی ایسی روایت جس میں قسطنطنیہ کی مسلمانوں کے قبضہ سے نکلنے کی پیشگوئی ہے۔ موجود ہے۔ کہ یہ لڑائی سفیانی کے وقت ہوگی۔ ہمارے پنجابی بھائی احوال الآخرة کے ان شعروں کو پڑہیں۔ یہ

وچہ بعض روایت پیدا ہوسی شخص الی سفیانی ــــ سیداں تائیں قتل کریسی ظالم اوہ شیطانی

شام ولایت ملک مصر دا قبضے اسدے آوے ــــ شاہ رومی نال قوم کفاراں نال لڑائی پاوے

یک دوجی قوم کفاراں وچوں کرن رومیہ ماری ــــ دشمن استنبول مرلسن کرسن اوہ سرداری

پس اب یا تو اس روایت کا انکار کریں۔ یا سفیانی کے متعلق ہمارے معنے قبول کرنے پڑینگے۔ انکار تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ واقعہ اسکی تصدیق کرتا ہے۔ ہم منتظر ہیں۔ کہ غیر احمدی احباب اپنے خیالی مہدی کے ثبوت میں قسطنطنیہ کے قبضہ کے ساتھ سفیانی کا پتہ دینے کی کوشش کرتے ہیں یا نہیں۔"

کرم داد از دولمیال

شیعہ دنیا کے واقعات بے نظیر

دسمبر ۱۹۱۹ء کے جلسہ ہائے نیشنل کانگریس و مسلم لیگ میں شورش پنجاب کے باعث مارشل لا کے ایام کی سزاؤں پر جو صدارتی تقریریں ہوئیں۔ اور جس جس طرح واقعات کو بوضاحت بیان کیا گیا۔ فاضل ایڈیٹر "اصلاح" پہلے پنڈت موتی لال صاحب نہرو و حکیم اجمل خانصاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔ پھر حکیم صاحب کی تقریر سے ذیل کا ایک فقرہ نقل کرتے ہیں:۔

"یہ ایسی سزائیں ہیں جنہیں ہم پچھلی تاریخ کے صفحات میں پڑھ سکتے ہیں۔ دورِ حاضر میں ایسی سزاؤں کا دیا جانا اور اس پر غرور اور فخر کرنا صرف انہی اشخاص کا کام ہوسکتا ہے۔ جو انسانی فضائل سے فائدہ حاصل کرنا نہیں چاہتے۔"

اس پر ارشاد ہوتا ہے۔

مگر ان سزاؤں میں ہم کو وہ سزائیں نہیں ملتیں۔ جو اس وقت دی گئیں۔ جبکہ انسانی فضائل کے حاصل کرنے کی ابتدا کی گئی۔ اور ان ہاتھوں نے ان کو انجام دیا۔ جو مسلمانوں کی ۷ کروڑ آبادی سے ۵ کروڑ کے ضرور پیشوا ہیں۔ دیکھو رسالہ اصلاح نمبر ۴ جلد ۲۳ بابت ربیع الاول صـ۲۷ و صـ۲۸

معزز ناظرین! فاضل ایڈیٹر صاحب اصلاح (جنہوں نے اس وقت دو کروڑ یا تمام شیعہ دنیا کی اصلاح اور حمایت کا بیڑا اٹھا رکھا ہے) کی دانشمندی اور تعصب بیجا کا اندازہ کرنا ہو تو ایک طرف حکیم صاحب کے نپے تلے ہوئے فقرہ کو اور دوسری طرف ایڈیٹر صاحب اصلاح نے جوبات سے بتنگڑ بنانے کی داغ بیل ڈالی ہے۔ مکرر سہ کرر بغور و خوض ملاحظہ فرمائیں باوجودیکہ حکیم صاحب نے مارشل لائی سزاؤں کو ایسا غیر معمولی نہیں قرار دیا ہے۔ جن کی نظیر صفحات تاریخ میں پائی نہ جائے۔ لیکن پھر بھی ایڈیٹر صاحب اصلاح فرماتے ہیں "کہ ان سزاؤں میں ہم کو وہ سزائیں نہیں ملتیں۔" الی آخرہ۔

پھر حکیم صاحب کا مطلب تو یہ ہے۔ کہ موجودہ روشنی اور تہذیب کے دور میں پبلک کو ایسی سزائیں دینا اور پھر ان پر فخر کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ فضائل انسانی حد کمال کو پہنچ گئے ہیں۔ لیکن ایڈیٹر صاحب کسی ایسے دور کا تذکرہ چھیڑنے کو ہیں۔ جب کہ بقول ان کے انسانی فضائل کے حاصل کرنے کی ابتدا کی گئی۔ اور آخر بڑی تحدی کے ساتھ ان سزاؤں کو منسوب کرتے ہیں۔ ۵ کروڑ مسلمانوں کے پیشواؤں کی طرف ہم ان حالات و واقعات کو بڑے ٹھنڈے دل سے سننے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ واقعات ہوں۔ اور ان کے کرنے والے واقعی مسلمانوں کے پیشوا ہوں۔

اس کے بعد ایڈیٹر صاحب نے چند واقعات کو سلسلہ وار تحریر فرمایا ہے۔ جن کا جواب بھی ذیل میں سلسلہ وار عرض کیا جاتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

(۱)

قولہ۔ آہ! اس مارشل لا میں ہم کو کوئی نظیر اس کی نہیں ملتی۔ کہ مالک بن نویرہ سے

صحابی کا سر کاٹ کر چولہا بنایا گیا جس کے سر میں اتنے بال تھے۔ کہ اس کی آگ سے خالد بن ولید سیف اللہ کا کھانا تیار ہوا۔ اور وہ آگ نہ بجھی۔

اقول ۔ مالک بن نویرہ ایسے صحابی تھے۔ کہ رسول صلعم نے ان کو صدقات کے وصول کرنے پر مامور فرمایا تھا۔ مگر جب رسول صلعم فوت ہو گئے۔ تو مترد ہو کر آپ نے صدقات کے جمع کردہ اونٹ قوم کو واپس کر دئے تھے۔ (اصابہ جلد ۶ صفحہ ۹۳۸)

نہ صرف یہیں تک بلکہ جیسے کہ مورخین اسلام نے لکھا ہے۔ سجاح مدعیہ نبوت باطلہ کے دام تزویر میں پھنس گئے۔ ان کے تردد و ارتداد کی بابت ذیل کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) واجتمع مالک و وکیع و سجاح فسجعت لھم سجاح وقالت اعدوا الرکاب واستعدوا للنھاب ثم اغیروا علی الرباب فلیس دونھم حجاب ۔ بقدر الحاجتہ

(کامل ابن اثیر جلد ۲ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۰۱ھ صفحہ ۱۷۶)

(۲) مورخ روضۃ الصفا مفصلاً لکھتے ہیں۔

"و چوں مہم او (سجاح) قوی شد بمالک بن نویرہ کہ رئیس بنی تمیم بود۔ و شعار اسلام داشت۔ نامہ نوشت۔ و او را بمتابعت خویش خواند۔ مالک از غایت سخافت رائے و قلت تدبر با سجاح ہمداستان گشتہ مرتد شد" روضۃ الصفا مطبوعہ بمبئی چھاپ قدیم جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ (ذکر سجاح و کیفیت اختلاط او با مسیلمہ)

ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ مالک بن نویرہ کیسے صحابی تھے۔ جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے جن مرتدین عرب کی سرکوبی اور تنبیہ کے لئے خالد بن ولید کو مقرر فرمایا تھا۔ ان میں مالک بن نویرہ بھی تھے۔ جن کی نسبت مورخین میں اختلاف ہے۔ کہ وہ دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔ یا مرتد ہی رہے تھے۔ خالد بن ولید پر ان کے رجوع الی الاسلام کی کیفیت مشتبہ رہی۔ اور ان کی اجتہادی غلطی یا نگہبانوں کی ایک عجیب غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔

باقی یہ کہ مالک بن نویرہ کے سر کو کاٹ کر چولہا بنانا اور (اس) کے بالوں کو جلا کر خالد بن ولید نے کھانا پکوایا۔ اور پھر بھی آگ بجھنے نہ پائی تھی۔ مبالغہ محض ہے۔

کوئی صاحب عقل سلیم اس کو واقعہ نہیں قرار دے سکتا۔

شیعوں کو امام حسین علیہ السلام جیسے عزیز الوجود امام اور سبط رسولؐ اور صحابی کے سر مبارک کی تو خبر نہیں۔ کہ بعد از شہادت کیا ہوا؟ کہاں پر دفن ہوا؟ تعجب ہے کہ مالک بن نویرہ کے سر اور بالوں تک کی خبر ان کو کسطرح ہو گئی۔ اور کس بناء پر اس کو تاریخی واقعہ مان لیا ہے؟

(۲)

قولہ "اس مارشل لاء میں کوئی نظیر اس کی نہیں ملتی۔ کہ میدان میں بڑے بڑے خطیرے بنائے گئے۔ اور ان میں زندہ لوگ جلائے گئے۔ اور قصور صرف اسقدر تھا۔ کہ وہ زکوٰۃ ان کو نہ دیتے تھے"

اقول۔ مارشل لاء میں ایسی نظیر نہ ملے تو کیا ہوا۔ دورِ خلافت مرتضوی میں جو اس کی نظیر موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ عبداللہ بن سبا اور اس کے اصحاب کے بارہ میں جناب علی علیہ السلام نے حکم دیا۔ کہ "ایک گڑھا کھودیں۔ اور اس میں آگ روشن کریں۔ اور اصحاب عبداللہ کو اس میں ڈال دیں۔ × × × آخر وہ سب جل گئے۔ مگر اپنے کفر سے باز نہ آئے" دیکھو ارشادیہ شرح رسالہ اعتقادیہ ابوجعفر قمی مطبوعہ لکھنؤ صہ ۳۱۹۔

پھر واضح ہو۔ کہ مانعین زکوٰۃ کا جلایا جانا بھی ثبوت طلب ہے۔ عام طور پر ابوبکر صدیق کے ذمے صرف فجاۃ سلمی کے جلانے کا واقعہ مشہور ہے۔ جو کہ بڑا بھاری ڈاکو اور دشمن اسلام واہل اسلام تھا۔ اور اس کے کسی قدر حالات بحوالہ کتاب ناسخ التواریخ قبل ازیں رسالہ تشحیذ میں شائع بھی کر چکا ہوں۔

ایڈیٹر صاحب زکوٰۃ کے قصور کو معمولی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ خداوند کریم زکوٰۃ نہ دینے والوں کو مشرکین قرار دیتا ہے۔ وویلٌ للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ دیکھو سورہ حم السجدہ رکوع اول پارہ ۲۴۔

عبداللہ ابن سبا اور اس کے اصحاب کو جناب علی علیہ السلام نے کیوں آگ میں

جلانے کا حکم دیا تھا؟ اس واسطے کہ وہ آنجناب کو خدا کہتے تھے۔ اور یہ شرک ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کا نہ دینا بھی شرک ہے۔ پس اگر زکوٰۃ نہ دینے پر جلانے کی سزا ظلم ہے۔ تو اصحاب ابن سبا کے جلانے کی سزا بھی ویسی ہی خلاف انصاف ہوگی۔ کیونکہ وہ بچارے تو عقیدت و ارادت کے جوش سے مجبور ہو کر جناب علیؓ کو خدا کہنے سے بھی نہیں چوکتے لیکن جناب علی علیہ السلام اس کے صلہ میں ان کو آگ میں پھینکوا کے اور جلا کے ہی چھوڑتے ہیں۔

پھر آپ تو زکوٰۃ کو معمولی خیال کرتے ہیں۔ لیکن آپ کے آیمہ کرام تو زکواۃ کو منجملہ ارکان اسلام قرار دیتے ہیں۔ دیکھو اصول الکافی کتاب الکفر والایمان باب دعایم الاسلام صد ۳۶۹۔

(۳)

قولہ ۔ ان واقعات میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ملا۔ کہ جس طرح حضرت ابن عباس کے دو کمسن بچے ماں کے روبرو ذبح کئے گئے تھے۔ اور پھر وہ قاتل صحابیٔ رسولؐ کے لقب سے ملقب ہے۔ بسر بن ارطاۃ۔

اقول ۔ مجھکو تعجب ہے۔ کہ ایک شیعہ کو ابن عباسؓ اور ان کی اولاد کے ساتھ ہمدردی کا احساس کیسے ہوا؟ کیونکہ بنی عباس کے سلوک سادات کرام کے ساتھ عام طور پر مشہور و معروف ہیں۔ اور بسر بن ارطاۃ کو صحابی رسول کس طرح قرار دیا گیا۔ جو امیر معاویہ کیطرف سے حضرت عثمان کے قاتلوں کو چن چن کر قتل کرنے پر مقرر کیا گیا تھا۔ چونکہ قتل عثمان کا بانی عبداللہ بن سبا ہے۔ جس کو شیعہ تعلیم و مذہب سے خاص تعلق ہے۔ اس واسطے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان بچوں کے ذبح کئے جانے کا باعث بھی فرقہ سبائیہ ہے اور پھر بسر ابن ارطاۃ یا امیر معاویہ مسلمانوں کے پیشوا کس طرح قرار دئے جا سکتے ہیں۔

شیعوں نے عباسؓ اور آل عباسؓ کو جو جو خطابات دئے ہیں۔ مختصراً ذیل میں عرض کرتا ہوں۔

(۱) حضرت عباسؓ کی نسبت ایک روایت منسوب بہ امام محمد باقر علیہ السلام میں۔

"ضعیف الیقین و ذلیل النفس" مروی ہے۔ دیکھو حیات القلوب جلد ۲ صد ۵۸۶

(۲) عبداللہ ابن عباسؓ اور عبیداللہؓ ابن عباسؓ کی نسبت مروی ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام ان دونوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ اور ان کے اندھے ہونے کی دعا مانگا کرتے تھے۔ اصل قال امیر المومنین علیہ السلام اللھم العن ابنی فلاں واعم ابصارھما کما عمی قلوبھما الاکلین فی رقبتی الخ مجالس المومنین مجلس سیم مطبوعہ ایران صد ۹۴۔

(۳) خاص عبیداللہ بن عباسؓ کی نسبت مروی ہے۔ کہ امام حسن علیہ السلام کے امیر لشکر تھے۔ امیر معاویہ کے مقابلہ کو بھیجے گئے۔ آخر ایک لاکھ درہم رشوت لے کر امیر معاویہ کے ساتھ جا ملے۔ اسی لغزش کی وجہ سے قاضی نوراللہ شوستری صاحب فتوی دیتے ہیں۔

و آخر عبیداللہ باآنہمہ نسبت و قرابت کہ با خاندان نبوت و طہارت داشت بواسطہ طمع زخارف دون دنیا پردہ حیا از میاں برداشت۔ و علم بیوفائی امیر المومنین حسن را بر افراشت۔ مجالس المومنین صد ۹۴

اسی عبیداللہ بن عباس کے دو صاحبزادوں عبدالرحمن و قثم نام کو بسر بن ارطاۃ نے قتل کر دیا۔

اب بسر بن ارطاۃ کی بابت غور فرمائیے۔ کہ وہ کیسا انسان ہے۔ اور کس طرح ملقب بہ صحابی رسول ہے۔

(۱) میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ بسر بن ارطاۃ لہ صحبۃ فیما قیل وقیل لا۔ واوردہ ابن عدی فی الکامل وقال الواقدی قبض النبی صلے اللہ علیہ وسلم وبسر صغیر لم یسمع منہ وقال ابن معین کان رجل سوء اھل المدینۃ ینکرون ان یکون لہ صحبۃ (جلد اول مطبع محمدی لکھنؤ۔ صد ۱۲۴)

(۲) اسد الغابہ میں ہے۔ قال الواقدی ولد قبل وفاۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم بسنتین وقال یحیے بن معین واحمد بن حنبل وغیرھما قبض رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم وھو صغیر وقال اھل الشام سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم × × × قال ابو عمر کان یحیی ابن معین یقول لا تصح لہ صحبۃ وکان یقول ھو رجل سوء" (جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۹)

(۳) اصابہ - وکان من شیعۃ معویۃ ولہ اخبار شھیرۃ فی الفتن لا ینبغی التشاغل بھا" (مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳۰)

(۴) خلاصہ تذھیب تہذیب الکمال میں ہے - قال الواقدی وکاتبہ محمد بن سعد لم یسمع من النبی صلی اللہ شیئاً وقال احمد وابن معین لا صحبۃ لہٗ ولی بسر الیمن لمعاویۃ ولہٗ بھا آثار قبیحۃ (مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۰۱ صفحہ ۴۷)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ بسر کو صحبت رسول صلعم نصیب نہیں ہوئی - کیونکہ بوقت وفات آنحضرت صلعم وہ صرف دو برس کا تھا یحییٰ ابن معین اور امام احمد بن حنبل و واقدی ابن سعد اور اہل مدینہ بالاتفاق اس کے صحابی یا راوی رسول ہونے سے انکاری ہیں - اور سب نے لکھا ہے - کہ وہ بہت ہی برا اور فتنہ پرداز شخص تھا - البتہ شامی کہتے ہیں - کہ اس کو رسول صلعم سے سماعت کا شرف حاصل ہوا ہے -

لیکن مذکورہ بالا بزرگان ملت جن میں مدینہ والے بھی شامل ہیں کا اجماع صرف اہل شام کے کہنے یا انکی تقلید میں ایڈیٹر صاحب اصلاح کے ادعا پر کہ وہ ملقب بہ صحابی رسول ہے - ہرگز ٹوٹ نہیں سکتا - ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا

ان حوالہ جات کو دیکھ کر ایڈیٹر صاحب اصلاح کی دیانت اور الٹی منطق کو دیکھئے - کہ بسر بن ارطات جیسے بدنام و گمنام اشخاص کے افعال شنیعہ کی بنا پر سب صحابہ رسول کو عموماً اور خلفائے راشدین رسول صلعم کو خصوصاً بدنام کرنے اور انکی نسبت بدظنی پھیلانے کی کیسی شرمناک کوشش کی ہے -

(۴)

قولہ - ان واقعات میں کوئی واقعہ ہم کو ایسا نہ ملا جس سے اس کی نظیر ملتی - کہ حقدار خلافت کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا - کہ اس کا گھر جلایا جاتا -

اقول۔ کاش کہ کسی معتبر کتاب کا حوالہ بھی دیا ہوتا۔ جس سے اس قسم کے شبہات باطلہ کی تائید یا تردید کا موقعہ ملتا۔

سیر صاحب! مہربانی کر کے پہلے تو اس حقدار خلافت کا پتہ دیجئے۔ پیچھے اس کا گھر جلائے جانیکا استفتا نہ فرمائیگا۔

کیا وہ حقدار خلافت سعد بن عبادہ انصاری تھے۔ جنہوں نے انصار کی تحریک پر سقیفہ بنی ساعدہ میں جا کر سب سے پہلے خلافت کا مسئلہ چھیڑ اٹھا۔ یا حقدار خلافت جناب علیؓ تھے۔ جو مجمع بنی ہاشم میں حضرت سیدہ کے گھر خلافت کے جوڑ توڑ کر رہے تھے۔ اور زبیرؓ ان کے زبردست حامی ننگی تلوار کندھے پر رکھ کر فرما رہے تھے۔ کہ جبتک جناب علی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جائے۔ ہم تلوار نیام میں نہیں ڈالنے کے۔ دیکھو بخاری و طبری وغیرہ اور پھر یہ دیکھا جائیگا۔ کہ ان حقداروں نے خود اپنے حقوق کی حفاظت کہاں تک کی۔ اپنے مخالفین کے مقابلہ میں عام مسلمانوں کے روبرو کہاں تک صدائے احتجاج بلند کی۔ ورنہ صاف طور پر سمجھا جائیگا۔ کہ حقداران بحق رسیدند۔ و دوستان نادان حقیقت نہ فہمیدند۔ و ناحق بر نجیدند۔ و افتراہائے بے سر و پا تراشیدند۔

رسول صلعم کے مرض الموت کے موقعہ پر جناب عباس رضی اللہ عنہ نے جو خلافت کے استحقاق کا فیصلہ کروانا چاہا تھا۔ جیسے کہ بخاری کتاب الاستیذان میں ہے۔ اور جناب علی علیہ السلام سے کہا تھا۔ کہ اب وقت ہے۔ دریافت کر لو۔ تو کیوں جناب علی علیہ السلام نے اس راز کو سربستہ ہی رکھنے کو ترجیح دی تھی۔ اور کیوں تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر میں بالاتفاق جناب علی علیہ السلام کی زبان سے حضرت عثمانؓ کے انتخاب پر منقول ہے۔ کہ اگر ہمارے حق میں رسول صلعم سے کوئی وصیت ہوئی ہوتی۔ تو ہم آخر دم تک اس کی تکمیل و اجرا میں جان لڑاتے۔ اور کسی کو اپنے سے آگے قدم بڑھانے نہ دیتے۔

لو عہد الینا رسول اللہ صلی اللہ عہدا لانفذنا عہدہ ولو قال لنا قولاً لجادلنا علیہ حتی نموت لن یسرع احد قبلی الی دعوۃ حق وصلۃ رحم۔ طبری الجزء التاسع صد ۲۷۹۲۔ و کامل ابن اثیر جلد ۳ صد ۳۱

اور اسی طرح پر اگر جناب علی علیہ السلام کے حق میں خلافت کی کوئی خاص نص ہوتی۔ تو آخری خطبہ میں جبکہ تمام مہاجرین و انصار موجود تھے۔ کیوں آنحضرت صلعم انصار کی سفارش کرتے ہوئے فرما گئے ہیں۔ "پس کسے کہ والی امر سے شود درمیان مسلماناں باید کہ نیکوکار انصار را نبوازد و از بدکردار ایشاں عفو نماید۔" دیکھو حیات القلوب جلد ۲ صہ ۶۵۲ اور یہ روایت دراصل اصول کافی میں منقول ہے جس کا ترجمہ ملا باقر نے فارسی میں بعبارت مذکورہ کیا ہے۔ اور اگر کوئی خاص منصوص خلیفہ رسول صلعم کی طرف سے مقرر فرمایا ہو چکا ہوتا۔ تو انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں منا امیر و منکم امیر کی تجویز کیوں پیش کرتے۔

خوف طوالت مانع ہے۔ ورنہ اور روایات بھی عرض کرتا۔ تو مختصر یہ ہے۔ کہ جب کسی حقدار خلافت کا تعین پیشگاہ نبوت سے ثابت ہی نہیں ہے۔ تو اس کے گھر جلائے جانے کی بحث سرے سے ہی فضول ہے۔ اور میں فاضل ایڈیٹر صاحب کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ حقدار خلافت کے گھر جلائے جانے کا کوئی معقول ثبوت پیش کریں۔ ورنہ اپنا بے بنیاد اعتراض واپس لیں۔

اور اگر آپ کے پیش نظر وہ روایت ہے جس میں آیا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق کے خلیفہ منتخب ہو جانے کے وقت بنی ہاشم اور زبیر رضی اللہ عنہم حضرت سیدہ کے گھر میں جمع ہو کر کسی اور کو خلیفہ بنانے کی سازش کر رہے تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے آکر حضرت سیدہ سے عرض کی تھی۔ کہ اس مجمع کو اپنے گھر سے منتشر فرما دیجئے۔ ورنہ میں اس کو جلا دونگا۔ تو اس سے تو صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ حقدار خلافت پہلے سے خدا و رسولؐ کی برگزیدہ جماعت مہاجرین و انصار کی طرف سے مقرر و منتخب ہو چکا تھا۔ اور اس کے بعد جو مخالفانہ کوشش و سازش تھی۔ وہ ناحق اور باغیانہ اور سبیل المومنین کے مخالف تھی۔ اور اس کا فوری دفعیہ اشد ضروری تھا۔ ورنہ افتراق امت کا اندیشہ قوی تھا۔ اور بفرض تسلیم روایت مذکورہ حضرت عمرؓ سے گھر جلانے کے قصد ہی کا احتمال ثابت ہوگا۔ نہ واقعاً گھر جلانے کا۔ جسکو انشاء اللہ آپ ثابت نہیں کر سکتے۔

لیجئے ایک روایت میں عرض کر دیتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب علیؓ

علیہ السلام کے ایک نائب نے ان کی خلافت میں ایک پناہگزین مخالف کو ایک گھر میں واقعی آگ لگادی جس سے وہ اور اس کے ۶۰ یا ۷۰ ساتھی سب جلکر خاک ہو گئے۔ وھوھذا۔

بخاری میں آنحضرت صلعم کے سناوالے خطبہ کے ضمن میں عبدالرحمن بن ابی بکرہ نے اپنے بارہے مشہور حدیث شریف لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض ذکر کرنے کے بعد روایت کی ہے کہ فلما کان یوم حرق ابن الحضرمی حین حرقہ جاریۃ ابن قدامۃ۔ اس کی تفصیل میں مولوی وحیدالزمان حیدرآبادی شارح اردو بخاری لکھتے ہیں:۔

اور ابن ابی شیبۃ اور طبری نے نکالا۔ کہ عبداللہ ابن عباس جو حضرت علیؓ کی طرف سے بصرے کے حاکم تھے۔ وہ وہاں سے نکلے۔ اور زیاد بن سمیہ پدر ابن زیاد کو اپنا خلیفہ کرگئے۔ اس وقت معاویہ نے موقع پاکر عبداللہ بن عمرو حضرمی کو بھیجا۔ کہ جاکر بصرہ پر قبضہ کرلے۔ وہ بنی تمیم کے محلہ میں اترا۔ اور حضرت عثمانؓ کے طرفدار جو لوگ تھے۔ وہ اس کے شریک ہو گئے۔ زیاد نے حضرت علیؓ کو اس واقعہ کی خبردی۔ اور مدد چاہی حضرت علیؓ نے پہلے اعین بن صبیعہ ایک شخص کو روانہ کیا۔ لیکن وہ دغا سے مارڈالا گیا۔ پھر جاریہ بن قدامہ کو بھیجا۔ انہوں نے حضرمی کو اس کے چالیس یا ستر رفقا ہمیت ایک مکان میں گھیر لیا۔ اور اس میں آگ لگادی۔ حضرمی اور اس کے ساتھی سب جلکر خاک سیاہ ہو گئے۔ چلو "خس کم جہاں پاک"۔ انتہی بالفاظہ دیکھو بخاری ترجمہ اردو پارہ ۲۹ کتاب الفتن ص۱۰۱ مطبوعہ احمدی لاہور۔

ابوبکر صدیقؓ کے نائب خالد بن ولید کے ہاتھوں مالک بن نویرہ کے قتل وغیرہ پر اعتراض کرنے والے جناب علی علیہ السلام کے نائب کی مذکورہ بالا کارروائی کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۵)

قولہ۔ ان واقعات میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا۔ کہ انکار خلافت کے سبب سے

لوگ کنوئیں میں ڈالے جائیں - اور پہاڑوں سے گرائے جائیں -

اقول - خدا جانے یہ روایات کس تاریخ سے لی گئی ہیں جس کے مؤرخ نے ان سزاؤں کی وجہ انکار خلافت لکھی ہے - جہاں تک مجھکو فرصت ملی - اور میں نے تواریخ اسلام میں ان واقعات اور پھر ان کے اسباب کی تحقیق کی ہے - مجھکو یہ معلوم ہوا ہے - کہ یہ سزائیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی خالد بن ولید کے ذریعے ظہور میں آئی ہیں - لیکن اڈیٹر صاحب نے ان کی جو وجہ بیان فرمائی - وہ بالکل ٹھیک نہیں ہے - بلکہ جیسے کہ طبری نے تصریح کے ساتھ لکھا ہے - یہ وہ لوگ تھے - جنہوں نے بعد وفات رسول صلعم عرب کے عالمگیر ارتداد کے وقت بیکس مظلوم مسلمانوں کے ساتھ بھی ایسے ہی وحشیانہ سلوک کئے تھے - اور خلیفہ برحق نے ان مظلوم مسلمانوں کا انتقام لینے کی خاطر خالد کو ارشاد فرمایا تھا - کہ ان سفاک اور بیباک مرتدوں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جائے -

چنانچہ نمونہ کے طور پر طبری کی اصل اور چشم دید عبارت ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے :-

واقبلت بنو عامر بعد ہزیمة اہل بزاخة یقولون ندخل فیما خرجنا منه فبایعہم علی ما بایع علیه اہل البزاخة من اسد وغطفان وطی قبلہم واعطوہ بایدیہم علی الاسلام ولم یقبل من احد من اسد ولا غطفان ولا ہوازن ولا سلیم ولا طی الا ان یاتوہ بالذین حرقوا ومثلوا وعدوا علی اہل الاسلام فی حال ردتہم فاتوہ بہم فقبل منہم الا قرة بن ہبیرة ونفرا معه اوثقہم ومثل بالذین عدوا علی اہل الاسلام فاحرقہم بالنیران ورضخہم بالحجارة ورمی بہم من الجبال ونکسہم فی الآبار وخزق بالنبال وبعث بقرة وبالاساری وکتب الی ابی بکر ان بنی عامر اقبلت بعد اعراض ودخلت فی الاسلام بعد تربص وانی لم اقبل من احد قاتلنی او سالمنی شیئا حتی یجیئونی بمن عدا علی المسلمین فقتلتہم کل قتلة وبعثت الیک بقرة واصحابه - دیکھو طبری جزو ۴ واقعات سنہ ۱۱ھ مطبوعہ یورپ صفہ ۱۹۰ -

یعنے اہل بزاختہ نے جب خالد کے ہاتھ سے شکست کھائی - تو بنو عامر آکر حاضر ہوئے

اور کہا۔ کہ جس دین سے ہم نکل گئے تھے۔ اب اس میں داخل ہوتے ہیں۔ پس جس طرح منجملہ اہل بزاخہ قبایل اسد و غطفان وطے نے ان سے ماقبل بیعت کی تھی۔ اسی طریق یہاں کی بیعت بھی لی۔ اور انہوں نے اسلام قبول کر کے صدقات اپنے آپ سے لاکر حاضر کئے۔ لیکن خالد نے اسد و غطفان و ہوازن و سلیم و طے کے صدقات کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔

جب تک وہ ان لوگوں کو لا حاضر نہ کریں۔ جنہوں نے مرتد ہو کر مسلمانوں کو جلایا اور مثلہ کیا۔ اور ان پر ظلم و زیادتی کی۔ پس انہوں نے ان کو لا حاضر کیا۔ تب خالد نے ان کے صدقات کو قبول کیا۔ سوائے قرہ بن ہبیرہ اور اس کے ہمراہیوں کے۔ جن کی مشکیں باندھ لیں۔ اور جن لوگوں نے مسلمانوں پر ظلم کئے تھے۔ ان کو آگ میں جلایا۔ سنگسار کیا۔ پہاڑوں سے گرایا۔ کنوؤں میں پھینکوایا۔

اور قرہ اور اس کے ساتھ والے قیدیوں کو ابوبکرؓ کے پاس روانہ کر کے لکھدیا۔ کہ بنی عامر نے سرکشی کے بعد اطاعت اختیار کر لی ہے۔ اور ایک عرصہ انتظار کر کے اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور مخالفین کیطرف سے جنہوں نے میرا مقابلہ کیا۔ یا مصالحت کی میں نے کوئی چیز نہیں لی۔ اسوقت تک جبتک کہ انہوں نے ان لوگوں کو میرے حوالے نہیں کر دیا جنہوں نے مسلمانوں پر تعدی کی تھی پس میں نے ان کو قتل کر کے ہی چھوڑا ہے۔ اور قرہ اور اس کے ساتھیوں کو آپ کے حضور میں بھیجتا ہوں۔

اسی طرح روایت مذکورہ کے متصل بعد ہی ایک مراسلہ ابوبکر صدیقؓ کا خالد کے نام ہے جس کے شروع میں دعائے برکت ہے۔ بعدہٗ لکھا ہے:۔

واتق اللہ فی امرک فان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون جد فی امر اللہ ولا تمنین ولا تظفرن باحد قتل المسلمین الا قتلتہ الی آخرہ (طبری ص ۱۹۰)

یعنی اے خالد اپنے کام میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ خدا ان ہی لوگوں کے ساتھ ہے۔ جو متقی ہوتے ہیں۔ اور وہ جو کہ نیکوکار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کام میں خوب کوشش کر۔ اور سستی نہ کر۔ اور جس کسی ایسے شخص پر فتح پائے۔ جس نے مسلمانوں کو قتل کیا

ہوا ہو۔ تو اوسکو ضرور قتل کر کے ہی چھوڑتا۔ دیکھو کیسا متقی خلیفہ ہے۔ اور اپنے نائب کو بھی تقویٰ اور انصاف کی تاکید کرتا ہے۔ کیا امید ہو سکتی ہے۔ کہ ایسا خلیفہ لوگوں پر ناحق ناروا ظلم و ستم رکھے ہرگز نہیں۔ فاضل ایڈیٹر پیغام پر افسوس ہوتا ہے۔ کہ جوشِ تعصب میں اصل حقیقت کو تو مخفی رکھتے ہیں۔ اور صرف ابوبکرؓ اور خالدؓ کے کشت و خون کو ہی دکھلاتے ہیں۔ جن لوگوں کو اصل کتابوں کے دیکھنے اور تحقیق و مقابلہ کا موقعہ نہیں ملتا۔ وہ ایسے مشہور و معروف شیعہ فاضل و مدعی اصلاح کی تحریروں اور حوالوں کو بالکل درست اور پتھر کی لکیر جانتے ہوں گے۔ لیکن اب تو بفضلہ تعالےٰ ان کی دیانت و تحقیق حق کا حال بخوبی روشن ہو گیا ہے۔ خدا تعالےٰ انکو ہدایت دے ؛

(۲)

قولہ ۔ واقعہ کربلا کی بھی کوئی نظیر نہ ملی۔ کہ ۷۲ سپاہیوں پر ۳۰ ہزار فوج نے پانی بند کر کے نیزہ و تلوار سے مارا ہو۔ اور اس کے اہل حرم کو قید کر کے دربدر پھرایا ہو۔ حالانکہ اسی شہید کے نانا کا کلمہ پڑھا جاتا ہے۔

اقول ۔ واقعہ کربلا نتیجہ ہے قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا اور دونو واقعات بالکل بہت سی باتوں میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ واقعہ کربلا کے بانی اور موجب اہل کوفہ تھے۔ انہوں نے ہی امام مظلوم علیہ السلام کو مکہ سے کوفہ میں طلب کیا۔ پھر انہوں نے ہی مقابلہ و مقاتلہ کیا۔ اور انہوں نے ہی اہل حرم کو اسیر کیا۔ حالانکہ دوسرے مسلمانوں کی طرح آدھا کلمہ نہیں۔ بلکہ کامل کلمہ پڑھتے تھے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ۔ یہ بات میں نے اپنی طرف سے بنا کر نہیں کہی۔ بلکہ اس امام معصوم کی کلام کا خلاصہ ہے۔ جو خود کربلا میں موجود تھے۔ اور اسیران حرم محترم کے قافلہ سالار بھی علیہ السلام۔ چنانچہ اصل عربی اور اس کا ترجمہ فارسی ناسخ التواریخ جیسی کتاب سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں :۔

فقال علی ابن الحسین بصوت ضعیف اتنوحون وتبکون لاجلنا فمن قتلنا ؛ سید سجاد باواز ضعیف فرمود۔ ہاں اے مردم برما بگریند و برما زجہ مے کنند۔ پس کشندۂ ما کیست؛ ماراکہ کشت ؛ وکہ اسیر گرفت ؛ (ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم مطبوعہ ایران صفحہ ۴۴۳)

ترجمہ اردو - پس امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام نے دھیمی آواز سے فرمایا - اے لوگو! کیا تم ہمارے ہی حال پر آہ و زاری کر رہے ہو؟ تو پھر ہمارا قاتل ہی کون ہوا۔ کس نے ہم کو قتل کیا اور کس نے ہم کو قیدی بنایا؟ اور کوفیوں کی نسبت شیعوں کے قاضی القضاۃ نوراللہ شوستری کا فتویٰ ہے - کہ خاک کوفہ کا پید اشُدہ ضرور شیعہ ہی ہوتا ہے - خواہ بو حنیفہؒ کوفی ہی ہو - اور اسی طرح کوئی کبھی سُنّی ہوتا ہی نہیں ہے -

و بالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل نہ دارد - و سنّی بودن کوفی الاصل خلاف الاصل و محتاج بدلیل است - و اگر ابو حنیفہ کوفی باشد - دیکھو مجالس المومنین مجلس اول مطبوعہ ایران ص۲۵ -

لطیفہ - علامہ شوستری تو فرماتے ہیں - کہ کوفیوں کا شیعہ ہونا ایسا واقعہ ہے - کہ کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے - بلکہ کوفی الاصل کا سنّی ہونا خلاف واقعہ اور دلیل کا محتاج ہے - آج ہمارے شیعہ دوست برخلاف فتویٰ مذکورہ کوفیوں کے شیعہ ہونے کو خلاف واقعہ اور محتاج دلیل جانتے ہیں - اور ان کا سنّی ہونا ایسا امر واقعہ مانتے ہیں - کہ کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے ؛

(۷)

قولہ - ان واقعات میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا - کہ روضہ رسولؐ میں گھوڑے گدھے باندھے گئے - اور تین روز تک قتل عام جاری رہا - اور وہ ظلم کیا گیا - کہ ہزار حرامزادے خروج اہل شام کے نطفہ سے پیدا ہوئے -

اقول - یہ سب واقعات شہادت عثمان کے نتائج ہیں - جب کہ اسی مدینہ میں عبداللہ بن سبا کے بہکانے پر اکثر مصری اور کوفی اور مفسدہ پرداز لوگوں کا ہجوم تھا - اور رسول صلعم کے داماد جن کی تعظیم جانشین اور ذی النورین کی بے عزتی اور اذیت رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا گیا - ہفتوں تک گھر کا محاصرہ رہا - پانی بند کیا گیا - بلوائیوں نے نہایت بے شرمی سے ان کے گھر داخل ہو کر انکی زوجہ محترمہ کے روبرو نہایت بیدردی سے انکو قتل کیا - پھر دفن ہونے سے مانع ہوتے رہے - میت پر پتھر مارے - وغیرہ وغیرہ مظالم کی

کی داستاں کہاں تک بیان کی جائے۔ مخالفین کو بھی جب موقعہ ملا۔ تو انہوں نے انتقام لینے میں کمی نہیں کی۔ باقی ہزار حرامزادوں کی پیدائش کو بہ یقین بیان کرنے کا ثبوت خدا جانے ایڈیٹر صاحب کے پاس کیا ہے؟ بغرض تسلیم کوئی پوچھے۔ ان واقعات کے ذمہ وار ابوبکرؓ و عمرؓ اور ان کے ناکردہ پیروان اسلام کس اصول پہ گردانے جاتے ہیں۔ اور کیا پیروان ابوبکرؓ و عمرؓ فوج شام کی ان حرکات نازیبا کو بنظر استحسان دیکھتے آئے ہیں۔ کہ ان کو سنا سنا کر یہ واقعات دہرائے جاتے ہیں۔ کیا بنی امیہ کے خلاف بنی عباس اور سادات اور موالیان ایران نے بالاتفاق زیادتیاں کرنے اور انتقام لینے میں کچھ کمی کی ہے؟ مختار ثقفی ابراہیم اشتر سفاح وغیرہ مخالفین بنی امیہ نے کم خون کی ندیاں بہائی ہیں؟ کیا اچھا ہو۔ کہ یا تو ان واقعات کو سرے سے بھلا ہی دیا جائے۔ کیونکہ ان کے بار بار دہرانے سے شیعوں کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ اور یا اگر کسی موقعہ پر ان کے ذکر کی نوبت آجائے۔ تو واقعات کے اسباب اولین پر بھی غور ضروری ہے۔ اس تصویر کا ایک ہی رخ دکھانا سخت معیوب ہے۔ آئندہ اختیار ہے۔

(۸)

قولہ ۔ نہ کوئی واقعہ ایسا ملتا ہے۔ کہ سات ہزار شیعہ حافظ قرآن اس جرم پر مارے گئے۔ کہ وہ شیعہ تھے۔ رسالہ اصلاح ربیع الاول ۱۳۳۸ھ صد ۲۸

اقول ۔ میں جناب ایڈیٹر صاحب اصلاح کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ تاریخ صدر اسلام میں سے اس واقعہ کا پتہ نکال دیں۔ جس میں دو نہ چار نہ سو نہ ہزار بلکہ سات ہزار حافظ قرآن صرف تشیع کے جرم پر تہ تیغ کئے گئے۔ وہ واقعی واقعہ کی نظیر کوئی خاک پیش کرے۔ جب اصل واقعہ ہی ثابت نہ ہو۔

یہ بھی فاضل ایڈیٹر صاحب کی کمال چالاکی ہے۔ کہ ان تمام بےنظیر واقعات کو ایسے رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ گویا وہ ایسے مسلمہ واقعات ہیں۔ جن میں کوئی شک، وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہو سکتی۔ لیکن شکر ہے۔ کہ اوپر کے اعتراضات کے جواب میں ان کی دیانت کا حال خوب واضح ہو چکا ہے۔ ان کا فرض تھا۔ کہ وہ کسی نہ کسی کتاب کا حوالہ بھی ساتھ

کے ساتھ دیتے جاتے۔ تاکہ اصل کتاب کا مقابلہ کرکے بھیران کے مطالبہ کا جواب باصواب دیاجاتا۔ اہلسنت کے فرقوں میں سے غالباً کسی فرقہ نے بھی اختلاف عقاید کی بنیاد پر شیعوں کو بجبر اہلسنت بنانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ برخلاف اس کے یہ شکایت صفویہ خاندان کی طرف عام طور پر منسوب ہے۔ اور انگریزی اور فارسی کتب تواریخ میں بھی موجود ہے۔ اور بخوبی یاد ہے۔ کہ علامہ مولوی شبلی صاحب نے بھی مجھکو کلکتہ میں بتلایا تھا۔ کہ صفویوں نے ایران کی سلطنت پر قابض ہوکر شیعہ مذہب کو بادشاہی مذہب قرار دیدیا۔ اور جہاں تک ہوسکا۔ اہلسنت کو زبردستی شیعہ ہوجانے پر مجبور کیا۔

لیکن فاضل اڈیٹر صاحب اصلاح نے خدا جانے ان سات ہزار حفاظ قرآن مجید کے وجود اور بھیران کے قتل عام کا حکم محض بوجہ شیعہ مذہب ہونے کے کہاں اور کس کتاب میں دیکھ لیا ہے۔ جس کی نظیر اہلسنت سے باصرار تمام چاہتے ہیں۔

میں نے بھی بہت ورق گردانی کی ہے۔ بہت دیکھ بھال کی ہے۔ لیکن اس عدیم المثال واقعہ کی نظیر نہیں مل سکی۔ البتہ شیعوں کی ایک معتبر حیات القلوب میں آنحضرت صلعم کی ایک پیشگوئی کا ذکر ہے۔ جو کہ آپ نے اپنے اصحاب رضؓ کو واقعہ حرّہ کے متعلق فرمائی تھی۔ اس میں مروی ہے۔ کہ جیسے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔ واقعہ حرّہ کے دن ایسا ہی ہوا۔ جبکہ یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ روانہ کیا ۶۳ھ ہجری میں۔ اور ان کی یہ عبارت ہے۔

"چندیں ہزار کس از صحابہؓ را دراں حرہ کشت۔ کہ ہفت صد نفر ایشاں قاریاں قرآن بودند" دیکھو حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۴۸ در اخبار مغیبات۔

کیوں جناب میر صاحب! کہیں آپ کو اسی روایت سے تو دھوکہ نہیں ہوا۔ میں کچھ نہیں کہونگا۔ آپ سچ سچ فرمادیجئے۔ اگر میرا گمان درست ہے۔ تو غضب ہوگیا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا تحریف و تصحیف ہوگی۔ کہ ہفت صد قاریان قرآن جو صحابہ تھے۔ ان کو سات ہزار شیعہ کے نام سے ظاہر کردیا؟

کیا اسی تحقیق حق پر آپ کو ناز ہے۔ اور ایسے ہی عجیب و غریب اتہامات و روایات

کو سرمایہ صداقت بنا کر آپ اہلسنت کو بدنام اور اپنے فرقہ کو فرقہ محقہ ظاہر کرتے ہیں۔
"اگر در خانہ کس است حرفے بس است"
ہادیٔ برحق ہم سب کو صراط مستقیم پر لا کر جمع کرے۔ والسلام علیٰ من تبع الہدیٰ

(خادم حسین احمدی۔ منصوری)

حدیث لَوْ کَانَ بَعْدِی نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ میں بَعْدِی سے کیا مراد ہے

سوال کیا جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کس طرح مسیح موعودؑ ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ان کا دعویٰ ہے۔ کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ ہوتے؟

جواب۔ اول تو مخالفین کو وہ حدیث پیش کرنی چاہیئے جس میں لکھا ہو۔ کہ کہ آنیوالا مسیح نبی نہیں ہوگا۔ اگر وہ ایسا دکھائیں۔ تو بیشک ان کا یہ مطالبہ جائز ہوگا۔ کہ سیدنا حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ بایں وجہ کہ آپ نبوۃ کے مدعی ہیں۔ لیکن خوب یاد رکھیں۔ کہ وہ قطعاً ایسی کوئی حدیث نہیں دکھا سکتے جس میں مسیح موعودؑ کی نبوۃ کی نفی کی گئی ہو۔ ہاں اگر نہیں کوئی حدیث مل سکتی ہے۔ تو یہ کہ فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ (رواہ مسلم) مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۶۔ جس کے یقیناً یہی معنے ہیں کہ آنیوالا مسیح نبی ہوگا۔

اب اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ دعوئے مسیحیت کے ساتھ نبوۃ و رسالت لازم ہے۔ پس منکرین کو یہ کہنے کا ہرگز حق حاصل نہیں ہے۔ کہ چونکہ مرزا صاحب نبی ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لئے وہ مسیح موعودؑ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آپکا دعویٰ نبوۃ آپ کے دعوئے مسیحیت کے کذب کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ جبکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعودؑ کو نبی اور رسول کا خطاب دیا ہے۔ ہاں انکو یہ حق پہنچ

سکتا ہے۔ کہ وہ آپ کے مسیح موعود ہونے کا ثبوت طلب کریں۔ ورنہ مسیح موعود کے لئے نبی ہونا تو ایک مسلمہ امر ہے۔ پس جب مسیح موعود کی نبوۃ کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم فرمایا ہے۔ تو حدیث مذکورہ بالا سیدنا حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ میں ہرگز روک نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر اس کے یہ معنے بھی کر لئے جاویں۔ کہ قیامت تک کوئی نبی نہیں ہے۔ تب بھی مرزا صاحب کی نبوۃ (بموجب فرمودہ آنحضرتؐ کے) اس سے مستثنےٰ ہوگی۔

اب میں ان کے عذر نامعقول کو بیان کرنے کے بعد اور اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ آیا یہ حدیث کہاں تک قابل اعتبار ہے[1]۔ یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ حدیث لو کان بعدی نبی لکان عمر میں بعدی سے ہرگز یہ مراد نہیں۔ کہ بعد موتی الی القیامۃ کوئی نبی نہیں۔ بلکہ بعدی کے معنے بغیری ہیں چنانچہ اس کے ثبوت میں قرآن کی وہ آیات پیش کرتا ہوں۔ کہ جن سے بعدی کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

بعدی کے معنے بغیری

آیت اول مَا یفتح اللہ للناس من رحمۃٍ فلا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم (سورۃ فاطر ع۱) یعنی جو کھولدے اللہ لوگوں پر کچھ خیر تو کوئی نہیں اس کو روکنے والا۔ اور جو روک رکھے تو کوئی نہیں اس کو بھیجنے والا۔ سوائے اس کے اور وہی ہے۔ زبردست حکمتوں والا۔ تفسیر مولٰنا مولوی نواب صدیق حسن خانصاحب ص ۹۱۔

دوسری آیت ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون (سورہ آل عمران ع۱۷)

ان ہر دو آیتوں میں ہرگز کوئی ہیر پھیر نہیں۔ بلکہ صاف اور واضح طور پر ظاہر ہے۔ کہ من بعدہ کے صرف یہی معنے ہیں۔ کہ "خدا کے سوائے یا اس کے بغیر"۔

حدیث کا صحیح مطلب

اب ان معنوں کی رو سے حدیث کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ اس زمانہ

نوٹ [1]۔ یہ حدیث ترمذی میں آئی ہے جس میں اسے ضعیف لکھا ہے۔

میں جبکہ فسق و فجور اور بموجب آیۃ ظہر الفساد فی البر والبحر - ہر ایک بدی کمال کو پہنچ چکی تھی - لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے خدا تعالیٰ مجھے مبعوث نہ فرماتا - تو مجھے چھوڑ کر پھر حضرت عمرؓ ہی اس قابل تھے - کہ ان کو اس کام کے لئے کھڑا کیا جاتا - اور میرے سوا اگر کوئی اس بدعت و شرک کے زمانہ میں اس لائق تھا - کہ شریعت کی بنیاد اس کے ہاتھوں سے رکھی جائے - تو وہ حضرت عمرؓ ہی تھے -

حضرت عمرؓ کی خصوصیت کیا ہے

اور اس میں حضرت عمرؓ کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے - کہ ان کی طبیعت قدرتاً شریعت کے مسائل کے عین مطابق تھی - اور چونکہ نبی کی طبیعت قدرتاً ان مسائل و احکام کی طرف مائل ہوتی ہے - کہ جن کی اشاعت کے لئے وہ مبعوث کیا جاتا ہے - تاکہ ان پر عملدرآمد کرنا اس کے لئے آسان اور سہل ہو جائے - (کیونکہ فطرتی بات پر عمل کرنا بہت آسان ہوتا ہے) اس لئے بعد نبی کریمؐ کے حضرت عمرؓ ہی فطرتاً اسلامی شریعت کے متحمل ہونے کے قابل تھے -

چنانچہ کئی احکام ایسے ہیں - کہ جن کے نازل ہونے سے پہلے ہی حضرت عمرؓ نے یہ کہدیا تھا کہ یوں ہونا چاہیئے - اور پھر ویسے ہی حکم نازل ہو جاتا تھا - مشکوٰۃ مترجم ص ۱۰۹ کے حاشیہ پر ان کی تعداد ۱۵ لکھی ہے - جیسا کہ پردہ - قصہ اساریٰ بدر - والصلوٰۃ علی المنافقین وغیرہ کے احکام ہیں - اور اس کی تصدیق ایک حدیث سے بھی پائی جاتی ہے -

عن انس قال قال عمر وافقت ربی فی اربع (مشکوٰۃ باب مناقب عمرؓ) یعنی حضرت عمرؓ نے کہا - کہ چار باتیں ایسی ہیں - جو میں نے کہیں - اور خدا نے نازل کر دیں - پس ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے - کہ حضرت عمرؓ کی فطرت شریعت کے عین مطابق تھی - اسی لئے حضرت نبی کریمؐ ان کی خصوصیت کرتے ہیں - ورنہ ان سے بڑھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی تو موجود تھے - کیوں ان کے متعلق یہ نہ کہا - کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا - تو ابوبکر ہوتا -

بعدی بمعنے بعد مرتبتی

اور اس بات کی تائید کہ بعدی بعد مرتبتی کے معنوں میں بھی آتا ہے - ایک حدیث سے ملتی ہے - وہو ہذا -

عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل تدرون من اجود جوداً قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال اللہ تعالیٰ اجود جوداً ثم انا اجود بنی آدم واجودھم من بعدی رجل علم علما فنشرہ (مشکوٰۃ مطبع دہلی صـ۲۹)

نبی کریمؐ نے صحابہؓ سے پوچھا۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اول تو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سخی ہے۔ پھر دوسرے درجہ پر میں سخی ہوں۔ اور میرے بعد یعنی میرے درجہ و مرتبہ سخاوت کے بعد وہ آدمی ہے۔ جو علم سیکھ کر اس کو پھیلاتا ہے۔ پس ٹھیک یہی معنے ہیں حدیث لوکان بعدی نبی لکان عمرؓ کے کہ پھر اگر وحی قرآن نازل نہ کی جاتی۔ تو پھر میرے بعد دوسرا درجہ حضرت عمرؓ کا تھا۔ کہ وہ میری جگہ کھڑے کئے جاتے۔ نیز لعدی بمعنے

لعدی کے معنے معی

"معی" بھی لغت میں آیا ہے۔ تو اس صورت میں اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ اکیلے کام نہ کر سکے بلکہ ان کو حضرت ہارون کی ضرورت پڑی۔ اگر مجھے کسی دوسرے کی معیت اور مدد کی ضرورت ہوتی۔ تو اس ضرورت کو حضرت عمرؓ پورا کرنے کے اہل تھے۔"

راقم۔ تاج الدین (لائلپوری) مدرسہ احمدیہ قادیان

مونگھیری اعتراض کا جواب

منجملہ ان آیات کے کہ جن سے حضرت مسیح موعودؑ کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آیت ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا بھی ہے۔ یعنی مفتری علی اللہ سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہوتا۔ اس سے آپ کی صداقت اس طرح ثابت ہوتی ہے۔ کہ آیت ہذا میں مفتری علی اللہ کو اظلم قرار دیا گیا ہے۔ اور قرآن مجید میں ایک اصل اور قانون بیان کیا گیا ہے۔ کہ انہ لا یفلح الظلمون۔ یعنی ظالم ہرگز کامیاب نہیں ہوتا۔ پس جب ظالم کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تو بھلا جو اظلم ہو۔ وہ کس طرح کامیابی کا منہ دیکھ سکتا ہے۔

سو اگر حضرت مرزا صاحب (نعوذ باللہ) مفتری علی اللہ ہوتے۔ تو ضرور تھا۔ کہ بموجب آیہ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ناکام اور نامراد رہتے۔ مگر جیسا کہ اہل بصیرۃ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ کو خدا تعالےٰ نے وہ کامیابی دی۔ کہ جس کی نظیر سوائے عظیم الشان انبیاء علیہم السلام کے ملنی مشکل ہے۔ اس قرآنی معیار پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے۔ اور

آیت فَمَنۡ اَظۡلَمُ پر جرح

وہ یہ کہ اگر مفتری علی اللہ واقع میں کامیاب نہیں ہوتا۔ تو عیسائی جن کو قرآن مجید میں مسیح کو ابن اللہ کہنے کی وجہ سے مفتری کہا گیا ہے۔ کیوں کامیاب ہو رہے ہیں۔

اس جرح کا جواب

سو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اول تو چونکہ اس معیار کو (کہ ظالم کامیاب نہیں ہوتا) قرآن مجید نے پیش کیا ہے۔ نہ کہ ہم نے اپنی طرف سے۔ اس لیئے یہ اعتراض ہم پر نہیں۔ بلکہ جو قرآن مجید پر وارد ہوتا ہے۔ (اور قرآن مجید مسلمہ فریقین ہے) دوسرے ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ معیار صحیح اور درست نہ مانا جاوے اور یہ جائز سمجھا جاوے۔ کہ ایک مفتری بھی دنیا میں وہی عزت اور کامیابی پا سکتا ہے۔ جو ایک سچے اور راستباز انسان کو مل سکتی ہے۔ تو دنیا میں سچے اور جھوٹے کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہیگا۔ مانا کہ قیامت میں مفتری کو سزا دیجائیگی۔ مگر سوال تو یہ ہے۔ کہ دنیا میں صادق اور کاذب میں کس طرح فرق کیا جاوے۔ جبکہ دونوں ہی ایک جیسی کامیابی اور ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔ پس عقلاً بھی اس معیار کو سچا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

افتراء علی اللہ کی دو قسمیں ہیں

اب میں اس اعتراض بے بنیاد کو بھی رفع کر دینا چاہتا ہوں کہ جو قرآن کریم پر غور نہ کرنے کیوجہ سے کیا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ نصارےٰ باوجود مفتری ہونے کے پھر کامیاب ہو رہے ہیں۔ اور ترقی حاصل کر رہے ہیں۔ سو جاننا چاہئے۔ کہ قرآن مجید کی آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دراصل افتراء علی اللہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک یہ کہ براہ راست خدا پر افترا کرنا۔ جیسے کوئی یہ دعویٰ کرے کہ خدا مجھے الہام اور وحی سے مشرف کر کے مجھپر اپنا کلام نازل فرماتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ جھوٹ براہ راست افترا کہلائیگا۔ (۲) دوسری قسم یہ ہے۔ کہ بالواسطہ خدا پر

افتراء کرنا۔ مثلاً کوئی یہ کہے۔ کہ خدا نے فلاں چیز کو حلال یا حرام کہا ہے۔ اور در اصل ایسا نہ ہو۔ یا مثلاً یوں کہے۔ کہ فلاں آسمانی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ خدا کا بھی بیٹا ہے۔ غرضیکہ ہر ایک ایسا عقیدہ جو لاعلمی سے خدا کی طرف منسوب کیا جاوے۔ اور وہ واقعہ میں غلط ہو۔ تو یہ بالواسطہ افتراء کہلائیگا۔

پس یہ قانون کہ مفتری علی اللہ کامیاب نہیں ہوتا۔ صرف قسم اول کے متعلق ہے یعنی وہ مفتری جو براہ راست خدا پر افتراء باندھتا ہے۔ وہ ناکام و نامراد رہتا ہے۔ دوسری قسم کا افتراء کرنے والوں کے لئے یہ سزا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے لئے تو دنیاوی فوائد کا حاصل کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں کا ہی ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ط (سورہ یونس ع ۱۲)۔ کہدے کہ جو لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہیں۔ (اس افتراء کی تشریح پہلی آیت میں کردی گئی ہے۔ کہ وہ کامیاب نہیں ہونگے۔ یعنی قیامت میں انہیں نامرادی ہی نامرادی نصیب ہوگی۔ باقی رہا یہ کہ دنیا میں بھی کچھ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں یا نہیں تو فرمایا۔ کہ ہاں متاع فی الدنیا۔ یعنی دنیا میں کامیابیوں اور ترقیات کو حاصل کرسکتے ہیں۔ ثم الینا مرجعھم ثم نذیقھم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون ط پھر ہمارے ہی پاس آئینگے۔ ہم ان کو ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب دینگے۔

پس عیسائیوں کا افتراء چونکہ دوسری قسم کا افتراء ہے۔ اس لئے ان کی ترقی اور کامیابی متاع فی الدنیا کے ماتحت آجائیگی۔ جو کہ قسم دوم کا افتراء کرنیوالوں کے لئے جائز رکھی گئی ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ بھی انہیں دو قسم کے افتراؤں کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا۔ ام یقولون افترٰہ قل فأتوا بعشر سور مثلہ مفتریٰت۔ کیا یہ کہتے ہیں۔ کہ اس قرآن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے افتراء کے طور پر بنا لیا ہے۔ تو ان کو کہدے۔ کہ تم دس آیتیں ہی افتراء کے طور پر بنا لاؤ۔ مطلب یہ کہ نبی کریم ص (نعوذ باللہ) اگر مفتری ہوتے۔ تو ایسے مفتریوں کو تو کامیابی نصیب نہیں ہوا کرتی۔ (حالانکہ آپ کامیاب ہو رہے ہیں جس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ ہرگز مفتری علی اللہ نہیں ہیں

اور اگر تم اس معیار کو تسلیم نہیں کرتے۔ تو ایسا افتراء کر کے دیکھ لو۔ کہ کس طرح تمہیں جلدی ہلاک اور برباد کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ خدا پر براہ راست افتراء کرنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔

اس پر اعتراض ہوتا تھا۔ کہ کفار بھی تو مفتری علی اللہ ہیں۔ پھر یہ کیوں بظاہر دنیاوی کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ تو فرمایا۔ من کان یرید الحیوۃ الدنیا و زینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون۔ (ہود ع ۲) جو لوگ دنیا کی زندگی اور اسکی زینت کو چاہیں۔ اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کریں۔ تو ہم ان کو پورا پورا بدلہ دیدینگے۔ اور ذرہ کم نہیں کرینگے۔ یعنی کافروں اور منکروں کا اور قسم کا افتراء ہے اس لئے وہ اگر کسی کامیابی کا مونہہ دیکھ لیویں۔ تو اس سے ان کا سچا ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسے مفتریوں کے لئے وہ قانون نہیں ہے۔ جو پہلی قسم کے مفتریوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے

ہاں اولئک الذین لیس لھم فی الاٰخرۃ الا النار۔ ان لوگوں کو قیامت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں ملیگا۔ پس عیسائیوں کی کامیابی اور ترقی سے حضرت مرزا صاحب کی کامیابی اور ترقی مشتبہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان کا افتراء وہ افترا نہیں ہے۔ جس کے لئے دنیاوی کامیابیوں کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا ہے۔ بلکہ ان کا افتراء قسم دوم والا افتراء ہے۔ جس کے ساتھ دنیاوی طور پر کسی قسم کا فائدہ اُٹھانا منع نہیں ہے۔

پس حضرت مرزا صاحب اگر مفتری ہوتے۔ تو وہ کبھی بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ایسے مفتریوں کے لئے ہی انہ لا یفلح الظالمون فرمایا گیا ہے ✦

تدبروا و تفکروا یا اولی الالباب

راقم

تاج الدین (لائلپوری) متعلم مدرسہ احمدیہ

قادیان (پنجاب)

تشذرات

تناسخ

(۱) "اور جو (آدمی) یہ چاہے۔ کہ میرا بیٹا سفید رنگ کا پیدا ہو۔ ایک وید کا عالم اور پوری عمر (خدید) حاصل کرے۔ تب وے دونوں (میاں بیوی) چاول پکا کر دودھ اور گھی ڈالکر کھائیں۔ تو وے ایسا بیٹا پیدا کرنے کے قابل ہونگے۔"

(برہدارنیک اپنشد ادھیائے ۶)

(۲) "اور جو یہ چاہے۔ کہ میرا بیٹا کپل رنگ (   ) اور بھوری آنکھوں والا پیدا ہو۔ اور دو ویدوں کا عالم ہو۔ اور پوری عمر کو حاصل کرے۔ تب وے دونو (میاں بیوی) چاول پکا کر دہی اور گھی ڈالکر کھائیں۔ تو وہ دونوں ایسے بیٹے کے پیدا کرنے میں طاقت ور اور قابل ہونگے۔"

(برہدارنیک ادھیائے ۶)

(۳) "اور جو یہ چاہے۔ کہ میرا فرزند شیام (   ) رنگ اور لال آنکھوں والا پیدا ہو۔ اور تین ویدوں کا عالم اور پوری عمر حاصل کرے۔ تو وے دونوں خالی پانی میں چاول پکا کر گھی ڈال کر کھائیں۔ تو حسب دلخواہ لڑکا پیدا ہوگا۔"

(برہدارنیک)

(۴) "اور جو یہ خواہش کرے۔ کہ لڑکی پیدا ہو۔ اور وہ پنڈت ہو۔ اور پوری عمر حاصل کرے۔ تب وہ اس طرح کی لڑکی پیدا کرنے کے قابل ہونگے۔"

(برہدارنیک اونپشد)

(۵) "اور جو یہ چاہے کہ میرے پنڈت لڑکا مشہور عالم انجمن میں جانے والا سب بھلائی (رفاہ عام) کے کام کرنے والا (پبلک مین) جس کلام کو سنکر لوگ خوش ہوں۔ ایسا کلام کرنے والا (متکلم لڑکا) پیدا ہو۔ سارے ویدوں کا عالم اور پوری عمر

حاصل کرنے والا ہو   تو وے دونوں میاں بیوی
ڈال کر کھائیں۔ تو وے ایسی ہی اولاد پیدا کرنے کے قابل ہونگے"

(برہدارنیک اُپنشد ادھیائے ۶ براہمن ۴
ترجمہ پنڈت راجا رام صاحب آریہ سماجی)

آریہ سماج کے بھدر پرشو! برہدارنیک اُپنشد آپ کے نزدیک ایک مسلّم کاور اور مستند مذہبی و دھارمک پُستک اور کتاب ہے۔ جس سے کوئی بھی ایسا شخص جو آریہ سماج سے تعلق رکھتا ہے۔ انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ آریہ سماج کے بانی مبانی شری سوامی دیانند آنجہانی نے اس کتاب کو اس گرنتھ کو ہاں ہاں اس پستک کو مستند اور قابل تسلیم کتب کی فہرست میں نمایاں جگہ دی ہے۔ پس جب یہ کتاب قدیم رشیوں کے زمانہ کی تصنیف ہے۔ اور تم سب کے نزدیک مسلم و مستند اور معتبر ہے تو پھر اس کتاب کی مندرجہ بالا عبارت جس کو ہم نے علیحدہ علیحدہ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اور ملاحظہ فرماتے ہوئے ساتھ ہی اس کے تناسخ یعنی اواگون کے مسئلہ کو بھی پیش نظر رکھکر بتلائیے کہ محولہ بالا تعلیم کے سامنے تناسخ کا مسئلہ اپنی بنیاد پر قائم رہ سکتا ہے؟ اگر قائم رہ سکتا ہے۔ تو کسطرح؟ کیونکہ آپ تناسخ کی تعریف (ایکشن) یہ کیا کرتے ہیں۔ کہ اس دنیا میں لڑکا یا لڑکی عورت یا مرد عالم یا جاہل امیر اور غریب بیمار اور تندرست۔ حاکم یا محکوم پیدا ہونا والدین کے کسی فعل کا نتیجہ و مآل نہیں۔ بلکہ اس جنم سے پہلے جنم میں کئے ہوئے نیک و بد اعمال و افعال کا ثمرہ و پھل ہے۔

پس اگر تمہاری یہ تعریف درست ہے۔ تو برہدارنیک اُپنشد کی محولہ بالا فلاسفی اور تعلیم غلط محض ہے۔ حالانکہ ایسا قرار دینے کا تمہیں کوئی استحقاق نہیں کیونکہ وہ ایک مستند اور معتبر کتاب ہے۔ پس اگر اس تعلیم کو صحیح اور راست قرار دو۔ تو تناسخ کا سارا تار پود اس تعلیم کے آگے ڈھیلا ہوا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تعلیم تو امیر غریب عالم جاہل کالا گورا۔ لڑکی لڑکا پیدا ہونے کی علت والدین کے اعمال قرار دیتی ہے۔ یعنی والدین کی مرضی و ارادہ پر منحصر ہے۔ کہ وہ جس طرح کی اولاد چاہیں۔ پیدا کرلیں۔ پس جب والدین

کے قبضہ واختیار میں ہے۔ کہ وہ جس قسم کی اور جیسی اولاد چاہیں۔ پیدا کر لیں۔ تو پھر تناسخ کیسے اور کسطرح صحیح و درست تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

اُمید ہے۔ کہ آریہ سماج کے لائق اور سمجھدار اصحاب اس عقدۂ لاینحل کو حل کرنے یا اس ویدک گتھی کو سلجھانے کی کوشش ضرور بالضرور عمل میں لائینگے۔ اور اپنی تحقیق سے ہمیں بھی آگاہ فرمائینگے۔

(کفارۂ یسوع)

(۱) "کیا فانی انسان خدا کے حضور صادق ٹھہرے گا۔ کیا البشر اپنے خالق کی بہ نسبت پاک ہوگا"۔ (ایوب ۴/۱۷)

(۲) "انسان خدا کے آگے کیونکر صادق ٹھہریگا"۔ (ایوب ۹/۲)

(۳) "کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ کوئی نہیں"۔ (ایوب ۱۴/۴)

(۴) "پس خدا کے حضور انسان کیونکر صادق سمجھا جاوے۔ اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا۔ کیونکہ پاک ٹھہرے"۔ (ایوب ۲۵/۴)

(۵) "انسان کون ہے۔ کہ پاک ہو سکے۔ اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیا ہے۔ کہ وہ صادق ٹھہرے"۔ (ایوب ۱۵/۱۴)

(۶) "کوئی نیکوکار نہیں"۔ (زبور ۱۴/۱)

(۷) "کوئی نیکوکار نہیں ایک بھی نہیں"۔ (زبور ۱۴/۳)

(۸) "کوئی نیکوکار نہیں"۔ (زبور ۵۳/۱)

(۹) "کوئی نیکوکار نہیں۔ ایک بھی نہیں"۔ (زبور ۵۳/۳)

(۱۰) "کون کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے اپنے دل کو صاف کیا ہے۔ میں گناہ سے پاک ہوں"۔ (امثال ۲۰/۹)

(۱۱) "اسلئے کہ کوئی انسان زمین پر ایسا صادق نہیں کہ نیکی کرے۔ اور خطا نہ کرے"۔ (واعظ ۷/۲۰)

(۱۲) " کوئی راستباز نہیں - ایک بھی نہیں - کوئی سمجھدار نہیں - کوئی خدا کا طالب نہیں سب گمراہ ہیں سب کے سب نکمے بن گئے - کوئی بھلائی کرنے والا نہیں - ایک بھی نہیں " (رومیوں ۳ آیات ۱۰ تا ۱۲)

(۱۳) " اگر ہم کہیں کہ ہم بیگناہ ہیں - تو اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں - اور ہم میں سچائی نہیں " (یوحنا کا پہلا عام خط ۱ باب)

معزز ناظرین! پادری صاحبان کا یہ دعویٰ ہے - کہ چونکہ شروع دنیا میں انسان کے مورث اعلیٰ (آدم) نے گناہ کیا - اس لیے دنیا کے تمام انسان ورثہ پدری کے سبب گنہگار ہو گئے - اور کوئی ایسا نہ رہا - کہ جو اپنے کو پاک اور بے گناہ یا معصوم کہہ سکے - اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحم کی صفت کو کام میں لانے کے لیئے اپنے خاص اکلوتے پہلوٹھے بیٹے کو دنیا میں بھیجا - جو سراسر گناہوں اور خطاؤں سے پاک صاف منزہ و مبرّہ تھا - یعنی مسیح یسوع - چونکہ وہ خدا کا بیٹا ہونے کے سبب سے معصوم عن الخطا تھا - اسلیئے گنہگاروں کے گناہوں اور قصوروں کا کفارہ ہو گیا -

یہ ہے وہ لطائف منطق جو کفارۂ مسیح کو ثابت کرنے کے لیئے پادری صاحبان اپنی زبان فیض ترجمان سے عموماً فرمایا کرتے ہیں -

اس وقت ہمارا یہ منصب نہیں - اور نہ ہی اتنی جگہ اور وقت کی گنجائش رکھتے ہیں - کہ کفارہ کے ردّ میں عقلی دلائل مہیا کر کے آپ کے سامنے رکھیں - مگر ہاں پادری صاحبان جو کفارہ کی تائید میں اپنی نرالی اور انوکھی منطق چھانٹا کرتے ہیں - وہ بجنسہٖ نقل کر دی گئی ہے -

اب آپکا کام ہے - کہ آپ پادری صاحبان کی اس بیہودہ دلیل کو اور محولہ بالا بائبل کے تیرہ حوالجات کو بالمقابل رکھ کر فیصلہ کریں - کہ پادری صاحبان اپنے بیان میں کہاں تک صادق ہیں

ہمارے نزدیک تو یہ عقیدہ غلط محض ہے - کیونکہ بائبل کے مندرجہ بالا حوالجات کے رو سے مسیح جسکو خدا کا اکلوتا اور پہلوٹھا کہا جاتا ہے - بیگناہ اور معصوم نہیں

ثابت ہوتا۔ کیونکہ بائبل متعدّد مقامات پر اس امر کا بیّن طور سے اظہار کر رہی ہے۔ کہ "کوئی نہیں جو صادق ہو" "کوئی نہیں جو راستباز اور بیگناہ ہو"۔ اور پھر وہ جو عورت سے پیدا ہوا"۔ پس چونکہ مسیح بھی ایک انسان تھے۔ اور عورت کے شکم سے پیدا ہوئے۔ اس لئے بروئے بائبل وہ بے گناہ اور معصوم نہیں ہو سکتے پس جبکہ وہ معصوم اور بیگناہ نہ تھے۔ تو پادری صاحبان کا یہ دعویٰ کہ چونکہ وہ بے گناہ تھے۔ اس لئے وہ گنہگاروں کا کفارہ ہو گئے یہ سراسر غلط اور دلیل سے خالی دعویٰ ہے"۔

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

"مقاصد قرآن"

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

۱ پہلا مقصد۔ قرآن شریف کے مقاصد میں سے ایک یہ ہے۔ کہ وہ تمام محامدِ کاملہ باری تعالیٰ کو بیان کرتا ہے۔ اور اس کی ذات کے لئے جو کمال تام حاصل ہے اس کو بوضاحت بیان فرماتا ہے۔

۲ دوسرا مقصد۔ قرآن شریف کا یہ ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کا صانع کامل ہونا۔ اور خالق العالمین ہونا ظاہر کرتا ہے۔ اور عالم کے ابتداء کا حال بیان کرتا ہے۔ اور جو دائرہ عالم میں داخل ہو چکا۔ اس کو مخلوق ٹھہراتا ہے۔ ان امور کے مخالفین کی تکذیب کرتا ہے۔ سو یہ مقصد ربّ العالمین میں بطور اجمال کے آگیا۔

۳ تیسرا مقصد۔ قرآن شریف کا خدا کا فیضان بلا استحقاق ثابت کرنا۔ اور اس کی رحمت عامہ کا بیان کرنا ہے۔ سو یہ مقصد رحمان میں بطور اجمال آگیا۔

۴ چوتھا مقصد۔ قرآن شریف کا خدا کا وہ فیضان ثابت کرنا ہے۔ جو محنت اور کوشش پر مترتب ہوتا ہے۔ سو یہ مقصد رحیم میں بطور اجمال آگیا۔

پانچواں مقصد۔ قرآن شریف کا عالم معاد کی حقیقت بیان کرنا ہے۔ سو یہ مقصد مالک یوم الدین میں آگیا۔

۶ چھٹا مقصد۔ قرآن شریف کا اخلاص اور عبودیت اور تزکیہ نفس عن غیر اللہ اور علاج امراض روحانی اور اصلاح اخلاق ردیہ اور توحید فی العبادت کا بیان کرنا ہے۔ سو یہ مقصد ایاک نعبد میں آگیا۔

۷ ساتواں مقصد۔ قرآن شریف کا ہر ایک کام میں فاعل حقیقی خدا کو ٹھہرانا۔ اور تمام توفیق اور لطف اور نصرت اور ثبات علی الطاعتہ اور عصمت عن العصیان اور حصول جمیع اسباب خیر اور صلاحیت دنیا و دین اسی کی طرف سے قرار دینا اور ان تمام امور میں اسی سے مدد چاہنے کے لئے تاکید کرنا ہے سو یہ مقصد ایاک نستعین میں آگیا۔

۸ آٹھواں مقصد۔ قرآن شریف کا صراط مستقیم کے دقائق کو بیان کرنا ہے۔ اور پھر اس کی طلب کے لئے تاکید کرنا کہ دعا اور تضرع سے اس کو طلب کریں۔ سو یہ مقصد اھدنا الصراط المستقیم میں آگیا۔

۹ نواں مقصد۔ قرآن شریف کا ان لوگوں کا خلق و طریق بیان کرنا ہے۔ جن پر خدا کا انعام و فضل ہوا۔ تا طالبین حق کے دل جمعیت پکڑیں۔ سو یہ مقصد صراط الذین انعمت علیھم میں آگیا۔

۱۰ دسواں مقصد۔ قرآن شریف کا ان لوگوں کا خلق و طریق بیان کرنا ہے۔ جن پر خدا کا غضب ہوا۔ یا جو راستہ بھول کر انواع و اقسام کی بدعتوں میں پڑ گئے۔ تا طالب حق ان کی راہوں سے ڈریں۔ سو یہ مقصد غیر المغضوب علیھم ولا الضالین میں آگیا۔

تلک عشرۃ کاملۃ اور یہی تمام صداقتوں کے اصل الاصول ہیں۔

تشریح حدیث و یفیض المال

ثبوت جہالت رأس الجہال

معلوم ہو کہ نزول مسیح موعود علیہ السلام کی بابت احادیث میں جو علامات و خواص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں انہیں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں مال کی بہتات ہوگی یہانتک کہ اُسے کوئی قبول نکریگا۔ حضرت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشگوی جس صفائی سے اس زمانہ میں پوری ہوی ہے واقعات و مشاہدات روزمرہ سے ظاہر ہے شاید ہی کسی زمانہ میں دنیا مال و دولت کی یہ کثرت اور اجناس کی یہ قدر و منزلت ہوئی ہوگی جیسی کہ اس زمانہ میں ہو رہی ہے اور یہ سب نظارے ایک مدعی مسیحیت و مہدویت کی تصدیق کے لیے خداوند قادر و توانا نے بہم پہنچا دیے ہیں جنکو دیکھکر ایک مومن کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور بے اختیار اُس مخبر صادق صلعم پر درود بھیجنے کو دل چاہتا ہے جس نے تیرہ سو برس پہلے خدائے علیم و خبیر کی طرف سے واقف ہو کر یہ احادیث و پیشگوئیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آگے بیان فرمائیں اور جو کہ اسلام کے دین برحق ہونیکے ثبوت میں ہم بکمال فخر و مباہات غیر مسلموں کے آگے پیش کر سکتے ہیں اللھم صل علی محمد و آلہ۔ لیکن مخالفین و معاندین سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ہمیشہ یہی کوشش ہے کہ جہانتک ہو سکے ہماری ہر ایکبات کی مخالفت کی جاے خواہ اس مخالفت اور تکذیب کا اثر ہمسے گزر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیم پر بھی جا کر پڑے۔ چنانچہ نزول مسیح موعود کی احادیث میں سے ایک حدیث کے ایک جملہ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد کو لیکر اور اسکے غلط معنے کر کے مولوی ثناء اللہ امرتسری اپنے اخبار اہلحدیث میں رقمطراز ہوتے ہیں کہ "مسیح علیہ السلام لوگونکو مال دینگے لیکن غنا کی وجہ سے اُسکو کوی قبول نہ کریگا" اس حدیث کے مطابق چاہیے تھا کہ قادیان میں مال و دولت کے خزانے اتنے ہوتے کہ قادیان سونے چاندی کی منجاتی" اہلحدیث ۵ر جون ۱۹۲۰ء منقول از الفضل ۱۷ر جون ۱۹۲۰ء اسکے جواب میں ایڈیٹر الفضل نے جو مختصر مگر مدلل جواب دیا ہے وہ نہایت معقول ہے لیکن مخالف و موافق کی مزید تسلی کے لیے چند ریمارک ذیل میں بھی عرض کیے جاتے ہیں جس سے مخالف امرتسری کا جاہل

بلکہ واقعی اس اجہلا ہونا اظہر من الشمس ہو جائے وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق۔

اوّل۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ بقول معترض اگر کسی نبی یا امام کے پاس مال و دولت کے خزانے ہوں تو وہ سونے چاندی کے گاؤں یا مکان ہی بنوالے اور اگر نہ بنائے تو وہ نبی برحق یا امام صادق نہ ہوگا حدیث شریف میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان صداقت ترجمان سے مروی ہے اوتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی متفق علیہ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین مطبوعہ غزنویہ امرتسر صفحہ ۲۳۰ یعنی مجکو زمین بھر کے خزانوں کی کنجیاں دیگئی اور میرے ہاتھ میں رکھی گئی ہیں۔ مقام غور ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کے خزانوں اور مال کی تو کوئی تفصیل بھی نہیں دیگئی لیکن آنحضرت صلعم تو خود ارشاد فرماتے ہیں کہ زمین بھر کے خزانے مجکو عطا ہوئے ہیں لیکن معترض بتلائے کہ آنحضرت صلعم نے مدینہ منورہ کو سونے چاندیکا بنا دیا تھا ؟ یا کم از کم اپنی حجرہ یا مسجد پر سونے چاندیکا پانی ہی پھروایا تھا ؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو کیا نعوذ باللہ وہ نبی برحق نہیں ؟ کیا سوائے اُن مخالفین کے جنھوں نے اس قسم کا سطحی معیار ثبوت اپنی جہالت و خیرہ چشمی سے تجویز کرکے کمال دیدہ دلیری سے کہا تھا کہ یکون لک بیت من زخرف ۱۵ع کہ اگر تم نبی ہوتے تو تمھارا گھر سونیکا ہوتا۔ کیا کسی مسلمان مومن صادق کو بھی ایسی بازپرس کی مجال ہوئی یا ہو سکتی ہے ؟ اگر نہیں تو مسیح موعود قادیان سے بھی نہیں ہو سکتی۔ ہرچند بفرض محال وہ مالک خزائن و دفائن ہو۔

دوم بقول معترض اگر مسیح موعود مال تقسیم کرے اور لوگ بوجہ غناء کے اسکا لینا قبول نکریں تو اس سے لازم ہے کہ قادیان سونے چاندیکی بنجائے۔ وہ بتلائے کہ عمر بن العزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بنی اُمیہ نے بھی اپنے دارالسلطنت دمشق کو سونے چاندی کا بنا لیا تھا ؟ جسکی نسبت مورخین محققین اسلام نے لکھا ہے انہ وقع فی زمنہ ان الرجل کان یعرض مالہ للصدقۃ فلا یجد من یقبل صدقتہ یعنی اُسکے عہد میں ایسا واقعہ ہو چکا ہے کہ آدمی اپنا مال صدقہ و خیرات کے لیے پیش کرتا تھا مگر کوئی حاجتمند ایسا نہ پاتا تھا جو اُسکے صدقہ کو قبول کرے حالانکہ دمشق خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے پیشتر بھی شاہان نصاریٰ کا مشہور پایہ تخت تھا اور جب سلمانوں نے اسے فتح کیا خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لیکر عمر بن العزیز کے عہد تک تقریباً سو برس تک تمام خلفائے بنی اُمیہ کا دارالخلافہ رہا اور بغداد سے پہلے مسلمانوں کا گویا عروس البلاد

دمشق ہی تھا - پس ایسے شہر کو یا کم از کم قصر خلافت کو ہی سونے چاندی کا بنانا چنداں مشکل امر نہ تھا، ورنہ بقول معترض ایسے نیکدل اور عادل اور فیاض عالم بلکہ مجدد صدی اول خلیفہ سے یا زیر بس لازم ہے کہ جب صدقات کو لوگ بوجہ غنا کے قبول نہ کرتے تھے تو لامحالہ وہ مال بچت رہتا ہوگا پھر اپنے دمشق کو سونے چاندی کا کیوں نہیں بنا دیا لیکن جب کوئی خوش اعتقاد مسلمان اور عقلمند انسان عمر بن عبد العزیز پر نہ اسکے عہد خلافت میں معترض ہوا اور نہ اب کوئی ہو سکتا ہے تو قادیان جیسی معمولی بستی کے مجدد و مسیح پر ایسا اعتراض و سوء ظن کس بنا پر صادق آ سکتا ہے

سوم کثرت مال و خزائن کا نتیجہ ہمیشہ عیش پسندی و مرفہ الحالی نہیں ہوتا بلکہ اکثر ظہور فتن و مفاسد کا اندیشہ بھی اسکے ساتھ لازم ہوتا ہے جیسے کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شئ حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنهم بغتة فاذا هم مبلسون (سورہ انعام) اور بخاری کی حدیث میں آتا ہے ان ام سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قال استیقظ رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلة فزعا یقول سبحان الله ماذا انزل الله من الخزائن وماذا انزل من الفتن من یوقظ صواحب الحجرات یرید ازواجه لکی یصلین رب کاسیة فی الدنیا عاریة فی الآخرة - کتاب الفتن باب لا یاتی زمان الا الذی بعده شر منه - مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۴۲ - اسیطرح کثرت مال کو علائم قیام قیامت میں شمار کیا گیا ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے لا تقوم الساعة حتی یفیض المال وتظهر الفتن ویکثر الهرج قالوا وما الهرج یا رسول الله قال القتل القتل القتل ثلاثا دیکھو ابن ماجہ باب اشراط الساعة مطبوعہ ۱۲۷۳ھ عمدة المطابع دہلی صفحہ ۳۰۲

چہارم - معترض نے جو ترجمہ یفیض المال کا کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام لوگوں کو مال دیگا یہ غلط ہے بلکہ اسکا معنی یہ ہے کہ نزول مسیح موعود کے وقت لوگوں کے پاس پہلی سے از خود ہی مال زیادہ ہوگا اور بوجہ کثرت کے گویا بہا بہا پھریگا چنانچہ میرزا حیرت دہلوی نے اردو ترجمہ بخاری شریف کا کیا ہے اسمیں خاص اس حدیث کے اس جملہ کا ترجمہ انھوں نے یوں کیا ہے "اور مال بہا بہا پھرے گا" دیکھو ترجمہ بخاری مطبوعہ کرزن گزٹ پریس دہلی جلد ۳ صفحہ ۵۰۲
اگر کہو کہ میرزا حیرت کا عربی دان علماء اہل حدیث میں شمار نہیں اسواسطے انکا ترجمہ سند نہیں

تو ہم نواب صدیق حسن خان کی کتاب سے ایک دوسری حدیث نزول مسیح میں سے اسی جملہ کا ترجمہ اُن کے ہی الفاظ میں دکھا سکتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں "و ترک دہد صدقہ را یعنی زکوٰۃ را بسبب عدم قابض دیگر ندہ او و ظاہر شوند کنوز و خزائن در زمانہ او" - حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۴ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں بھی لکھا ہے یفیض بفتح اولہ من فاض الماء یفیض اذا کثر سار کالوادی یعنی یفیض کے پہلے حرف پر زبر ہے پانی کے بہنے سے جب زیادہ ہو جائے یہانتک کہ بہ پڑے مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۲

پنجم اگر جملہ مذکورہ کے ظاہری معنے مراد لیں جیسے کہ معترض نے لیے ہیں تو جملہ کے حصہ اول و دوم میں کوئی رابطہ بھی قائم نہیں رہتا اور رسول صلعم جیسے افصح الفصحاء و ابلغ البلغاء انسان جنکی شان اوتیت بجوامع الکلم ہے ممکن نہیں کہ ایسا بے جوڑ اور بے ربط کلام ارشاد فرمائیں ورنہ معترض بتلائے کہ کیا ایسا ہونا کبھی بھی ممکن ہے کہ مسیح موعود تو لوگوں میں مال و دولت تقسیم کریں اور لوگ اسکو قبول ہی نہ کریں اور اسکی وجہ یہ ہو کہ لوگ پہلے سے مالدار ہوں گے۔ اول تو یہ دریافت طلب ہے کہ مسیح موعود کو اتنا مال و دولت میسر ہی کہاں سے ہو گا کہ وہ تمام مسلمانوں کو بکثرت عطا فرمائیں گے کیا قرآن کریم میں یا حدیث شریف میں کہیں اس بیشمار مال و دولت کے ماخذ و مخرج کا ذکر آیا ہے؟ اگر کہو کہ مسیح موعود کے پاس خزانے ہونگے تو پھر ساتھ ہی انکو رسول صلعم سے افضل اور ساتھ ہی بجائے تابع سنت نبوی و تابع کتاب اللہ ماننے کے مخالف سیرۃ و سنت نبوی ماننا پڑیگا کیونکہ رسول صلعم کی نسبت حکایتاً خدا فرماتا ہے کہ اے نبیؐ ان لوگوں سے کہو کہ میں علم غیب سے واقف نہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خزانے جمع ہیں قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ و لا اعلم الغیب ؎ اگر کہو کہ کفار کے ساتھ جنگ و جہاد کر کے اُن خزانوں پر قابض ہو جائیں گے تو یہ امر بھی مخالف حدیث اور مخالف اُن کے فرض منصبی کے ہے کیونکہ جملہ زیر بحث یفیض المال سے پہلے یضع الجزیۃ حدیث میں آیا ہے اور بعض حدیثوں میں جملہ فیضع الحرب مروی ہے - بخاری شریف میں نزول مسیح علیہ السلام کی حدیث کے ترجمہ میں مرزا حیرت دہلوی نے فیضع الحرب کا ترجمہ لکھا ہے اور جنگ موقوف کر دینگے - ایسے ہی وضع حرب کے معنے لغت عرب میں ترک جنگ ہیں - ای کفت و وضعت الحرب بیننا و بینہ ای اسقطتھا (مجمع البحار - زیر لفظ وضع صفحہ ۴۲۵ نولکشور) اور (نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے منعدم

گرد و قتال و جدال (حجج الکرامہ ص۴۲۵) جس طرح ایک نبی یا ولی کے دست مبارک سے لوگوں کا مال نہ لینا التعجب انگیز ہے اسی طرح مالدار لوگوں میں بلا ضرورت خواہ نخواہ مال تقسیم کرنا بھی کم حیرتناک نہیں ہے کیونکہ یہ صریح اسراف ہے اور بعید از حکمت بھی۔

ششم معترض نے جو عدم قبول مال کی وجہ غنا لکھی ہے وہ خلاف فطرت انسانی ہے کیونکہ انسان مع الطبع اور مال و دولت کے لیے جیسے پہلے حریص تھا اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہیگا اس فطرۃ و سیرۃ انسان کے بیان میں متعدد آیات و احادیث صحیحہ شاہد ہیں مثلاً زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ ... بل تحبون العاجلۃ ۲۹ الہٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر ۳۰ اور حدیثوں میں مذکور ہے کہ انسان ایسا حریص واقع ہوا ہے کہ اگر اسکو ایک وادی سونے کی بھری ہوئی ملجاوے تو چاہیگا کہ ایک دوسری بھی ملجائے اگر دو وادیاں ملجائیں تو چاہیگا کہ کاش ایک تیسری بھی ملجاوے لو ان ابن ادم اعطی وادیا ملاء من ذہب احب الیہ ثانیا ولو اعطی ثانیا احب الیہ ثالثا ولا یسد جوف ابن ادم الا التراب۔ بخاری کتاب الفتن باب ما یتقی من فتنۃ المال مطبوعہ مصر جزء الرابع ص۔ یا قناعت پر کند یا خاک گور۔

اور خود شارحین حدیث نے عدم قبول مال کی وجہ وہ پریشانی و سراسیمگی لکھی ہے جو آثار قرب قیامت کے نمودار ہونے پر لوگوں کو لاحق حال ہوگی۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں وظاہر شوند کنوز و خزائن در زمانہ او و رغبت نکند در چیدن اموال بسبب علم بقرب ساعۃ۔ حجج الکرامہ ص۴۲۵۔ اسی طرح فتح الباری میں حتی یکثر فیکم المال کی حدیث کی تشریح میں لکھا ہے ویحتمل ان یکون ھذا الاخیر خروج النار واشتغال الناس بامر الحشر فلا یلتفت احد حینئذ الی المال بل یقصد ان یتخفف ما استطاع جلد ۱۳ مطبوعہ مصر کتاب الفتن باب خروج النار۔ اور عدم قبول مال کے لیئے غناء کی وجہ سے یہ وجہ زیادہ ترچسپاں بھی ہے۔ پس جب معترض کی مجوزہ وجہ عدم قبول ہی خلاف قرآن و حدیث و مخالف قیاس محققین ہے تو اسکا نتیجہ کہ قادیان سے سونے چاندی کی بیجائی کس طرح قابل قبول ٹھہر سکتا ہے؟ اور جب بقول محققین عدم قبول کی وجہ

یہ ہو کہ قرب قیامت کا علم یقینی ہوجائے گا تو پھر مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت کب وہم و گمان میں آسکتا ہے کہ ایسی آخرا نفری میں انکو نمرود و شداد کی طرح سونے چاندی کے محلات وتعمیرات کا شوق دامنگیر ہوگا۔ فتدبر۔

ہفتم اگر بقول معترض مسیح موعود علیہ السلام کو سونے چاندی کے خزانوں کا مالک مانا جائے تو پھر مسیح موعود اور مسیح الدجال میں کوئی فرق نہیں رہ سکتا کیونکہ دجال کے متعلق بھی حدیثوں میں مذکور ہے کہ دنیا جہان کے خزانوں پر اسکو تصرف حاصل ہوگا مثلاً مروی ہے وقبائل جن اور اتابع شد برائے وے خزائن ارض بیروں آرند۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۴

خود دجال کی وجوہ تسمیہ و اشتقاقات لغت عرب میں لکھا ہے او من دجل اذا (طلی بالذھب) او (من الدجال) کغراب (للذھب او ماءۃ) عن کراع ھکذا ضبطہ الصاغانی والصواب ان الدجال بمعنی الذھب کشداد ۔۔۔ سمی بہ (لان الکنوز تتبعہ) حیث سار» تاج العروس جلد السابع مطبوعہ مصر صفحہ ۳۱۵ زیر لفظ دجل - اور دائرۃ المعارف مطبوعہ مصر جلد السابع صفحہ ۶۲ ذکر الدجال یعنی دجل سے یہ مشتق ہے جس کے معنے سونے کا پانی چڑھانا ہے (چنانچہ محاورہ عرب میں کہتے ہیں دجل السیف (تلوار مطلا کی) یا دُجال بر وزن غُراب سے جس کے معنے سونا یا سونے کے پانی کے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ دَجّال بروزن شدّاد کے معنے سونے کے ہیں ۔۔۔ اور یہ اسکی وجہ تسمیہ ہے کیونکہ خزانے اسکے پیچھے پیچھے ہوں گے جدھر جدھر وہ جائیگا۔ پس لازم ہے کہ مسیح موعود اور مسیح الدجال کے مال اور اسکی نوعیت میں مابہ الامتیاز کچھ ہو۔ ورنہ قباحت ظاہر ہے۔ اور شکر ہے کہ قرآن مجید اور فرقان حمید میں وہ مابہ الامتیاز موجود ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَن یُّؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد اُوتِیَ خَیرًا کَثِیرًا ع ۳ اور عام طور پر بھی زبان زد عوام ہے کہ ایمان بڑی دولت ہے۔ پس جس مسلمان کو خدا و رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و ہدایات پر ایمان کامل ہے اور انبیاء کرام و ائمہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ و سنتہ سے واقف ہے وہ ضرور مسیح موعود علیہ السلام اور دجال مردود کے مال اور اسکی نوعیت

تقسیم میں فرق ملحوظ رکھے گا۔ ہاں جو معترض کی طرح دنیا کا کیڑا اور دنیا کے مال و دولت پر فریفتہ ہے وہ اپنے نفس کی طرح مسیح موعود کو بھی دنیوی مال و دولت کو جمع کرنیوالا خیال کرے گا۔ ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست + اور یہی ہدایت و حکمت کی دولت ہے جسکو معلمان ہدایت لا اسئلکم علیه مالا کہہ کر مفت تقسیم کرتے ہیں لیکن عام لوگ قبول نہیں کرتے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاکثرھم للحق کارھون اور پھر اسکی تائید اسی حدیث نزول مسیح موعود کے ایک اور فقرہ سے بھی ہوتی ہے حتی تکون السجدۃ الواحدۃ احب الیھم من الدنیا وما فیھا۔ بخاری۔ اس کی شرح میں مرقاۃ میں لکھا ہے وانما اراد بذلک ان الناس یرغبون فی امر اللہ ویزھدون عن الدنیا۔

ہشتم۔ معترض بتلائے کہ اگر اس کا مزعومہ مسیح موعود جسکی نسبت انجیل شہادت دیتی ہے کہ اسکو اپنی پہلی زندگی میں سر رکھنے کو جگہ نہ تھی اور جو اپنے حواریوں کو تلقین کرتا تھا کہ زمین میں خزانے جمع کرو اور یہ کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا ممکن ہے لیکن دولتمند کیلئے آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا ممکن نہیں۔ جب وہ دوسری دفعہ آسمان سے نازل ہوگا تو برخلاف اپنی تعلیم کے کس طرح خود ہی خزانے جمع کرنیوالا اور اپنے مکان بلکہ ساری بستی کو سونے چاندی کا بنا دیگا؟ اور خصوصاً اس حالت میں کہ وہ قرآن جسمیں آیا ہے والذین یکنزون الذھب والفضۃ اس سید الانبیاء کی سنت کا پابند ہوگا جسکا ارشاد ہے کن فی الدنیا کانک غریب او عابر السبیل۔ بخاری کتاب الرقاق جلد ۴ صفحہ۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو وہ مسیح موعود نہ ہوگا؟ لیکن انشاء اللہ وہ ایسا اعلان ہرگز نہیں کر سکتا۔ جب نہیں کر سکتا تو کسقدر بے انصافی ہے کہ ایک امر محال کو ممکن قرار دیکر ایک داعی حق کی تکذیب کی جسارت کرتا ہے۔

نہم جب آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کی تفسیر و تشریح کے لیے بہترین اصول تفسیر بعضہ بعضاً قرار دیا گیا ہے تو کیا معترض حدیث یفیض المال

مزعومہ توجیہ کی تائید میں کوئی ایک حدیث بھی ایسی پیش کرسکتا ہے جس سے ثابت ہو کہ مسیح موعود اپنے مکان اور اپنے گاؤں سونے چاندی کے بنوائے گا ؟

برخلاف اسکے ماہرین حدیث جانتے ہیں کہ کثرت مال کا ذکر خاص طور پر علامات قیامت کے بیان میں متعدد احادیث مذکور ہیں اور پھر وہ ذکر بھی ان ہی الفاظ میں ہے اور ساتھ ہی یاد رہے کہ ان ابواب میں یا ان احادیث کے سباق وسیاق میں مسیح موعود کا کوئی ذکر نہیں تو اس سے لامحالہ یہ نتیجہ نکلا کہ تقسیم مال کو مسیح موعود کی طرف منسوب کرنا معترض کی خوش فہمی ہے اور بس۔

اب ذیل میں چند احادیث لکھی جاتی ہیں جس سے قرب قیامت میں کثرت اور لوگوں کا ہمہ تن جمع مال و زر میں مستغرق ہونا ثابت ہو۔

ا لا تقوم الساعۃ حتی یفیض المال و تظہر الفتن و یکثر الھرج قالوا وما الھرج یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال القتل القتل القتل ثلاثا۔ دیکھو ابن ماجہ باب اشراط الساعۃ مطبوعہ عمدۃ المطابع دہلی ۱۲۷۳ھ صفحہ ۹۹

قیامت قائم نہ ہوگی یہانتک کہ مال بہتا پھرے اور فتنے ظاہر ہوں اور ہرج بکثرت ہو صحابہ نے عرض کیا کہ ہرج کیا ہے فرمایا قتل قتل قتل تین دفعہ

ب فواللہ ما الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا وتلھیکم کما الھتھم۔ بخاری۔ کتاب الرقاق جلد ۴ صفحہ ۷۹ فرمایا کہ مجکو تمہارے مفلس ہو جانے کا خوف نہیں ہے لیکن خوف اس بات کا ہے کہ دنیا کی فراخی تمکو حاصل ہوگی جسطرح انکو ہوئی جو تم سے پہلے تھے پس تم اسکا لالچ کروگے جسطرح انھوں نے کیا تھا اور وہ تم کو غافل کردے گی جسطرح انکو کرچکی ہے۔

ج وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا۔ بخاری جلد ۴ صفحہ ۷۹۔ خدا نے مجکو روئے زمین کے خزانوں کی

کنجیاں دیدی ہیں یا فرمایا زمین کی کنجیاں اور یہ کہ خدا کی قسم میں اس سے نہیں ڈرتا
کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ تم اسکے حریص ہو جاؤ گے

د ایک حدیث میں جو ثوبان سے مروی ہے مسلمانوں کی حالت زار اور ہجوم کفار کا ذکر
کرکے فرمایا ہے کہ کفار کے دلوں سے تمھاری ہیبت اٹھ جائے گی اور تمھاری دلوں میں
وھن بھر جائیگا اور وھن کی تفسیر میں فرمایا حب الدنیا وکراھیۃ الموت۔
ابوداؤد۔ باب فی تداعی الامم علی الاسلام کتاب الملاحم مطبوعہ مصر کانپور ص۲۱۵
حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر
علامات قرب قیامۃ کی ارشاد فرمائی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک دو یہ ہیں کہ جب لوگوں کو دیکھو
کہ دنیا کے لیے دین کو بیچتے ہیں اور قاری لوگ فاسق ہوں۔ بھیڑوں کے پوست سے
پوشش بنائیں ان کے دل مردار سے زیادہ گندے اور مصبر سے بھی زیادہ تلخ ہونگے
خداوند کریم انکو اس فتنہ میں مبتلا کریگا جسطرح یہود اسمیں پڑے تھے۔ اور ظاہر ہوں
اشرفیاں روپے اور پیسے زیادہ ہو جائیں۔ بپوشاند ایشاں را خدا تعالیٰ
فتنہ را کہ بیفتند دراں ہمچو افتادن یہود وظاہر شود صفراء یعنی دینار ومطلوب
شود بیضاء یعنی درہم۔ حجج الکرامہ ص۲۹۵۔

دہم۔ تقسیم مال کا ذکر البتہ بجائے مسیح موعود کے امام مہدی علیہ السلام کی
حدیثوں میں ضرور آیا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا نے
یقسم المال ویعمل فی الناس بسنۃ نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم ویلقی
الاسلام بجرانہ علی الارض۔ ابوداؤد مع تعلیق المحمود باب اول کتاب المہدی
ص۵۹۵۔ اور حجج الکرامہ میں بھی علاوہ حدیث محولہ بالا کے دوسری احادیث بھی مروی ہیں
جن سے پتہ چلتا ہے کہ مہدی خود بھی بکثرت مال تقسیم کرینگے اور لوگ بھی خود ان سے
طلب کرینگے۔ اور لا یقبلہ احد کا کوئی ذکر نہیں۔ وا المال یومئذ کدوس فیقوم
الرجل فیقول یا مہدی اعطنی فیقول خذ دوسری حدیث میں ویعطی
المال صحاحا ص ۳۶۱-۳۶۳ وصل پنجم۔

جب مسیح و مہدی کا مقصد اور فرض منصبی تقریباً یکساں ہے اور دونوں تابع
شریعت نبوی مسلّم ہیں چہ مہدی و عیسیٰ ہر دو ناصر دین اسلام و تابع سنت خیر الانام
و محیی سنن رسول کریم باشند پس فعل و عمل ہر یکے گویا صنیع دیگرے است بلا تفاوت
حجج الکرامہ صہ ۳۶۳ - حضرت مسیح موعود جس کی نسبت امامکم منکم اور
فامّکم بکتاب اللہ و سنۃ نبیکم مروی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مہدی
سے تو لوگ سوال کرینگے اور وہ انکو مال عطا کرینگے اور وہ تبرکاً اُن سے لیلیا کرینگے
لیکن مسیح موعود کے ہاتھ سے مال لینے سے وہ سراسر انکار کریں گے - کیونکہ وہ پہلے سے
غنی ہوں گے اور بوجہ غنا کے قبول ہی نہ کرینگے جسکی بنا پر معترض کہتا ہے کہ اس
حدیث کے مطابق چاہیئے تھا کہ قادیان میں مال و دولت کے اتنے خزانے ہوتے
کہ قادیان سونے چاندی کی بنجاتی ۱۲ اگر معترض کہے کہ چونکہ حدیث میں مسیح و مہدی
سے ایک ہی شخص مراد ہے نہ دو جدا جدا اشخاص تو بھی اس کا اعتراض ہمپر صادق نہیں
آسکتا کیونکہ لوگوں کے سوال اور مہدی کے عطائے مال سے تو جمع خزائن کا احتمال اثر
بھی امر محال ہو جاتا ہے - فھو المراد ❊ وتلک عشرۃ کاملۃ سہ کہ دل اندوہ
شود ورنہ سخن بسیار است ❊ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ - خادم حسین بھیروی

تصحیح رسالہ اگست سنہ ۱۹۲۰ء

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۶	حَرْبٌ	حَرْبُ	۱۹	۹	زیدوا	زیدیا
۲	۷	يُفِيضُ	يَفِيضُ	۱۹	۲۰	الہام	ابہام
۴	۳	اياتٌ	اٰيَاتٍ	۲۲	۱۷	انّہ	انّہ
۴	۷	موازظبتہ	مُواظبتہ	۲۵	۱۲	لہم	لہم
۵	۲۲	خلق	نشاءِ وحدت	۲۵	۱۵	انکو	ہٗ انکو
۷	۹	حتولہٗ	قولہٗ	۵۲	۱۳	يُفِيضُ	يَفِيضُ
۹	۱	جو	پہ	۵۲	۱۷	مستانف	مستانفٌ
۱۱	۲	تنزّلُ	تنزّلٌ	۵۶	۱۴	اعیذہا	اعیذہا بک
۱۰۱	۲۱	دوتین ناظرین	دوتین ایات نظیر	۵۸	۹	من غیر عند اللہ	من عند غیر اللہ
				۵۸	۱۶	سبق	سَبَقَ

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو دارالامان قادیان سے شائع ہوتا ہے

[illegible]

رسالہ

تشحیذ الاذہان

(ماہوار)

[illegible]

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۵ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۰ء مطابق ماہ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ | نمبر ۱۰

فہرست مضامین

سالانہ قیمت عوام سے ۲/ | غیر ممالک سے ۲/ | طلبہ سے ۱/

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

ریویوز

ہمارے بھائی محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے اس گرانی طباعت کے زمانہ میں باوجود فراوانی اخراجات
چند چھوٹے چھوٹے رسالے شائع کیے ہیں جنکو بہت سی تعداد میں خرید کر برادر محمد یامین کی ہمت بڑھانی
چاہیے کیونکہ تبلیغ و اشاعت کے لیے بہت ہی کارآمد ہیں۔

تفسیح بیان ہر دو حصہ مکمل یہ ایک مشہور و معروف پنجابی نظم کی تبلیغی کتاب ہے جو بعد تصحیح
مصنف مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ساکن بھڈیال چوتھی بار چھپوائی گئی ہے۔ کاغذ لکھوائی
چھپوائی۔ نہایت عمدہ و قابل تعریف قیمت صرف ۵۔ **سفید منارہ قریب احمد کا نظارہ**
مولوی حکیم کرم داد صاحب دوالمیال کی تازہ پنجابی نظم ہے جسمیں آجکل کے پیش آمدہ واقعات کو
احادیث نبویہ و آیات قرآنیہ سے دکھایا گیا ہے اور سلسلہ احمدیہ کی تصدیق کی ہے۔ کاغذ لکھائی
چھپائی نہایت عمدہ۔ قیمت ۱۰ر **وفات بر آیات قرآنی** ۴۰۔ آیات جن سے موت مسیح
پر استدلال کیا جاتا ہے با ترجمہ جمع کردی گئی ہیں قیمت ۵ر ایک روپیہ کی بیس ۲۰

وفات مسیح ناصری حضرت مسیح موعود کا مضمون افادات البخاری ازالہ اوہام حصہ دوم سے
الگ چھپوایا گیا ہے عزیزی پریس آگرہ میں قیمت ۱ر ایک روپیہ کے بیس ۲۰ **احمدی غیر احمدی میں فرق**
حضور مسیح موعود کی وہ تقریر دلپذیر جو ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ پہلے دو چار بار چھپی مگر بلحاظ نفاست
طبع یہ بڑھ چڑھکر ہے۔ قیمتہ ۱ر ایک روپیہ کی بیس ۲۰ **تبلیغی کارڈ** گیارہ قسم کے مختلف کارڈ
جنکے ایکطرف نصف پر تبلیغی اشعار و مضامین مندرج ہیں سفید ڈمی کاغذ پر چھاپے گئے ہیں
ایک روپیہ سینکڑہ۔ ان کے خط بھی لکھیے اور تبلیغ کا ثواب بھی لیجیے **گلدستہ احمدیہ حصہ ۲**
مختلف احمدی شعراء کی تبلیغی نظموں کا مجموعہ ۳ر فی جلد حصہ اول ۳ر **نماز مترجم** دوسرا
اڈیشن بہت عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ چھاپی گئی ہے قیمت ۱مر ۱۲ کی ۱۲
برادر محمد یامین۔ در ثمین۔ فارسی ترتیب دے چکے ہیں۔ عنقریب طبع ہوگی۔ اور نعم الکمل
ہر چہار حصے ان نظموں کے ساتھ جو ابھی تک شائع نہیں ہوئیں کل مجموعہ بھی جلد چھپنے والا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۰ء

اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل

وجہ تحریر مضمون جیون تت مجریہ یکم جون ۱۹۲۰ء میں ہم نے کسی دیوسماجی صاحب کا یہ مضمون پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ وہ اس جہان کے خالق و مالک حیّ و قیوم حاضر و ناظر ازلی ابدی ہستی کے علمی اور عقلی رنگ میں ثبوت اور دلائل چاہتے ہیں۔ چونکہ ہم بھی اس پاک و رازق اور مطلق ہستی کے پرستار ہیں اور محض اُسی کے فضل و کرم سے عالم عدم سے عالم ہست میں آئے ہیں اور ہمارا وجود محض اُسی کی قدرت کا ایک کرشمہ ہے لہٰذا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنے سماجی دوستوں کے مطالبہ کو پورا کرنے کی کوشش کریں مگر جیسے کہ ہم اپنے کلام میں متانت سنجیدگی اور شرافت برتیں گے ایسا ہی ہمیں اپنے حریف سے اُمید ہے کہ انکا کلام بھی ان باتوں سے عاری نہ ہوگا اور کسی قسم کا استہزا یا تمسخر اور دل آزار کلمہ استعمال نہ فرمائیں گے

دیوسماجی کی دلیل ہمارے سماجی دوست نے اپنی علمی دلیل میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اڈرن سائنس تمام کائنات میٹر اور فورس (مادہ اور طاقت) ہی سے بنی ہے اور انکی مجموعی مقدار ہر صورت میں برابر رہتی ہے لہٰذا وہ ازلی ابدی ہیں اور کائنات کا خالق نہیں۔ اب اس بات کا جواب کہ مختلف شکلیں کیونکر بنتی ہیں یہ ہے کہ مادہ اور طاقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۰ء

اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل

وجہ تحریر مضمون جیون تت مجریہ یکم جون ۱۹۲۰ء میں ہمیں کسی دیوسماجی صاحب کا یہ مضمون پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ وہ اس جہان کے خالق و مالک حیّ و قیوم حافظ و ناظر ازلی ابدی ہستی کے علمی اور عقلی رنگ میں ثبوت اور دلائل چاہتے ہیں۔ چونکہ ہم بھی اُس پاک وراء الوراء ہستی کے پرستار ہیں اور محض اُسی کے فضل و کرم سے عالم عدم سے عالم ہست میں آئے ہیں اور ہمارا وجود محض اُسی کی قدرت کا ایک کرشمہ ہے لہٰذا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنے سماجی دوستوں کے اس مطالبہ کو پورا کرنے کی کوشش کریں مگر جیسے کہ ہم اپنے کلام میں متانت سنجیدگی اور شرافت برتیں گے ایسا ہی ہمیں اپنے حریف سے اُمید ہے کہ انکا کلام بھی ان باتوں سے عاری نہ ہوگا اور کسی قسم کا استہزا یا تمسخر اور دل آزار کلمہ استعمال نہ فرمائیں گے

دیوسماجی کی دلیل ہمارے سماجی دوست نے اپنی علمی دلیل میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر تو روئے سائنس تمام کائنات میٹر اور فورس (مادّہ اور طاقت) ہی سے بنا کرتی ہے اور انکی مجموعی مقدار ہر صورت میں برابر رہتی ہے لہٰذا وہ ازلی ابدی ہیں اور کائنات کا خالق خدا نہیں۔ اب اس بات کا جواب کہ مختلف شکلیں کیونکر بنتی ہیں یہ ہے کہ مادہ اور طاقت

کہ آپس میں عمل و ردعمل سے یہ شکلیں ظہور پذیر ہو رہی ہیں +

دیو سماجی کی علمی ٹھوکر

مجھے اپنے قابل دوست کی یہ دلیل پڑھکر بہت افسوس ہوا کہ انھوں نے سائنس کی آڑمیں ایک بات کہہ کر سخت ٹھوکر کھائی ہے، اور غالباً انھوں نے یہ سمجھا ہے کہ اگر سائنس کا نام لے کر رطب و یابس اناپ شناپ جو منہ میں آئے کہدیا جائے تو وہ سب علمی باتیں ہو جائینگی کیونکہ جہلاء سائنس کا نام سنکر مرعوب ہو جاتے ہیں۔ بیشک جہلاء تو ایک حد تک متاثر ہو جائیں گے مگر اہل علم اور حقیقت شناس محض میٹر اور فورس کا نام سنکر اپنے عقل و فہم فکر اور تدبر کو جواب نہیں دیدیں گے بلکہ پہلان طاقتوں کو اس کی تحقیق میں صرف کریں گے +

سائنس صرف کیفیت بتاتی ہے نہ کہ حقیقت

میرے معزز دوست! سائنس والوں کا یہ ہرگز قول نہیں اور نہ ہو سکتا ہے کہ میٹر اور فورس دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں اور اپنی مقداریں ہمیشہ سے محدود اور معین خواص میں چلی آتی ہیں کیونکہ جہانتک ان کا تجربہ ہے وہ اس سے زیادہ بات نہیں کر سکتے کہ میٹر اور فورس کے متعلق ابتک جتنے تجربے ہوئے ہیں یہ دونو چیزیں اپنی مقداریں گھٹتی بڑھتی معلوم نہیں ہوتیں۔ سائنس صرف کسطرح پر بحث کرتی ہے "کیوں" پر نہیں کرتی۔ یعنی سائنس صرف یہ بتلاتی ہے کہ ایسا ہوتا ہے اور یہ کہ کیوں ایسا ہوتا ہے یہ سائنس نہیں بتلاتی۔ مثلاً سائنس یہ کہتی ہے کہ زمین سورج کے گرد ایک خط بناتی ہے مگر یہ کہ کیوں بناتی ہے اس سے وہ خاموش ہے۔ سائنس صرف قدرت کے ظاہری مناظر پر روشنی ڈالتی ہے مگر یہ کہ کسی چیز کی حقیقت کیا ہے وہ نہیں بتلا سکتی۔ مثلاً جب ایک کتاب ہمارے سامنے آتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کتاب ہے تو اسکے معنے یہ نہیں ہوتے کہ جو چیز ہمارے سامنے آئی ہے وہ کتاب ہے بلکہ اسکے معنے صرف یہ ہوتے ہیں کہ اس چیز کی بعض صفات سے ہمارے حواس متاثر ہوئے ہیں جسکے مجموعی اثر کو ہمنے ایک نام سے تعبیر کیا ہے جو کتاب ہے نظر نے اسکے رنگ لمبائی چوڑائی اور موٹائی کو دیکھا۔ چھونے نے اسکی نرمی اور سختی کو معلوم کیا علیٰ ہذا القیاس باقی حواس نے بھی حسب قوت یافتہ کچھ معلوم کیا اور بس۔ مگر یہ کہ حقیقت میں کتاب کیا چیز ہے اسپر سائنس کوئی روشنی نہیں ڈالتی اور یہی حال باقی چیزوں کی حقیقت کے متعلق ہے

تینر چونکہ ہمارے حواس محدود ہیں اسلئے علم سائنس بھی محدود ہے۔ پس جس چیز کو ہمارے حواس معلوم نہ کرسکیں اُسکے متعلق یہ کہنا کہ وہ چیز ہے ہی نہیں سخت غلطی ہے اور جسکو وہ معلوم کریں اُسکے متعلق یہ رائے قائم کرنی اور یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ ہمیشہ سے اسی طرح ہے اور اسی طرح رہیگی سخت نادانی ہے اور سراسر علم سائنس کے خلاف ہے ✤

سائنس کی تحقیقات مکمل نہیں

کسقدر تبدیلیاں ہیں جو آئے دن ہوتی رہتی ہیں اور کونسا سائنس کا لا اور مسئلہ ہے جو کہ غیر متبدل ہے۔ پہلی جو گرمی کے متعلق "کلاری" والی تھیوری تھی وہ اب کہاں ہے۔ گریوی ٹیشن کے لا کے متعلق جو پہلے خیال تھا وہ اب کس جگہ قائم ہے۔ زمین و آسمان سورج چاند کی حرکت و سکون کے متعلق جو پہلی تحقیق تھی اب اُسکو کون مانتا ہے اور کون سائنسدان ہے جو یہ کہہ سکے کہ جو موجودہ تحقیق ہے اور مسائل ہیں وہ ازلی ابدی ہیں ✤

مادہ کے متعلق سائنس کی تحقیق جدید

پس مادہ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے اور ایسا ہی رہیگا سائنسداں کا کام نہیں جن معنوں میں آپ اسکو ہمیشہ سے یا ازلی ابدی بولتے ہیں سائنس کے محدود احاطہ میں وہ الفاظ داخل بھی نہیں ہو سکتے۔ مادہ اور طاقت کے متعلق سینکڑوں تجربے جو اب تک ہوئے ہیں وہ اس نتیجہ پر قائم نہیں جو آپ نے نکالا ہے۔ بہت سے تجربے اسکے خلاف بھی ہوئے ہیں اور سلسلہ تحقیقات ابھی تک جاری ہے۔ اسوقت جسطرف زیادہ رجحان سائنسدانوں کا ہے وہ یہ ہے کہ مادہ اور طاقت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے اور مادہ اصل میں طاقت ہی کی ایک صورت کا نام ہے۔ مادہ کی ہستی کا ہمیں اُسی وقت علم ہوتا ہے جبکہ وہ کسی طاقت سے ہماری طاقت کا مقابلہ کرتا ہے مثلاً آدمی چلتا ہے اسکے جسم پر ہوا لگتی ہے یا کسی درخت یا کسی دیگر چیز سے وہ ٹکراتا ہے تو اسکی اپنی طاقت کا مقابلہ کسی دوسری طاقت سے ہوتا ہے تو اس چیز کی ہستی کو وہ قبول کرتا ہے پس مادہ کو طاقت سے علیحدہ کرکے کوئی نہیں سمجھا سکتا۔

اسکے علاوہ خود طاقت کی مختلف صورتوں کے جو علیحدہ علیحدہ نام مقرر ہو سکے ہیں مثلاً گرمی۔ بجلی۔ مقناطیس۔ گریوی ٹیشن وغیرہ مادہ کی تبدیلی ان صورتوں میں اور ان

صورتوں میں سے طاقت کی تبدیلی مادہ میں ہو جانا کم از کم ایک زیر غور مسئلہ ہے اور بہت سے لطیف تجربے اسکی تائید میں ہو رہے ہیں پس ان متنازعہ فیہ سائنس کے مسائل پر مذہبی اصولوں کی بنیاد رکھنا دانشمندی سے کس قدر دور ہے +

ہمارے مکرم مہاشہ صاحب! ابھی تک آپ نے صرف فزیکل سائنس کے میٹر اور انرجی کو لیا ہے لیکن زندہ مادہ کی قوتوں کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے جسکی چند صفات یہ ہیں کہ ہر زندہ مادہ اپنی مثل پیدا کرتا ہے۔ اپنے گرد و نواح کے اثرات سے متاثر ہو کر جواب دیتا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ تمام باتیں ایک بالکل علیحٰدہ قسم کی طاقت (جسکو بائیوٹک انرجی کہتے ہیں) کا نتیجہ بتلاتے ہیں اور یہ فزیکل انرجی سے بالکل علیحٰدہ چیز ہے۔ اس سے آگے چلکر انسان کے قلبی اور دماغی طاقتوں کا بھی آجکل ظہور ہو رہا ہے پس اگر سائنس پر بھی مذہبی اصولوں کی بنیاد رکھی جائے تب بھی ایک اتنا وسیع اور ہمیشہ بڑھتا اور تبدیل ہوتا میدان ہماری سامنے آتا ہے کہ اسکے سامنے صرف میٹر اور فورس کو لے لینا سائنس کا نام لے کر اس سے ایک بڑی لاعلمی کا اظہار کرنا ہے +

سائنس اور تھیوری میں فرق کرو

باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ یہ مختلف شکلیں اور روپ محض میٹر اور فورس کے عمل رد عمل کا نتیجہ ہیں مجھے یہ بات پڑھکر بہت ہی افسوس ہوا کہ آپ سائنس کے دلدادہ تو اسقدر ہیں کہ مذہبی اصولوں کی بنیاد بھی اسپر رکھتے ہیں مگر خیر سے لاعلمی کا یہ عالم ہے کہ سائنس اور تھیوری یا قیاس میں فرق نہیں جانتے۔ آپکے خیال میں تھیوری یا قیاس بھی شاید سائنس ہی ہوتی ہے۔ میرے مکرم! یہ سائنس کا مسئلہ ہرگز نہیں کہ یہ مختلف شکلیں مادہ اور طاقت کے ہی عمل رد عمل سے ہوتی ہیں اور انمیں کوئی اثر بیرونی اثر نہیں ہوتا یہ محض کسی آپ جیسے سائنس دان کا قیاس اور تھیوری ہو تو ہو ورنہ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ کسی کتاب میں بطور مسئلہ سائنس یہ بات لکھی ہے؟ لیکن آپ اسکے قیاس کو بھی سائنس ہی سمجھ رہے ہیں اگر کل کوئی سائنسدان یہ کہدے کہ میرے خیال میں اہل زمین روئے ستارہ سے باتیں کر سکتے ہیں تو بغیر اسکے کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچے آپ اسکو سائنس کا مسئلہ سمجھ لیں گے

مادہ میں شعور اور اشیاء میں خاص نظام کے ساتھ اتحاد فی الاختلاف اور اختلاف فی الاتحاد ہستی باری کا ثبوت ہے	بالفرض اگر مان بھی لیا جاوے کہ تمام نیرنگیاں اور شکل و

ضرور اسی بات کا نتیجہ ہیں گو اسپر کوئی عقلی دلیل اور مشاہدہ پیش نہیں کر سکتا تو بھی ہم کہتے ہیں کہ ان ذی شعور چیزوں میں شعور کہاں سے آگیا۔ مادہ میں شعور کا ہونا تو کوئی سائنس پیش نہیں کرتی پس یہ کہاں سے آگیا جو جوہر اصل میں نہیں وہ فروعات میں کیسے آگیا انسان کے اندر ادراک۔ فہم۔ تناسل۔ توالد۔ ارادہ۔ اختیار۔ جذبات یہ سب چیزیں کہاں سے آگئیں خود میٹر میں تو یہ چیزیں بالکل نہیں پس کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ یہ مادہ اور فورس کا کرشمہ نہیں ہے بلکہ کسی انٹیلیجنٹ بی اِنگ (صاحب ارادہ اور حکیم ہستی) کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ خدا تم اِن کائنات کے نظام اور تناسب پر تو غور کرو اگر کوئی خدا نہیں تو انصاف تو ضرور کوئی چیز ہے بالانصاف کہو کہ تمہارے جسم کا ہر عضو ہر رگ و ریشہ کس احسن۔ ابلغ اور اکمل طریق پر بنا ہوا ہے چنانچہ علم الحیات کا ایک مانا ہوا مسئلہ ہے کہ ہر حیوان اپنے اعضا و حالات کے لحاظ سے بہترین اور مناسب ترین حالت میں پیدا ہوتا ہے اور پھر انکا آپس میں کیسا گہرا جوڑ اور ارتباط ہے پھر ہر ایک کا کام کس طرح دوسرے کو فائدہ مند ہو رہا ہے پھر اس تمام جسم کا اپنی نوع حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ زمین آسمان۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ حجر۔ شجر۔ پہاڑ۔ دریا۔ سمندر غرض تمام کائنات کے ذرہ ذرہ سے کیسا سلسلہ وار تعلق ہے اور یہ تمام سلسلہ اسطرح ایک لڑی میں پرویا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک سلک میں موتی۔ جب اس نظام۔ تناسب۔ توافق۔ اتحاد اور ارتباط پر چشم بینا نظر ڈالتی ہے تو خیرہ ہو جاتی ہے۔ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ یقیناً یقیناً آنکھ دیکھتے دیکھتے تھک جائیگی اور شرمندہ ہو جائیگی مگر اس نظام میں کوئی نقص نہیں نکال سکے گی۔ یہ تو اتحاد اور نظام کی نظر تھی اب ذرا اختلاف پر نظر ڈالو کہ کتنا بڑا اختلاف بھی ہے۔ ایک چیز بھی اپنے خواص۔ شکل و صورت۔ قد و قامت۔ اکل و شرب میں دوسری سے نہیں ملتی حتّٰی کہ ایک ہی نوع کی مختلف چیزیں آپس میں نہیں ملتیں۔ یہ نظر بھی اس نتیجہ پر پہنچاتی ہے کہ اس سلسلہ کو پیدا کرنے والا نہایت ہی کامل اور صاحب ارادہ مصوّر ہے کیونکہ بغیر مرکّب کے کوئی چیز ترکیب نہیں پا سکتی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اتفاقیہ طور پر اگر کچھ سیاہی گر جائے تو اس سے کوئی حرف بھی بنجائے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ اتفاقیہ طور پر سیاہی

گری ہو تو اسکے گرنے کے ساتھ نہایت خوبصورت حروف۔ الفاظ بسیطوں ہزارہا صفحات پر لکھے گئے ہوں اور پھر وہ صفحات نہایت لطیف اور وسیع مضامین اور مطالب پر متضمن بھی ہوں۔ پس انصاف سے کہو آخر تم لوگ اپنے آپ کو بڑے عقل کے دھنی سمجھتے ہو کہ یہ اتحاد فی الاختلاف اور اختلاف فی الاتحاد بغیر کسی قسم کے بگاڑ۔ فساد اور ٹکرانے کے کیسے چل رہا ہے اور کیسے پیدا ہوگیا۔ مادہ میں اتنا شعور کہاں سے آگیا کہ اس نے وہ کام کر دکھایا جسکی کُنہ معلوم کرنے سے عقل بھی عاجز ہے۔

حدبندی بتلارہی ہے کہ کوئی محدود کرنیوالا ضرور ہے

ایک تیسری نظر پھر کائنات پر ڈالو اور دیکھو کسطرح اسکی تمام چیزیں اپنے الگ الگ دائرہ میں محدود اور مسخر کردی گئی ہیں۔ انسان کے پیٹ سے انسان۔ حیوان سے حیوان درختوں سے درخت پیدا ہوتے ہیں کبھی نہیں ہوا کوئی گائے کا بچہ انسان کے پیٹ سے اور کوئی درخت انسان کے پیٹ سے اور کوئی انسان کا بچہ کسی درخت سے پیدا ہوا ہو پھر سب چیزوں کی ترقی۔ نشوونما۔ کی بھی ایک حد ہے۔ انسان ایک حد تک ترقی کرسکتے ہیں۔ درخت بھی ایک حد تک علیٰ ہذا القیاس سب چیزیں ایک حد تک بڑھ سکتی ہیں اس سے آگے نہیں چل سکتیں پس یہ حدبندی صاف بتلا رہی ہے کوئی مُحدِّد ہے جسنے پہلے پیدا کیا اور پھر حدبندی کی۔ اور اسی کیطرف قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيرًا یعنی پہلے اُس نے تمام چیزوں کو خود پیدا کیا اور پھر اُنکی حدبندی کردی۔ وگرنہ جیسے کہ تم کہتے ہو کہ مادہ غیر محدود ہے۔ ازلی ابدی ہے تو پھر اس سے نکلی ہوئی چیزیں کیوں محدود اور غیر ازلی ابدی ہیں۔

میٹیرل اور فورس سے خود بخود کچھ بھی نہیں بنتا۔

آپ کی اس بات کا اسطرح بھی ابطال ہو جاتا ہے کہ ہم آپ کو کچھ گارہ اینٹیں اور دیگر ضروری مصالح دیدیتے ہیں آپ اسکو ایک جگہ میدان میں رکھدیں۔ اور ہم آپ کو چیلنج دیتے ہیں کہ آپ اپنے مادہ اور فورس سے کہیں کہ وہ اپنے عمل درعمل سے ایک عمارت کھڑی کردیں لیکن وہ ہرگز نہیں کر سکینگے اور کبھی نہیں کر سکینگے خواہ کتنی صدیاں گزر جائیں جبتک کہ کسی صاحب ارادہ معمار کا ہاتھ کام نہ کریگا وہ عمارت ہرگز کھڑی نہ ہو سکیگی پس یہ کیسی باطل بات ہے کہ محض مٹیرل اور فورس کی ایکشن اور عمل سے سب شکلیں بنی ہیں۔

[illegible] صاحب کے پیش کردہ ٹیسٹ کا جواب

اب میں آپکے پیش کردہ ٹیسٹوں (امتحانوں) کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں اسکے بعد
میں اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل پیش کرونگا۔ آپنے جو ٹیسٹ اللہ تعالیٰ کی قدرۃ
کے متعلق پیش کیا ہے یعنی یہ کہ اگر کوئی خدا ہے تو بند گھڑی کو چلا دے اسپر میرا یہ سوال ہے
کہ آپنے یہ اسی لیے پیش کیا ہے کہ گھڑی خود بخود نہیں چل سکتی جبتک کہ کوئی اور ہستی اسکو
نہ چلائے۔ پس میں کہتا ہوں کہ جب ایک معمولی اور چھوٹی سی گھڑی بغیر کسی کے چلانیکے
نہیں چل سکتی تو انصاف سے کہو اور اپنی پیشکردہ اصل کا پاس کرتے ہوئے کہو کہ اتنی بڑی
زمین و آسمان کی گھڑی کیا بغیر کسی کے چلائے چل رہی ہے؟ بس یہ سوال تو ہمارا تمہیں ہے کہ ہم ایک
بند گھڑی میز پر رکھتے ہیں اور تم اپنے مادہ اور فورس سے کہو کہ وہ اسکو اپنے عمل در عمل سے خود
بخود چلائے۔ پس جب ایک گھڑی کو وہ نہیں چلا سکتے تو اتنا بڑا زمین و آسمان کا کارخانہ
کسطرح وہ چلا سکتے ہیں۔ پس اسی ٹیسٹ سے تو تم خود اور تمہارا میٹریلزم ٹھہرے نہ کہ ہم اور
ہمارا خدا۔ ہم یہی تو کہتے ہیں کہ اس کارخانہ کو مادہ نہیں چلا سکتا۔

۲۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر ہمارا خدا گھڑی چلا بھی دے تو اس بات کی ہمارے پاس کونسی
گارنٹی ہے کہ تم مان جاؤ گے۔ ہو سکتا ہے کہ تم کہدو کہ یہ مادہ اور فورس کی کسی حرکت سے چل
پڑی ہے بس اُسوقت ہم تمہارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ پس یہ طریق فیصلہ ہی غلط ہے۔

۳ تیسری بات اسکے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ بات وہ کرنی چاہیے جس سے کوئی خاتمہ ہو
اس صورت میں جو آپنے پیش کی ہے ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ میں خدا کو مان لونگا جب وہ بند
گھڑی کو چلادے اور دوسرا یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تب مانونگا جب وہ چلتی کو بند کردے پس دونو
صورتوں میں ایک نہ ایک منکر رہیگا اگر چل پڑی تو موخر الذکر گروہ منکر ہو جائیگا اور اگر بند
ہوگئی تو اول الذکر منکر ہو جائیگا بس کوئی معیار ایسا ہونا چاہیے جس سے سب مان سکیں۔

۴۔ چوتھی بات یہ کہتا ہوں کہ خدا محتاج نہیں ہے اس بات کا کہ لوگ اُسکو مانیں کہ اگر وہ لوگوں
کے پیش کردہ معیاروں پر اپنے آپ کو ظاہر نہ کریگا تو اُسکو نقصان ہوگا بلکہ مخلوق خود محتاج
ہے اُسکے ملنے کی تاکہ ماننے سے اُسکی صفات کاملہ سے فائدہ اُٹھائے۔ جس چیز کا انسان خود
محتاج ہو وہ اسی طریق پر حاصل کرنی چاہیے اور حاصل ہو سکتی ہے جس طریق پر وہ ہستی بتلائے جسکے

قبضہ میں وہ چیز ہے۔

۵ پانچویں بات یہ لکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو ہم غلام نہیں سمجھتے کہ اگر ہمارے کہنے کے مطابق نہیں کرتا تو ہم اسکو چھوڑ دیں بلکہ وہ ہمارا آقا اور مالک ہے۔ پس اُسکی قدرتوں کے اظہار کا طالب اس صورت میں ہونا چاہیے جس صورت میں کوئی غلام اپنے آقا کی قدرتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ کبھی کوئی نہیں کہتا کہ فلاں بادشاہ کو میں تب مانوں گا جبکہ وہ میرا ایسا اگریوٹ معاف کریگا۔ بادشاہوں کے متعلق ایسا کہنا حماقت ہے۔ تو وہ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اُسکے متعلق ایسا کہنا تو اور بھی بُرا ہے اسلیے بجائے یہ کہنے کے کہ ہم خدا کو تب مانیں گے جب وہ فلاں کام کر دے یہ کہنا چاہیے کہ ہم خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ وہ اپنی ہستی کی کوئی دلیل دے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ دلیل اس قسم کی ہو یا اُس قسم کی بلکہ کوئی دلیل ہو خواہ کیسی ہی ہو ہم صرف دلیل چاہتے ہیں جو اُسکی ہستی کا پتہ دینے والی ہو۔ اور یہی طریق کسی کی ہستی کے پتہ لگانے کا ہے مثلاً ہم کسی لوہار سے یہ کہیں کہ اگر تم فلاں چیز بنا دو تب ہی ہم مانیں گے کہ تم لوہار ہو تو یہ ٹھیک نہیں کیونکہ اُسکے لوہار ہونیکے لیے یہ شرط نہیں بلکہ اگر وہ کوئی بھی لوہے کی چیز بنا سکتا ہے تو وہ لوہار ہو سکتا ہے۔ پس کسی صانع کی کوئی بھی صنعت ہو اُس سے صانع کا پتہ لگ جاتا ہے +

۶ چھٹی بات اسکے متعلق یہ کہتا ہوں کہ منکرین خدا لفظ قدرت اور قادر مطلق کے مفہوم کو نہیں سمجھے۔ قدرت کا مفہوم اسبات کا مستلزم نہیں کہ ہم جو چاہیں کسی سے کرا لیں اس صورت میں تو وہ ہستی ہماری غلام اور نوکر ٹھہرے گی اور ہم قادر مطلق۔ لفظ قادر مطلق کے یہ معنے ہیں وہ ہستی جو خود اگر اپنی مشیت اور مرضی اور ارادہ سے کچھ کرنا چاہے تو وہ کام بغیر کسی قسم کی دوسرے کی امداد و استعانت کے ہو جائے اور اُسکے راستہ میں کوئی روک نہ ہو انھیں معنوں میں ہم خدا کو قادر مطلق سمجھتے ہیں اور انھیں معنوں میں کوئی ہستی قادر مطلق ہو سکتی ہے جیسا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے متعلق یہ الفاظ استعمال فرماتا ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی وہ ہر ایسے امر پر جسکو وہ خود چاہے کرنے پر قادر ہے۔ پھر فرماتا ہے اِنَّمَآ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ

فَیَکُوْنُ ۝ یعنی اگر وہ کسی چیز کے ہونیکا ارادہ اور مشیت کرے تو وہ اُسکے لیے ہو جاتی ہے اور کوئی سبب اُسکے ہونے میں مانع نہیں ہو سکتا اور نہ اُسکے کرنے میں کسی سبب کی مدد درکار ہوتی ہے۔ پھر فرمایا فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے جسکے معنے ہیں خواہ کوئی بھی اسکا ارادہ اور مرضی ہو اور ایسا کام جو دوسروں کی نظر میں بالکل ناممکن ہو اگر وہ چاہے تو اسکو بھی کرسکتا ہے اور اُسکو کوئی روک نہیں سکتا +

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا اسے ضرور۔
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

پس حقیقی قدرت اسکو کہتے ہیں۔ ایک نہایت لطیف دلیل اپنی قدرۃ کی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے مَا لَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَکُمْ اَطْوَارًا۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی ہستی کا بدیں وجہ انکار کرتے ہو کہ وہ تمھارے پیشکردہ کام نہیں کرتا حالانکہ یہ معیار طاقت نہیں بلکہ طاقت تو یہ ہے کہ تم ذرا اپنے آپکو تو دیکھو ایک ہی جوڑے سے تم نکالے گئے ہو کروڑوں نہیں بلکہ اربوں ارب تمھاری نوع پھیلی ہے مگر پھر بھی تم سب کے سب مختلف فی الشکل۔ فی الصورۃ فی السیر اور فی القد والقامتہ ہو۔ مختلف طبائع اور مختلف مذاق اور مختلف جذبات اور خواہشات رکھتے ہو پس کیا یہ تیری طاقت کا ثبوت نہیں۔ طاقت تو یہی ہوتی ہے کہ ایک ہی چیز پر کروڑوں اربوں طرح سے اپنی قدرت کی تجلیاں کی جائیں نہ کہ ایک دو۔ گھڑی کے معاملہ میں صرف دو ہی طاقتوں کا اظہار ہوگا یعنی بند ہونا یا چلنا اگر خود تمھارے وجود کروڑہا قدرتوں کا اظہار ہو رہا ہے (جسکو ڈاکٹر جانتے ہیں) مگر پھر بھی تم انکار کر رہے ہو۔ تو گھڑی کے چلنے یا بند ہونے سے تم کیا مان جاؤ گے پس یہی حقیقی قدرۃ ہے کہ جو کچھ خود کوئی چاہے اسکے لیے مہیا ہو جاوے وگرنہ کسی کا پیش کردہ کام کرنا تو کوئی طاقت کی نشانی نہیں۔ ہم تمکو کہتے ہیں کہ دو من پتھر ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاؤ گو وہ پتھر تمھاری طاقت سے بہت زیادہ ہے مگر کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی وقت تم اسکو وہاں پہنچا دو گے مگر خود تم چاہو کہ تمکو پانچسو یا ہزار سال کی عمر ملے تو یہ تمکو میسر نہیں ہو سکتی اور نہ ہوگی پس طاقت یہ ہے کہ اپنے ارادہ میں جو کچھ آئے وہ ہو جاوے ورنہ دوسروں کی غلامی کرنا بھی کوئی طاقت ہے؟

۷۔ ساتویں بات اسکے متعلق یہ کہتا ہوں کہ چونکہ خدائے اسلام فطرتوں کا بھی خالق ہے

اور تمہارے جیسی فطرتوں کے لوگ بھی اسی نے خود پیدا کیے ہیں اور از روئے اسلام وہ ہر ایک کے فطرتی تقاضا کو پورا بھی کرتا ہے۔ پس میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ ہمارے خدا نے تمہارے پیش کردہ معیار کے مطابق بھی اپنے آپ کو ثابت کیا ہے اور کرتا رہتا ہے۔ ماننے کے لیے تیار ہو جاؤ ہم تمہیں اس ٹیسٹ کے مطابق اسکی ہستی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ہمارا خدا فرماتا ہے **وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ** ؎ یعنی اگر کوئی میری مخلوق سے میرے متعلق اس طرح گویا ہو کہ آیا وہ ہے یا نہیں اور اگر ہے تو وہ یوں کر دے تو ہم اسکو تسلی دلاتے ہیں کہ بیشک ہم ویسا ہی کر دیں گے بشرطیکہ اسکے اندر قبول کرنے اور جاننے کی تڑپ ہو اور جو بات اسنے پیش کی ہے وہ بغرض پیش کی ہو کہ اس سے رشد مقصود ہو۔ پس اے میرے معزز دوست میں آپ کو دعوۃ دیتا ہوں کہ آپ اپنے دلکو صاف کرکے خالص اس نیت سے کہ اگر واقعہ میں کوئی خدا ہے تو مان لونگا ہمارے پاس آئیں اور جو بات چاہیں عجز اور تذلل سے اور خلوص دل سے پیش کریں اور مقصود اُنکا اس سے رشد چاہنا ہو نہ محض امتحان تو یقیناً وہ آپ کیلئے اپنی قدرت نمائی کرے گا اور اگر بعد میں یہی کہہ دینے کی نیت ہو کہ میٹر اور فورس کی برکت سے ہوا ہے تو پھر وہ نہیں دکھائیگا کیونکہ ماننا آپ کا مقصود نہیں بلکہ انکار آپ کا مقصود ہے سو وہ آپنے پہلے ہی کیا ہوا ہے۔ اسلیے دوبارہ انکار کرانا تحصیل حاصل ہے۔

دہریو سماجی کے سب مطالبات پورا ہونے کا طریق

یہ تو وہ طریق ہے جس سے عمومیت سے بعض مطالبات کا جواب ملتا ہے مگر میں آپ کو وہ طریق بھی بتلاتا ہوں جو کہ خصوصیت کا رنگ رکھتا ہے اور جس سے جتنے مطالبات کریں پورے ہونگے مگر قبل اسکے کہ وہ بتلاؤں یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر علم کا کچھ نہ کچھ حصہ ہر فرد بشر کو خواہ وہ کتنا ہی جاہل ہو ملا ہوا ضرور ہوتا ہے حتیٰ کہ اب تک سائنس کے بعض مسائل سے زمیندار لوگ بھی واقف ہوتے ہیں اور وہ اپنے استعمال میں لاتے ہیں مگر کسی علم کے حقائق اور دقائق اصلی کیا ہم اسی شخص کو حاصل ہوتی ہیں جو کہ خصوصیت سے اپنی توجہ اور وقت خرچ کرتا ہے۔ پس چونکہ

آپ کا مطالبہ علم الٰہیات کے دقائق کے متعلق ہے لہٰذا میں کہتا ہوں کہ جسطرح آپنے سائنس کی لیبارٹیری میں سالہا سال نہایت توجہ اور شوق سے صرف کیں اور اسکو ایک سٹوڈنٹ بنکر حاصل کیا اسی طرح آپ اسلام کی لیبارٹیری میں نہایت توجہ اور شوق سے کام کریں علوم اسلام کا ایک ایسا ہی سچا سٹوڈنٹ بنیں جیسے کہ سائنس کا پس جب آپ اس پوزیشن میں آجائینگے تو آپ خدای اسلام کو حقیقی پائیں گے یعنی آپکے ہر مطالبہ کا جواب دیا کریگا آپ تو گھڑیکا چلانا کہتے ہیں میں کہتا ہوں اگر آپ جوتی کا تسمہ بھی طلب کرینگے تو وہ بھی آپکو پورا کر دیگا۔ میں نے آپ کے سامنے کوی قیاس یا تھیوری نہیں پیش کی بلکہ زبردست اور ثابت شدہ صداقت پیش کی ہے پس اگر آپ کو واقعہ میں اسکا شوق ہو تو ہم انشاء اللہ آپ کی مدد کرینگے انکار کر کے ظالم نہ بنیں کیونکہ سائنسدان بغیر تجربہ کے کسی چیز یا صداقت کا انکار نہیں کرتا۔ پس آپ اپنی اعلی اس ایکسپیریمنٹ (تجربہ) کو پرفارم کریں اور پھر کوی رائے قائم کریں بغیر تجربہ کے کوی رائے قائم کرنی سائنسداں کی شان سے بعید ہے۔

۱۰) جواب دوسرے ٹیسٹ کا

اسکے بعد اب میں آپ کے دوسرے ٹیسٹ کو لیتا ہوں جو آپنے اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق پیش کیا ہے۔ افسوس ہے کہ اس میں بھی آپنے اُس شان کو ملحوظ نہیں رکھا جو خدا پرست اُسکی سمجھتے ہیں۔ کیا کبھی کسی بادشاہ کی طاقتوں اور خوبیوں کا علم براہ راست بھی ہر رعایا کے آدمی کو ہوا ہے اور اُسکے احکام کبھی براہ راست بھی عام لوگوں کے پاس آیا کرتے ہیں۔ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ بادشاہوں کے احکام اُسکے نائبوں کے ذریعہ رعایا تک پہنچای جاتے ہیں۔ پس جب چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کا یہ حال ہے تو وہ جو کہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے اُسکو کیوں اسکے خلاف تصور کرتے ہو وہ بھی اپنے احکام اور علوم کا اظہار اپنے نائبوں کے ذریعہ کرتا ہے چنانچہ تیرہ سو سال گذرے ہیں اُس نے اپنے علم کا اظہار اپنے ایک نائب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کیا اور آپ تو صرف کسی خفیہ کتاب کے ایک صفحہ کا مضمون لکھا دیکھنا چاہتے ہیں جو تحریر اللہ تعالیٰ کا وہ نائب لایا اُن تمام خفیہ کتابوں کی صداقتوں پر حاوی ہے جو کہ ابتدا سے

لیکر اب تک لکھی گئیں یا آپ کے بعد ابدالآباد تک لکھی جائیں گی اور وہ کتاب ایک صفحہ پر نہیں بلکہ سینکڑوں صفحات پر لکھی ہوئی ہے پس اسکے ہوتے ہوئے آپ کا کسی نئی تحریر کا مطالبہ کرنا کیسی بیہودگی ہے۔ ہاں اگر یہ شک ہو کہ وہ الٰہی تحریر نہیں تو یہ امر دیگر ہے اور اس شک کو رفع کرنیکے لیے ہم تیار ہیں چنانچہ اس شک کو رفع کرنے کے لیے منجملہ دیگر دلائل کے ایک یہ دلیل بھی ہے جو کتاب نے پیش کی ہے کہ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا یعنی اگر تم شک کرو کہ یہ الٰہی تحریر نہیں تو تم اس کی مثل بنا کر دکھاؤ۔ کیونکہ انسان کی بنی ہوئی چیز کا مثل انسان بنا سکتا ہے مگر ہم چیلنج دیتے ہیں کہ تم ہرگز نہیں بنا سکو گے چنانچہ تیرہ سو سال گذر گئے اب تک کسی نے اس چیلنج کے جواب کی جرأت نہیں کی۔ پس کیا یہ کافی ثبوت نہیں کہ وہ الٰہی تحریر ہے اسکے علاوہ میں آپ کو اپنے موجودہ زمانہ کی ایک تحریر اللہ تعالیٰ کی دکھلاتا ہوں اگر ہمت ہے تو اسی کی مثل بنا کر دکھاؤ اور وہ حضرت مرزا صاحب کا کلام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی چیلنج دیا کہ میرے کلام کی مثل بناؤ مگر کتنا عرصہ گزر گیا کسی نے جرأت کی ہے کہ ان کے کلام کی مثل بنا لائے۔ سب کے قلم ٹوٹ گئے اور سیاہیاں خشک ہو گئیں۔ ہاتھ شل ہو گئے۔ عقلیں سلب ہو گئیں۔ عیسائیوں نے جب حضور سے یہ مطالبہ کیا کہ ایک بند لفافہ کا خط پڑھ کر سنا دو تو حضور نے اسکو بھی منظور کیا مگر شرط یہ رکھی کہ تم کو مسلمان ہونا پڑے گا لیکن وہ خود ہی پھر اپنی بات سے واپس لوٹ گئے کیونکہ جانتے تھے کہ خدا اسکے ساتھ ہے وہ ضرور اسکو بتلا دے گا۔ پس کیوں اسوقت تم نے جرأت کر کے یہ شرط پیش نہ کیا اب جبکہ وہ نظر سے غائب ہو گئے ہیں تو تم لوگوں کو بھی ہوش آگیا ہے۔

ہستی باریتعالیٰ پر چند قرآنی دلائل

پہلی دلیل

اسکے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل پیش کرتا ہوں اُسکی ہستی کے دلائل تو بے شمار ہیں اور ہر ذرہ سے اسکی ہستی کا پتہ لگتا ہے۔ ہر ورق دفتریست معرفت کردگار۔ مگر چونکہ آپ ایک فلسفی اور سائنس خوردہ نیچر کے آدمی ہیں اسلیے

آپ کے سامنے وہ دلائل پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو کہ آپ کی نیچر کے مطابق ہوں۔ پس پہلی دلیل عقلی جو قرآن کریم پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ فرماتا ہے اے سائنس والو اور اے میٹر اور فورس کے عمل کے دلدادو تم کہتے ہو کہ یہ سب کچھ میٹر اور فورس سے بن گیا ذرا تم اپنی پیدایش پر تو غور کرو تم جس مادہ سے بنائے گئے ہو وہ مٹی جو کہ سیکڑوں ہزاروں پاؤں کے نیچے کچلی اور روندی جاتی ہے اور جس پر لوہے کا ہل چلایا گیا اسی سے تم بنے ہو پس تم اپنی موجودہ ذی شعور۔ ذی العقل۔ ذی حواس۔ ذی قلب اور ذی دماغ۔ مدرک اور فہیم ہستی کا اس مٹی سے مقابلہ تو کرو اور دیکھو کہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ اس مٹی کے اندر خود بخود اتنی بڑی تبدیلی ہو جائے اور اس سے ایسے عجائبات ظاہر ہوں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا پس یہ عجائبات اور پُر اسرار حالات کسی اور ہستی نے پیدا کیے ہیں ورنہ جو چیز خود مادہ کے اندر موجود نہ تھی وہ پیدا کسطرح کر سکتا ہے۔ پس اسکے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ پ ۲۱۔ الروم۔ ع ۳۔ یعنی تم خدا کی ہستی کا انکار کرتے ہو حالانکہ اس نے تمکو مٹی سے پیدا کیا اور اب تم ذی عقل اور ذی حرکت انسان بنگئے ہو بَشَر کے لفظ میں تو شعور کیطرف اشارہ کیا اور تَنْتَشِرُوْنَ میں حرکت کی طرف کیونکہ یہ دونو باتیں مادہ میں یعنی مٹی میں نہ تھیں۔

دوسری دلیل وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ یعنی ایک ہی غذا کھائی جاتی ہے پھر اسی ایک ہی غذا یعنی مادہ سے ہی ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے اور ایک لڑکی پیدا ہوتی ہے اور وہ مادہ اس نر کے بعض تقاضوں کو پورا کرنے والی ہوتی ہے اور پھر اس نر اور مادہ میں محبت رکھی ہے پس بتلاؤ یہ کرشمہ مادہ کا ہو سکتا ہے۔ میٹر اور فورس کی حرکت جو کہ بوجہ غیر ذی شعور ہونے کے ایک مشین کیطرح چل رہی ہے کہاں اسمیں یہ طاقت ہے کہ وہ دو مختلف نتائج پیدا کر دے یعنی اسی حرکت سے نر پیدا ہو اور اسی سے مادہ۔ پھر میٹر میں محبت کس نے ودیعت کی تھی جو نر و مادہ میں پائی جاتی ہے پس اگر تم فکر سے کام لو تو تم کو یقین ہو جائیگا کہ یہ اعجاز خداوندی ہے نہ کہ مادی ⁂

تیسری دلیل

تیسری دلیل یہ بیان فرمائی وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ۔ تم کہتے ہو کہ ہم بڑے علمی آدمی اور سائنسدان ہیں (سائنس کے معنے علم کے ہوتے ہیں یہی عالمین کا لفظ رکھا جس سے مطلب یہ ہے کہ سائنسدان خصوصیت سے مخاطب ہیں) اور ہم تمام چیزوں کی ماہیت اور کنہ کو علم سے پرکھنا چاہتے ہیں کیا تمہارے علم نے تم کو کبھی اسطرف توجہ نہیں دلائی کہ ایک مادہ سے مختلف خواص اور شکل کی چیزیں کیوں بن گئیں اُسی مادہ سے زمین بنی اور اُسی سے آسمان پھر یہ دونوں اسقدر کیوں متفارق ہیں ایک چیز اسفل میں ہے ایک علیا میں ہے ایک کی سطح پر چرند۔ پرند۔ انسان۔ حیوان دریا۔ سمندر۔ حجر۔ شجر ہیں اور دوسری کی فضا میں سورج چاند۔ ستارے اور سیارے ہیں۔ یہ ترجیح بلا مرجح کیوں ہے؟ پھر تم اپنی زبانوں کو دیکھو کہ ایک ہی قسم کا گوشت کا لوتھڑا اسکو ملا ہے مگر پھر ان سب کی بولیوں اور آوازوں میں کس قدر اختلاف ہے پھر تم کروڑوں کروڑ ایک ہی مادہ سے بنے ہو مگر سب کے رنگوں میں اختلاف ہے اگر رنگوں اور بولیوں میں یہ اختلاف نہ ہوتا تو کس قدر اندھیر مچ جاتا۔ دوست اور دشمن اپنے اور بیگانہ میں کوئی تمیز نہ کر سکتا۔ پس کیا یہ اختلاف مادہ سے ظہور پذیر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ اُس ہستی کے اثبات ہیں جسکو خدا کہتے ہیں۔

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل یہ ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖ مَنَامُکُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّہَارِ وَابْتِغَآؤُکُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۔

یعنی اے سائنسدانو۔ ذرا اس بات کو تو سنو۔ کہ اگر تم خود بخود ہی ہو گئے ہوتے تو محنت کرنا اور تھکنا تمہارے ساتھ کیوں لازم ملزوم ہوتا چاہیئے تھا کہ جس مادہ نے تم کو خود بخود بنایا تھا وہ تمہارے لیے خود بخود رزق بھی پیدا کر دیتا مگر ایسا نہیں کیا بلکہ معاملہ اسکے اُلٹ ہی اور حکمت سے پر اور نتیجہ خیز ہے۔ وہ یہ کہ چونکہ تمہیں محنت کرنا رکھا گیا ہے اسکے لیے ایک ظرف یعنی دن بنایا اور چونکہ تم محنت کے بعد تھک جاتے ہو اسکے لیے بھی ایک ظرف یعنی رات بنائی تاکہ تم خواب کر کے اپنی طاقتوں کو بحال کر لو۔ یہ دلیل ایک اور طرح بھی اسی نتیجہ پر پہنچاتی ہے کہ یہ کارخانہ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ اسطرح کہ اگر یہ نیچر ہی کے کام کا نتیجہ ہے تو اتنا بڑا انقلاب نیند اور بیداری کا کیوں ہے۔ ایک حالت میں انسان بالکل اپنے آثار حیات سے معطل ہو جاتا ہے اور دوسری حالت میں وہ آثار حیات

پھر واپس آجاتے ہیں پس اگر مادہ ہی کے کام کا نتیجہ ہوتا تو ایک ہی حالت رہنی چاہیے تھی یا نیند یا بیداری یا محنت کرنا اور نہ تھکنا یا محنت بالکل نہ کرنا پس معلوم ہوا کہ کسی حکیم ہستی کا کام ہے

پانچویں دلیل وَمِنْ اٰیٰتِہٖ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ہ یعنی اے وہ لوگو جنکو بڑا عقل کا دعویٰ ہے ذرا اسبات کو سوچو کہ اگر مٹی اور نور ہر وقت اپنے کام میں مشغول ہے اور اسی کے عمل در عمل سے تمام چیزوں کا بقا ہے تو یہ تمہاری زمین کیوں خشک ہو جاتی ہے اور مرجاتی ہے آیا وہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں تب یہ وقوع میں آتا ہے یا خود ان کے کام میں یہ طاقت نہیں رہتی کہ وہ اسکو ہمیشہ سرسبز رکھ سکیں پس کوئی بھی صورت ہو دونو صورتوں میں اسکا عجز ثابت ہوتا ہے پھر بارش سے پہلے چمک کا ہونا جسکے فوائد کثیرہ سے تم لوگ واقف ہو کیوں ہوتا ہے مادہ کو کسطرح پتہ لگ گیا کہ اگر بارش سے پہلے چمک ہو تو فلاں فلاں قسم کے امراض دور ہونگی یا اجرام مرجائینگے اور پانی اور بارش جسطرح بنتی ہے یہ تمام عمل اور پھر پانی کا اثر یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ مادہ ان باتوں سے عاجز ہے۔ پس یہ کام کسی صاحب ارادہ اور حکیم ہستی کا معلوم ہوتا ہے جو کہ کبھی زمین کو خشک کرتا ہے اور کبھی چمک دکھاتا ہے اور ایسی حسن اور باقاعدہ طریق سے بارش اور پانی تیار کرتا ہے کہ یہ اسی کی حکمت کا خاصہ ہے مادہ کا نہیں ہو سکتا پس یہ حکمت اور ارادہ صاف اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دال ہے*

چھٹی دلیل یہ ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ۔ تم کہتے ہو کہ تمام کُرّوں کے اپنے اپنے گردش کے اصول ہیں جسکے ماتحت چل رہے ہیں حالانکہ یہ بات بالبداہت غلط ہے کہ جس گردش اور حرکت پر کوئی نگران نہ ہو اُن میں ضرور تصادم کا فساد واقع ہوگا۔ علم فلکیات والے جانتے ہیں کہ بعض کُرّوں کے محور کیسے قریب قریب واقع ہوئے ہیں کہ اکثر انکو پیشگوئیاں کرنی پڑیں کہ اب فلاں دو کروں کے تصادم سے دنیا تباہ ہو جائیگی یا کم از کم غیر معمولی نقصان ہوگا۔ مگر پھر جب وہ وقت آتا ہے وہ ایسی صفائی سے گزر جاتے ہیں کہ انکی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ پس اگر اس زمین و آسمان کے قیام پر کوئی ذی شعور ہستی نگران نہ ہوتی تو یہ اب سے بہت پہلے کا تباہ ہو گیا ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ ایک ہستی ہے

جو اس کی گردشوں کو دیکھتی ہے۔ اور وہی خدا ہے +

ساتویں دلیل اس کی ہستی کی یہ ہے وَمِنْ اٰیٰتِہِ الَّیْلُ وَالنَّھَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یعنی خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی ہے کہ رات دن اور سورج اور چاند کا باہمی تعلق اور تسلسل اور پھر ان کا انسانی زندگی پر اثر یہ سب ایک قوی دلیل خدا تعالیٰ کی ہستی کی ہے۔ کس طرح دن رات کا سلسلہ باقاعدہ چل رہا ہے اور کس طرح سورج چاند انسانی زندگی پر اثر ڈال رہے ہیں یہ ایک خود مستقل مضمون ہے جو کہ جغرافیہ اور علم نجوم پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے،

آٹھویں دلیل اسکی ہستی کی یہ ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْھِمَا مِنْ دَآبَّۃٍ یعنی زمین و آسمان کی پیدائش اور جو اس کے درمیان حیوانات کا سلسلہ پایا جاتا ہے اس سے صریح پتہ لگتا ہے کہ خدا ضرور ہے۔ کس قدر حیوانات ہیں۔ کوئی خشکی میں ہیں۔ کوئی تری میں۔ کوئی فضا میں۔ کوئی ہوا میں اور کوئی آگ میں پھر کسطرح ان سب کا رزق پہنچ رہا ہے اگر انسان کو چلنے پھرنے والا بنایا تو اسکا رزق کمانے پر منحصر رکھا۔ گوشت خور کو گوشت ملتا ہے گھاس خور کو گھاس ملتی ہے غرض سب کو اُسکے موافق غذا مل رہی ہے پس کیا اتنا بڑا اہتمام مادہ کا ہو سکتا ہے

نویں دلیل یہ ہے وَمِنْ اٰیٰتِہِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاکِدَ عَلٰی ظَھْرِہٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ یعنی اسکی نشانیوں میں ایک کشتی کا سمندر میں چلنا نشانی ہے یہ اسطرح کہ کیسے ہر ایک چیز کے الگ الگ خواص ہیں کوئی تیرتی ہے کوئی ڈوب جاتی ہے۔ کوئی جلاتی ہے کوئی بجھاتی ہے کوئی مارتی ہے کوئی جلاتی ہے غرض ہر ایک چیز کے خواص مقرر ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو اندھیر پڑ جاتا کبھی لکڑی ڈوب جاتی کبھی تیر جاتی کبھی آگ ٹھنڈا کرتی کبھی جلاتی کبھی زہر سے انسان مر جاتا کبھی زندہ ہو جاتا وغیرہ وغیرہ۔ پس فرمایا کہ تم نرا کشتی کے معاملہ ہی میں صبر و تحمل سے سوچو کہ کس طرح ایک دانہ سے ایک درخت اُگتا ہے دانہ تو ایک تھا مگر اسمیں سے کچھ پھل کچھ پھول کچھ پتے اور کچھ لکڑی پیدا ہوئی اور پھر اس لکڑی میں تیرنے کا خاصہ رکھا اور پھر تیرانے کے لیے ہوا کا وجود پیدا کیا پس کیا یہ سب مادہ کا کمال ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

دسویں دلیل | یہ ہے جو ایک فطرتی دلیل ہے کہ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی ہمارے دیو سماجی دوستو! تم اللہ کی ہستی میں شک کرتے ہو حالانکہ اس نے زمین و آسمان کو بنایا اس حالت میں کہ پہلے ایسا کوئی موجود نہ تھا اور کوئی اسکی شکل نہ تھی۔ پس شک تو اُسوقت ہوتا ہے کہ جب التباس واقع ہو یعنی جب ایک ہی کام کو مختلف لوگ کرنا جانتے ہوں تو پھر اُنکی مصنوع میں التباس کی وجہ سے شک ہوتا ہے کہ شاید زید نے بنایا ہے یا بکر نے مگر زمین و آسمان تو ایک ایسی مصنوع ہے کہ اسکا صانع ایک ہی واحد ذات ہے۔ وگرنہ بتلا سکتے ہو کہ ایسا ہی زمین و آسمان اس سے پہلے کسی نے بنا کیا تھا پس جب ایسا نہیں ہاور ہرگز نہیں تو پھر شک کیوں کرتے ہو۔ یاد رکھو شک اچھی چیز نہیں۔ انسان طبعی طور پر اور فطرتی طور پر نیک ظن پیدا کیا گیا ہے جب تک اسکے پاس کافی شک کے وجوہ نہ ہوں وہ اسمیں نہیں پڑتا۔ بدظن اور شکی طبیعت کا انسان وہمی مجنوں اور مسلوب الحواس ہو جاتا ہے اگر شک کے سلسلہ کو یونہی وسیع کیا جاوے تو انسان نہ کسی کے ہاتھ سے کچھ کھاوے نہ پیے۔ نہ بازار سے کچھ لاوے نہ کسی کے پاس بیٹھے نہ بات کرے نہ حجام سے سر منڈاوے۔ اسکا نتیجہ کیا ہوگا؟ ہلاکت۔ پس شک کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ایک زہر ہے۔ اور اُس قادر قیوم اور زندہ خدا پر لاؤ +

زہر کے پینے سے کیا انجام جز موت وفنا بدگمانی زہر ہے اس سے بچاوے دین شعار

چراغ الدین احمد۔ احمدی مبلغ۔ دار الفضل قادیان

ایڈیٹر یہ مضمون ہمارے سلسلہ احمدیہ کے ایک نوجوان نے لکھا ہے جو اپنی زندگی تبلیغ و اشاعت دین قویم کے لیے وقف فرما چکے ہیں ماشاء اللہ خوب مدلل لکھا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء +

طوفان نوح اور اُس کا تاریخی ثبوت

ہمارے ایک قدیمی کرم فرمانے (جو پکے آریہ سماجی) ہیں۔ ہمیں چند اعتراض لکھ کر بھیجے ہیں جنکا جواب دینا ہم اُنکی خاطر ضروری سمجھتے ہیں باسلیلاج اُنکے ارسال کردہ اعتراضات میں سے سوال نمبر ۲ کا جواب تشحیذ الاذہان میں شائع کیا جاتا ہے اُمید ہے کہ ہمارے دوست کی اس سے پوری پوری تسلی و تشفی ہو جائیگی۔ اور ہم یہ بھی اُشارہ کہتے ہیں کہ یہ جواب جو ایک خاص مستقل مضمون کی حیثیت رکھتا ہے، ہمارے ناظرین رسالہ کے لیے بھی باعث دلچسپی اور موجب ازدیاد معلومات ہوگا۔ (احمدی مہاجر)

اعتراض نمبر ۲ - بائبل اور قرآن شریف دونوں کتابوں میں لکھا ہے کہ نوح کے وقت خدا نے ایک عالمگیر اور خوفناک طوفانِ آب ساری دنیا کو غرق کرنے کے لیے بھیجا جس سے دنیا کی تمام جاندار اور بےجان اشیاء نیست و نابود ہو گئیں مگر ایک نوح اور اُسکا پریوار (خاندان) اور دنیا کے تمام جان داروں کا ایک ایک جوڑہ ایک چھوٹی اور معمولی حیثیت کی کشتی پر سوار ہو کر اس خطرناک طوفان سے محفوظ رہے۔ کیا یہ ممکن ہے اور عقل اسکو باور کر سکتی ہے کہ ایک معمولی چند فیٹ لمبی اور چند فیٹ چوڑی کشتی کے اندر نوح اُسکا خاندان اور طرفہ یہ کہ پرتھوی (زمین) کے جیوں (جانداروں) کا ایک ایک جوڑہ جسمیں ہاتھی اور اس سے بھی بڑے جاندار ہونگے سما گئے اور طوفان سے بچ نکلے۔ میں نہیں سمجھتا اور نہ ہی میری بدھی اسکو باور کرتی ہے کہ آپ اس بلاغیل اور اسنبھو (ناممکن) بات کو حل کر سکیں۔ گو لوگ لمبک ہول کے واقعہ کو جھوٹا کہنے لگ گئے ہیں اُسکے مقابل تو یہ سراسر محال ہے ہاں اگر آپ اس اسنبھو کو سنبھو سدّھ کر سکیں تو اس واقعہ کی صداقت کے لیے تواریخی ثبوت کی بھی ازحد ضرورت ہے جسکے بغیر یہ سوال قابل تسلیم نہیں پس آپ کو تواریخ عالم سے بھی کام لینا ہوگا جسکے بغیر آپ کا جواب نامکمل سمجھا جائے گا۔

مہاشہ جی! قبل اسکے کہ ہم آپ کے سوال نما اعتراض کا مدلل اور مسکت جواب دیں پہلے اُن افتراؤں اور غلط بیانیوں کی تردید ضروری سمجھتے ہیں جنکو آپ نے محض سنی سنائی

باتوں اور بے بنیاد سطحی معلومات کی بنا پر اعتراض کو لمبا کر دیا ہے۔ مثلاً پہلی بات بائبل اور قرآن شریف میں لکھا ہے" حالانکہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ بعینہٖ قرآن شریف میں نہیں اور اگر بائبل میں ہو بھی تو اسکے جواب وہ پادری صاحبان ہیں نہ کہ ہم۔ دوسری بات " دنیا کے غرق کرنیکو" اس کا ثبوت بھی قرآن شریف سے نہیں ملتا یہ ایک افترا ہے جو قرآن شریف پر کیا گیا ہے وہاں الارض کا لفظ ہے جسکا مطلب زمین کا ایک خاص قطعہ اور حصہ ہے نہ کہ تمام دنیا۔ ہاں یہ اعتراض عیسائی حضرات پر وارد ہو سکتا ہے جنکی بائبل میں صاف لکھا ہے " تمام روے زمین پر پانی تھا" پیدائش ۷/۱۹ " سب اونچے پہاڑ جو تمام آسمان کے نیچے ہیں چھپ گئے" پیدائش ۷/۱۹ نہ کہ قرآن شریف پر جو الارض کہہ کر آپ کے تمام اعتراض کی جڑ بنیاد ہی کھوکھلی کر رہا ہے۔

تیسری بات یہ کہ چند فیٹ چوڑی چند فیٹ لمبی کشتی میں نوح وغیرہ اور دنیا کے تمام جاندار کیسے سما گئے۔ اسکا بھی قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں قرآن مجید میں تو یہ لکھا ہے کہ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ پ ۱۲ ہود۔ اول اسمیں مِنْ کا لفظ ہے جسکا ترجمہ "سے" اور "بعض" ہے کُل کا لفظ ہر ایک موقعہ کے لیے علیحدہ علیحدہ معنے دیتا ہے دیکھو قرآن شریف کا محاورہ۔

ایک عورت سبا کی ملکہ کے متعلق ہے کہ اُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ پ ۱۹ سبا وہ کُل شے دی گئی۔ اب بتلائیے اس کُل سے کیا مطلب سمجھا جائیگا کہ دنیا کی تمام اشیاء دی گئیں۔ نہیں بلکہ اس سے مراد بہت سی ہیں جیسطرح ہماری زبان میں سب کا لفظ کی آپ اسکا پریوگ اور مطلب تو خوب سمجھتے اور جانتے ہوں گے۔ پس کُل سے مراد ضرور ہیں نہ کہ دنیا کی تمام جاندار۔ پس جب ہر ایک جاندار کا کشتی میں داخل ہونا ہی ثابت نہیں تو چند فیٹ لمبی کشتی میں کیسے سما سکتے ہیں یہ اعتراض ہی فضول اور بیہودہ ہے پس ہمنے اس ممکن کو ممکن ثابت کر دیا جسکو آپ ناممکن کو ممکن کہہ رہے تھے۔

اب قرآن شریف کے اصل بیان کردہ واقعہ سے آپ کو باخبر کرنیکے بعد حسب منشاء آنجناب اس واقعہ کا تاریخی ثبوت بھی پیش کرتے ہیں اور بفضل خدا سب سے پہلے

ہم انھیں کتب سے اسکا ثبوت پیش کرینگے جو آریہ اور ہندو سماج کے نزدیک مستند اور مسلّم ہیں۔ ہاں انکے بعد دنیا کے دیگر ممالک کی تواریخ سے بھی اسکے اثبات میں ادلّہ پیش کیے جائیں گے۔

سب سے پہلے شتپتھ براہمن کی گواہی سنیئے۔

شتپتھ براہمن کی گواہی

(۱) صبح کے وقت وے منو کے واسطے نہانے کو پانی لائے جیسا کہ اب ہمارے ہاتھ دھونے کو اکثر پانی لاتے ہیں جبکہ وہ نہا رہا تھا تو ایک مچھلی اُسکے ہاتھ میں آگئی۔

(۲) اُسنے منو سے یہ کہا تھا کہ تم مجکو پرورش کرو میں تمکو بچالوں گی۔ منو نے کہا کہ کس چیز سے تو مجکو بچالے گی اُس نے جواب دیا کہ ایک طوفان تمام جانداروں کو غرق کر دیگا اُس سے میں تجکو بچالوں گی تب منو نے پوچھا کہ کسطرح میں تمہاری پرورش کروں۔

(۳) اُس نے جواب دیا کہ جبتک کہ ہم چھوٹے رہتے ہیں تو ہماری بربادی کا زیادہ خطرہ ہے کیونکہ اکثر مچھلیاں کھا جاتی ہیں۔ تو مجکو اول ایک برتن میں رکھ اور جب میں بڑھ کر اس میں سما نہ سکوں تب ایک گڑھا کھود کر اسمیں مجکو رکھ اور جب میں اسمیں بھی بڑھ کر سما نہ سکوں تو دریا میں چھوڑ دینا اور وہاں میں خطرہ سے محفوظ رہونگی۔

(۴) وہ رفتہ رفتہ بڑھ کر ایک بڑی مچھلی ہو گئی کیونکہ یہ سب سے بڑی ہوتی ہے اسکے بعد اُس نے منو سے کہا کہ فلاں و فلاں سال میں طوفان آئیگا تو میری نصیحت پر کاربند ہو اور ایک ناؤ (کشتی) تیار کر اور جب طوفان بڑھے تو تو اُسمیں بیٹھ جانا اور میں تجکو اس (طوفان) سے بچالوں گی۔

(۵) اسطرح اسکی پرورش کرکے وہ (منو) مچھلی کو سمندر میں لیگیا اور جس سال کہ مچھلی نے پتہ دیا تھا اُسی سال اُسکی نصیحت پر کاربند ہو کر اُسنے ناؤ کو تیار کیا اور جب طوفان بڑھا تو وہ اسمیں بیٹھ گیا تب وہ مچھلی اُسکے نزدیک تیر کر آئی اور منو نے اُسکے سینگ سے جہاز کی رسی باندھ دی اس ذریعہ سے منو بہت جلد اس دور کے شمالی پہاڑ پر پہنچگیا۔

(۶) پھر مچھلی نے منو سے کہا کہ میں نے تجھے بچالیا ہے تو ناؤ کو ایک درخت سے

باندھدے مگر جب تک تو پہاڑ پر نہ رہ ایسا نہ ہو کہ پانی تجکو کنارہ پر چھوڑدے یعنی پانی اتر جاوے اور تو نہیں رہے لہذا جسقدر پانی اترتا جاے اُسی قدر تو بھی اترتا جا یوں آخر کار وہ بھی رفتہ رفتہ نیچے اتر آگیا اسی وجہ سے اُس پہاڑ کو منو کا اوتار کہتے ہیں طوفان نے تمام جانداروں کو غرق کردیا صرف منو ہی اکیلا رہ گیا الخ۔" (شتپتھ براہمن کانڈ ۱ ادھیاے ۸)

اسوقت یہ بحث نہیں کہ منو کو (جو حقیقتاً نوح کا ایک بگڑا ہوا نام ہے) مچھلی نے آیندہ طوفان کی خبر دی یا وہ اس طوفان سے اکیلا ہی بچا۔ اسوقت اسجگہ صرف اتنا ہی دکھلانا مقصود ہے کہ دنیا میں طوفان نوح آیا اور ضرور آیا جسکی خبر اور گواہی ہندوؤں کے نزدیک الہامی اور سماجیوں کے نقطۂ خیال سے قدیم رشیوں کی تصنیف کھلے الفاظ میں دے رہی ہے اور یہی مدعا تھا اب اسکے بعد ہندوؤں اور آریہ سماج کے نزدیک ایک اور معتبر اور مستند کتاب یعنی مہابھارت سے طوفان نوح کے آنے کی گواہی پیش کرتے ہیں جس سے سائل نامعترض کی کما حقہ تسلی و تشفی ہو جاوے۔

مہابھارت کی گواہی

مارکنڈے جی راجہ یدھشٹر سے مخاطب ہیں کہ اب ییوسوت منو کا حال سنیئے یہ بدری بشال آشرم میں تپ کر رہے تھے کہ چیری ندی سے آواز آئی مہاراج جان بچائیے بڑی بڑی مچھلیاں میری طرف جھپٹ رہی ہیں۔ منوجی نے انسان کی آواز سُنی اُسوقت ندی کے کنارے پہنچ دیکھا کہ ایک چھوٹی سی مچھلی فریادی ہے وہ اُسے لے آے اور ایک پانی کے گھڑے میں ڈالدیا مچھلی کا قد بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھا کہ آخر منوجی کو باولی میں چھوڑنا پڑا۔ باولی میں بھی وہ اسقدر بڑھ گئی کہ جگہ نہ رہی۔ منوجی پہنچے تو اُس نے بہت شکریہ ادا کیا اور عرض کی کہ مہاراج دیکھئے کیسی تنگی سے بسر کر رہی ہوں اگر آپ گنگاجی میں چھوڑ دیں تو بڑا احسان ہوگا۔ آپ کا سلوک میں کبھی نہ بھولوں گی اور آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ کسیوقت اسی طرح آپ کی بھی میرے سبب سے جان بچے گی۔

منوجی راضی ہوے مگر گنگاجی تک کیسی پہنچا ئیں مچھلی مچھلی نہ رہی تھی اگرچہ بھی

(اُسکے پاسنگ برابر نہ تھا۔ وہ (منو) اس فکر میں ہی تھے کہ کیا کریں اتنے میں پھر مچھلی کو دیکھا تو بالکل چھوٹی۔ وہ اُسے اُٹھا کر لے گئے اور گنگا جی میں چھوڑ دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد مچھلی مگرمچھ کا ذکر کیا ایک پہاڑ دکھائی دینے لگی گنگا جی میں سما نہ سکی۔ منوجی اشنان کو گئے تو (مچھلی) نے درخواست کی کہ مہاراج! آپ ہی میری جان بچانے چلیے۔ میرے گنگا جی میں بھی اب گنجایش نہیں رہی آپ ہی تکلیف کریں تو سمندر میں فراغت ہو۔ منوجی کو مچھلی نے یہ کہہ کر جسم چھوٹا کر لیا۔ منوجی نے سمندر میں پہنچایا۔ جب منوجی پلٹنے لگے تو مچھلی بولی کہ منوجی مہاراج! ایکبات سُنتے جایئے۔ پہلے (قیامۃ) ہونے والی ہے پانی کے سوا خشکی کا نام نہ رہے گا ایک کشتی تیار کیجیے تمام ضروری ذخیرہ اُسمیں ہو ایک مضبوط رسا بھی اُسمیں بندھا رہے۔ جب پرلے کا زمانہ آئے سپت (سات) رشیوں کو لیے ہوئے کشتی پر سوار ہو جایئے گا میں موقع پر پہنچوں گی۔ اسوقت صورت اور ہے اُس وقت منہ پر ایک طول طویل سینگ پایئے گا میں آپ کو اس پرلے میں بچاؤنگی کوئی خوف کی بات نہیں۔

مچھلی چلی گئی۔ منو لوٹے۔ کشتی تیار کی۔ طوفان کا بھی دن آ گیا۔ دنیا بھی غرق ہوئی۔ منو جی بھی طوفان کے تھپیڑے میں پھنسے۔ مچھلی بھی اُسوقت آ پہنچی جب کشتی ڈگمگا رہی تھی منوجی نے بڑی پھرتی سے رسّی کا پھندا پھینکا۔ مچھلی سینگ میں ڈالکر ادھر اُدھر چکر دینے لگی۔ پانی کے زور و شور کا ذکر ہی کیا تمام دنیا دریا برد ہو گئی اونچے اونچے پہاڑ تک پانی میں ڈوب گئے مچھلی بھاگتے بھاگتے ہمالیہ پہاڑ کی طرف پہنچی ہمالیہ کی بلند سے بلند چوٹیاں پانی کے اندر تھیں صرف ایک سر بفلک چوٹی ڈوبنے سے باقی تھی مچھلی نے وہ کشتی وہیں بندھوائی اور کہا کہ مجھے پہچانا۔ برہما کون ہے۔ پرجاپتی کسے کہتے ہیں۔ میں ہی وہ ہوں جسکا تمنے نام سُنا۔ تمھیں اس طوفان سے بچانیکے لیے مچھلی کا قالب قبول کر رکھا تھا۔" مہابھارت بن پرب ادھیائے ۱۸۷

مہابھارت کے رشی منو (نوح) کو طوفان سے بچانیوالی مچھلی کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ وہ حقیقتاً مچھلی نہ تھی بلکہ برہما جو پرجاپتی خدا ہے وہ خود تجسّم اختیار کر کے نوح کو بچا لیگیا

قرآن شریف بھی یہی بیان فرماتا ہے کہ نوح کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیشتر ہی خبر دی اور طوفان سے بچا لیا پس مچھلی وغیرہ یہ سب النکار یعنی استعارات ہیں اصل واقعہ میں کوئی بڑا اختلاف نہیں اب مہابھارت کے بیان کے بعد آریہ سماج کے نزدیک ہندو تاریخ کی کتاب اور جمہور سناتن کے نزدیک الیشوری گیان (الہام) پورانوں سے متس پوران سے اس طوفان کے متعلق تھوڑا سا اقتباس پیش کرتے ہیں۔

متس پوران کی شہادت

سوریہ کے بیٹے ایک با اقبال مہاراجہ تھے وہ اپنے بیٹے کو سلطنت سونپ کر عبادت و ریاضت کرنے چلے گئے۔ ایکوقت جبکہ منو اپنے آشرم میں "پتری ترپن" کر رہے تھے اُنکے ہاتھ میں ایک متسیہ (مچھلی) آگئی۔ وہ مچھلی بولی اے منو میری حفاظت کرو۔ منو نے پہلے اُسے ایک چھوٹے سے برتن میں پھر ایک بڑے گھڑے میں پھر کنوئیں میں پھر ایک جھیل میں پھر گنگا میں رکھا اور پھر جبکہ وہ مچھلی بہت بڑی ہوگئی تو اُسے لیجا کر سمندر میں پھینکا مگر جب منو نے دیکھا کہ اپنا جسم بڑھا لیا سارے سمندر کو گھیر لیا تو وہ ڈرے اور اس مچھلی کی اسطرح تعریف کرنے لگے۔ تو کوئی دیوتا ہے یا واسودیو (سری کرشن) ہے کسطرح ممکن ہے کہ کوئی دوسرا اس طرح کا بن سکے اے دنیا کے مالک وشوپتی! اب تجھے نمسکار ہو (سجدہ) یہ تعریف سُنکر وہ مچھلی بولی تم نے میری اچھی تعریف کی اور مجھے پہچانا تھوڑے ہی دنوں میں زمین اپنے پہاڑوں کنجوں اور جنگلوں سمیت سمندر (یعنی پانی) میں ڈوب جائیگی یہ کشتی تمام دیوتاؤں کی ہمت اور محنت سے تیار ہوئی ہے تاکہ جانداروں کے ورہت سموہ کی حفاظت ہو۔ سب جاندار جنکو چاہے وہ پنڈج ہوں وا انڈج وسویج یا اودبج انھیں اس کشتی پر چڑھا کر مصیبت سے بچانا۔ یگ کے ختم ہونے پر خوفناک ہوا کے طوفان سے یہ کشتی بہنے لگے تب تم جاندار غیر جاندار دنیا کے مالک بنائے جاؤگے مچھلی کی شکل میں واسودیو یعنی وشنو (پرمیشور) نے جسوقت کی خبر دی تھی جب وہ آن پہنچا تو قیامت شروع ہوگئی اور واسودیو سینگ والی مچھلی کی شکل میں ظاہر ہوئے اور اننت نام رشیوں کی طرح منو (نوح) کے نزدیک پہونچے۔ منو نے اس سانپ

کی طرح رستے سے اس کشتی کو مچھلی کے سینگ میں باندھ دیا الخ خلاصہ بیان از متس پوران

شریمد بھاگوت پوران کی گواہی۔

ستیہ برت نام ایک راج رشی تھے ایکوقت جبکہ وہ کرت مالا ندی کے کنارہ پتری ترپن کر رہے تھے تو انکی چلو میں پانی کے ساتھ ایک پیس (مچھلی) آگئی اس نے ستیہ برت سے عرض کی کہ میری حفاظت کرو۔ اسکے کہنے پر ستیہ برت نے اسے پہچانا کہ یہ تو مجسم وشنو ہیں۔ تب ستیہ برت نے مچھلی کی شکل میں متشکل وشنو سے پوچھا کہ بھگوان! آپ نے یہ شکل کیوں اختیار کی ہے تب مچھلی نے جواب دیا کہ آج سے ساتویں دن تینوں دنیائیں (زمین۔ آسمان اور درمیانی کرّہ) قیامت خیز بہت بڑے سمندر میں ڈوب جائیں گے۔ جب طوفان شروع ہوگا تو میری بھیجی ہوئی ایک بڑی کشتی تیرے نزدیک پہنچے گی۔ اپنے ساتھ نباتات اور دیگر مختلف قسم کے بیجوں کو لیکر اور سپت رشیوں (معلوم ہوتا ہے سپت رشی سے مراد نوح کا خاندان ہے) اور دیگر سبکو ساتھ لیکر اس بڑی کشتی کو ڈولنے دینا جب خوفناک ہوا کے چلنے سے کشتی ڈگمگانے لگے تب اسکو بہت ہی سانپوں کی شکل کے رستہ سے میرے سینگ کے ساتھ باندھ دینا کیونکہ اسوقت میں تیرے نزدیک پہنچ جاؤں گا۔

مچھلی نے جیسا کچھ کہا تھا ویسا ہی ہوا اور جب پرلے (قیامت خیز طوفان) ختم ہوگیا تو مچھلی کی شکل اختیار کیے ہوئے وشنو (الیشور) نے ہیوگریو نامی راکشس کو مار اس سے ویدوں کو چھین لیا اور راج رشی ستیہ برت۔ وشنو کی مہربانی سے موجودہ یگ کے منو ہے۔ الخ"

(خلاصہ بیان از شریمد بھاگوت پوران)

شریمد بھاگوت پوران کا مصنف بھی طوفان کے آنیکا قائل ہے اور طوفان کا ہیرو منو یعنی نوح ہی کو بتلاتا ہے دیکھو اس بیان کے آخری خط کشیدہ الفاظ۔

اگنی پوران کی شہادت

اگنی پوران میں نوح کے طوفان کا ذکر نہایت مختصر ہے بھاگوت اور اگنی پوران کی روایت ایسی ہی ہے کہ جسکا نقل کرنا پہلے لکھے کو دہرانا ہے اسلیے اگنی پوران کے اقتباس کو نظر انداز کرتے ہوے ذیل میں سائل کی تسلی و تشفی کے لیے دیگر شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

پنڈت بالکرشن ایم-اے پروفیسر گورو کل کانگڑی کی شہادت

شتھ پتھ براہمن میں لکھا ہے کہ منو کو منہ دھونے کے لیے پانی دیا گیا اُسمیں ایک (چھوٹی) مچھلی تھی جس نے منو کو کہا کہ مجھے پہلے بڑے برتن میں پھر گڑھے میں پھر سمندر میں رکھکر پرورش کرو تو میں تمھاری حفاظت اُس طوفان سے کروں گی جو تمام جانداروں کو بہالے جائیگا تھوڑے برسوں تک وہ طوفان آئیگا تب تک ایک بڑی کشتی بناکر میری طرف لاتا اور جب طوفان آنے لگے تو بیٹھ جانا تب اُس طوفان سے تمکو بچادونگی۔منو نے اُس کی تعلیم کے مطابق کام کیا طوفان آنے پر وہ مچھلی کشتی کو بڑی تیزی اور جلدی سے اُتر کی طرف پہاڑ پر لے گئی" اسطرح منو بچگئے اور دیگر سب جاندار طوفان سے نیست و نابود ہو گئے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مذکورہ بالا واقعہ اُس آخری طوفان کو بتلاتا ہے جو قریبًا ...۸ آٹھ ہزار برس مسیح سے پہلے ہوا یا دوسری باتوں کی طرح استعارہ کے رنگ میں کوئی گہری رمز ہے۔ بہرحال طوفان کا یقین بہت سی پرانی اور قدیم اقوام میں تھا۔

جہاں مہابھارت اگنی پوران۔ وشنو پوران وغیرہ میں اسکا ذکر ہے وہاں مصر چیلڈیا اور یونان کے قدیم باشندے بھی طوفان کی ٹھیک یہی کتھا کہتے ہیں اور بائبل قرآن میں بھی یہی لکھا ہے اسلیے دنیا کی تواریخ میں یہ واقعہ حیرت انگیز ہے" بھارت ورش کا اتہاس ہندی حصہ اول ص ۲۲۶۔

ایک فاضل سناتنی پنڈت کی رائے

سناتن دھرم کے اتو یائی پنڈت مولراج صاحب اپنی کتاب "ہندو دھرم درپن" میں طوفان نوح کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔ "سورج کے بیٹے منوجی بڑے بہادر اور پرتاپی تھے وہ چیری ندی کے کنارہ ہر روز ایک پاؤں کے بل ناف تک پانی میں کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سورج کی طرف کرکے بغیر آنکھ جھپکنے کے سورج کو اپنے دھیان کا مرکز قرار دیکر سخت تپسیا وریاضت کیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک مچھلی یکایک پانی میں نمودار ہوئی اور منوجی سے کہنے لگی کہ چھوٹی مچھلی کو بڑی مچھلی کھا جاتی ہے اسلیے میری حفاظت کرو۔ منوجی نے

اس عجیب و غریب مچھلی پر (جسکا اوپر کا دھڑ انسانی تھا اور نیچے کا سارا حصہ مچھلی کا تھا اور اُسکے سر پر ایک سینگ بھی تھا) رحم کھاکر اُسکو لوٹے یا گھڑے میں ڈالا اور اپنی کُٹیا (جھونپڑی) میں لاکر قریب کی ایک باولی میں رکھا۔ منوجی اُس عجیب مچھلی سے بڑا پیار کرتے اور اُسکو ہر روز جاکر دیکھا کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد ایکدن اُس مچھلی نے کہا کہ اب میں بڑی ہوگئی ہوں ندیا میں مجھکو کوی خطرہ نہیں ہوگا اسلیے مجھے پھر دریا میں ہی لے چلو چنانچہ منوجی اسکو دریا میں چھوڑ آئے۔ جب منوجی دریا کے کنارہ تپ (ریاضت) کرتے وہ مچھلی بھی ان کے قریب پانی میں تیرتی رہتی۔ اسکے بہت عرصہ بعد پھر مچھلی نے کہا کہ اب میں بہت بڑی ہوگئی ہوں اور دریا میں اب میرا گزارہ نہیں ہوسکتا اور میرے ساتھ چل کر سمندر میں رہنے سے کوی اندیشہ معلوم نہیں ہوتا چنانچہ منوجی مچھلی کے ساتھ ساتھ دریا کے کنارہ کنارہ جاکر سمندر تک پہنچ گئے سمندر میں پہنچکر اُس عجیب "مچھ" نے فرمایا کہ میں برہم روپ ہوں دیکھو اب پرتھوی (زمین) پر پاپ (گناہ) بہت بڑھ گیا ہے اسلیے ایک بڑا قیامت خیز طوفان آنیوالا ہے تو ایک بڑی عظیم الشان کشتی بنواکر تیار رکھ۔ طوفان کے وقت اس کشتی میں سوار ہوجانا اور اپنے پشو اور کھیتی کے بال بچہ کو ساتھ رکھنا اور اتنے عرصہ کی خوراک کشتی میں ساتھ ڈال لینا اور جو آدمی آپکے ساتھ ساتھ رہنا منظور کریں اُنکو بھی سوار کرالینا اور ایک بڑا مضبوط رسّا کشتی سے باندھ رکھنا۔ جس وقت طوفان کا سخت زور ہوگا میں آؤنگا تیری کشتی کی رہنمائی اور رکھشا (حفاظت) کرونگا۔ تمنے کشتی کے رسّہ کا دوسرا سرا میرے سینگ میں ڈالدینا۔ چنانچہ مذکورہ بالا واقعات سب کے سب ظہور پذیر ہوئے اور طوفان کے بعد وہ کشتی ہمالہ پربت کی بلند چوٹی سے جالگی۔ کشتی کا رسّا مچھ کے سینگ سے نکالکر چوٹی سے باندھ دیا گیا اور وہ نادر مچھ منو کو چند ہدایات دیکر پانی میں غائب ہوگیا۔ طوفان کا قاعدہ ہوتا ہے کہ نشیب جگہ کو فراز کردیتا ہے اور فراز کو نشیب بنادیتا ہے سو اس طوفان کے بعد بھی ہمالہ پربت کی سب سے بلند چوٹی جس کا نام مونٹ ایورسٹ رکھا گیا ہے اور یہ ایورسٹ کا نام بائبل کے ارارات کے نام سے مشابہت رکھتا ہے گویا مونٹ ایورسٹ ہی مونٹ اراراٹ ہے۔"

پنڈت مولراج صاحب اس بیان کے بعد صـ ۱۴۵ پر "راجہ منو اور حضرت نوح" کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ "اس تاریخی طوفان کو عیسائی اور مسلمان وغیرہ سب قومیں مانتی ہیں۔ ہندو اس قابل تعظیم بزرگ کو راجہ منو کہتے ہیں اور وہ اسکا نام حضرت نوح رکھتے ہیں مگر ہر ایک کا مطلب بانفس مضمون واحد ہے الخ" ہندو دھرم درپن صـ ۱۴۳ تا ۱۴۵۔

ہمارے مہربان دوست ~~~ شتپتھ براہمن۔ مہابھارت۔ متس پوران۔ شریمد بھاگوت پوران۔ اگنی پوران۔ قدیم ہندو کتب کے بیانات و گورو کل کے فاضل اور سناتن دھرم کے علامہ پنڈت مولراج صاحب کی اس طوفان کے متعلق حوالجات ہیں ان سب سے کماحقہ تسلی و تشفی ہو گئی ہوگی اور امید ہے کہ آیندہ کے لیے وہ ایسے اعتراض کرنے سے مجتنب رہیں گے جنکا اقبال اور تذکرہ انکی اپنی مسلمہ و مصدقہ قدیم کتب میں بھی موجود ہے۔ معترض صاحب کی دلجمعی اور تسلی کے لیے محولہ بالا حوالے ہی کافی سے بڑھ کر ہیں مگر ~~~ ہم محض انہی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے دنیا کی دیگر اقوام کے خیالات و روایات بھی جو وہ طوفان نوح کے متعلق رکھتی ہیں پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین کی معلومات میں معتد بہ اضافہ ہو اور دیگر غیر مذاہب کے پیرو بھی جان جائیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف و فرقان حمید میں کوئی بھی ایسی بات ایسا واقعہ ~~~ ایسی روایت اور ایسا قصہ نہیں جسکا ثبوت دنیا میں موجود نہ ہو یا جسکو دلیل اور برہان سے ثابت نہ کیا جاسکے۔

کسدی روایات

جو مورخ بروسس نے قلمبند کی ہیں جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ کرونا س دیوتا نے خسوتھرسس کو دکھائی دیکر یہ خبر دی کہ ایک طوفان آنیوالا ہے جس سے تمام بنی آدم برباد کیے جائینگے اور اسکو حکم دیا کہ تم ایک کشتی بناؤ اور اسمیں تم اور تمھارے احباب معہ مختلف حیوانات کے داخل ہوں اور بغیر خوف کے اپنے آپکو سمندر کے حوالہ کردو۔ جب طوفان کم ہونے لگا جانور کشتی سے چھوڑے گئے پر وہ پہلی دفعہ جاتے ہی لوٹ آئے دوسری مرتبہ ان کے پاؤں کیچڑ سے بھر گئے مگر تیسری دفعہ واپس نہ آئے اور کشتی آرمینیا کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر اٹک گئی۔

۲۔ طوفان کا اور بھی مفصل حال موجودہ زمانہ میں مسٹر سمتھ صاحب نے ان کسدی کتبوں

سے دریافت کیا ہے جو کہ ملک اسور سے دستیاب ہوی ہیں الا و بار ہسیسدرا کے پاس جو ایک پلکباز آدمی تھا اور جو اکیلا طوفان کی آفت سے زیح نکلا تھا جاتا ہے اور اُس سے اُسکی داستان سُنتا ہے ہسیسدرا بیان کرتا ہے کہ ہسیاہ دیوتا مجھے دکھای دیا اور اُسنے مجھے خبر دی کہ دیوتاوں کا ارادہ ہے کہ بنی آدم کو اُنکے گناہوں کے سبب سے برباد کردیں سو تو اتنی لمبی اتنی چوڑی کشتی تیار کرو اُسمیں اپنا اناج اور اسباب اور دیگر سب اشیاء اور دولت اور باندیاں اور کنیزکیں اور نوجوان آدمی اور میدان کے حیوانات اور بہائم جمع کر۔ پھر اُس نے (یعنی ہسیاہ نے) وعدہ کیا کہ میں خود دروازہ بند کرونگا۔ اسپر بیٹے (ہسیسدرا) نے ملامت کی اور کہا کہ لوگ مجھے ٹھٹھوں میں اُڑائینگے وغیرہ تاہم جہاز بنانے کے کام میں مشغول ہوا۔ اسکے بعد ہسیسدرا بیان کرتا ہے کہ جب وہ جہاز تیار ہوگیا تو اُسپر تین پیمانے بال اندر کے رُخ اور اتنی ہی مقدار کے قریب باہر کی طرف ڈالیگئی شمس یعنی سورج کے دیوتا نے طوفان کو بھیجا جو بڑی تیزی اور تندی سے آیا اور تمام جاندار داروں کو سطح زمین سے برباد کرگیا ساتویں روز طوفان ختم ہوا اُسکے بعد ہسیسدرا نے ایک فاختہ کو چھوڑا جو لوٹ کر واپس آگئی پھر ایک ابابیل کو چھوڑا وہ جانور بھی واپس آیا اسکے بعد ایک کوا چھوڑا گیا مگر وہ نہ لوٹا وغیرہ وغیرہ۔ یہ بیان قرآن شریف کے بیان سے کسیقدر اختلاف رکھتے ہیں مگر جب توہمات اور لغاظی کو علیحدہ کردیا جاوے تو وہی سادہ حقیقت رہجاتی ہے جو قرآن مجید بیان کرتا ہے۔

(یونانی روایات)

یونانیوں کی پرانی کتب میں لکھا ہے کہ پرومیتھی اُس کا فرزند ڈیوکیلئس جبکہ تھیسلی کنیقیھیا سلطنت پر متمکن تھا تو اُسوقت جوپیٹر دیوتا کے غصہ اور ناراضگی کے باعث یونان میں طوفان آیا۔ ڈیوکیلئس دانا باپ سے علم حاصل ہونیکے باعث اپنی بیوی پائیرا کے ساتھ ایک بڑی کشتی میں سوار ہوگیا۔ نو دن تک پانی کی لہریں بہت ہی بلند ہوتی رہیں جس سے یونان کے تمام جاندار نیست و نابود ہوگئے۔ آخر میں ڈیوکیلئس کی کشتی درناسس پہاڑ پر جا لگی اس طوفان سے صرف یہی دو نو میاں بیوی بچے۔ دیکھئے کیسلز کان سائز سائیکلوپیڈیا صفحہ ۳۹۹

اہل چین اور اہل امریکہ کی روایات

اے مینوئل آف بائبل ہسٹری مصنفہ ریورینڈ ولیم بلیکی صاحب ڈی ڈی۔ میں لکھا ہے کہ "تورانی لوگوں کے درمیان جیسی روایتیں بہت دلچسپ ہیں مگر وہ روایات جو قدیم سے اہل امریکہ کے درمیان مروج ہیں اور بھی زیادہ عجیب ہیں میکسیکو میں کئی ایسی تصاویر پائی گئی ہیں جنمیں ایک مرد اور اسکی جورو ایک کشتی یا تختہ پر بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور انکے پیچھے ایک پہاڑ کھڑا ہے اور کئی پرندے مثل فاختہ و گدھ اُڑ رہے ہیں۔ پھر شمالی امریکہ کے چروکی انڈینس کے درمیان ایک روایت مروج ہے اور وہ یہ کہ ایکمرتبہ ایسا طوفان آیا کہ جسنے سب بنی آدم کو برباد کر دیا سوائے ایک خاندان کے جو ایک کشتی میں داخل ہوکے بچ نکلا۔

اسی طرح دنیا کے مختلف ممالک کی تواریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس قسم کی روایات کثرت سے مل سکتی ہیں ہاں یہ ایک علیحدہ امر ہے کہ اُن روایات و حکایات میں شاعرانہ مبالغہ یا جاہلانہ حاشیہ آرائی کا بہت کچھہ دخل ہو یا قصہ گویوں کی ملمع کاری کا عکس پایا جائے مگر اصل مطلب یا نفس مضمون میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ مہاشہ جی۔ اب بتلائیے آپ جس کا ثبوت بزعم خود ناممکن اور اسنبھو سمجھ رہے تھے کیسا ممکن اور سنبھو ہو گیا۔

ہمنے ابھی مہاشہ صاحب کے بہت سے اعتراضات کا جواب حوالۂ قلم کرنا ہے اسلیئے ایک ہی اعتراض پر بہت سا وقت خرچ کرنا مناسب نہ سمجھکر اسکو یہیں ختم کرتے ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو اس مضمون کو پھر کسی وقت زیادہ تواریخی اشہاد سے مرصع کر کے پیش کرینگے۔ فخر حاصل کرینگے = فقط (فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

شیعی دنیا میں تزلزل

ڈالدیا تھا پچھلے دنوں ہمارے مکرم دوست منشی خادم حسین صاحب کے ایک مضمون کی تحقیق امام آخر الزمان نے جسمیں شیعہ مستند کتب کے حوالوں سے حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت کیگئی تھی۔ اس مضمون کے تشحیذ چند پرچے لگ گئے۔ قیمت فی پرچہ ۸ر

صداقتوں کی روشنی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

کی وہ مستند و معروف تصنیف جسمیں ان اعتراضات کا کامل جواب ہے جو حضور مسیح موعود کی وفات پر کیے گئے معہ رسالہ الوصیۃ ایک دو نسخے باقی ہیں۔ قیمت عصہ ۸ر

مذاکرۂ علمیہ

حصہ اوّل

بجواب مکالمہ علمیہ نمبر۱۴ مندرجہ اصلاح نمبر۵ جلد ۱۳

جناب سید صادق حسین صاحب نقوی کا مندرجہ ذیل مضمون ۵ جولائی کو وصول ہوا تھا مگر میں اسے ابتک شائع نہ کرسکا اس مہینہ کے رسالہ میں بھی وہ تمام وکمال نہیں آسکتا اسلیے مجبوراً مجھے اس کا ایک حصہ ملتوی کردینا پڑا۔ اور بقیہ ہدیہ ناظرین ہے۔ سید محمد ہارون صاحب ممتاز الافاضل نے طعن دیا تھا کہ سید ہوکر سُنّی اور پھر مرزائی اسکا نہایت لطیف جواب ہمارے بھائی نے دیا ہے جو کسی دوسرے وقت چھاپا جائے گا فی الحال اصل مبحث کو مقدم کردیا ہے (ایڈیٹر)

میرا ایک مضمون زیر عنوان **جوابات اعتراضات شیعہ** تشحیذ الاذہان نمبر ا جلد ۱۴ ماہ جنوری ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا تھا اُسپر مولوی سید محمد ہارون صاحب ممتاز الافاضل زنگی پوری نے کچھہ خامہ فرسائی کی ہے اور وہ بعنوان مکالمہ علمیہ نمبر ۱۴ شیعوں کے رسالہ اصلاح نمبر۵ جلد ۲۳ میں شائع ہوی ہے میرا یہ مضمون اُسکے جواب میں ہے۔

ہارون۔ پہلا دعویٰ یہ ہے کہ یاایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیّ۔ جواب (۱) اس آیت میں خطاب اہل ایمان سے ہے۔۔۔ پس پہلے حضرات شیخین کا ایمان ثابت کرنا چاہیے الخ

صادق۔ تشحیذ الاذہان میں آپ کی ایک چالاکی کی بنا یعنی غلط حوالہ دینے پر مجھے خامہ فرسای ہوئی تھی کہ جناب نے اپنی تقوی و تورع کا یہ دوسرا نمونہ پیش کردیا۔ ایک شد دو شد۔ غضب کی بات ہے آپ نے اسبات کا کچھہ بھی خیال نہ کیا کہ تشحیذ و اصلاح دونوں پرچے اگر کوئی شخص دیکھے گا تو آپ کی بسنبت کیا راے قائم کریگا۔ کیا آپ حلفاً کہہ سکتے ہیں کہ میں نے آیۂ مذکورہ مدعی کی حیثیت سے پیش کی ہے؟ حضرت خدا سے ڈرو مذہبی مباحثات میں اس قسم کی چالاکیاں سخت شرمناک و نفرت انگیز ہوتی ہیں۔ شیعہ معترض نے جب بربناے آیہ مذکورہ شیخین پر اعتراض کیا تو میں نے اور جوابات کے علاوہ لکھا کہ اس آیت کی بنا پر بفرض محال اگر کوی اعتراض

شیخین پر ہو سکتا ہے تو اسی صورت میں کہ جب شیخین کو مومنوں میں تسلیم کیا جائے اور شیعہ انکو مومن تسلیم نہیں کرتے پس وہ شیخین پر اعتراض بھی نہیں کر سکتے۔ اس جواب کو پڑھ کر آپ حواس باختہ ہو گئے۔ شیخین کو یاایھا الذین اٰمنوا کے خطاب میں داخل ماننے میں تو شیعیت کافور ہوتی ہے نہیں مانتے ہیں تو شیعہ معترض کا اعتراض بے بنیاد ثابت ہوتا ہے عرصہ دراز تک عالم تفکر میں ہاتھ پاؤں مارنیکے بعد آپ کو یہ سوجھی اور بہت دور کی سوجھی کہ اصل واقعات کی صورت بدلدی پھر بھی جو کچھ تحریر فرمایا اُسکا خلاصہ بالفاظ دیگر یہی ہے کہ شیعہ انکو مومن تسلیم نہیں کرتے پس وہ شیخین پر اعتراض بھی نہیں کر سکتے۔ ہارون صاحب! اگر آپ ایسے ہی جوابات لکھتے رہیں گے تو دنیا کو اچھی طرح اپکی عقل کا اندازہ ہوتا رہیگا۔

ہارون۔ بالکل غلط ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کی ڈاڑھی اور عضہ کو سزا دی کے طور پر گھسیٹا تھا بلکہ یہ فعل آپ کا ازراہ محبت تھا جیسا کہ کوئی شخص جبکہ سفر سے آتا ہے اور اپنے پیارے عزیزوں سے ملاقات ہوتی ہے تو اُسکا سر پکڑ کر اپنے سینہ سے لگاتا اور پیار کرتا ہے"۔ ... جبتک آپ یہ ثابت نہ کرلیں کہ قطعاً حضرت موسیٰ کا فعل ازراہ غضب تھا تب تک آپ کو اس بات کے کہنے کا حق نہ ہوگا کہ آپس میں جھگڑا کرنے سے ایمان زائل نہیں ہوتا جیسا کہ موسیٰ نے ہارون سے جھگڑا کیا"

صادق۔ ممتاز الافاضل صاحب آپکی یہ تفسیر قرآن شریف کی یہ تفسیر نہیں۔ صریح تحریف ہے ذیل کے دلائل ملاحظہ ہوں۔ پارہ نہم سورہ الاعراف رکوع ۱۸ میں یہ آیات ہیں ولما رجع موسیٰ الیٰ قومہ غضبان اسفًا قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم و القی الالواح واخذ براس اخیہ یجرہ الیہ قال ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی فلا تشمت بی الاعداء ولا تجعلنی مع القوم الظّٰلمین پھر چند آیات کے بعد یہ آیت ہی ولما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح یعنی جب فرو ہوا موسیٰ سے غصہ تو لے لیں تختیاں اور سورہ طٰہٰ میں یہ آیتیں ہیں قال یٰھٰرون ما منعک اذ رایتھم ضلوا الا تتبعن قال یابن ام لا تاخذ بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی۔ اب ان تمام آیات

اور ان کے سیاق و سباق پر نظر ڈال لینے سے ہر صحیح الحواس انسان سمجھ سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قطعاً و یقیناً بحالت غضب حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی پکڑی اور ان کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ (اس کی تشریح کرتے ہوئے صادق صاحب فرماتے ہیں)

اب ہم دقیق مباحث کو چھوڑ کر ایک ایسی واضح دلیل پیش کرتے ہیں جسے ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ لے اور وہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے غضب کی حالت الفاظ لما رجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفا سے شروع ہوئی اور ولما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح پر ختم ہوئی۔ حضرت ہارون کی ڈاڑھی اور سر پکڑے جانیکا واقعہ ان آیات مذکورہ کے درمیان بیان ہوا ہے پس قطعاً اور یقیناً ثابت ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فعل زیر بحث از راہ غضب تھا لہٰذا ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مومنین کے باہم جھگڑا ہو جانے سے انکا ایمان زائل نہیں ہو جاتا بلکہ ہمیں یہ کہنے کا بھی حق حاصل ہے کہ مومنین میں باہم قتال ہو جانے سے بھی ایمان زائل نہیں ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما۔ ترجمہ اور اگر دو جماعتیں مومنین میں سے باہم قتال کریں تو صلح کرا دو درمیان ان دونوں کے۔

ہارون۔ امام اور وہ بھی معصوم جسنے رسولخدا جیسے خلق مجسم سے تعلیم پائی ہو گالی گلوچ نہیں کر سکتا البتہ تاریخ سیوطی میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر بڑی گالی باز تھے وکان ابوبکر سبابا

صادق۔ عربی عبارت بحوالہ تاریخ الخلفاء سیوطی کی کس فصل میں ہے براہ مہربانی ٹھیک پتہ دیجیے کیونکہ تاریخ الخلفاء مترجم میں اس فقرہ کا ہم معنی فقرہ مجھ تلاش سے نہیں ملا۔ البتہ نہج البلاغہ میں سر دست چند فقرات ایسے ملے ہیں کہ سبابا کی حد اگر ان تک پہنچگئی ہو تو بہتر بات تو آپ کے نزدیک بھی قابل اعتراض نہیں ہونی چاہیے ورنہ عصمت کی خیر نہیں اور وہ فقرات یہ ہیں (۱) ایکروز جناب امیر کوفہ کی مسجد میں خطبہ پڑھ رہے تھے اشعث ابن قیس نے حضرت کے چند الفاظ پر اعتراض کیا کہ وہ آپکے لیے مفید نہیں بلکہ مضر ہیں اسپر جناب امیر نے اشعث مذکور کیطرف غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھ کر فرمایا " تو کیا جانتا ہے تجھے کس نے اطلاع دی کہ فلاں چیز میرے لیے مضر ہے اور فلاں چیز نفع

پہنچانے والی ہے... تجھپر خدا کی لعنت برس رہی ہے لعنت کرنیوالے تجھپر لعنت کررہے ہیں
او سٹریر کے بیٹے شریر النسان او کافر کے بیٹے منافق (نہج البلاغۃ مترجم صفحہ ۳۳-)
(۲) اسی کتاب میں لکھا ہے کہ خوارج نہروان کو ڈرانے دھمکانے کیلیے آپنے ایک خطبہ فرمایا
اسمیں ارشاد ہے۔ "تمھارا گروہ خوب یاد رکھو ایک چھوٹے سے مغز والا او نہایت ہی
بیعقل ہے تمھارے لیے باپ نہوں" (نہج البلاغۃ مترجم صفحہ ۵) (۳) جناب
امیر نے اپنے بعض شیعوں کے حق میں فرمایا "خدا تمھارے چہرونکو ذلیل و خوار کرے
تمھارے نصیب اور مقدر کو پست کردے تم بدبخت ہوجاو" نہج البلاغۃ صہ ۹۲
(۴) مروان بن الحکم کے حق میں جناب امیر نے ایکمرتبہ فرمایا کہ اسکے لیے ایک حکومت ہے وہ
اسے اسطرح چاٹے گا جیسے کتا اپنی ناک کو چاٹا کرتا ہے وہ چار بھیڑیوں کا باپ ہے۔
نہج البلاغۃ صہ ۸۳۔ (۵) جناب امیر نے ایکمرتبہ عمر عاص کا ذکر کرتے ہوے فرمایا "اگر
یہ وہی شخص ہے جسکی یہ توصیف کیگئی تو بیشک اسکا بزرگترین فریب یہی کہ اپنی عورۃ (دبر)
کو قوم کے لیے بخشدیتا ہے" نہج البلاغۃ صہ ۹۷ سخت تعجب ہے یہ لیسپر زانیہ۔ نہج البلاغۃ
ہارون۔ رسولخدا کے سامنے ابوبکر و عمر کا بدزبانی کرنا مبحوث عنہ ہے +

صادق اسکا جواب ہمارے پہلے مضمون میں موجود ہے کہ یہ آیۃ زمانہ قبل نزول سے متعلق
نہیں اور سننا ہو تو سنیے کہ یہ روایت شان نزول قطعی الصدور نہیں۔ علاوہ بریں اس آیۃ
کی رو سے نہی ان دو باتوں کی کیگئی ہے (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی
آواز نہ کی جاسکے (۲) جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسے
نہ پکارا جاوے۔ اور روایت شان نزول سے ظاہر ہے کہ ان دونو باتوں میں سے کوئی بات
بھی شیخین سے سرزد نہیں ہوئی پس اس روایت شان نزول کی بنا پر بھی ہم بآواز بلند کہہ
سکتے ہیں کہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی کی رو سے کوئی الزام شیخین پر
نہیں لگایا جاسکتا۔ پھر یہ بھی اعتراض ہے کہ مفسرین اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس آیت سے
مراد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے۔ نتیجہ اسکا ظاہر ہے کہ اس آیت میں
منہی عنہ یہی رفع صوت فوق صوت النبی ہوسکتا ہے جو قصداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعظیم و توقیر کے خلاف کیا جائے اور یہ الزام بھی روایت شان نزول سے شیخین پر ثابت نہیں
اس آیۃ کے نزول کے بعد شیخین کا طریق عمل روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دربار نبوی میں
نہایت آہستہ کلام کیا کرتے تھے اور ساتھ ہی مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیات مابعد یعنی انّ
الذین یغضّون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم
للتقوٰی لہم مغفرۃ و اجر عظیم۔ صدیق و فاروق و ثابت اور انکے امثال کے
حق میں وارد ہوئی ہیں۔ تفسیر غایۃ البرہان ص ۱۸ ھ

ہارون ۔ امام عبدالکریم نے امام بخاری سے جو روایت نقل کی ہے اسمیں بتصریح حضرت
عمر کا نام موجود ہے لیکن یہی روایت جو صحیح بخاری جلد ۳ میں ہی بجائے لفظ عمر کے قال بعضہم
لکھا ہوا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ملل و نحل کے بعد بغرض عیب پوشی حضرت عمر
اُن کا نام اوڑا کر بعضہم لکھدیا ہے +

صادق ۔ مینے تشحیذ الاذہان میں تلخیص الصحاح جلد ۱ ص ۱۲ سے جو روایت نقل کی
ہے اُسکے اخیر پر لفظ اخرجہ الشیخان درج ہے اور اسمیں صاف لکھا ہے قال عمر
ان رسول اللہ صلی اللہ قد غلبہ الوجع پس جو خیال آپنے ظاہر کیا ہے وہ محض وہم یا
افترا ہے۔ بخاری مطبوعہ مصر الجزء الاول ص ۲۲-۲۳ میں یہ حدیث یحیی ابن سلیمان کی سلسلہ
اسناد سے درج ہے اسمیں قال عمر موجود ہے اسی طرح بخاری مطبوعہ مصر الجزء الرابع ص ۵
میں بھی یہ حدیث ابراہیم بن موسیٰ وغیرہ کئی راویوں کے واسطہ سے آئی ہے اسمیں بھی عمر کا
نام دو جگہ موجود ہے البتہ بخاری مطبوعہ مصر الجزء الثالث ص ۶۲ بن قتیبہ کے واسطہ سے
جو حدیث آئی ہے اسمیں عمر کا نام نہیں اور اُسکے متصل ہی دوسری حدیث جو علی بن عبداللہ
کے واسطے سے مروی ہے اسمیں فقال بعضہم لکھا ہے پس یہ اختلاف روایت ہے
نہ یہ کہ بغرض عیب پوشی حضرت عمر انکا نام اُڑا کر بعضہم لکھدیا گیا ہو ایسا ہوتا تو
کسی روایت بخاری میں اب عمر کا نام موجود نہ ہوتا +

ہارون ۔ کیوں فرمایا کہ قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع جس سے آپکی
ناراضی معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو اس کلام و نزاع سے ایذا پہنچی جسکے

باعث صحابہ حاضر یں ہوئے جنمیں حضرت عمر بھی داخل ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں ایذائے رسول سے لوگوں کو منع کرتا ہے۔

صادق۔ کیا اسوقت جناب رسول خدا کے پاس صحابہ غیر اہل بیت ہی تھے اور صحابہ اہل بیت آپ کو مرض الموت میں چھوڑ کر گھر خالی کر گئے تھے یا وہ تو موجود تھے اول الذکر صورت میں صحابہ اہل بیت سخت مورد الزام ٹھہرتے ہیں اور آخر الذکر صورت میں شریک الزام فما ہو جوابکم فہو جوابنا

ہارون۔ ظاہر حدیث یہی بتا رہا ہے کہ اُن شور کرنیوالوں میں خود جناب عمر بھی تھے۔

صادق شور کرنا اور چیز ہے اور شور کرنے والوں میں موجود ہونا اور چیز۔ الفاظ حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر نے شور کیا یا وہ شور کرنیوالے تھے۔ اگر یہ سوال ہو کہ شور کرنیوالے کون لوگ تھے؟ تو اس سوال کا جواب احادیث سے یہ ملتا ہے **فاختلف اہل البیت فاختصموا** پھر بھی کسی کا نام خصوصیت کے ساتھ مذکور نہیں۔

ہارون۔ اس حدیث کو محدث خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں اسطرح نقل کیا ہے **فقال عمران الرجل لیہجر حسبنا کتاب اللہ**۔

صادق۔ ہمارے نزدیک نسیم الریاض حدیث کی کوئی معتبر کتاب نہیں چہ جائیکہ اُسکا ذکر صحیح بخاری کے مقابلہ میں کیا جائے نہ خفاجی کو ہم امام اسماعیل بخاری کے سامنے کچھ وقعت دے سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سے تقیہ باز محدثوں کیطرح محدث خفاجی نے بھی اہل سنۃ کے حال پر یہ مہربانی فرمائی ہو یا سبائیہ کمیٹی کے کسی ممبر نے نسیم الریاض میں کچھ صناعانہ دست درازی کی ہو اگر محدث خفاجی زندہ ہوتے تو اُن سے اس قول کی سند کا مطالبہ کیا جاتا۔ باایںہمہ یہ بھی جائز ہے کہ محدث مذکور نے یہ فقرہ اگر نقل کیا ہو تو شیعوں کی تردید کیلیے نقل کیا ہو کیونکہ روایت اور شے ہے اور تصدیق روایت اور شے۔ اور یہ تو مسلمہ فریقین ہے کہ احاد روایتیں عقائد میں حجت نہیں اور یہ روایت از قسم احاد ہے پھر یہ روایت اجماع اہل سنت کے خلاف ہے اسلیے بھی حجت نہیں۔ باقی جواب کیلیے ہمارا مضمون دوبارہ غور سے پڑھیے اور خوب یاد رکھیے کہ امام بخاری کوئی تقیہ باز امام نہیں ہے اُسے عیب پوشی کا الزام لگانے والا تقیہ باز وہی پردہ دری کرانے والا ہے۔ سچ ہے ؎ ہر کہ تف افگند بہ مہر منیر ٭ ہم بروئیش فتد تف تحقیر ٭

ہارون - دیکھئے اس موقع کی حدیثوں کو جو صریح ہیں اس مطلب میں امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں خود حضرت ابوبکر سے روایت کرتے ہیں ان النبیؐ بعثہ ببرائۃ لاھل مکۃ الخ نیز اس مطلب کی مؤید کہ ابوبکر صاحب رستہ ہی سے واپس لوٹ گئے اور مکہ کو نہ گئے وہ حدیث بھی ہے جسے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں درج کیا ہے اور وہ یہ ہے ان رسول اللہ بعث ببرائۃ مع ابی بکر الی اھل مکۃ ... لہٰذا وہ خیال جو صاحب قرۃ العینین وغیرہ نے ظاہر کیا ہے کہ ابوبکر بھی حضرت امیر المومنین کے ساتھ مکہ کو گئے اور حضرت امیر المومنین صرف انکی تائید کے لیے گئے تھے غلط ثابت ہوگیا اور معلوم ہوا کہ موالیان خلیفہ اول نے واقعہ کے خلاف یہ بات بنائی ہے کہ دونو صاحب ملکر مکہ کو گئے ۔

صادق صاحب قرۃ العینین وغیرہ نے جو کچھ اس بارہ میں لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے آپ کو اگر اہل سنت کی کتابوں کی خبر نہیں تو خیر معذور ہیں مگر ممتاز ان فاضل صاحب! آپکو شیعہ مذہب کی کتابوں سے تو خبردار ہونا ضروری تھا - تفسیر امام حسن عسکری کی عبارت آپ پیش کر چکے ہیں پھر بھی متنبہ نہیں ہوئے تفسیر مذکور کا مطلب صاف ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر کو دو خدمتیں سپرد کی تھیں (۱) سورہ براءۃ کی دس آیتیں کافران مکہ کو سُنانا (۲) ہمراہیوں سمیت ایام حج میں مکہ معظمہ میں جا کر حج کرنا - پھر حضرت علی نے بحکم رسول خدا ابوبکر سے وہ آیتیں لے لیں - دوسری خدمت کی منسوخی کا اس تفسیر میں کوئی حکم نہیں نتیجہ ظاہر ہے کہ ابوبکر دوسری خدمت پر قائم رہے ۔

اب مسند احمدؒ کی دونو حدیثوں کے متعلق سُنیے - یہ حدیثیں بخاری اور مسلم اور سنن نسائی کی حدیثوں کے معارض ہیں اسلیے لائق احتجاج نہیں مشکوٰۃ جلد ثالث مطبوعہ مطبع احمدی لاہور صفحہ ۱۹۳ میں روایت ہے عن ابی ھریرۃ قال بعثنی ابوبکر فی الحجۃ امرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل حجۃ الوداع یوم النحر فی رھط امرہ ان یوذن فی الناس الا لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوفن بالبیت عریان متفق علیہ - روایت ہے ابوہریرہ سے کہ بھیجا مجکو ابوبکر نے اس حج میں کہ امر کیا تھا انکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمیں پہلے حجۃ الوداع کے دن نحر کے بیچ

جماعت کے کہ حکم کیا تھا اسکو کہ اعلام کرے لوگوں میں خبردار ہو نہ حج کرے بعد اس سال کے کوی مشرک اور نہ طواف کرے خانہ کعبہ کا کوی ننگا۔ متفق علیہ۔

اور سنن نسائی جلد اول ربع ثلث مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۴۶۸ - ۴۶۹ میں لکھا ہے الخطبة قبل یوم الترویة (آٹھویں تاریخ سی پہلے ساتویں تاریخ خطبہ پڑھنا) عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین رجع من عمرة الجعرانة بعث ابا بکر علی الحج فاقبلنا معہ (چونکہ روایت طویل ہے اسلیے صرف ترجمہ متن حدیث کتاب مذکور سے نقل کیا جاتا ہے ترجمہ جابر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جعرانہ کے عمرہ سے لوٹے تو ابوبکر کو (لوگوں کا سردار کرکے) حج پر مقرر کیا ہم لوگ انکے ساتھ آے جب عرج (ایک مقام کا نام ہے) میں پہنچے تو صبح کی اذان ہوی پھر ابوبکر کھڑے ہوی نماز کی تکبیر کہنے کو اتنے میں اونٹ کی آواز پیچھے سے سنی انھوں نے توقف کیا اور کہا یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی آواز ہے جس کا نام جدعاء ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلا معلوم ہوا حج میں آنا تو شاید آپ ہی ہوں ہم آپکے ساتھ نماز پڑھینگے اتنے میں علی اس اونٹنی پر سوار آ ہوے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تم امیر ہو کے آے ہو یا کچھہ پیغام لیکر انھوں نے کہا پیغام لیکر مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے سورہ برأت سنانیکو حج کے مجمعوں میں پھر ہم مکہ میں آے یوم الترویہ سے ایکدن پہلے (یعنی ساتویں تاریخ) تو ابوبکر کھڑے ہوے اور خطبہ سنایا لوگونکو اور حج کے ارکان بیان کیے جب وہ فارغ ہوے تو حضرت علی کھڑے ہوے اور لوگونکو سورہ برأت سنانی شروع کی یہانتک کہ ختم کیا اسکو پھر ہم ابوبکر صدیق کے ساتھ نکلے جب عرفہ کا دن ہوا (نویں تاریخ) تو ابوبکر کھڑے ہوے اور خطبہ سنایا لوگونکو اور بیان کیے حج کے طریقے جب وہ فارغ ہوے تو حضرت علی کھڑے ہوے اور سورہ برأت سنای یہانتک کہ ختم کیا اسکو پھر جب یوم النحر ہوا (دسویں تاریخ) تو ہم لوٹے منا کو (عرفات سے) جب ابوبکر لوٹکر آے تو انھوں نے خطبہ سنایا لوگونکو اور لوٹنے کے اور قربانی کرنیکے احکام بتلاے اور ارکان پھر جب فارغ ہوے تو حضرت علی کھڑے ہوے اور سورہ برأت سنائی یہانتک کہ ختم کیا اسکو پھر جب پہلا دن کوچ کا ہوا (یعنی بارھویں تاریخ)

تو ابوبکر کھڑے ہوئے اور خطبہ سنایا اور بیان کیا کیونکر حج کرنا چاہیے اور کسطرح کنکریاں مارنا چاہیے پھر سب ارکان سکھلائے جب فارغ ہوئے تو علی کھڑے ہوئے اور سورہ براءت لوگوں کو سنائی یہانتک کہ ختم کیا اُس کو ؛

یہ ہیں اصل واقعات جو حضرت جابرؓ نے بچشم دید بعینہٖ تاریخ تفصیل وار بیان کیے ہیں انکے مقابلہ میں مسند احمدؒ کی روایتیں مجمل و غیر موثق مرجوح بلکہ موضوع ہیں بجز اسکے کہ انکی وہ تاویل تسلیم کی جاوے جو ہم ذیل میں بیان کرینگے۔ جب ان روایتوں سے یہ بات قطعاً و یقیناً ثابت ہوگئی کہ حضرت ابوبکر مکہ گئے اور جناب امیر اس سفر مکہ میں حضرت ابوبکر کی پیروی کرتے اونکے پیچھے نمازیں پڑھتے اور مناسک حج میں اُنکی متابعت کرتے رہے اور حضرت ابوبکر بحیثیت امیر المؤمنین اور خلیفۃ الرسول حجاج مومنین کو احکام و مناسک حج وغیرہ تعلیم فرماتے رہے اور تمام فرائض حضرت رسول خدا بجالاتے رہے اور حضرت علی علیہ السلام حضرت ابوبکر علیہ السلام کے خطبات کے بعد صرف سورہ براءت پڑھ کر سناتے تھے تو صاحب قرۃ العینین وغیرہ کا خیال بالکل صحیح ثابت ہوا اور آپ کا انکار محض جہالت یا افترا۔ امیر المؤمنین اور امیر الحاج ابوبکر کے ساتھ جناب امیر کو صرف سورۂ براءت کی آیتیں پڑھ کر سنانے کے لیے بطور نقیب المؤمنین جو بھیجا گیا اسمیں علاوہ اور حکمتوں کے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہ حکمت بھی تھی کہ خدا تعالیٰ کو عالم الغیب ہونیکی وجہ سے معلوم تھا کہ آیندہ ایک قوم خلفاء ثلاثہ پر تبرا بھیجنے والی اور رابع الخلفا جناب علی کی شان میں غلو کرنے والی پیدا ہوگی اسلیے حکمت الٰہی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ ایک حج کے موقع پر حضرت ابوبکر کو بلافصل خلیفۃ الرسول اور امیر المؤمنین اور جناب امیر کو انکی ماتحتی میں رکھ کر سورہ براءۃ کی چند آیتیں پڑھ کر سنانے کے لیے بطور نقیب المؤمنین ٹھہرایا جاوے تاکہ حجاج مومنین اور پھر اُن کے ذریعہ سے اسلامی دنیا کو یہ بصیرت حاصل ہو جاوے کہ حضرت ابوبکر کی زندگی میں حضرت علی امیر المؤمنین و خلیفۃ الرسول نہیں ہو سکتے اور نیز امیر المؤمنین ابوبکر صدیق کے دشمنوں سے جناب علی براءۃ کا اظہار فرماتے ہیں اور اس اظہار پر مامور ہیں تاکہ یہ واقعہ جب ایک جم غفیر مومنین کی آنکھوں کے سامنے ہو تو آیندہ تاقیامت احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے ایک زبردست تاریخی شہادت ہو اور

نیز اسی قدر اثبات ہے کہ سورہ براءۃ کی آیتیں ابوبکر سے لیکر علی کو دی گئیں فخریہ باور کیے اور
اور تحقیق کے وقت حکمت مذکورہ کی تہ تک پہنچنے کے لیے یہ واقعہ موصل الی المطلوب ہو۔
اب ہم مسند احمد کی روایتوں کی وہ تاویل عرض کرتے ہیں جسکا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے اور وہ
یہ ہے پہلی حدیث پیش کردہ جناب میں قال لعلی الحقہ فرد ابا بکر و بلغہا انت
ففعل قال فلما قدم علی النبیؐ ابوبکر بکی۔ کے یہ معنے ہیں کہ رسول خدا نے علی سے
کہا کہ تم ابوبکر سے جا کر ملو اسکو ہمارے حکم کی طرف پھیرو یعنی اُسے ہمارا حکم سنا دو اور تم
سورۂ براءۃ کی تبلیغ کرو چنانچہ حضرت علی نے ایسا ہی کیا پھر جب ابوبکر حج سے فارغ ہوکر
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوے تو اُنھوں نے رو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ
کیا مجھسے کوئی بدی سرزد ہوئی رسول خدا نے فرمایا نہیں خیر کے سوا کچھ نہیں لیکن خدا نے
مجھے حکم دیا کہ یہ خاص پیام متعلق سورہ براءۃ خود میں پہنچاؤں یا میرا کوئی عزیز خاندانی۔
اور دوسری حدیث مسند احمد کے الفاظ ردہ الی کے یہ معنے ہیں کہ ابوبکر کو میرے اس حکم
کی طرف پھیرو یعنی متوجہ کرو اور سناؤ کہ اس خاص پیام متضمن سورہ براءۃ کو کفار تک میرے
اہل بیت کے سوا مستقل طور پر اور کوئی نہ پہنچاے +
لفظ ردّ کے ان معنوں کی طرف جو ہمنے بیان کیے ہیں آیہ فان تنازعتم فی شئ فردوہ
الی اللہ والرسول اور حدیث استفھموہ فذھبوا یردّون علیہ پر غور کرو۔ افسوس
کہ حضرات اہل خلاف مفوضہ ہوں یا نصیری اسمٰعیلیہ ہوں یا رافضی مطلق امامیہ ہوں یا اثنا عشری
اسقدر بیجا عداوت صحابہ خصوصًا خلفاء ثلاثہ پر ٹوٹے ہوے ہیں کہ انکو صاف صاف عبارتوں کا
مطلب بھی اچھی طرح مفہوم نہیں ہوتا اور کہیں ایک لفظ بھی دیکھ لیتے ہیں تو مارے خوشی کے
دوڑ پڑتے ہیں آگے پیچھے کی عبارت کو بالکل نہیں دیکھتے کہ کیا لکھا ہے عبارت مطلق ہے یا
مقید مشروط ہے یا غیر مشروط عام ہے یا خاص وغیرہ وغیرہ اگر یہ لوگ تعصب کی عینک
انکھوں سے اتار کر کتابوں کا مطالعہ کرتے تو امید تھی کہ ایسی غلط فہمیاں واقعہ نہ ہوتیں
مگر اُن سے کب ممکن ہے جنکے خمیر میں عداوت خلفاء ثلثہ و دیگر صحابہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم اور بغض اسلام داخل ہے +

ہارون۔ امام ثعلبی اُن علماے کبار سے ہیں جنکے کمال وثاقت پر اہل سنتہ کے بڑے بڑے علماء کا اعتراف موجود ہے اور یہ پہلا محسن اہل سنتہ ہے جسنے تفسیر لکھ کر سینیوں کو تفسیر نگاری کا طریقہ بتادیا ہے +

صادق۔ واہ حضرت واہ۔ اتہی معلومات کی بنا پر آپ ممتاز الافاضل کہلاتے ہیں۔ جناب والا مفسر ثعلبی ۴۲۷ھ میں فوت ہوا ہی ملاحظہ ہو وفیات الاعیان لابن خلکان اور مفسر ابن جریر جسکی روایت میں نے تشحیذ میں نقل کی ہے وہ ۳۱۰ھ میں فوت ہوا ملاحظہ ہو تہذیب الاسماء نووی پھر آپ نے کس سے سُن لیا کہ ثعلبی اول المفسرین اور پہلا محسن اہل سُنتہ ہے جسنے تفسیر لکھ کر سینیوں کو تفسیر نگاری کا طریقہ بتادیا ہے۔ ثعلبی کی نسبت علامہ سیوطی کا قول ہم پہلے مضمون میں نقل کر چکے ہیں اُنکی نسبت ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنتہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی سُن لیجیے۔ لکھتا ہے۔ وان کان غالب الاحادیث التی فیہ ای فی تفسیر الثعلبی صحیحہ ففیہ ماھو کذب باتفاق اھل العلم ولھذا لما اختصرہ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی وکان اعلم بالحدیث والسنۃ والفقہ منہ ای من الثعلبی والثعلبی اعلم باقوال المفسرین ذکر البغوی منہ اقوال المفسرین والنحاۃ وقصص الانبیاء فھذا الامور نقلھا البغوی واما الحدیث فلم یذکرہ فی تفسیرہ شیئا من الموضوعات التی رواھا الثعلبی" خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ تفسیر ثعلبی میں بعض ایسی باتیں بھی ہیں جنکے جھوٹ ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے مفسر بغوی نے جو ثعلبی سے علم حدیث وسنتہ وفقہ میں بڑھا ہوا تھا جب تفسیر ثعلبی کا اختصار کیا تو ثعلبی کی روایت کردہ موضوع حدیثوں کو چھوڑ دیا۔ علاوہ بریں واضح ہو کہ ہم کسی عالم فاضل یا امام ہمام کے قول کو جب تک وحی الہی اور کتاب وسُنتہ کی مُہر اُسپر نہ ہو ماننے کے لیے تیار نہیں حتیٰ کہ ہم فہم صحابی کو بھی حجت نہیں جانتے بس ثعلبی کی مدحت نگاری مصنوعی سے اس موقع پر بجز تضیع اوقات کچھ فائدہ نہیں +

تحفہ کبیر

شیعہ مجتہدین وفات مسیحؑ کا اقرار کرتے ہیں!

برادر مکرم مرزا کبیر الدین احمد صاحب لکھنؤ نے چند شیعہ علماء کی دستی تحریریں وفات مسیح کے بارہ میں بھیجی ہیں جو ذیل میں شائع کی جاتی ہیں اور ان لکھنے والوں کے دستخطوں کا عکس دیا جاتا ہے تا سب پر حجت ہو (ایڈیٹر)

باسمہ سبحانہ

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحَانَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِہٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ۔ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا لوگوں سے تم نے کہا ہے کہ خدا کو (یعنی مجھے) چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو خدا کہو اور پرستش کرو تو عیسیٰ نے کہا تو خدای پاک ہے میں کیونکر ایسی بات کہہ سکتا ہوں جو میری لیے شایاں نہیں ہے اگر مینے کہا ہوگا تو تو جانتا ہوگا میرے دلکی بات تو جانتا ہے اور تیرے دلکی بات میں نہیں جانتا ہوں کیونکہ تو غیب کی بات کو جانتا ہے میں نے اُنسے کچھ نہیں کہا سوا اُسکے جسکا تو نے مجھے حکم دیا تھا وہ یہ کہ (میں نے اُنسے کہا کہ) عبادت کرو اللہ کی جو میرا پیدا کرنیوالا ہے اور تمھارا پیدا کرنیوالا ہے (اے خدا) میں جبتک اُن لوگونکے بیچ میں تھا اُنکے اچھے بُرے کو دیکھتا رہتا تھا پس جب تو نے مجھے مار ڈالا اور اُنکے درمیان سے نکال لیا اُسوقت تو خود ہی اُنکی حالتوں پر نگرانی کرنیوالا اور اُنکا دشمنوں سے بچانے والا اور دشمنوں کے شر و فساد کو اُنسے رفع کرنے والا اور رد کرنیوالا۔ یہ گفتگو اُسوقت حضرت مسیحؑ نے کی ہے جسوقت خداوند دو جہاں نے مسیح سے یہ پوچھا تھا کہ کیا تم نے اپنی اُلُوہ

خدا پکارنے کا حکم دیا ہے اور یہ مسیح سے اس غرض سے پوچھا کہ خود مسیح کی زبان سے اپنی خدائی اور انکی بندہ ہونیکا اقرار کرادیں اور انکو خدا کہنے والے خود انکی زبان سے اسبات کو سن لیں کہ وہ بندہ ہیں خدا نہیں ہیں اور فلما توفیتنی سے مقصود روح قبض کرنا اور موت ہے۔ پھر اگر کوئی کہے کہ حضرت عیسیٰؑ کہاں گئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جیسے سب مرنیوالوں کی روحیں خدا کے پاس جاتی ہیں اور جسم دفن کردیا جاتا ہے اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کیلئے ہوا۔ پھر خداوند عالم سورۂ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی و مطہرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی جس وقت اللہ نے کہا کہ ای عیسیٰ میں خود تمہاری روح کو قبض کرونگا اور تمہاری روح کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور تمکو کافروں کے شر سے محفوظ رکھونگا (وہ تمکو قتل نکر سکیں گے) اور تمہاری سچی پیروی کرنیوالونکو دلیل اور مذہبی بحث میں کافروں پر قیامت تک غالب رکھونگا (عیسائی لوگ حضرت عیسیٰؑ کے سچے پیرو نہیں ہیں کیونکہ ان لوگوں نے خدای کتاب کو جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی تحریف کردیا اور انکی خدائی کے قائل ہوگئے حالانکہ انمیں خدائی کی قابلیت نہیں اور وہ باوجودیکہ نبی ہیں ان لوگوں نے انکو گنہگار بتلایا ہے یہ سب باتیں انہی کے مذہب اور کتابوں سے ثابت ہیں۔ پھر خداوند عالم سورۂ نساء میں فرماتا ہے وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ یعنی عیسیٰؑ کو دشمنوں نے قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے پہلے انکو دشمنوں سے بچالیا اسکے بعد انکی روح قبض کرکے اپنی طرف اٹھالیا جب قیامت آنیوالی ہوگی اسوقت خدا انکو پھر زندہ کریگا فقط اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کا بجسم خاکی آسمان پر جانا ثابت نہیں ہوتا۔

سید راحت حسین ارکھوی مجتہد العصر
مقیم حال حسین آباد ضلع مونگیر
مورخہ ۲۱ رجب ۱۳۳۱ھ

پس ہرگاہ کہ وفات دی تونے مجھکو تھا تو نگہبان اوپر اُن کے اور تو اوپر ہر چیز کے گواہ ہے یہ آیت کا ترجمہ فلما تا شہید تک ہے اسکو سلطان العلماء نے اپنے ترجمہ قرآن شریف میں لکھا ہے صفحہ ۶۸ محمد علی شاہ اودہ کے زمانہ کا چھاپہ ہے سنہ ۱۲۵۳ھ مولوی سید علی صاحب ابن سید دلدار علی صاحب ابن سید محمد صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

حکیم سید احمد آغا کاظمی فیض آباد

آنحضرتؐ کی پیشگوئی تزویج مسیح موعودؑ

حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۲ پر ہے وفی آخرانہ یتزوج فی الغرب - والغرب دلو البلادیۃ یرید انہ یتزوج منہا و تلد زوجتہ - مسیح موعود غرب میں نکاح کریگا غرب کے معنے لسان العرب میں ہیں اغترب الرجل نکح فی الغرائب وتزوج الی غیر اقاربہ یعنی غیر اقارب میں نکاح ہوگا چنانچہ مسیح موعود کہ فارسی الاصل ہیں مغول قوم سے آپ کا نکاح خاندان سادات میں ہوا اور یوں یہ پیشگوئی پوری ہوئی جو زبان رسالت پناہ سے تیرہ سو سال پہلے کی گئی +

تکلم فی المہد عیسی

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یتکلم فی المہد الا عیسی وشاہد یوسف وصاحب جریج وابن ماشطہ فرعون وقال الخفاجی الذین تکلموا فی المہد احد عشر نظمہم الجلال الدین السیوطی وقال قتادۃ فی المہد وکہلا یعنی یکلمہم صغیرا وکبیرا عن مجاہد قال الکہل الحلیم +

۲- فرمایا رسول کریم نے کہ مہد میں عیسی اور شاہد یوسف اور صاحب جریج اور ابن ماشطہ فرعون نے کلام کیا اور جلال الدین سیوطی نے ان کا نام ذکر ہیں قتادہ نے کہا کہ فی المہد وکہلا کے معنے ہیں کہ جو بچپن اور بڑھاپہ میں کلام۔

شیعہ علم کلام

معلوم ہوتا ہے تشحیذ میں یہ ایک مستقل عنوان قائم کرنا پڑے گا کیونکہ شیعہ مزخرفات کی کوئی حد نہیں ایک لطیفہ تو آپ سید صادق حسین صاحب اٹاوی کے مضمون میں مطالعہ فرما چکے جہاں اور ڈاڑھی کے بال پکڑنے کو شیعہ جودت طبع نے پیار کی علامت ٹھہرایا ہے آج دعوت حق ایک رسالہ دیکھتے ہوئے شیعہ علم اللسان کا قائل ہونا پڑا۔

حضرت ابو جعفرؒ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں فرمایا **هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** عبارت اپنے مطلب میں صاف ہے کہ وہ دونو امام عادل و منصف تھے حق پر قائم رہے اسی پر وفات پائی پس ان پر اللہ کی رحمت قیامت کے دن تک۔ مگر شیعہ علم لغت ہی جدا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ دونو اہل نار کے امام ہیں۔ (ائمة يدعون الى النار) **عادل** یعنی حق سے عدول کرنیوالے (والذين كفروا بربهم يعدلون) **قاسط** یعنی ظالم جہنم کا ایندھن (واما القاسطون فكانوا لجهنم حطبا) **كانا على الحق** یعنی علیؑ کے خلاف چلتے رہے **ماتا على الحق** یعنی عداوت حق پر مرے اور نادم ہوئے **فعليهما رحمة الله**۔ رحمۃ اللہ یعنی رسول خدا (رحمۃ للعالمین) ان دونو کے خلاف دشمن ہونگے قیامت کے دن۔

لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہو تو پھر اسپر کچھ کہنا لا حاصل ہے۔

فلسطین میں یہودی

ہمارے سکھ گو بھائی اس خبر سے گھبرا رہے ہیں کہ یہودیوں کو فلسطین میں بسنا پھر رہنے کی اجازت دیگئی بلکہ اب انہی کا عمل دخل ہوگا۔ انکا ایک جلسہ بھی ہو چکا جس میں بہت روپیہ جمع کر کے پھر سے وہاں بستی کی تجویز پاس کیگئی اور دنیا جہان کے یہودی اپنے وطن سابق پر لوٹینگے۔ قرآن مجید کی پیشگوئی اس بارہ میں ایسی صاف ہے کہ مسلمان اسے بطور حجت ملزمہ غیر مذاہب والوں کے سامنے پیش کر سکتے ہیں کہ جو کچھ آج ہو رہا ہے اور عجیب سمجھا رہا ہے اسکی خبر تیرہ سو (۱۳۰۰) سال پیشتر دیجا چکی ہے۔ **وقلنا من بعده لبني اسرائيل اسكنوا الارض فاذا جاء وعد الاخرة جئنا بكم لفيفا** اور ہمنے بنی اسرائیل سے کہا اس زمین میں

ہو اور جب آخری وعدہ آیا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر اکٹھے کر دینگے۔ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا سے ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی ہے چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے اور یہودی اپنے آبائی وطن میں سمٹ سمٹا کر اکٹھے ہونے لگے ہیں پس جب خدائی نوشتے بہر حال پوری ہونے ہیں تو ہم کیوں ایسے پریشان ہوں البتہ یہ سوچنا چاہیے کہ جو لوگ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ اور اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ہمارے مقابلہ میں پیش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ چونکہ بیت المقدس پر ہم قابض ہیں اسلیے ہم ہی صالح ہیں اور خانہ کعبہ کے متولی ہم ہیں اسلیے ہم متقی ہیں اور ہمارا فرقہ سچا ہے وہ اب غور کریں کہ خدا نے انکو عملی رنگ میں جواب دیا ہے +

ظہور المہدی کا ایک نسخہ

احباب کو معلوم ہے کہ میں نے ایک کتاب لکھی تھی جسمیں علاوہ ثبوت دعاوی حضرت مسیح موعودؑ تمام عقائد احمدیہ درباره الله۔ ملائکہ۔ رسل۔ کتب۔ تقدیر۔ بدلائل آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ مندرج تھے یہ کتاب ۰۵ء تک کے تمام احمدیہ لٹریچر کی جامع اور نہایت باریک خط کے ساتھ ۳۵۲ صفحہ پر آئی تھی۔ یہ کتاب ختم ہو چکی ہے اور نایاب ہے۔ ایک نسخہ مل گیا جو صاحب دس روپے دینگے انھیں مل سکے گا۔ تشحیذ قادیان سے +

احباب کرام توجہ فرمائیں جن احباب نے ابھی تک ۱۹۱۱ء کی قیمت ادا نہیں کی یا انکی قیمت دوران سال کے کسی مہینہ میں ختم ہو چکی ہے ان سب کے نام بقایا یا پیشگی وصولی کیلیے وی پی بھیجے گئے ہیں وصول کرنیوالوں کا شکریہ۔ اور جن صاحبان نے باوجود پہلی اطلاع دینے کے واپس کر دیے وہ خود ہی فرمائیں کیا ہمیں نقصان پہنچانا ٹھیک تھا بحالیکہ رسالہ باقاعدہ شائع ہوتا ہے اور بھیجا جاتا ہے +

دوسری عرض ابھی تک تشحیذ کا قرض ادا نہیں ہو سکا جسکے لیے حسب تحریک حضرت خلیفۃ المسیح اپیل کیجا چکی ہے جن احباب نے ابھی تک اس کار خیر میں حصہ نہیں لیا وہ توجہ فرما کر عند الله ماجور ہوں۔ خریداروں کی تعداد بڑھانا بھی ایک صورت امداد کی ہے۔ یہ رسالہ غیر احمدیوں کے لیے بھی مفید ہے آپ نمونہ دکھا کر انھیں خریدار بنائیے + مینیجر تشحیذ۔ +

جس کا درد وہی جانتا ہے دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی بھی ایسا مرض نہیں جسکی تکلیف سے مریض نالاں و پریشان نہ ہو لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض خاصکر ناقابل برداشت تکلیف دمہ سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور راتدن سانس پھولنے کی وجہ سے دم تنگ ہوا جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے انکو سقدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس لا علاج مرض کی بازاری دوا جو زیادہ تر نشیلی اشیاء دھتورہ بھنگ بلاڈونا پیاس او ڈاٹمہ دیگر بنتی ہی اس سے فائدہ ہوتا درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہی ڈاکٹر ایس کے برمن کی کیمیاوی اصول سے بنی ہوئی ہے دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہی بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پا کر مداح ہیں آپنے بہت کچھ خرچ کیا ہوگا لیکن ایکمرتبہ اسے بھی آزمائیں اسمیں نقصان نہیں قیمت عہ فی شیشی محصولڈاک ۵ ر

اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا رہتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے۔

درد سر و ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد جیسے ٹیس چمک ٹیس کن کنی وغیرہ سے چاہی جسقدر تکلیف ہو اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتا ہے درد سر کیواسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے فوراً جاتا رہتا ہی صرف یہی نہیں اگر سر کٹ جاتا ہو پھٹ جاتا ہو اڑ جاتا ہو اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہی قیمت ۱۲ گولیوں کی ایک شیشی ۸ر محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک پانچ آنہ ۵ر)

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیوں سے بنایا گیا ہے اس سے ہر اقسام کی جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن اپرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں برص سے خراب ہوئی چمڑے میں بھی یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے مگر اس حالت میں تیل لگانے سے پورا فائدہ نہیں ہوتا ہی اسوجہ سے تیل لگانیکے ساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا ایڈ و ڈائیڈ سالسہ بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیے۔ قیمت فی شیشی ۸ر محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ر

سالسہ قیمۃ عہ — محصول ۸ر

ڈاکٹر ایس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

یہ رسالہ ہر ماہ کی ۵ تاریخ قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

[illegible]

قیمت ایک پرچہ

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۵	بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۰ء مطابق ماہ صفر سنہ ۱۳۳۹ھ	نمبر ۱۱

قیمت سالانہ عوام سے ۲؍	فہرست مضامین	غیر ممالک سے ۳؍ طلبہ سے ۱؍

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودھری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

بقایا داران تشحیذ

تشحیذ خدا کے فضل و کرم سے اپنا فرض ادا کر رہا ہے بلاناغہ ٹھیک وقت پر پہنچایا جاتا ہے مضامین ایسے چھاپے جاتے ہیں جو پڑھنے والوں کے لیے مناظرات میں کام آئیں انکی علمی استعداد بڑھائیں گو بطرز عوام الناس کے لیے دلا ویزہ و دلکش نہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ تشحیذ کے خریداروں میں بہت کم اضافہ ہوتا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ یہ رسالہ دینی معلومات بڑھائے اور اس میں ٹھوس لٹریچر ہو صرف وقتی جذبات کو ابھارنے والا یا بیکاری کا مشغلہ نہ ہو۔ میرے ایک معزز کرم فرما نے ارشاد کیا کہ خط باریک اور گنجان ہے یہی مجبوری ہے مضامین اسقدر ہیں کہ اگر لکھوائی کا یہ طرز نہ ہو تو ایک مضمون بھی بمشکل آئے میں تو چاہتا ہوں کہ تشحیذ پندرہ روزہ کر دیا جائے۔ مگر جب ماہواری تشحیذ بلحاظ آمد و خرچ نقصان میں ہے تو پندرہ روزہ کیونکر چل سکتا ہے تشحیذ کے لیے ایک ہی شخص ہے جو ایڈیٹر بھی ہے منیجر بھی ہے محرر بھی ہے باوجود اس جزو رسی کے اسکی آمد اتنی نہیں کہ چھپوائی کا خرچ ادا ہو سکے چنانچہ اس سال بھی تشحیذ نقصان میں رہا ہے پہلا قرضہ ابھی تک بدستور چلا آتا ہے۔ ہمارے دوست توجہ نہیں فرماتے خدا جانے کب وہ دن آئیگا کہ تشحیذ کم از کم سلف سپورٹ ہو سکے گا میں تو لکھتے لکھتے تھک گیا۔

نظم

حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی

مجھپر بھی ہو اے جاناں الطاف کریمانہ — شیدا ہوں دل و جاں سے گو ہوں میں دیوانہ
احسان ترا ہوگا ارمان مرا پورا — بعد اسکے بھی سُن لے اک عرض غریبانہ
اک جام پلا ساقی تو بادۂ عرفاں کا — ہم دور سے آئے ہیں سنکر ترا میخانہ
اے خالق دو عالم ہے کون سوا تیرے — کسکو میں کہوں اپنا سمجھوں کسے بیگانہ
ہو شکر ادا کیونکر سجدے ہیں ترے احسان — ہر سجدہ پہ واجب ہے اک سجدۂ شکرانہ
ہو ایک نظر مجھپر رحمت کی مرے ساقی — آیا ہوں تری در پہ بھر دے مرا پیمانہ
اللہ کی رحمت کا سایہ ہو مرے اوپر — عاصی ہوں مگر حافظ جنت میں ہو کاشانہ
اب چھوڑ دے سستی کو بیکار مباش آخر — کچھ کام دکھا کے اے ہمت مردانہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۲۰ء

قرآن کریم بمقابلہ وید و بائبل

ذیل میں منشی فضل حسین صاحب احمدی مہاجر قادیان کا ایک مضمون رفاہ عام کیلیے درج کیا جاتا ہے جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ایک محقق مذاہب کے لیے وید کیوں قابل اتباع نہیں اور قرآن کریم کیوں واجب الاتباع ہے فاضل مضمون نگار نے نہ صرف ہر ایک الہامی کتاب کے لیے وجوہات قلم بند کی ہیں بلکہ بعض علماء و محققین مذاہب کی آراء بھی درج کی ہیں جنکو ٹھنڈے دل سے پڑھنا چاہیئے اگر کوئی سخت لفظ اس بارہ میں ہو تو ہمیں اسکی نقل میں معذور سمجھا جاوے کیونکہ تقابل کیلیے ضروری تھا کہ کسی فاضل کی رائے کو اسی کے لفظوں میں پہنچایا جاوے۔ باقی رہی تردید سو اسکے لیے ہر ایک صاحب کو اختیار حاصل ہے میں تو صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مضمون کو اسکی اصلی سپرٹ میں پڑھا جائے کہ مذاہب کا مطالعہ کرنے والا نہایت نیک نیتی سے اپنے اہل وطن کے افادہ کے لیے ان کے سامنے تینوں الہامی کتابوں اور انکے متعلق شہادات کو پیش کرتا ہے اب آپکا اختیار ہے کہ جس الہامی کتاب کی پیروی چاہیں کریں۔ دین کے معاملہ میں کسی پر جبر و اکراہ نہیں۔ (ایڈیٹر)

وید قابل اتباع نہیں

کیوں؟

(۱) اسوجہ سے کہ اسمیں کوئی ایسی صریح شرتی موجود نہیں جس سے معلوم ہو کہ اسکے چاروں حصے (رگ یجر سام اتھرو) خدا کی طرف سے نازل شدہ ہیں ٭

(۲) اسلیے بھی کہ یہ خود اپنے ملہمین (اگر کوئی ہیں) کا نام بتلانے سے قطعی قاصر اور ساکت ہے

۳ اس سبب سے بھی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی خالقیت سے انکار کیا ہے ٭

۴ بدیں وجہ بھی کہ اس نے خدا کے سوا روح اور مادہ کو واجب الوجود اور ساتھ انکے جتنی طاقتیں اور قدرتیں ہیں اُن سب کو انکا ذاتی گُن بتلایا ہے نہ کہ خدائی عطیہ ٭

۵ بایں سبب بھی کہ اسنے صفت وحی و الہام اور الٰہی مکالمہ و مخاطبہ کا باب قطعی اور ہمیشہ کے لیے مسدود قرار دیا ہے ٭

۶ اس کارن بھی کہ اسنے قطعًا ایسے دلائل پیش نہیں کیئے جن سے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور وجود کا صحیح طور سے پتہ لگ سکے ٭

۷ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو طرفدار اور پکش پاتی بتلایا ہے کیونکہ وہ جب بھی دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لیے الہام نازل کرتا ہے تو خاص بھارت ورش (ہندوستان) کی چار دیواری کے اندر ہی اندر - یہ نہیں کہ اس نعمت اور انعام سے دیگر ممالک بھی مستفیض اور بہرہ افروز ہوں ٭

۸ ایک سبب یہ بھی ہے کہ اسنے پرمیشور کی ذات جامع کمالات پر ایک ایسا بدنما داغ اور دھبہ لگایا ہے جو حقیقتاً کلنک کا ٹیکہ ہے یعنی پرمیشور ابدی اور جاودانی مکتی و نجات دینے پر قادر و مقتدر ہی نہیں

۹ یہ باعث بھی ہے کہ اسنے جتنے بھی اصول و عقائد اپنے پیروؤں کو سکھلائے ہیں اُنکی اثبات میں دلائل بھولے سے بھی پیش نہیں کیے جو اُسکے ناقص اور نامکمل ہونے پر صریح دال ہے ٭

۱۰ اس نے تناسخ یعنی آواگون کا ایسا گورکھ دھندا پیش کیا ہے جس سے کوئی بھی جاندار

ابد تک مخلصی یعنی رہائی نہیں پا سکتا اور اگر کوئی نجات پا بھی جائے تو تھوڑے عرصہ کے بعد جبراً اُسے (تناسخی) چرخہ کی تار بننا پڑتا ہے۔

۱۱ بدیں سبب بھی کہ اسنے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کی ہیں جو اسکی شان کے سراسر منافی اور بعید ہیں مثلاً۔ وہ محدود ہے۔ اسکے بیوی ہے۔ وہ بعلم۔ سکھ دکھ کا برداشت کرنیوالا۔ خوفزدہ۔ ہمیشہ بڑھنے والا یعنی ناقص۔ وغیرہ وغیرہ

۱۲ اسلیے بھی کہ اسکی تعلیم عالمگیر نہیں کیونکہ یہ نیوگ جیسی حیا سوز تعلیم پیش کرتا ہے جسپر عمل پیرا ہونا تو درکنار اسکا نام بھی ایک غیور اور باحمیت انسان سننا گوارا نہیں کر سکتا۔

۱۳ اسلیے بھی کہ یورپ کے فاضل محققین نے اپنی قیمتی اوقات کا کثیر حصہ صرف کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وید چرواہوں کے گیت اور بچوں کی بلبلاہٹ سے زیادہ وقیع نہیں ہیں اور اسکی علاوہ خود ہندو قوم کے اعلیٰ سے اعلیٰ رشیوں بزرگوں اور اس زمانہ کے سربراوردہ اصحاب نے ویدوں کا بذات خود مطالعہ کرکے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے جو اس مضمون کا عنوان نظر آ رہا ہے مگر افسوس ہم اسجگہ اتنی گنجایش نہیں پاتے کہ بھارت ورش کے قابل اور ہونہار سپوتوں (مثلاً راجہ رام موہن رائے کیشب چندر۔ سر رابندر ناتھ ٹیگور اور مسٹر گوکھلے وغیرہا کی تمام آراء ہدیہ ناظرین کریں اسلیے ذیل میں بطور نمونہ مشتے از خروارے ہندوستان کے چند مصلحان قوم۔ مذہبی پیشواؤں اور چوٹی کے لیڈروں کی شہادتیں ہی نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

ویدوں کے متعلق زبردست آراء

پہلی شہادت ویدوں کے متعلق سب سے پہلے ہم ایک ایسی گواہ کی گواہی پیش کرتے ہیں جو آریہ سماج بلکہ تمام ہندو سماج کے نزدیک ایک زبردست رشی اور مرتاض یوگی کی حیثیت رکھتا ہے اور مقدس رشی کا اُن معدودے چند رشیوں کی جماعت میں شمار ہوتا ہے جنکے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ واصل بحق اور مورد عقل رحمانی تھے۔

"علم دو طرح کے ہیں۔ اپرا یعنی سفلی اور پرا یعنی علوی۔ رگوید۔ یجروید۔ سام وید۔ اتھرو وید۔ شکھشا۔ کلپ۔ ویاکرن۔ نرکت۔ چھند۔ جیوتش یہ تمام اپرا ودیا یعنی سفلی علوم کی کتابیں ہیں اور برہم (خدا) کے جاننے کیلیے پرا ودیا (علوی علوم) یا برہم ودیا کی ضرورت ہے۔ (منڈک اپنشد)

مقدس و قدیم منڈک رشی اسبات کا کھلے اور بیّن الفاظ میں اقرار کر رہے ہیں کہ (رگوید وغیرہ) یہ تمام عقلی علوم کی کتابیں ہیں یا بالفاظ دیگر یہ برہم ودیا (الٰہی علوم حق و معرفت) کے بارہ میں قطعاً ناواقف اور بیخبر محض ہیں یہ تو ہوئی منڈک رشی کی گواہی اب ایک اور شہادت بھی ملاحظہ ہو +

دوسری شہادت | دوسری گواہی کے لیے ہم بھگوان شاکیمنی گوتم المعروف مہاتما بدھ جیسے جلیل القدر انسان کا ایک قول پیش کرتے ہیں۔ "ویدوں کا پاٹھ (تلاوت) پروہتوں کو دان دینا یا دیوتاؤں کیلئے یگیہ کرنا پنج اگنی تپنا۔ پانی میں کھڑا رہنا اور یہی قسم کے اور پرائشچت (کفارہ) کے کام جو زندگی (ابدی زندگی) کے لیے کیے جاتے ہیں پاک نہیں بنا سکتے"۔ (بدھ کا بنارس میں پہلا وعظ)

تیسری شہادۃ | ہندوستان کا ایک مشہور و معروف ہندو فلاسفر برہسپتی نامی چارواک مذہب کا بانی ویدوں کے متعلق اپنی رائے بایں الفاظ دیتا ہے۔ ا- اگنی ہوتر- تین وید- تر دنڈ- اور راکھ کو لگانے کو عقل و ہمت سے بے بہرہ لوگوں نے اپنی روزی کا ذریعہ بنا رکھا ہے" ب وید کے بنانیوالے بھانڈ (مسخرے) دھورت) (مکار) اور نشاچر یعنی راکھشس یہ تین طرح کے آدمی ہیں۔ جر بھری ترپھری وغیرہ پنڈتوں کے مکر کی باتیں ہیں۔ (مقتبس از ستیارتھ پرکاش صہ ۹۴۴)

چوتھی شہادت | "وید پڑھت برہما مرے چاروں وید کہانی + سنت کی مہما وید نہ جانی"، ستیارتھ وید پڑھے ہر نام نا بوجھے + مایا کارن پڑھ پڑھ لوجے + (گرنتھ صاحب مارو محلہ) یہ اُس بزرگ انسان کی شہادت جس کے متعلق بہت سے آریہ سماجی اور خصوصاً کشتہ اعجاز مسیحائی آریہ مسافر لیکھرام نے کہا کہ باوا نانک ہندو قوم کے مصلح اور ویدونکو الیشوری گیان ماننے والے تھے

پانچویں شہادت | بقول لیکھرام" ویدوں کے پیرو" کی مندرجہ بالا شہادت کے بعد اُس مشہور و معروف شخص کی ویدوں کے متعلق گواہی پیش کرتے ہیں جسکے کلام کو ہندوؤں کا کثیر گروہ الیشور بانی تک کہنے کو تیار ہے۔ یعنی باوا کبیر صاحب + "وید کتیب افترا بھائی + دل کا فکر نہ جائی (کبیر صاحب)

ان بزرگواروں کے اندر بھی اس مضمون کے بہت سے اقوال موجود ہیں مگر بخوف طوالت اسجگہ نظر انداز کیے گئے ہیں آیندہ کبھی بشرط فرصت تمام ہی پیش کر دینگے +

ان بزرگوں کی زبردست شہادتوں کے بعد اس زمانہ کے مشہور و معروف انڈین لیڈر اور ہندو قوم کے فخر مسٹر تلک انجہانی کی شہادت پیش کی جاتی ہے +

چھٹی شہادت بروایت شریمان پنڈت ساگر چند صاحب بیرسٹرایٹ لا۔ "جب میں پچھلے نومبر ہندوستان واپس آیا تو مسٹر تلک سے جو کہ اس جہاز میں ہندوستان آرہے تھے میں نے دریافت کیا کہ آپ کا ویدوں کی بابت کیا خیال ہے۔ انھوں نے (مسٹر تلک) فرمایا کہ ویدوں کے پڑھنے سے ہمیں قدیم ہندوؤں کے بہت سے حالات معلوم ہو جاتے ہیں۔ وید وہ بھجن اور گیت ہیں جو کہ نہایت قدیم زمانہ میں ہندو شاعروں نے لکھے میں نے کہا تو کیا آپ ویدوں کو الہامی کتب نہیں مانتے انھوں نے فرمایا کہ **نہیں**۔ میں نے کہا آریہ لوگ کہتے ہیں کہ ویدوں میں لکھا ہے کہ آجکل جو کچھ یورپ نے ترقی یورپین لوگوں نے کی ہے اس سے کہیں بڑھ کر مادی ترقی قدیم ہندو کر چکے ہیں۔ یہ سنکر مسٹر تلک کھل کھلا کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ جب میں نے ایک کتاب میں لکھا کہ وید نہایت پرانی کتابیں ہیں تو آریہ مجھ سے بہت خوش ہوئے لیکن جب میں کہتا ہوں کہ وید الہامی نہیں اور اس ترقی کے زمانہ میں ویدوں سے سوائے تفریح طبع کے اور کوئی فائدہ نہیں تو وہی آریہ مجھ سے چڑ جاتے ہیں الخ"

(الفضل قادیان جلد ۔ صـ ۹۴)

ساتویں شہادت انڈین نیشنل کانگرس کے بانی مبانی شری سوامی ایلن ہیوم کی بھی رائے ملاحظہ ہو جو انھوں نے ویدوں کے متعلق مارچ ۱۸۹۳ء کے اخبار تھیوسوفیسٹ میں بایں الفاظ ظاہر کی۔ "اگر سوامی دیانند یہ وعظ کرتا ہے کہ ویدوں کا الہام منزہ عن الخطا ہے تو اس کا مقصد خواہ کیسا ہی اعلیٰ ہو لیکن اس پہلو میں یہی کہا جائیگا کہ وہ ایک شرارت پھیلا رہا ہے اور وہ از سر نو بنی نوع انسان کے ہاتھ پاؤں میں زنگ خوردہ پرانی بیڑیاں ڈال رہا ہے جنکے ذریعہ پروہتوں (براہمنوں) نے بنی نوع انسان کو ایک مدت سے جکڑ رکھا تھا اور جواب ڈھیلی ہوتی چلی جارہی ہیں۔ الخ" امید ہے کہ آریہ سماجی حضرات اس رائے کو نہایت ہی صاف دل ہو کر پڑھیں گے +

آٹھویں شہادت ہم مسٹر پال کی پیش کرتے ہیں جو آریہ سماج میں دس بارہ برس متواتر رہے اور ویدوں کے والہ و شیدا بنے رہے بلکہ یوں کہا جائے تو نامناسب ہوگا کہ ویدوں کے سرگرم اور جوشیلے پرچارک تھے انھوں نے جب براہ راست ویدوں کی تعلیم کا مطالعہ کیا تو آخر ان الفاظ کے کہنے پر مجبور ہو گئے جو ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔ "چونکہ ویدوں میں جا بجا یہی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ جو ہم سے دشمنی کرتے ہیں وہ فنا ہو جائیں۔ اور جنسے ہم دشمنی کرتے ہیں وہ بھی فنا ہو جائیں اسلیے ان دعاؤں کو الٰہی

دعائیں مانگنے والے ایک دوسرے کی تباہی بربادی۔ ذلت و تحقیر میں رات دن کوشاں نظر آتے ہیں پس ویدوں کی اندرونی تعلیم اور اُسکے بدیہی نتائج پر نظر مار کر ہیں یہ نتیجہ نکالنے کے لیے مجبور ہونا ہوں کہ زہریلے درخت کا پھل قدرتاً زہریلا ہوتا ہے۔ ایسی تعلیم کو خداوند قدوس کی ذات وا(؟) صفات کی طرف منسوب کرنا . . . . محض شرارت پھیلانا ہے (اندر)

نویں شہادت ویدوں کے ناقابل اتباع ہونیکے ثبوت میں ایک اور نہایت ہی زبردست شہادت پیش کی جاتی ہے۔ ناظرین آریہ سماج کے چشم و چراغ یا یوں کہئیے کہ آریہ سماج کے سر و منی اور مشہور لیڈر لالہ لاجپت رائے صاحب کے نام نامی سے تو ضرور واقف و آگاہ ہی ہونگے اور اس امر سے بھی امید ہے کہ ناواقف نہ ہونگے کہ یہ صاحب آریہ سماجی سٹیج پر کھڑے ہو کر اور کتابیں لکھ لکھ کر اخباروں میں مضامین شائع کرا کر بڑے طمطراق اور دھڑلے سے دعوی کیا کرتے تھے کہ دنیا میں وید ہی ایک ایسی کتاب یا پستک ہے جو الیشوری گیان یا الہامی کتاب کہلانیکی حقدار اور مستحق ہے سو الحمد لله آج یہی صاحب اپنے پیشتر کے تمام دعاوی کو ملیا میٹ اور خاک میں ملاتے ہوئے ویدوں کے متعلق کھلے الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ ہم ویدوں کو الہامی کتاب نہیں مان سکتا۔ پس یہ ایک ایسی زبردست اور مہتم بالشان شہادت ہے جس سے کوئی فرد بشر بھی انکار نہیں کر سکتا پس وہ شخص جو ایک مدت مدید ویدوں کو الہامی سمجھتا رہا مگر اب انکار کرتا ہے جان لو کہ یہ ہمارے ہی دعوے کا مصدق اور تصدیق کرنے والا ہے

دسویں شہادۃ دسویں شہادت محض کسی واحد شخص کی نہیں بلکہ اس شہادت کے شاہدوں کی کثیر تعداد خالص آریہ سماج ہی میں پیدا ہوگئی ہے یعنی آریہ سماج میں کثرت سے ایسے اشخاص موجود ہو گئے ہیں جو آریہ سماج کے ممبر کہلاتے ہوئے بھی ویدوں کے الہامی ہونے سے منکر نظر آتے ہیں ملاحظہ ہو ویدک میگزین کے ایڈیٹر لالہ رام دیو بی اے کا بیان جو ایڈیٹر پرکاش کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "مجھے اشچرج (تعجب) اس بات کا ہے کہ آپ اپنی آواز آریہ سماج کے ان خانہ دشمنوں کے خلاف کیوں نہیں اُٹھاتے جو وید کو نہ مانتے ہوئے آریہ سماجی بنے پھرتے ہیں اور سماج کو گھن کی طرح لگے ہوئے ہیں یہ لوگ یہاں تک ہی جانتا ہے کتنے کول وشواہی اور شردھالو ویدوں کے مخلصین) آریہ سیوکوں کو جیون اُدھار شردھا کی ناش کے لیے ذمہ وار ہیں سارے آریہ سماجی سمجھکر ان کے

پاس جاتے ہیں اور وہ ایسی پر وشوانش (لفیں) کو ڈھیلا پاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ کھلے طور پر مخالفت کریں تو انکی دام میں لوگ نہ پھنسیں ایسے کئی آدمی ہیں"۔ (اخبار پرکاش لاہور)

ویدوں کے متعلق ابھی یورپ میں محققین کی آراء پیش کرنی باقی تھیں جو بوجہ قلت جگہ اور بباعث عدم فرصت کسی اور موقع پر پیش کرینگے۔ اُمید ہی کہ ہندوستان کے رشی منی اور بزرگان ہنود و ممبران آریہ سماج کی یہ زبردست آراء ہمارے دعوے کی تصدیق کیلیے کافی سے بڑھ کر ہیں۔ وید کا ناقابل اتباع ثابت ہونا دیکھتے ہوے اگر کوئی کہے کہ بائبل تو ایسی نہیں تو اس کو بھی ہم یہی کہیں گے کہ ویدکی طرح

بائبل بھی لائق اتباع نہیں

کیوں ؟

(۱) اسلیے کہ اسمیں بھی بعض ایسی کتابیں ہیں جنکی ملہمین کے نام پر دہ اخفاء میں ہیں

۲ اس میں بعض ایسی کتابیں موجود ہیں جنمیں اس قسم کا ایک لفظ بھی نہیں ملتا کہ انکو خدا نے الہاماً نازل کیا۔

۳ اسلیے بھی کہ جسطرح دنیاوی دستاویز اور اسٹامپ میں ایک شوشہ کا جعل ثابت ہوجائے تو وہ متروک قرار دیا جاتا ہی اسطرح اور بعینہ اسی طرح بائبل بھی قابل ترک ہے کیونکہ اسمیں کئی تحریفیں ثابت ہیں۔

۴ اور پھر اسلیے بھی یہ قابل اتباع نہیں کہ اسمیں اختلافات کا ایک عمیق دلدل ہے پس جس کتاب یا کلام میں تعقاد و تناقض پایا جاے وہ ہرگز ہرگز قابل قبول و لائق تسلیم نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر ایک محقق ایسی کتب کی اصل تعلیم معلوم کرنا چاہے تو وہ باہم نقیض اقوال دیکھتے ہوے کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔

۵ وہی کتاب یا مذہب برحق اور صادق ہوسکتا ہے جو اپنے پیرو یا مقلد سے کسی قسم کا داخلی یا عقلی خراج وصول نکرے یعنی ایسے امور یا مسائل ماننے کے لیے ہرگز مجبور نہ کرے جو سراسر عقل و علم کے منافی اور عین ضد ہوں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل میں بہت سی ایسی باتیں مرقوم ہیں جو علم و عقل تجربہ و مشاہدہ دلیل و برہان کے سراسر خلاف اور برعکس ہیں۔ مثلاً گدھی کا کلام کرنا (گنتی ۲۲/۲۸) سورج کا ساکن ٹھہرا رہنا (　　　) خرگوش کا جگالی کرنا (احبار ۱۱/۶) طوفان نوح کا ساری دنیا کو غرق آب کرنا (پیدایش ۷/۱۹) وغیرہا پس اس قسم کے خلاف علم و عقل باتوں کو منوانیوالی کتاب ہرگز لائق اتباع نہیں ہوسکتی۔

۶ الہامی کتاب کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق صحیح صحیح علم دے اور اُسکی اعلیٰ سے اعلیٰ صفات بیان کرے مگر بائبل اس معیار پر قطعاً پوری نہیں اُترتی کیونکہ اس مجموعہ کتب (بائبل) میں اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کی طرف ایسی ایسی مذموم اور قبیح باتیں اور افعال منسوب کیئے ہیں جنکا سُننا بھی ایک خداپسند انسان گوارا نہیں کرسکتا پس اس لحاظ سے بھی بائبل قابل اتباع ثابت نہیں ہوتی +

۷ اسلیئے بھی یہ قابل اتباع نہیں کہ یہ کفارہ مسیح الوہیت مسیح اور تثلیث وغیرہ کی تعلیم دیتی ہے جو عقل ثابت ہے اور نہ نقل سے

۸ اور سب سے بڑی بات اسکے ناقابل اتباع ہونیکی یہ ہے کہ اس زمانہ میں اسپر عمل کرنیوالا ایک بھی کسی کے ساتھ خدا ہمکلام نہیں ہوتا کیونکہ اگر یہ زندہ خدا کا کلام ہوتی تو ضروری اور لازمی تھا کہ اللہ تعالیٰ اسپر عمل پیرا ہونیوالوں کو اپنے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف و ممتاز فرماتا پس اسکی مردہ ہونے کا کھلا اور بیّن ثبوت ہے +

۹ الہامی کتاب تو وہی ہوسکتی ہے جو اپنے متبعین کو مزکّی و مطہّر بنائے مگر ہم تو بائبل کے ملہمین کو ہی بقول پادریان و بروے بائبل پاک اور مزکّی - بیگناہ اور معصوم نہیں پاتے پھر عوام کالانعام کا ذکر ہی فضول ہیں جو کتاب کسی ایک شخص کو بھی اجتک کامل مزکّی بنانے پر قادر نہ ہوسکی وہ کیسے قابل عمل و اتباع کہی اور تسلیم کی جاسکتی ہے +

۱۰ اسلیئے بھی یہ لائق اتباع نہیں کہ یہ دعاوی کے ساتھ دلائل سے کام نہیں لیتی جو ایک الہامی کتاب کے صدق کے جانچنے کے لیے ضروری ہے +

الغرض اور بھی کئی ایک اس قسم کی وجوہات ہیں جنکی رو سے بائبل اس قابل ثابت نہیں ہوتی کہ اسپر عمل کیا جائے اور اسکی متابعت اختیار کرکے انسان اپنے مالک کو راضی کرسکے مگر ایک حق پسند اور علم و عقل کا شیدائی انہی وجوہات پر غور و فکر کرکے ہماری دعوے کی تصدیق کرسکتا ہے +

آخر میں ہم اُن بہت سی شہادتوں میں سے بطور نمونہ مشتے از خروارے چند اشہاد محققین یورپ کی ذیل میں نقل کرتے ہیں جو انھوں نے اپنی آبائی تعصب و ضد سے خالی ہوکر بائبل کے متعلق دی ہیں جن سے اور بھی ہمارے دعوے کی تائید و تصدیق ہوجائے گی +

بائبل کے بارہ میں یورپین فضلاء کی آراء

پہلی گواہی رائٹ آنریبل رچرڈ لیلر شیل صاحب ممبر پارلیمنٹ جدید انگلی کی رائے ملاحظہ ہو جو انہوں نے بائبل کے بارہ میں دی ہے۔ "بائبل میں بہت سے ایسے حصے زور دار طور پر بلکہ ایسے بے پردہ طریق پر لکھے گئے ہیں کہ وہ بے تحاشا پڑھے جانیکے ہرگز لائق نہیں ہیں۔ عہد عتیق کے بعض حصص کی ایک ایسی کھلی تصویر کھینچی گئی ہے کہ کسی بھی نوجوان عورت کو ان حصص پر غور کرنیکی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ ہیں یہ جرأت بھی نہیں کہ انگریزی کی غزلات میں خیالات فاسدہ کو اس زور سے ظاہر نہیں کیا گیا اور نہ ہی ..... معاملات کو ایسے کھلے طریقہ پر رکھا گیا ہے جیسا کہ عہد عتیق کے بعض حصص میں دیکھا جاتا ہے۔ بائبل میں اس قسم کے ..... کی کہانیاں پائی جاتی ہیں کہ جنکو پڑھکر انسانی فطرت کانپ اٹھتی ہے۔ اس مقدس کتاب کے بعض حصص میں اس قسم کے تاریخی واقعات یا حکایات پائی جاتی ہیں کہ جنکو ایک باعصمت عورت کے سامنے بغیر خوف پیدا کرنیکے نہیں پڑھا جا سکتا۔ کیا ایک عورت کو اپنے کمرہ میں ایسی کتاب کے پڑھنے کی اجازت دینی چاہیئے کہ جسکو وہ اپنے گھر میں سننے تک سے ہی کانپ اٹھتی ہو۔ کیا وہ ایسی باتوں کو پڑھ سکتی ہے جنکو وہ منہ سے نکالنے کی نسبت مرجانا بہتر سمجھتی ہے"

دوسری گواہی سپریم کورٹ آف وکٹوریہ کے جج جسٹس ہنٹلی ولیمس صاحب فرماتے ہیں کہ "فصلوں کی فصلیں ایسی ہیں کہ جنکو کوئی ماں یا باپ اپنے لڑکے یا لڑکی کو پڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا مگر جب کہ عیسائیت نے بائبل کو لیا ہے اسوقت سے ہی عہد عتیق کا ایک بڑا حصہ چلا آتا ہے اور بچوں کو انکو تعلیم دیجاتی کہ اسکو خدا کا کلام سمجھیں حالانکہ انکو اسکے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور تبکو وہ اسلیئے چوری سے پڑھتے ہیں تاکہ دوسرے لڑکے کہیں انکو ایسی کتاب پڑھتا ہوا دیکھ نہ لیں*

تیسری گواہی امریکہ کے پادری ریورنڈ ہنری وارڈ بیچر صاحب بائبل کے متعلق ان الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ "بائبل ہرگز ہرگز نوجوان عورتوں کے ہاتھ میں نہیں دینی چاہیئے" اسی رائے کے متعلق مسٹر پارک گاڈون صاحب رقمطراز ہیں کہ "ریورنڈ ہنری وارڈ بیچر صاحب کا بائبل کو اخلاقی تعلیم کے لحاظ سے رد کردینا بائبل کے بارہ میں ایسی ہی سند ہے جیسا کہ ہربرٹ سپنسر۔ فریڈرک۔ ہیرسن۔ ٹنڈل۔ ہکسلے۔ ہیکل۔ کیبل وغیرہ کی جو کہ سب بائبل کی تعلیم کے مخالف تھے"*

چوتھی گواہی ۱۲۲۹ء میں کونسل آف ٹولوس نے یہ قانون بنا دیا تھا کہ بائبل کی کوئی کتاب بھی کسی شخص کے ہاتھ میں نہ رہے اگر کوئی اس کتاب کو پڑھتا ہوا دیکھا گیا تو وہ زندہ آگ میں جلا دیا

جاویگا" دلابات کا ذکر رڈل صاحب کی تاریخ پوپ جلد ۲ میں موجود ہے +

پانچویں گواہی ریورنڈ کینس رچرڈس صاحب سوانس واقع ویلز کے سکول بورڈ کو اسبات کی تاکید کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ" اگر تمکو اپنے بچوں کے اخلاق کا بچاو منظور ہے تو خدا کے واسطے انکے ہاتھ میں عہد عتیق مت دو" (از کرائسٹ کے کرشنا)

چھٹی گواہی الندنیس صاحب لکھتی ہیں کہ" بائبل موم کی ناک ہے جدھر چاہو پھیر لو یہ ایک بے روح ہے مغز ندارد ہے۔ ایک مردہ قانون ہے۔ (غالباً ترجمہ گیوجے ی)

ساتویں گواہی ۱۹۱۶ء میں مقدس کلینمنٹ نے کہا تھا کہ" میں اسبات کو دیکھ کر کانپ رہا ہوں کہ بائبل چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ بائبل کا اسطرح پھیلنا بڑا بھاری جرم ہے۔ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بائبل کا مادری زبانوں میں ترجمہ کرنے سے فائدہ کی نسبت نقصان زیادہ پہنچا ہے"۔

اٹھویں گواہی اس مقدس پوپ نے ۱۸۱۹ء میں ایک سرکل (فتویٰ) جاری کیا تھا جسمیں انگریزی سکولوں میں بائبل کے تقسیم کرنے کے بارہ میں لکھا تھا کہ" یہ ایک قسم کے کانٹے بوئے جا رہے ہیں۔ بچوں کو خطرناک تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور یہ ان کے بچپن پر ایک زہریلا اثر ڈالے گی +

نویں گواہی شہر نیویارک (امریکہ) کے مشہور اخبار ٹروتھ سیکر مورخہ ۲۳ر اگست ۱۹۱۳ء میں ایک فاضل مارشل جے گاون نامی نے عیسائیت پر ایک بسیط اور معنی خیز مضمون لکھا تھا اس کے چند الفاظ ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں" مسیحیت میں کچھ خرابی ضرور ہے اور وہ خرابی صرف یہی ہے کہ یہ مذہب سچا نہیں ہے اسکا تثلیث فی التوحید کا عقیدہ نادان ملاؤں کی ہی (فادرز) ایجاد و اختراع ہے۔ اسکے اصول خدا سے انکی خدائی کی صفات چھین کر اسکو ایک بیرحم کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اسکے عقائد مشرقی قصے ہیں جو یہودی قوم کے وجود میں آنے سے پہلے ہی ایک پرانی چادر کیطرح بیکار ہو چکے تھے۔ اسکا مسئلہ کفارہ .... بے انصافی کا نچوڑ ہے۔ مسیح کا جی اٹھنا اور آسمان پر چڑھ جانا اس قسم کے افسانے پہلے ہی مشرقی تومونیں علم طور پر مروّج و مشہور تھے۔ آخرۃ میں غیر منقطع عذاب کا عقیدہ بیچارے پہلے زیادہ جوشیلے مسیحیوں کا ایک خواب ہے۔ اگر مسیح اس دنیا میں گزرا ہے تو وہ صرف ایک بشر تھا اگر وہ بشر نہ تھا تو پھر مسیح ایک خیالی وجود کا نام ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ موجودہ مسیحی مذہب جھگڑالو ملاؤں (فادرز) کے دماغوں سے پیدا ہوا اور اسکا غلبہ دنیا کے لیے ایک مصیبت ثابت ہوا۔

اگر اب دنیا دانائی اور رحمدلی اور اخلاق میں ترقی کر رہی ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مسیحیت اسکے دماغ سے مٹ رہی ہے۔" ریویو ؛

گیارہویں گواہی بلفاسٹ (آئرلینڈ) کے حق گو عالم جے پارکنسن صاحب کی رائے بھی قابل لحاظ ہے جو انھوں نے ان الفاظ میں ظاہر کی ہے کہ "بائبل بھی اپنی الہامی حیثیت کھو چکی ہے اب گرجاؤں کے پادریوں کی نظر سے بھی یہ کتاب گر چکی ہے پہلے اسکی نسبت یہ عقیدہ رکھا جاتا تھا کہ یہ ایک محفوظ کتاب ہے جو تمام غلطیوں سے پاک ہے لیکن اب یہ عقیدہ متروک ہو چکا ہے۔ یہ کتاب اغلاط و اختلافات سے پر ہے اور نہ صرف علمی غلطیاں اسمیں جا بجا پائی جاتی ہیں بلکہ تاریخی غلطیاں بھی اسمیں بیشمار ہیں۔ وہ مختلف گمنام مصنفوں کی تحریروں کا ایک مجموعہ ہے۔ پہلے یہ جائز نہیں سمجھا جاتا تھا کہ اسپر کوئی نکتہ چینی کی جائے مگر اب اسپر کھلے دل سے نکتہ چینی کیجاتی ہے اور محققین نے اب اسکو نکتہ چینی کی مقراض کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اب کلیسیا کی شوکت جاتی رہی ہے۔ بیشک اب بھی کلیسیا موجود ہے مگر اب یہ صرف لنگڑے کی لکڑی کے سہارے چل رہی ہے۔ اب بائبل کی زیادہ سے زیادہ یہ حیثیت رہ گئی ہے کہ یہ ایک قوم کی تاریخ کا محض ایک خاکہ ہے اور وہ خاکہ بھی صحیح نہیں بلکہ اسمیں بھی غلطیاں ہیں۔ بائبل کی پہلی پانچ جو موسیٰ کی پانچ کتابیں کہلاتی ہیں۔ اب انکو موسیٰ کی تالیف نہیں سمجھا جاتا بلکہ انکی نسبت یہ فیصلہ ہو چکا کہ یہ بہت ہاتھوں اور بہت سے مختلف خیالات کا نتیجہ ہیں۔ پہلی پانچ کتابوں کے دو بڑے سرچشمے ہیں ایک کو ایلوہسٹک کہتے ہیں اور دوسرے کو یہوسٹک اور محققین نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ بائبل کا ایک بڑا حصہ بابل کے بادشاہ حمورابی کے قانون سے اخذ کیا گیا ہے جو عبرانیوں کی کتابوں کی تالیف سے ایک ہزار سال پہلے گزرا ہے۔" اسکے بعد یہی قابل مضمون نگار نئے عہد نامہ کے متعلق یوں رقمطراز ہے۔

"نیا عہد نامہ علمی تحقیقات کا ایک عرصہ تک مقابلہ کرتا رہا۔ مسیحی محققین نے سب سے اول پرانے عہد نامہ کی تحقیقات شروع کی اور اسکی حقیقت کو فاش کرنا شروع کیا مگر اب چونکہ نئے عہد نامہ کو پرانے عہد نامہ کی نسبت زیادہ مقدس سمجھا جاتا تھا اسلیئے مدت تک تو محققین اسکے قریب آنے سے ڈرتے رہے مگر جوں جوں تعلیم بڑھتی گئی نئے عہد نامہ کی تقدیس کا خیال لوگوں کے دلوں سے نکلنا شروع ہو گیا اور پھر آخر نئے عہد نامہ کے چیرنے پھاڑنے کیلیے بھی اسطرح تحقیق کے چاقو سے کام لیا گیا جسطرح

پرانے عہدنامہ کی تشریح میں بھی اُس سے کام لیا گیا تھا اور اس تحقیقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحی مذہب کی بنیاد بالکل کھوکھلی کردی گئی ہے اور مسیحیت کی ساری عمارت اب گر کر کھنڈر بن رہی ہے اب یہ دعوے بالکل باطل ثابت ہو گیا ہے کہ مسیحی مذہب کسی تاریخی بنیاد پر کھڑا ہے اور اسکے عقائد اب فسانوں کی فہرست میں داخل کیے گئے ہیں" (ریویو)

گیارھویں گواہی گیارھویں گواہی کیون صاحب کی ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ "یہ بالکل صاف بات ہے کہ بنی اسرائیل کے قدیمی حالات کا جو بیان عہد عتیق میں لکھا ہوا موجود ہے وہ بالکل اُسی قسم کا ہے جیسا کہ وہ حالات جو دوسری قوموں نے اپنی قدیمی زمانہ کے متعلق ہم تک پہنچائے ہیں یعنی بہت بڑا حصہ بے بنیاد افسانوں کا پایا جاتا ہے ہر ایک قوم میں بزرگوں کے حالات زبانی طور پر نسلاً بعد نسلٍ بیان ہوتے چلے آئے اور ان زبانی بیانات میں بہت سی غلط اور مبالغہ آمیز باتیں داخل ہو گئیں جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اصل واقعات قریباً مفقود ہو گئے اور انکی جگہ خیالی باتیں مشہور ہو گئیں اور جیسا دوسری قوموں کی صورت میں غلط قصے اور کہانیاں لوگوں میں رائج ہو گئیں ایسا ہی اسرائیلی قوم کی صورت میں ہوا۔ (ماڈرن ریویو کلکتہ)

ہم نے جن وجوہات کی بنا پر بائبل کو ناقابل اتباع بتلایا ہے اب اُسکی مندرجہ بالا زبردست گیارہ شہادتوں سے کما حقہ تصدیق و تائید ہو گئی اب ان شہادات کے پڑھتے ہوئے بھی کسی عیسائی دوست کو ہمارے پیش کردہ وجوہات میں کلام ہو تو ہمارے پیش کردہ دلائل کو عقل و برہان سے رد کر کے دکھلائے مگر ایں خیال است و محال است و جنوں +

ہمارے اس بیان دعوے کو پڑھتے ہوئے ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ جب وید قابل اتباع نہیں اور اسکے ساتھ بائبل بھی تو پھر کونسی ایسی کتاب ہے جو قابل عمل سمجھی جائے اور اسپر ایمان لایا جائے سو اسکے لیے ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی پاک کلام قرآن شریف و فرقان حمید کا نام پیش کرتے ہیں کیونکہ ہم نے خوب تحقیق و تدقیق کر کے دیکھ لیا ہے کہ یہی یعنی

قرآن شریف ہی قابل اتباع ہے

کیونکر؟

(۱) اسلیے کہ اس نے خود دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہوں اور پھر نرا دعویٰ ہی نہیں بلکہ اپنے دعوے کے اثبات میں دلائل قاہرہ سے کام لیا ہے اور ساتھ ہی دنیا کو باواز بلند للکار کر چیلنج بھی دیدیا کہ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کہ میرے کلام الٰہی ہونے میں کسیکو شبہ ہو تو اسکی مثل ایک چھوٹی سی چھوٹا ہی ٹکڑہ لائیے۔ (وید وغیرہ اس طرح کا چیلنج دینے سے محض تہیدست ہیں)

۲ اسلیے بھی یہ قابل اتباع ہے کہ اسنے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق ایسی عمدہ اور بے نظیر تعلیم دی ہے کہ بایدو شاید (مقابلہ و موازنہ سے معلوم ہو سکتا ہے +)

۳ اس لیے بھی کہ اسکی تعلیم ایسی کامل و اکمل ہے کہ دنیا بھر کی کل سچائیاں اور تمام خوبیاں اور جملہ محاسن و فضائل اسمیں جمع ہیں۔ تہذیب و تمدن کے ہر اعلیٰ اور عمدہ اصولوں پر حاوی اور دینی و روحانی کمال تک پہنچانے کے علاوہ انسان کو دنیوی اور جسمانی رفعت و منزلت کے بھی سب سے بلند بام پر پہنچاتی ہے +

۴ اسلیے بھی کہ اسکی تعلیم اخروی جنت (جس کے حصول کے لیے انسان جد و جہد عمل میں لاتا ہے) اُسکا نظارہ اور لطف و سرور اس دنیا میں بھی دکھا دیتی ہے یعنی مومن کی جنتی زندگی یہی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے (کوئی آریہ۔ یہودی۔ پارسی اور عیسائی ہے جو اسطرح کا کمال اپنی اپنی الہامی کتابوں سے دکھلا سکے)

۵ اسلیے بھی کہ اسکا (قرآن شریف) کوئی ایسا رکوع نہیں جس میں یا اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا پُر رعب نقشہ کھینچکر نہ دکھلایا ہو مگر اسکے برعکس وید کے بہت سے ایسے مقامات ہم دکھلا سکتے ہیں جنمیں اللہ تعالیٰ کا نام تک نہیں اور اسیطرح بائبل کی کتابیں مثال کے طور پر [illegible] کی کتاب آستر ملاحظہ ہو اس ساری کتاب کو پڑھ جاؤ خدا کا نام ایک دفعہ بھی لکھا ہوا نظر نہ آئیگا کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے +

۶ بعض مذہب والے ہیں وہ ذات حق جو محبوب حقیقی ہے کلام کرے تو کیا کوئی ذریعہ خدا کی قربت [illegible] اور قابل اتباع ہے نہ کہ وہ جس کے پیرو اس سے قطعاً مایوس ہیں [illegible] یقین دلیل ہے اسلام کے صادق المذہب ہونیکی کیونکہ جب ہو قرآن شریف [illegible]

ہی اللہ تبارک و تعالیٰ اسکے پیرو ونمیں سے جسکو چاہتا ہی اپنا مقرب بنا کر اُسی اپنے مکالمہ و مخاطبہ سے سرفراز فرماتا ہے۔ ویدا و ربائبل کا کوئی بھی مدعی آج یہ دعوٰی نہیں کرسکتا کہ خدا ہم سے یا فلاں فلاں سے کلام کرتا اور اپنے وحی و الہام سے مشرف و ممتاز فرماتا ہے ✦

۷ اسلیے بھی یہ قابل اتباع ہے کہ جیسا اللہ تبارک و تعالیٰ سروگیہ۔ علیم کل اور علام الغیوب ہی ایسے اور اسی لئے اُسکے کلام معجز نظام میں بھی غیبی اخبار کا ہونا لازمی اور ضروری ہے پس اس لحاظ سے بھی قرآن شریف ہی قابل اتباع ثابت ہوتا ہے نہ کہ وید وغیرہ جنکو یہ بھی معلوم نہیں کہ علم غیب کیا اور کس چیز کا نام ہے ✦

۸ اسواسطے بھی کہ یہ عالمگیر اور سارو بھومک تعلیم پیش کرتا ہے اور اپنے عالمگیر ہونیکا مدعی بھی جیسے فرمایا قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ وید کی طرح ہندوستان کی چار دیواری کے اندر محدود نہیں اور نہ ہی بائبل کیطرح اسرائیلی بارہ قبائل کے اندر مسدود ✦

۹ اسلیے بھی یہ قابل اتباع ہے کہ جبسے یہ نازل ہوا ہے اُسوقت سے لیکر آجتک اسمیں ایک شوشہ کا بھی تغیر و تبدل نہیں ہوا جیسا کہ اسلام کے سخت سے سخت دشمن بھی صریح اور کھلے الفاظ میں مقر اور اقراری نظر آتے ہیں جیسا کہ سر ولیم میور نے اپنی کتاب لائف آف محمدؐ کے دیباچہ ط۲ میں لکھا کہ " جہانتک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس (قرآن کریم) کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو" (لائف آف محمدؐ طبع سوم) اور اسکے برعکس خود یورپ کے فضلاء نے یامر پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ بائبل الحاق اور تحریف سے محفوظ نہیں رہی ✦ اور ویدوں کے متعلق خود پیروان وید بھی ویدوں کے الحاقی ہونیکے قائل ہوتے جاتے ہیں جیسا کہ ہم تشحیذ جلد ۱۵ نمبر ۲ صفحہ ۲۰ پر "کوی رتن لکھا اللہ" کا قول نقل کر چکے ہیں۔ پس یہ ایک ایسا قرآنی اعجاز اور معجزہ ہے کہ جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی بھی کتاب نہیں کرسکتی۔

یہ کیوں ؟ اسلیے کہ اسکے نازل کرنیوالے نے اسکے نزول کے وقت خود اسکی حفاظت کا یا ئیں الفاظ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ سورہ الحجر آیت ۹ وعدہ فرمادیا تھا

پس کس بشر کی طاقت اور قدرت تھی جو اس میں کمی بیشی کرنے کا مرتکب ہوتا۔

۱۰ الہامی کتاب کیلیے یہ شرط بھی ضرور اور لازمی ہے کہ وہ اختلاف سے پاک ہو (جیسا کہ آنجہانی پنڈت لیکھرام نے لکھا ہے) تو اس لحاظ سے بھی قرآن شریف ہی قابل اتباع ثابت ہوتا ہے کیونکہ خود قرآن شریف بڑے زور اور دھڑلے سے یہ دعوی کرتا ہے کہ میں اختلاف سے پاک ہوں جیسے فرمایا لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ یعنی اگر میں اللہ تعالی کی طرف سے نازل نہ ہوتا تو ضرور مجھ میں اختلافات کی بھرمار ہوتی (پس اس کسوٹی پر قرآن شریف کے سوا اور کوئی کتاب پوری نہیں اترتی خواہ وید ہو یا بائبل اگر کسی کو شک ہو تو مقابل میں آکر دعوی کرے پھر ہم دلائل کی پلٹنوں کی پلٹنیں اس کے سامنے کھڑی کر دینگے۔

۱۱ اسلیے بھی یہ قابل اتباع ہے کہ اس نے ہر ایک وہ دعوی جو ضروریات دین میں ہے خود بیان کیا ہے اور پھر محض دعاوی پر ہی بس نہیں کی بلکہ انکے اثبات میں دلائل و براہین بھی پیش کیے ہیں اور یہ ایک ایسا اعجاز اور ایسی خوبی ہے جسکا مقابلہ دنیا کی کوئی کتاب وہ کتاب جس کے متعلق مختلف مذاہب کے لوگ دعوی کرتے ہیں کہ وہ الہامی ہے نہیں کر سکتی۔ ہاں! اگر کوئی عیسائی اس قرآنی اعجاز کے مقابل بائبل میں سے اس قسم کی خوبی دکھلانیکا مدعی ہو تو اسکو لازم ہے کہ اپنی مذہب کے بنیادی اصول (الوہیت مسیح۔ کفارہ مسیح۔ تثلیث وغیرہ) کا دعوی اور دلائل بائبل کے ورسوں سے نکال کر پیش کرے اور اسی طرح آریہ سماج کے فاضل ممبروں سے بھی ہم یہی کہیں گے کہ وہ بھی اگر وید کے متعلق اس قسم کے اعجاز کے قائل اور مدعی ہیں تو ویدک دھرم کے بنیادی سدھانتوں تناسخ۔ قدامت روح۔ قدامت مادہ۔ نیوگ۔ پرماتما سے انادی کا مسئلہ نازلیت وید۔ وغیرہ وغیرہ۔ کا دعوی اور دلائل ویدوں کی شرتیوں سے استنباط کر کے دکھلائیں۔ مگر ہم بڑے زور سے کہیں گے کہ قرآن شریف کے اس اعجاز کا مقابلہ کرنا وید اور بائبل کے حیطہ قدرت سے قطعاً باہر ہے بہت سی وجوہات میں سے گیارہ وجوہ ہیں جو ہم نے "قرآن ہی قابل اتباع ہے" کے اثبات میں پیش کیں بشرط فرصت باقی بھی کسی وقت پیش کرنے کا فخر حاصل کرینگے۔ ان مذکورہ بالا وجوہات پر بھی اگر کوئی سلیم الفطرت محقق مزاج حق پسندی سے کام لینے والا انسان غور و فکر کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ اسپر یہ امر بخوبی واضح و آشکار ہو جائیگا کہ آج دنیا میں اگر کوئی کتاب لائق تقلید و عمل و قابل اتباع ہے

تو وہ قرآن شریف ہی ہے ۔

ہاں واقعی یہ مضمون نامکمل اور ناقص رہ جائیگا اگر ہم اُن آراء و اشہاد کو پیش نہ کریں جو محققین یورپ نے اسلام کے متعلق وقتاً فوقتاً اپنے قلم اور زبان سے لکھیں اور کہیں جنکو ملاحظہ فرماتے ہوئے ناظرین پر ہمارے دعوے کی پوری پوری صداقت و حقانیت منکشف اور واضح ہو جائیگی۔ اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان آراء و اشہاد میں سے بعض ایسے اکثر اور متعصب عیسائیوں کے قلم سے نکلی ہوئی ہیں جنکو پڑھتے ہوئے واقعی انسان کی حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہیں رہتی اور مجبوراً اُسے قرآن شریف کے اس اعجاز پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ کس طرح اور کیسے یہ (قرآن شریف) اپنے سخت سے سخت مخالفین و معاندین سے بھی خراج تحسین وصول کئے بغیر نہیں رہتا کیا کوئی آریہ اور عیسائی ہے جو اپنی اپنی کتاب کے متعلق اس قسم کا اعجاز ثابت کرکے دکھلائے (ہرگز نہیں)

یورپین محققین کی آراء قرآن پر

پہلی شہادت | عالیجناب جان ڈیون پورٹ صاحب اپنی مشہور و معروف کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن صفحہ پر قرآن شریف کے محاسن و فضائل کا ذکر فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں ۔

"حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے معجزات چند روزہ تھے مگر آنحضرت صلعم کا معجزہ پائیدار اور لازوال ہے اور اس باعث سابق زمانہ کے تمام معجزوں پر سبقت و برتری رکھتا ہے۔ قرآن بلحاظ علم ادب کے ایک بڑی شاعرانہ تصنیف معلوم ہوتی ہے اس کا کثیر حصہ قدمائے عرب کے موافق مقفیٰ و مسجع عبارت میں لکھا ہے، قرآن بعض جگہ سے غیر مفہوم (متشابہات) ہے اور اور دور معلوم ہوتا ہے مگر اکثر جگہ نہایت زبردست عبارت اور بلند خیالی عیاں ہے اور یہ قول بہت ٹھیک ہی ہے کہ قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے کہ جسکی پہلی عبارت ہی پڑھنے والا پہلے گھبرا جاتا ہے بعد ازاں اسکے محاسن دیکھ کر رجوع کرتا ہے اور آخر فریفتہ ہو جاتا ہے،"

دوسری شہادت | ایک نہایت ہی متعصب عیسائی سر ولیم میور صاحب مشہور عالم کی شہادت بھی قابل لحاظ ہے۔ "ہم بلا تامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اُس نے (اسلام نے) ہمیشہ کیلئے اگر توہمات باطلہ کو جنکی تاریکی مدت سے عرب کے ملک میں چھا رہی تھی کالعدم کر دیا۔ اسلام کی صدا سے جنگ کے روبرو بت پرستی موقوف ہو گئی اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص ذات اور ہر ایک

احاطہ میں کی ہوئی قدرت کا مسئلہ حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہوگیا ہے جیسا کہ خاص محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں تھا۔ مذہب اسلام میں سب سے پہلی بات جس پر اسلام کا مدار ہے یہ ہے کہ اس ایک خدا کی مرضی پر توکل کرنا چاہیئے۔ بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہ تھیں چنانچہ مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہی کہ سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ محبت رکھیں۔ اپنے ہمسایوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیئے غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت برتنی چاہیئے۔ نشہ کی سب چیزوں کی ممانعت ہے۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کرسکتا ہے کہ اسمیں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں پایا نہیں جاتا۔" (لائف آف محمدؐ)

تیسری شہادت مقدس ہیلیر رقمطراز ہیں۔ باستثنائے عیسائیت جسکی بنیاد عہد عتیق اور اناجیل اربعہ پر قائم ہے۔ دنیا کسی اور مذہب پر جو اسلام کے ساتھ میزان میں رکھا جاسکے یا جو اس سے کسی معمولی سی نسبت میں بھی مقابلہ کرسکے۔"

چوتھی شہادت کاونٹ ڈی بلین ولیبرز صاحب نے دو صدیاں گزریں کہا تھا کہ "عیسائیت کے علاوہ اسلام جیسا پسندیدہ اور معقول مذہب (کوئی) نہیں ہے اور نہ ہی صفحہ ہستی پر اسکی طرح نیکوں کو تسلی اور اطمینان دینے والا اور گنہگاروں کو ڈرانے والا کوئی مذہب ہے۔"

پانچویں شہادت مسٹر سٹیڈرڈ صاحب جو نے لیکچر یروشلیم میں دیا وہ بھی قابل ذکر ہے اسمیں مسٹر بونڈ کے بیان کی تصدیق پائی جاتی ہے۔" (بیکر صاحب) "اسلام سچائی۔ ہاں نہایت ہی اعلیٰ سچائی کا ایک زندہ مرکز ہے۔ بت پرست دنیا اس سچائی سے بالکل بیخبر تھی اور مسیحیت نے اسکو بالکل دبادیا تھا۔ وہ سچائی توحید کی تعلیم ہے۔ یہ وہی سچائی ہے جسکو ابراہیم۔ موسیٰ۔ داؤد۔ اور مسیح نے تعلیم دی الخ"

چھٹی شہادت عالیجناب ڈاکٹر جارج بیکر صاحب امریکہ کے ایک نہایت ممتاز اور نامور فاضل و اہل قلم ہیں جنکی معلومات اور واقفیت اسلام اور مسیحیت کی متعلق بہت وسیع ہے۔ آپ نے فلیڈلفیا کے کوپر ڈیونی انسٹی ٹیوٹ میں کچھ عرصہ ہوا اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق ایک مبسوط لیکچر دیا تھا اور انھیں کے لیکچر میں سے مسٹر سٹیڈرڈ کی شہادت ہم اوپر نقل کرچکے ہیں اب ان کے مضمون میں سے چند کلمات اور نقل کرتے ہیں جو انھوں نے اسلامی تعلیم کے متعلق اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائے۔

"اسلام نے پہلی ایک بڑا مفید کام کیا ہے اور جب تک مسیحیت کے بڑے بڑے فرقے شرک کا کچھ شائبہ بھی اپنے اندر رکھتے ہیں اسلام مسیحیت کے راستہ میں ایک ناقابل گزر رکاوٹ رہیگی۔ اور اسمیں شک نہیں کہ مسلمانوں کو ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ میں بڑے زور سے کہونگا کہ رومن کیتھلک چرچ کے لیے جو مریم کو خدا کی صفات سے متصف قرار دیتا ہے اور قسم قسم کے شرکو نمیں مبتلا ہے۔ اسلام پر فتح پانا ناممکن ہے جو خالص وحدانیت اور سچی روحانیت کے ساتھ مسیحیت کا مقابلہ کر رہا ہے۔ مذہب اسلام میں کوئی ایسے مشنری اور واعظ نہیں ہیں جیسے کہ عیسائیوں میں ہیں۔ مسلمان خدا کی عبادۃ بالواسطہ نہیں کر سکتے بلکہ ہر ایک کو خدا کی عبادۃ خود کرنی پڑتی ہے اسلیے ہر ایک سچا مسلمان اپنے نفس کے لیے خود ذمہ دار ہے اور سچے خدا کی عبادۃ دن میں پانچ دفعہ کرتا ہے ... (اسکے آگے فرماتے ہیں کہ) "اسلام آج بھی بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔" الخ

ساتویں شہادۃ نامور فرنچ مستشرق موسیو گاستن کار فرماتے ہیں "یہ ایک کھلی ہوئی صاف اور واضح بات ہے کہ اسلام اصل میں ایک طرح کا اجتماعی مذہب ہے جسکو دنیا کی ۱/۳ حصہ آبادی دین حق تسلیم کرتی ہے ... ہمیں معلوم ہے کہ اس عاقلانہ مذہب کے قانون میں وہ تمام فوائد اور نصائح موجود ہیں جنسے زمانہ حال کا تمدن بنا ہے اور جو گویا اسلام ہی کے امتزاج عناصر کا نتیجہ ہے اس حیرت انگیز سائنٹیفک مذہب (اسلام) نے دین کی عمرانی ترقی کے لیے ہر قسم کے بنیادی مسائل و ذرائع یورپ کو بہم پہنچائے ہیں۔ گو ہم میں کوئی شخص بھی اسکی فضیلت کا اعتراف نہ کرے اور اسکے احسان کا رہین منت نہ ہو مگر امر واقعہ یہی ہے" (تہذیب الاخلاق) اس سے بڑھ کر بھی کوئی غیر مذہب کا آدمی شہادۃ دے سکتا ہے۔ ہاں یہ اسلام اور واقعی اسلام ہی کی کشش اور قوۃ جاذبہ ہے جو فطرتی طور پر انکو اپنی طرف عجیب طرح سے کھینچ لیتی ہے۔"

آٹھویں شہادۃ مسٹر کارل سدر کوسٹ کے مضمون پر اخبار گزٹ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اسلام کو مسیحیت کے مقابلہ میں فتح حاصل ہونیکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اسلام زمانہ حال کی ترقیات کا ساتھ دے سکتا ہے اسلیے اس ملک کی اکثر لوگ اسکو عیسائیت پر ترجیح دیتے ہیں مسیحی مشنریونکی متواتر کوششیں بار آور نہیں ہو سکتیں اور اس درد بیدرماں کا ابتک کوئی علاج دریافت نہیں ہو سکا۔" (تہذیب [illegible])

نویں شہادۃ ایک نہایت ہی غیر متعصب عیسائی فاضل کی رائے جو انھوں نے ایک عیسائی مصنف پر مزید "کے اس اعتراض کا کہ قرآن شعبدہ بازی کا ایک مجموعہ ہے" ابطال کرتے ہوئے صاف لفظوں میں

اعتراف کرتے ہیں کہ "مجھے یہ نقادانِ عصر بالکل ہیچ معلوم ہوتے ہیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سراپا تصنع بتاتے ہیں۔ میں تو آنحضرت (صلعم) کی نسبت کبھی جان بوجھ کے دغا دہی یا کسی حال میں جعل کرنے کا قائل ہوں نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن شعبدہ یا جعلسازی کیطور پر لکھا گیا ہے۔ اور میں کیا کوئی صاحب نظر بھی قرآن کو پڑھ کر یہ خیال نہیں کر سکتا کہ یہ انسان کی اصلی فطرۃ کے مبہم جوش کا نشان ہے +

دسویں شہادۃ | فرانس کے مشہور و معروف اور جید عالم ڈاکٹر موریس فرماتے ہیں کہ "قرآن کی اگر کوئی ایسی منقبت ہو سکتی ہے جسمیں کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اسکی فصاحت و بلاغت ہی وہ عظیم الشان فضیلت جس پر تین سو ملین تیس کروڑ انسان فخر کر رہے ہیں وہ یہی ہے کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے (وید بائیل وغیرہ۔ ناقل) بلکہ ہم تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلیے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں یہ بہترین کتاب ہے اسکے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفۂ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ اسمیں آسمان و زمین کے بنانے والے کی حمد و ثنا بھری ہے خدا کی عظمت سے اسکا حرف حرف لبریز ہے۔ جس نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں اور ہر ایک چیز کی اسکی استعداد کے مطابق رہنمائی کی ہے علماء کیلیے یہ ایک علمی اکاڈمی ہے۔ اہل لغت کے لیے جامع ڈکشنری ہے۔ لٹریری مذاق والوں کے لیے جنکو زبان کی اصلاح مطلوب ہے علم نحو کی یہ ایک گرامر ہے شاعری کے پسند کرنیوالے اور جذبات تہذیب و شایستگی پر نظر رکھنے والوں کے لیے عروض کی کتاب ہے دنیا بھر کے قوانین و شرائع کی یہ انسائکلوپیڈیا ہے۔ جتنی آسمانی کتابیں داؤد کے زمانہ سے لیکر [illegible] کے عہد تک نازل ہوئی ہیں بلکہ اس سے پہلے کی بھی یعنی ژند اور وید وغیرہ ناقل، محاسن لفظی و معنوی کے اعتبار سے وہ سبکی سب قرآن کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں"

گیارھویں شہادۃ | مشہور و معروف فاضل کارلائل صاحب اپنی شہرہ آفاق کتاب لیکچرز آن ہیروز میں قرآن مجید کے متعلق یوں رقمطراز ہیں "میرے نزدیک قرآن میں سچائی کا جوہر اسکے تمام معانی میں موجود ہے۔ اسی نے اسکو وحشی عربیوں کی نظر میں بیش بہا بنا دیا تھا۔ سب سے آخر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب سب سے اول اور سب سے آخر جو خوبیاں ہیں وہ اپنے اندر رکھتی ہیں اور ہر قسم کے اوصاف حسنہ کی بانی ہے" (صہ ۲۳۵)

بارھویں شہادۃ | مسٹر مارگولیتھ صاحب مترجم قرآن راڈویل کے دیباچہ میں بایں الفاظ قرآن شریف کے محامد و محاسن کا ذکر خیر فرماتے ہیں۔ "قرآن شریف کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اسنے ایک نئی علمی اور فلسفیانہ تحریک کی بنا ڈالی جس نے

قرون وسطیٰ اور نصاریٰ کے اعلیٰ سے اعلیٰ اور مہذب ترین دماغوں پر زبردست اثر ڈالا ہے۔ اسلامی دنیا کی ترقی عام کی یہ رفتار کسی نہ کسی وجہ سے ضرور رک گئی لیکن علمی تحقیق سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ فضلاء یورپ کو فلسفۂ یونان ریاضی ہیئت اور دیگر علوم کا جو علم کئی صدیوں تک حاصل رہا۔ اگر موٹے الفاظ میں کہا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ سب لاطینی کتابوں سے لیا گیا تھا اور یہ لاطینی کتابیں عربی کتب کا ترجمہ تھیں اور عربوں اور انکی رفیقوں کو ان علوم کے مطالعہ کیطرف جو رجحان پیدا ہوا وہ خواہ بالواسطہ ہی ہو قرآن شریف کی وجہ سے پیدا ہوا تحقیق اللسنہ۔ نظم اور ادب کی دوسری شاخیں بھی قرآن شریف کی اشاعت کے ساتھ ہی کتم عدم سے عالم ظہور میں آئیں اور اس علمی تحریک کا نتیجہ ذہانت اور علم و فضل کی اعلیٰ سے اعلیٰ تصنیفات ہیں۔"

تیرھویں شہادت "اے ہسٹری آف ریلیجنس" (تاریخ مذاہب) کا متعصب عیسائی مصنف اپنی اس تصنیف کے صفحہ ۱۵۲ پر رقمطراز ہے۔ "اسلام بہ حیثیت عالمگیر مذہب کے" اسلام میں عجیب و غریب بات یہ ہے کہ اسنے بہت جلد ترقی کی اور دنیا کے ایک بڑے حصہ پر تسلط کر لیا جتنی ترقی مسیحی دین نے صدیوں میں کی اسلام نے سالوں میں کر لی۔ اسکی ابتدا کمزور۔ سادی اور ادنیٰ درجہ کی تھی مگر وہ بڑھتے بڑھتے قوی اور پھر عالمگیر مذہب بن گیا وہ (اسلام) ہر بھی عالمگیر مذہب کیونکہ اس میں ان باتوں کی تعلیم دیجاتی ہے "خدا واحد ہے۔ حاضر و ناظر اور قادر ہے ہر شخص کو اپنے فعلوں کا حساب اسکے روبرو دینا پڑیگا۔ خدا کی مرضی کی اطاعت کرنی اور اسکے حکموں کو ماننا چاہیئے۔ خدا رحیم اور رحمٰن ہے۔ خدا اپنے بندوں کی خواہشوں اور کوششوں سے ہمدردی رکھتا ہے۔ بندہ کو اس سے محبت کرنی اور اس سے ڈرنا چاہیے۔ یہ باتیں کسی خاص فرقہ یا قوم سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ دنیا بھر کے لوگوں سے۔"

چودھویں شہادت مشہور پادری ڈاکٹر کینن ٹرک ٹیلر لکھتا ہے کہ "اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے۔ جو تمدن کا جھنڈا اڑاتا ہے۔ جو تعلیم دیتا ہے کہ انسان جو نہ جانتا ہو اسکو سیکھے۔ جو بتاتا ہے کہ صاف کپڑے پہنو۔ اور صفائی سے رہو۔ جو حکم دیتا ہے کہ استقلال استقامت و عزت نفس نہایت لازمی ہے بے شبہ دین اسلام کے فوائد و منافع یقینی ہیں۔ اور اسکی خصوصیات شائستگی و تمدن کی سب سے بڑی بنیاد بلکہ ارکان اعظم ہیں"

پندرھویں شہادت فرنچ ڈاکٹر پادری سوزان جب ضایوں رطب اللسان ہیں۔ "جدید علمی انکشاف میں اور ان علمی مسائل میں جنکو ہمنے اپنے علم کے زور سے حل کیا ہے یا ہنوز زیر تحقیق ہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو تعلیمات قرآنی کے مخالف ہو۔ ہم عیسائیوں نے عیسائیت کو علم و سائنس کے ہم آہنگ و ہم

نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے یہ کتاب سب سے اول اور سب سے آخر جو عمدگیاں ہو سکتی ہیں وہ اپنے اندر رکھتی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کی توصیف صرف اسی کی ہو سکتی ہے ؛

ہر قسم کی بلکہ ان سے بھی بڑھ کر غیر مذاہب کے محققین فضلاء کی آراء، و اشہادے ہمارے پاس موجود ہیں جو الفرقان اسلام و پیغمبر اسلام کے متعلق نہایت صدق و سچائی سے دی ہیں مگر یہ مختصر سا مضمون ان تمام کا کسی طرح بھی متحمل نہیں ہو سکتا اسلئے بقایا میٹریل کسی اور وقت کیلئے محفوظ رکھتے ہوئے یہاں انہیں بیس زبردست اور معرکۃ الآراء شہادتوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

ایہا الاحباب! ہمنے وید قابل اتباع نہیں کے ثبوت میں ۱۲ زبردست وجوہات پیش کر کے ساتھ ہی خاص ہندوستان کے رشیوں بزرگوں مہاتماؤں فلاسفروں اور چوٹی کے لیڈروں کے بہت سے اقوال میں سے چند قول آپکے سامنے رکھ دیئے جن سے وید کی اصلیت و ماہیت کا پورا پورا اندازہ ہو سکتا ہے اور اسکے بعد اپنے دوسرے دعوی "بائبل بھی قابل اتباع نہیں" کے اثبات میں دس ناقابل تردید وجوہات کو پیش کرنے کے بعد خاص علماء یورپ کی ۱۲ زبردست گواہیاں بھی پیش کر دیں جن سے بائبل کا تمام ہینگ و ساز آپکو معلوم ہو گیا۔ رہا تیسرا دعوی کہ قرآن شریف ہی قابل اتباع ہے اسکی تائید میں بھی ہمنے ناقابل تردید اور مدلل ۱۲ وجوہات بیان کر دیں جنکے متعلق ہمارا دعوی ہے کہ کوئی بھی مخالف و معاند انکی تردید پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اور پھر اسی پر اکتفا اور بس نہ کرتے ہوئے مغربی علماء (جنمیں سے بعض اسلام کے معاندین بھی ہیں) کی بہت سی آراء میں سے بطور نمونہ محض اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ۲۰ رائیں بھی ہدیہ ناظرین کیں جنکو پڑھتا ہوا ایک حق پسند اور سلیم الفطرۃ انسان فوراً کہدیگا کہ واقعی یہ قرآن کا ہی خاص حصہ ہے کہ اسکی مدح و توصیف میں مغربی محققین جو مسلمان بھی نہیں ہیں سب کے سب متفقہ طور پر رطب اللسان ہیں ؛

پس ہمارا کام اور فرض اتنا ہی تھا کہ اپنے دعاوی کی تائید میں زبردست سے زبردست دلائل مہیا کر کے آپکے سامنے پیش کر دیں۔ آگے یہ آپکا کام ہے کہ ان پیش کردہ دعاوی و دلائل کو ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھیں اور صرف پڑھ جانے پر ہی اکتفا نہ ہو بلکہ پورے غور و خوض اور تدبر و تفکر سے کام لیں تا آپ بھی ہماری طرح جھوم جھوم کر قرآن شریف کے ان الفاظ میں گن گاتے ہوئے نظر آئیں ؛

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے	قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے یہ کتاب سب سے اعلیٰ اور سب سے آخر جو عمدگیاں ہو سکتی ہیں وہ اپنے اندر رکھتی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کی توصیف صرف اس سے ہو سکتی ہے"

اس قسم کی بلکہ ان سے بھی بڑھ کر غیر مذاہب کے محققین فضلاء کی آراء و اشہادات ہمارے پاس موجود ہیں جو انہوں نے اسلام و پیغمبر اسلام کے متعلق نہایت صدق و سچائی سے دی ہیں مگر یہ مختصر سا مضمون اُن تمام کا کسی طرح بھی متحمل نہیں ہو سکتا اسلئے بقایا میٹریل کسی اور وقت کیلئے محفوظ رکھتے ہوئے یہاں انہیں بیس زبردست اور معرکۃ الآرا شہادتوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

ایہا الاحباب! ہمنے وید قابل اتباع نہیں کے ثبوت میں ۱۲ زبردست وجوہات پیش کر نیکے ساتھ ہی خاص ہندوستان کے رشیوں بزرگوں مہاتماؤں فلاسفروں اور چوٹی کے لیڈروں کے بہت سے اقوال میں سے چند قول آپکے سامنے رکھ دیئے جن سے وید کی اصلیت و ماہیت کا پورا پورا اندازہ ہو سکتا ہے اور اسکے بعد اپنے دوسرے دعویٰ "بائبل بھی قابل اتباع نہیں" کے اثبات میں دس ناقابل تردید وجوہات کو پیش کرنیکے بعد خاص علماء یورپ کی ۱۲ زبردست گواہیاں بھی پیش کر دیں جن سے بائبل کا تمام سنگ و ساز آپکو معلوم ہو گیا۔ رہا تیسرا دعویٰ کہ قرآن شریف ہی قابل اتباع ہے اسکی تائید میں بھی ہمنے ناقابل تردید اور مدلل ۱۲ وجوہات بیان کر دیں جنکے متعلق ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی مخالف و معاند انکی تردید پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اور پھر اسپر اکتفا اور بس نہ کرتے ہوئے مغربی علماء (جنمیں سے بعض اسلام کے معاندین بھی ہیں) کی بہت سی آراء میں سے بطور نمونہ محض اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ۲۰ رائیں بھی ناظرین کیں جنکو پڑھتا ہوا ایک حق پسند اور سلیم الفطرۃ انسان فوراً کہدے گا کہ واقعی یہ قرآن کا ہی خاص حصہ ہے کہ اُسکی مدح و توصیف میں مغربی محققین جو مسلمان بھی نہیں سب کے سب متفقہ طور پر رطب اللسان ہیں ÷

پس ہمارا کام اور فرض اتنا ہی تھا کہ اپنے دعاوی کی تائید میں زبردست سے زبردست دلائل مہیا کر کے آپکے سامنے پیش کر دیں۔ یہ آپکا کام ہے کہ اُن پیش کردہ دعاوی و دلائل کو ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھیں اور صرف پڑھ جانے پر ہی اکتفا نہ ہو بلکہ پورے غور و خوض اور تدبر و تفکر سے کام لیں تا آپ بھی ہماری طرح جھوم جھوم کر قرآن شریف کے ان الفاظ میں گُن گاتے ہوئے نظر آئیں ÷

جمال و حُسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

چند سوالوں کے جواب

پہلا سوال دجال کے خانہ کعبہ کے طواف کرنے سے کیا مراد ہے + **جواب** یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کشف ہے جو تعبیر طلب ہے پس مراد دجال کے طواف سے اسلام پر اعتراض کرنا ہے اور مسیح کے طواف سے ان اعتراضوں کا جواب دینا ہے ان معنوں کی تائید مندرجہ ذیل کتب سے ہوتی ہے۔

(۱) ملاحظہ ہو مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۳۷۲ اور یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ دجال کافر ہے اسکو طواف سے کیا کام جواب اسکا یہ دیا ہے علماء نے کہ یہ حضرت کے مکاشفات سے ہے۔ خواب میں تعبیر اسکی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا کہ ایک روز ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام گرد دین کے پھرینگے واسطے قائم کرنے دین کے اور درستی کرنے خلل و فساد کے اور دجال بھی پھریگا گرد دین کے بقصد خلل و فساد ڈالنے کے دین میں کذا قال الطیبی۔ (۲) ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۹) وقال التوربشتی طواف الدجال عند الکعبۃ مع انہ کافر اُوِّلَ بان رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مکاشفاتہ کوشف بان عیسیٰ فی صورتہ الحسنۃ التی ینزل علیہا یطوف حول الدین لاقامۃ امورہ واصلاح فسادہ وان الدجال فی صورتہ الکریھۃ التی سیظھر علیہا یدور حول الدین یبتغی العوج والفساد" (۳) ملاحظہ ہو مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ طواف الدجال مؤول بانہ کوشف صلی اللہ علیہ وسلم بان اللعین فی صورتہ الکریھۃ وھو متکئ علی ما اُملی لہ من التلبیس والتمویہ یدور لاقامۃ واصلاح فسادہ وھو متکئ علی ما اُیِّدَ بہ من العصمۃ والتائید" ان دونو حوالوں کا ترجمہ قریباً وہی ہے جو مظاہر حق سے لکھا جا چکا ہے۔ اور ان دونوں طوافوں کی مثال حضرت مسیح موعود نے چور اور چوکیدار کی دی ہے کہ چور بھی رات کیوقت گھروں کے ارد گرد طواف کرتا ہے اور چوکیدار بھی لیکن غرض طواف دونوں کی مختلف ہے۔ چور کی غرض طواف سے نقب لگانا اور چوری کرنا ہے اور چوکیدار کی غرض طواف سے یہ ہوتی ہے کہ کہیں چور نقب نہ لگائے اگر لگائے تو اسے پکڑے۔

ظاہری معنوں کا محال ہونا اور ظاہری طور پر دجال خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرسکتا کیونکہ وہ مکہ میں داخل نہیں ہوسکتا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے۔ اِلّا مکۃ [illegible] [illegible] المدینۃ

الدَّجَّالُ وَاِنِّیْ یُوْشِکُ اَنْ یُّؤْذَنَ لِیْ فَاَخْرُجَ فَاَسِیْرُ فِی الْاَرْضِ فَلَا اَدَعُ قَرْیَۃً اِلَّا ھَبَطْتُھَا فِیْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً غَیْرَ مَکَّۃَ وَطَیْبَۃَ ھُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَیَّ کِلْتَاھُمَا کُلَّمَا اَرَدْتُ اَنْ اَدْخُلَ وَاحِدًا مِّنْھُمَا اِسْتَقْبَلَنِیْ مَلَکٌ بِیَدِہٖ السَّیْفُ صَلْتًا یَصُدُّنِیْ عَنْھَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ دجّال کا مکّہ اور مدینہ میں داخلہ نہیں ہو سکتا پس جبکہ از روی حدیث دجّال مکّہ میں داخل نہیں ہو سکتا تو بیت اللہ میں کب ہو سکیگا اور کس طرح طواف کر سکے گا بیشک رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ میں نے دجّال کو طواف کرتے دیکھا لیکن جب اسکے حقیقی معنے نہیں ہو سکتے تو لامحالہ مجازی معنے لیے جائینگے پس ان دونوں حدیثوں کے درمیان مطابقت کیلئے ہم بتلاتے ہیں کہ بیت اللہ سے مراد اسلام ہے اور دجال کا اسکے ارد گرد گھومنا اسلام پر اعتراض اور اسپر حملے کرنا ہے اور مسیح کا اسکے پیچھے پیچھے طوف کرنا اسکے اعتراضوں کا دفعیہ اور جو حملے کہ وہ اسلام پر کریگا انکا جواب دینا ہے وبس +

دوسرا سوال دجّال کے اعور ہونے سے کیا مراد ہے **جواب** دجّال کو یک چشم دیکھنا یہ بھی آپکے کشف میں ہی ہے جیسا کہ نواس بن سمعان کی حدیث کے تشریح کرتے ہوئے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ وملّا علی قاری نے یہ قول طیبی کا کہ ہر مسلمان دفع کریگا شر اسکی (دجّال) کو اپنے ساتھ دلیلوں قطعیہ شرعیہ اور عقلیہ کے کہ اس پاس ہیں۔ اور غالب ہوگا اُسپر مظاہر حق جلد ۴ ص ۳۲۳ نقل کرکے لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں نہیں شک اسکی مشابہت دینے میں ساتھ اسکے مگر ہر گاہ کہ تھی معرفت مشتبہ کی عالم کشف میں یا خواب میں پس تعبیر کیا اسکو ساتھ لفظ کاَنِّیْ کے جیسے کہ معتبر ہے بیچ بیان کرنے خوابوں کے پس ملّا علی قاری کا دجّال کے واقعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کشف یا رؤیا اور تعبیر طلب قرار دینا اسبات کی دلیل ہے کہ دجّال کے متعلق جسقدر امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئے ہیں وہ مکاشفات اور خوابوں کے ذریعہ معلوم ہوئے ہیں جو تعبیر طلب ہیں اور حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہو سکتے +

اعور سے مراد اعور کے لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ واقعی یکچشم ہوگا کیونکہ اگر ظاہری یکچشم ہونا مراد ہوتا ہو تو خدا تعالیٰ کے لیے بھی لَیْسَ بِاَعْوَرَ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو کہ حقیقت پر محمول نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آئیگا کہ خدا تعالیٰ کی بھی دو آنکھیں تصور کی جائیں پھر ان سے کانا ہونیکی نفی کی جائے الغرض جسطرح خدا تعالیٰ کے اعور نہ ہونے سے مراد اسکا عیوب سے منزہ ہونا ہے اسی طرح دجال کے اعور ہونے

سے مراد اس کا عیب دار ہونا ہے جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جزء ۵ صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے اَعْوَرُ اَیْ وَ هُوَالْغَالِبُ اَنْ یَکُوْنَ طَالِبًا لِلشَّرِّ وَاَنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرَ وَمَفْهُوْمُهٗ لَا یُعْتَبَرُ فَاِنَّ الْمُرَادَ بِهٖ نَقْصُ الْعَیْبِ لَا اِثْبَاتُ الْجَارِحَةِ بِصِفَةِ الْکَمَالِ کَمَا قَالَ الطِّیْبِیُّ هُوَ لِلتَّنْزِیْهِ یعنی دجال کے اعور ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ طالب شر کا ہے نہ کہ خیر کا اور خدا تعالیٰ کو لیس باعور اسلیے نہیں فرمایا کہ اسکے اعضاء کو بصفت کمال ثابت کیا جائے بلکہ جیسا کہ طیبی رحمۃ اللہ نے کہا ہے مقصود یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے +

مسیح اور دجال کا ممسوح العین ہونا

پھر جیسے کہ دجال کے لیے ممسوح العین وارد ہوا ہے ویسے ہی مسیح کے لیے بھی فرق یہ ہے کہ دجال دائیں آنکھ سے ممسوح ہے اور مسیح بائیں آنکھ سے اگر اسکے ظاہری معنے مراد لیے جائیں تو اس سے لازم آئیگا کہ حضرت مسیح بھی دجال کی طرح مٹی ہوئی آنکھ والے ہوں حالانکہ اسکے یہ معنے نہیں ہیں بلکہ دجال کے دائیں آنکھ سے ممسوح ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسمیں صفات محمودہ اور دینی عقل نہیں ہوگی وہ دنیا ہی کی طرف جائیگا اور مسیح کے بائیں آنکھ سے ممسوح ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسمیں صفات مذمومہ اور اخلاق سیئہ نہیں ہونگے چنانچہ یہی معنے لغت میں لکھے ہیں ملاحظہ ہو مفردات راغب بر حاشیہ نہایہ ابن الاثیر جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ وَقَدْ رُوِیَ اَنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْیُمْنٰی وَعِیْسٰی مَمْسُوْحُ الْیُسْرٰی قَالَ وَیَعْنِیْ اَنَّ الدَّجَّالَ قَدْ مُسِحَتْ عَنْهُ الْمَعَانِی الْمَحْمُوْدَةُ مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَقْلِ وَالْحِلْمِ وَالْاَخْلَاقِ الْمَحْمُوْدَةِ وَاَنَّ عِیْسٰی مُسِحَتْ عَنْهُ الْمَعَانِی الذَّمِیْمَةُ ۔ معبرین رویا نے اسکی یہ تعبیر بھی کی ہے مَنْ رَاٰی فِی الْمَنَامِ اَنَّهٗ اَعْوَرُ الْعَیْنِ نَقَصَ نِصْفُ مَالِهٖ اَوْ نِصْفُ دِیْنِهٖ اَوْ اَصَابَ اِثْمًا کَبِیْرًا ۔ تعطیر الانام جلد ۲ صفحہ ۹۴ ۔ یعنی جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ کانا ہو گیا ہے تو اسکا نصف مال جاتا رہے گا یا نصف دین یا کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا + پھر عمی یعنی اندھا ہونے کے متعلق لکھا ہے اَلْعَمٰی فِی الْمَنَامِ ضَلَالٌ فِی الدِّیْنِ کہ خواب میں اپنے آپکو اندھا دیکھنا دین میں گمراہ ہونا ہے پس دجال کے یک چشم ہونے سے مراد یہ ہے کہ دجال میں دینی عقل نہیں ہوگی گو دنیا کی عقل اسمیں بہت ہوگی۔ اور ان معنوں کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی اس آیت میں جسمانی بینائی اور نابینائی مراد نہیں لیگئی بلکہ اس آیت میں اعمٰی اس شخص کو کہا گیا ہے جو دنیا میں خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا اور نیک اعمال

بجا نہیں لاتا۔ اس آیت کا ترجمہ باوا نانک علیہ الرحمۃ نے بہت عمدہ کیا ہے فرماتے ہیں۔

جنہاں درشن ات ہے اُنہاں درشن اُت × جنہاں درشن ات نہ اُنہاں ات نہ اُت

یعنی جو دنیا میں خدا تعالیٰ کا درشن کرنا نہیں چاہتے انکو آخرۃ میں بھی خدا تعالیٰ کی رویت نصیب نہیں ہوگی اور جو اس دنیا میں خدا تعالیٰ کی رویت حاصل نہیں کرتے وہ آخرت میں بھی محروم رہینگے اور یہی مراد حدیث میں دجّال کے اعور ہونے سے ہے کہ وہ دنیاوی صنعتیں ایجاد کرتے رہیں گے جیسے کہ خدا تعالیٰ انکا حال بیان کرتے ہوئے سورہ کہف میں فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں جنکی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں اکارت جائیگی اور وہ دنیاوی صنعتوں کو اپنے کامیاب ہونے کا گر خیال کریں گے +

تیسرا سوال حدیث شریف میں دجال کی پیشانی پر کافر یا ک ف ر لکھا ہوا ہونے سے کیا مراد ہے

جواب یہ بات بھی اپنے اصلی معانی پر محمول نہیں ہو سکتی اور ظاہری طور پر دجال کے ماتھے پر یہ الفاظ لکھے ہوئے مراد نہیں کیونکہ اگر ظاہری طور پر لکھے ہوئے مراد ہوتے تو ابن صیاد کے معاملہ میں صحابہ کو شک نہ پڑتا جبکہ اُسکی پیشانی پر کافر لکھا ہوا نہیں تھا لیکن پھر بھی صحابہؓ نے اسے دجال قرار دیا یہاں تک کہ اس کے دجال ہونے پر بعض صحابہ نے قسمیں کھائیں جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَیْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَحْلِفُ بِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ الصَّیَّادِ الدَّجَّالُ قُلْتُ تَحْلِفُ بِاللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ عُمَرَ یَحْلِفُ عَلٰی ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یُنْكِرْهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (متفق علیہ) محمد ابن المنکدر سے روایت ہے کہ میں نے جابر بن عبد اللہ کو دیکھا کہ وہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر قسم کھاتا تھا میں نے کہا کہ تو خدا کی قسم کھاتا ہے (یعنی کیا تجھے یقین ہے کہ یہی دجال ہے) جابر نے کہا میں نے حضرت عمرؓ کو بحضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی بارہ میں قسم کھاتے سنا اور نبی کریم نے اسکو بُرا نہیں مانا۔ پھر دوسری حدیث میں آیا ہے۔ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا اَشُكُّ اَنَّ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَیَّادٍ رواہ ابوداؤد والبیہقی فی کتاب البعث والنشور۔ نافع سے روایت ہے ابن عمرؓ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم مجھے ابن صیاد کے مسیح دجال ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پس جبکہ ابن صیاد کو ابن عمر جیسے جلیل القدر صحابی نے معہود دجال قرار دیا پھر حضرت عمر کا نبی کریم کے سامنے

قسم کھانا اور آپ کا اسپر خاموش رہنا اسبات کا ثبوت ہے کہ آپ نے بھی ابن صیاد کو دجال معہود خیال کیا تھا حالانکہ مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ وہ آخر مسلمان ہو گیا تھا اور اسکی اولاد بھی تھی وہ مکہ مدینہ میں بھی گیا۔ پھر حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے سے منع کیا۔ پس اگر اسکی پیشانی پر ک ف ر لکھا ہوا تھا تو کیوں قتل سے روکا اور اگر یہ حروف لکھے ہوئے ہوئے نہیں تھے تو صحابہ نے اسکو دجال کیوں قرار دیا۔ ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ دجال کے متعلق جسقدر امور آئے ہیں تمام کشف میں یا رویا میں دکھائے گئے ہیں پھر حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اسکو مومن کاتب غیر کاتب دونو پڑھیں گے اور کافر نہیں پڑھینگے تو اسپر سوال ہوتا ہے کہ جب ظاہر میں ک ف ر لکھا ہوا ہوگا تو کافر اسکو کیوں نہیں پڑھ سکیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسی باتیں تاویل طلب ہیں اور نبی کریم کا فرمانا کہ اسکو مومن کاتب غیر کاتب اور قاری اور غیر قاری دونو پڑھیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسی نشانی ہوگی جو کاتب غیر کاتب دونو کو معلوم ہو سکتی ہے یہ مراد نہیں ہے کہ الفاظ ک ف ر لکھے ہوئے ہونگے

کفر اور کافر کے معنے

کافر اور کفر کے معنے عربی زبان میں ڈھانپنے والا اور ڈھانپنا مستعمل ہوتے ہیں☆ ملاحظہ ہو روح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ و تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ ۲۶۵ - اَعْجَبَ الْكُفَّارَ اَیْ الْحُرَّاثَ قَالَ الْاَزْهَرِیُّ الْعَرَبُ تَقُوْلُ لِلزَّارِعِ كَافِرٌ لِاَنَّهٗ یَكْفُرُ اَیْ یَسْتُرُ بَذْرَهٗ بِتُرَابِ الْاَرْضِ وَالْكُفْرُ فِی اللُّغَةِ التَّغْطِیَةُ وَلِهٰذَا یُسَمَّى الْكَافِرُ كَافِرًا لِاَنَّهٗ یُغَطِّی الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَالْكُفْرُ الْقَبْرُ لِسَتْرِهَا النَّاسَ وَفِی الْحَدِیْثِ اَهْلُ الْكُفُوْرِ اَهْلُ الْقُبُوْرِ

ترجمہ اعجب الکفار یعنی کسانوں کو خوش لگتی ہے۔ ازہری نے کہا ہے عرب کسانوں کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بیج کو مٹی کے ساتھ ڈھانپتے ہیں اور کفر قبر کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے اور حدیث میں آیا ہے اھل الکفور اھل القبور ہیں۔ پھر سبع معلقات میں سے چوتھی معلقہ میں لبید رضی اللہ عنہ نے کفر اور کافر کا لفظ بمعنی ڈھانپنا اور ڈھانپنے والا استعمال کیا ہے جیسے لکھا ہے

(۱) یَعْلُوْ طَرِیْقَةَ مَتْنِهَا مُتَوَاتِرٌ — فِیْ لَیْلَةٍ كَفَرَ النُّجُوْمَ غَمَامُهَا

ساری رات اسنے یوں کاٹی کہ رات بھر اسکی پیٹھ پر ایسی اندھیری رات میں برابر مینہ پڑتا رہا جسکے بادلوں نے تاروں کو

(۲) حَتّٰی اِذَا اَلْقَتْ یَدًا فِیْ كَافِرٍ — وَاَجَنَّ عَوْرَاتِ الثُّغُوْرِ ظَلَامُهَا

سارا دن مینہ میں گزارا یہانتک کہ جب سورج چھپ گیا اور سرحدوں کے اندھیروں نے کھٹکے کی جگہوں کو ڈھانپ لیا۔

☆ کافر نام حق کے ڈھانپنے کی وجہ سے ہے۔

کفرہ کا اخفاہ ومنہ الکافر فانہ یخفی الشکر علی نعمۃ اللہ ویکفرھا والمزارع فانہ
یخفی البذر فی الارض"۔ ریاض الفیض شرح سبعہ معلقات مطبوعہ مطبع انجمن پنجاب لاہور صفحہ ۲۳
والکافر۔ اللیل المظلم صفحہ ۲۶۔ مذکورہ بالا حوالجات سے معلوم ہو گیا کہ کافر کے معنے ڈھانپنے والے کے ہیں
پس نبی کریم کا فرمانا کہ دجال کی پیشانی پر کفر لکھا ہوا ہوگا اس سے مراد یہ ہے کہ پیشانی پر ایک ایسی چیز ہوگی جو اسکے
ماتھے کو ڈھانپے ہوئے ہوگی اور آپ کا فرمانا کہ اسکو تمام مومن پڑھیں گے مومن کی قید اسواسطے کہ جو مسیح کا انکار کرینگے
اور اسپر کفر کا فتویٰ لگائینگے وہ اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھنے کی وجہ سے اسکو نہیں دیکھ سکیں گے۔

اور سنوسی شرح مسلم صفحہ ۲۶۴ میں لکھا ہے "وَوَجْہٌ ثَانٍ وَھُوَ اَنَّ الْمُؤْمِنَ یَسُوْءُ ظَنُّہٗ
بِالدَّجَّالِ لِخَوْفِ فِتْنَتِہٖ فَھُوَ فِیْ کُلِّ حَالٍ یَسْتَعِیْدُ النَّظْرَ فِیْہِ وَیَتَثَبَّتُ فِیْ اَمْرِہٖ وَ
تَفَاصِیْلِ حَالِہٖ فَیَقْرَءُ سَطْرَہٗ کُفْرَہٗ وَاَمَّا الْکَافِرُ فَمَصْرُوْفٌ عَنْ ذٰلِکَ لِغَفْلَتِہٖ"
کہ مومن چونکہ دجال سے اسکے فتنہ سے ڈرنیکی وجہ سے بدگمان ہوگا تو وہ ہر وقت اسکی حالت پر غور کریگا اور اسکے
امر کو معلوم کریگا تو وہ اسکی سطروں کو پڑھ لیگا لیکن کافر اپنی غفلت کی وجہ سے ایسا نہیں کریگا سو اسے نہیں پڑھیگا۔

پھر مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۱۵۹ میں لکھا ہے۔ قَالَ النَّوَوِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ ھُوَ بَیَانُ عَلَامَۃٍ
تَدُلُّ عَلٰی کِذْبِ الدَّجَّالِ دَلَالَۃً قَطْعِیَّۃً بَدِیْھِیَّۃً یُدْرِکُھَا کُلُّ اَحَدٍ فَلَمْ یَقْتَصِرْ
عَلٰی لُحُوْقِہٖ جِسْمًا اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ مِنَ الدَّلَائِلِ الْقَطْعِیَّۃِ لِکَوْنِ بَعْضِ الْعُقُوْلِ
لَا یَھْتَدِیْ اِلَیْھَا۔ امام نووی نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک ایسی علامت ہے جو دجال کے کذب پر قطعی
طور پہ دلالت کریگی اور اسکو ہر ایک معلوم کرے گا۔

دوسرا مطلب پھر کافر کے دونوں آنکھوں کے درمیان لکھی ہونے سے مراد یہ بھی ہے کہ جسطرح
وہ چیز جو انسان کی آنکھوں کے سامنے ہو ظاہر ہوتی ہے اسی طرح دجال کا کفر بھی ظاہر ہوگا ہر مومن سمجھیگا کہ وہ
کافر ہے اسکے کافر ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہوگا سوا ان مولویوں کے جو کہ مسیح موعود کو کافر قرار دیکر ان
کے ساتھ ملکر خلاف مسیح موعود شہادتیں دیں گے۔

چوتھا سوال۔ حدیث لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ قَرِیْبٌ
مِنْ ثَلَاثِیْنَ کُلُّھُمْ یَزْعُمُوْنَ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ کیا ہر ایک نبوۃ کے دعوی کرنیوالیکو جھوٹا
نہیں ٹھہرایا جا سکتا؟ **جواب** اس حدیث سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جو بھی آپ کے بعد نبوۃ کا دعوی

کرے وہ جھوٹا ہے کیونکہ مسیح موعود کو تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ قرار دیا ہے اور پس آپ کو ان میں شامل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کی نبوۃ کے متعلق خود نبی کریم فرما چکے ہیں۔ (دوم) یہ حدیث آپکے دعوے سے قریباً پانچسو سال پہلے پوری ہو چکی ہے جیسے شرح مسلم لابی مالکی وسنوسی جلد ۷ صفہ ۲۵۸ میں لکھا ہے۔ هٰذَا الْحَدِيثُ ظَهَرَ صِدْقُهُ فَإِنَّهُ لَوْ عُدَّ مَنْ تَنَبَّأَ مِنْ زَمَنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْآنَ لَبَلَغَ هٰذَا الْعَدَدَ وَيَعْرِفُ ذٰلِكَ مَنْ يُطَالِعُ التَّوَارِيخَ وَلَوْلَا الْإِطَالَةُ لَفَعَلْنَا ذٰلِكَ ترجمہ اس حدیث کا صدق ظاہر ہو گیا ہے کیونکہ اگر ان لوگوں کی تعداد جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے آپکے زمانہ سے لیکر ابتک گنا جاوے تو اس عدد کو پہنچ جاتے ہیں اور جو شخص تاریخ کا مطالعہ رکھنے والا ہے وہ اس بات کو خوب جانتا ہے اور اگر شرح کے طویل ہو جانیکا خوف ہوتا تو ہم ایسا کرتے اور ان کے نام وغیرہ لکھدیتے۔ دوسرے اس حدیث سے مراد وضعی حدیث بنانیوالے بھی ہیں جو جھوٹی حدیثیں بنا کر نبی کریم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تو حدیث بنانا چونکہ رسول کا کام تھا اسلیے وہ اپنی طرف سے احادیث بنا کر گویا اپنے آپ کو رسول قرار دیتے ہیں جیسا کہ مسلم کی حدیث سے ظاہر ہے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ آنیوالے زمانہ میں دجال کذاب ہونگے جو ایسی احادیث بیان کرینگے جو نہ تمنے اور تمہارے باپ دادا نے سنی ہونگی پس تمکو ان سے بچنا چاہیے کہ وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں اور نہ فتنہ میں ڈالدیں تمکو۔ پس اس حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ دجالون کذابون سے مراد جھوٹی احادیث بنانے والے ہیں۔ پھر مجمع البحار میں لکھا ہے کہ سَيَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَيْ جَمَاعَةٌ مُزَوِّرُونَ يَقُولُونَ نَحْنُ عُلَمَاءُ وَمَشَائِخُ نَدْعُوكُمْ إِلَى الدِّينِ وَهُمْ كَاذِبُونَ فِيهِ وَيَتَحَدَّثُونَ بِالْأَكَاذِيبِ وَيَبْتَدِعُونَ أَحْكَامًا بَاطِلَةً وَاعْتِقَادَاتٍ فَاسِدَةً فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ أَيْ احْذَرُوهُمْ ترجمہ آخری زمانہ میں دجال اور کذاب ہونگے جو ایسی حدیثیں بیان کرینگے جنکو تمنے نہیں سنا یعنی ایک جھوٹ بنانیوالی جماعت ہوگی جو کہیں گے کہ ہم علما ہیں اور مشائخ ہیں ہم تم کو دین کی طرف بلاتے ہیں اور وہ اس میں کاذب ہونگے

بھی جھوٹی احادیث بنائیں گے اور باطل احکام اور فاسد اعتقادات اختراع کرینگے پس تمکو اس سے بچنا چاہیئے۔ اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ دجالون کذابون سے مراد ایسی جماعت ہے جو اپنے آپکو مسیح موعود اور اسکی جماعت کے مقابل میں علماء اور مشائخ قرار دیگی اور وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ کے مطابق مسیح موعود اور اسکی جماعت کو اسلام کی طرف بلائیگی حالانکہ وہ باطل پر ہوگی پس ان سے ڈرنا چاہیے اور اگر دیکھا جائے تو ضرور ایسے علماء اور مشائخ ہیں جنہوں نے آپس میں ایک دوسرے پر دجال کذاب کا فتویٰ لگایا ہوا ہے اور وہ حضرت مسیح موعود کے مخالف تیس کی تعداد میں ہیں۔ تیسرے امت محمدیہ کو ڈرایا گیا ہے کہ دیکھو جھوٹے بھی نبی ہوں گے انکو کہیں قبول نہ کر لینا بلکہ جو سچا ہوگا اسکو قبول کرنا پس یہی حدیث اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ کوئی سچا بھی رسول ہوگا۔

پانچواں سوال
آیت خاتم النبیین میں لٰکن استدراک کیلئے ہے یا کسی اور چیز کیلئے

جواب
یہ لٰکن آیت خاتم النبیین میں استدراک کیلئے ہے۔ لٰکِنْ استدراک کے لیے ہوتا ہے اور استدراک کی تعریف نحویوں نے یوں کی ہے لٰكِنْ خَفِيْفَةً وَّثَقِيْلَةً لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَهُوَ رَفْعُ التَّوَهُّمِ النَّاشِئِ عَنِ السَّابِقِ وَشَرْطُهُ الْاِخْتِلَافُ كَيْفًا وَلَوْ مَعْنًى (مسلم الثبوت) اور شرح جامی میں لکھا ہے وَلٰكِنْ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَمَعْنَى الْاِسْتِدْرَاكِ رَفْعُ تَوَهُّمٍ يَتَوَلَّدُ مِنَ الْكَلَامِ الْمُتَقَدِّمِ مُتَوَسِّطٌ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ نَفْيًا وَاِثْبَاتًا مَعْنًى اَيْ تَغَايُرًا مَعْنَوِيًّا وَاللَّفْظِيُّ هُوَ الْمَعْنَوِيُّ۔ لٰکِنْ استدراک کے لیے ہوتا ہے کہ جو کچھ وہم پہلی کلام سے پڑتا ہو اسکے ازالہ کے لیے آتا ہے اور لٰکِنْ دو کلاموں کے درمیان آتا ہے جو آپس میں متغائر ہوتی ہیں اور انمیں تغائر نفی اور اثبات کا معنوی ہوتا ہے۔ معنی اللبیب میں استدراک کی یہ تعریف لکھی ہے وَفَسَّرَهُ بِالْاِسْتِدْرَاكِ بِرَفْعِ مَا يُتَوَهَّمُ ثُبُوْتُهُ نَحْوُ مَا زَيْدٌ شُجَاعًا لٰكِنَّهُ كَرِيْمٌ لِاَنَّ الشُّجَاعَةَ وَالْكَرَمَ لَا يَكَادَانِ يَفْتَرِقَانِ فَنَفْيُ اَحَدِهِمَا يُوْهِمُ اِنْتِفَاءَ الْاٰخَرِ استدراک کہتے ہیں کہ اٹھا دینا اس چیز کا جو کسی چیز کے ثبوت میں وہم ڈالتی ہو جیسے مَا زَيْدٌ شُجَاعًا لٰكِنَّهُ كَرِيْمٌ اسمیں لٰکن کے لفظ کے ساتھ اس وہم کا ازالہ کیا گیا ہے جو شجاع کی نفی سے پڑتا تھا کہ وہ جب شجاع نہیں ہے تو کریم بھی نہیں ہوگا کیونکہ شجاعت اور کرم آپس سے علیحدہ نہیں ہوتے پس ایک کی نفی دوسری صفت کی نفی کا وہم بھی ڈالتی تھی اسلیے لٰکِنْ کے ساتھ استدراک کیلیے آتا ہے کرم کا اثبات کر دیا۔ اور حاریری نے استدراک کی یہ تعریف کی ہے وَقَالَ الْجَارْبَرْدِيُّ وَمَعْنَى الْاِسْتِدْرَاكِ رَفْعُ وَهْمٍ عَنْ كَلَامٍ سَابِقٍ کہ استدراک کے معنے یہ ہیں

کہ پہلی کلام سے جو وہم پڑتا تھا اسکا دور کرنا + پھر لٰکِنّ کے متعلق منتہی الارب و تاج العروس میں لکھا ہے لٰکِنْ سَاکِنَةُ النُّوْنِ ضَرْبَانِ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِیْلَةِ وَھِیَ حَرْفُ اِبْتِدَاءٍ لَا یَعْمَلُ خِلَافًا لِلْاَخْفَشِ وَیُوْنُسَ وَمَنْ تَبِعَهُمَا فَاِنْ وَلِیَهَا کَلَامٌ فَھِیَ حَرْفُ اِبْتِدَاءٍ لِمُجَرَّدِ اِفَادَةِ الْاِسْتِدْرَاکِ وَلَیْسَتْ عَاطِفَةً وَیَجُوْزُ اَنْ یُسْتَعْمَلَ بِالْوَاوِ نَحْوُ قَوْلِهٖ وَلٰکِنْ کَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ وَبِدُوْنِهَا نَحْوُ قَوْلِ زُهَیْرٍ اِنَّ ابْنَ وَرْقَاءَ لَا تُخْشٰی بَوَادِرُهٗ لٰکِنْ وَقَائِعُهٗ فِی الْحَرْبِ تُنْتَظَرُ کہ استدراک کے لیے لکن کا استعمل واو اور بغیر واو کے بھی ہوتا ہے پس مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہو گیا کہ لکن جب استدراک کیلیے آوے تو وہ دو کلاموں کے درمیان آتا ہے جو آپسمیں تغائر معنوی رکھتے ہیں اور وہ دو نفی کلاموں کے درمیان آتا ہے کہ پہلی کلام سے جو وہم پڑتا ہو اُسکو دور کرے اب ہمنے دیکھنا ہے کہ آیت خاتم النبیّین میں فقرہ مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ سے کونسا شبہ پڑتا تھا اور اسکی نفی سے کس چیز کی نفی ہوتی تھی جسکے اثبات کے لیے حرف لکن کو دو کلاموں کے درمیان (جو آپسمیں تغائر معنوی رکھتی ہیں کہ ایک میں ایک چیز کی نفی کیگئی ہے اور دوسری میں ایک چیز کا اثبات کیا گیا ہے) لایا گیا ہے۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم سے شبہ کیا پڑتا تھا +

جب خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں تو سننے والے کے دل میں یہ شبہ پڑا کہ ابھی آیت اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اُبوت ثابت کی تھی اور اب کہدیا کہ وہ کسی کا بھی مردوں سے باپ نہیں تو باپ نہ ہونا چونکہ ابوت جسمانی و روحانی دونو پر شامل تھا اور روحانی ابوت کا اثبات پہلے بلحاظ آپکے نبی ہونیکے کیا تھا تو اسکی نفی سے آپ نبی نہیں رہتے تھے اسلیے اس وہم کا ازالہ حرف لکن کے ساتھ کیا گیا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور رسول روحانی باپ ہوتا ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں نے فتح البیان میں نسفی سے نقل کرکے لکھا ہے کُلُّ رَسُوْلٍ اَبُوْ اُمَّتِهٖ فِیْمَا یَرْجِعُ اِلٰی وُجُوْبِ التَّوْقِیْرِ وَالتَّعْظِیْمِ لَهٗ عَلَیْهِمْ وَوُجُوْبِ الشَّفَقَةِ وَالنَّصِیْحَةِ لَهُمْ عَلَیْهِ ۔ اور نیز ملاحظہ ہو خازن زیر آیت مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ الخ پس لکن کیساتھ روحانی ابوت کا اثبات کیا جو کہ پہلی کلام کے مغائر ہے کیونکہ پہلی کلام میں ابوت جسمانی کی نفی ہے اور دوسری کلام میں ابوت روحانی کا اثبات ہو رہا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دونو باتیں آپسمیں مغایر اور مخالف ہیں اسلیے یہاں حرف لکن ایسی دو کلاموں کے درمیان واقع ہوا ہے جو کہ آپس میں مغائر ہیں اور آیا بھی ایک وہم کو رفع کرنیکے لیے ہے تو پھر کیوں استدراک

کے لیئے قرار نہ دیا جائے جبکہ اسمیں تمام وہ شروط پائی جاتی ہیں جو نحویوں نے اسکے استدراک کیلیے ہونیکی قرار دی ہیں۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ کیونکر ملا یامین داتوی نے اس امر کے صریح ہوتے ہوی پیغام صلح مطبوعہ ۱۶ اجون ۱۹۲۰ء میں لکن کے آیت خاتم النبیین میں استدراک کیلیے ہونے سے انکار کر دیا ہے اور پھر علم نحو کے جاننے کا مدعی ہو کر لکن کے استدراک کیلیے نہ ہونے کی ایک فضول وجہ ٹھہرائی ہے۔ لکھتا ہے "آیت زیر بحث میں جب نفی جسمانی ابوت کی کی ہے تو اثبات بھی جسمانی ابوت کا چاہیے نہ کہ روحانی کا جب جسمانی ابوت کا اثبات نہیں ہوسکتا تو یہ بھی استدراک کے لیے نہیں ہوسکتا" ملا داتوی کے اس قول سے ظاہر ہے کہ اسکے نزدیک لکن استدراک کیلیے اسوقت ہوتا ہے جبکہ جسکی نفی کیگئی ہے اسی کا اثبات کیا جاے لیکن ملا صاحب اگر مغنی اللبیب کی مثال پر غور کر لیتے تو یہ بیہودہ اعتراض نہ کرتے کیونکہ مغنی اللبیب اور منتہی الارب میں استدراک کی یہ مثال دی ہے ما زید شجاعا لکنہ کریم کہ زید شجاع نہیں لیکن وہ کریم ہے پس یہ آپکے قول کی رو سے استدراک کے لیے نہیں ہوسکتا کیونکہ استدراک کیلیے تب ہوتا جبکہ زید کی شجاعت کا اثبات کیا جاتا مگر یہاں اثبات نہیں کیا گیا تو یہ استدراک کے لیے نہیں حالانکہ ائمہ نحو اسکو استدراک کی مثال بناتے ہیں اسی طرح آپ منتہی الارب کی عبارت نقل کی ہے جسمیں استدراک کیلیے یہ مثال دی ہے ماھذا ساکنا لکنہ متحرک۔ یہ بھی آپکے قول کی رو سے استدراک کیلیے نہیں ہوسکتا کیونکہ اسمیں ساکن ہونیکا اثبات نہیں ہے بلکہ متحرک ہونے کا اثبات ہے اگر ملا صاحب ذرا بھی غور کر لیتے تو یہ قول نہ لکھتے کیونکہ اسطرح تو کلام ہی فضول ہو جاتی ہے اگر استدراک میں یہ شرط ہوتی کہ جس چیز کی پہلے نفی کیگئی ہے اسی کا اثبات ہو تو وہ کلام ہی لغو ہوتی۔ مثلاً اگر ابوت جسمانی کا ہی اثبات کرنا مقصود ہوتا تو پہلی نفی کرنیکی ضرورت کیا تھی یا زید کا شجاع کہنا ہی مقصود ہوتا تو پہلی نفی کرنیکی کیا ضرورت تھی اندریصورت عبارت یوں ہوتی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ باپ ہیں اور زید شجاع نہیں ہے لیکن وہ شجاع ہے اس عبارت کا سقم ظاہر ہے پس ملا صاحب گزشتہ ائمہ نحو کی بنائی ہوی نحو کے عالم نہیں معلوم ہوتے ہاں نئی نحو ایجاد کرنیکے الہام نے ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں۔ پھر لکھتے ہیں۔

جب نحویوں نے استدراک کیلیے یہ شرط لگا دی ہے کہ لکن کے ماقبل اور مابعد تناقض ہو اور یہاں اسکے ماقبل و مابعد کوی تناقض نہیں ہے اس آیت میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک یہ کہ محمد زید کا باپ نہیں ہے دوسرے یہ کہ محمد رسول اللہ ہے ان میں تناقض ہی کیا ہے جس کے لیے لکن کو استدراک کیلیے قرار دیا

جاوے حالانکہ ان دونو کلاموں میں کہ نبی کریم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں رسول (جو روحانی باپ ہوتے ہیں) ہیں تناقض اور مغائرت ظاہر ہے اور لفظی تغائر تو ظاہر ہے اور معنوی تغائر بین استدراک کے لیے معنوی تغائر کا ضروری ہونا ہی نحویوں نے شرط ٹھہرای ہے اگر آپکے نزدیک تغائر ویسا ہی چاہیئے جیسا کہ آپ پہلے لکھ آئے ہیں کہ جس چیز کی نفی کی گئی ہے اسی کا اثبات ہو تو یہ ما زید شجاعا لکنہ کریم میں بھی نہیں ہے۔ اس آیت میں آپنے دو باتوں کے ذکر کو تسلیم کیا ہے پہلی تو یہ کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور دوسری بات کا ابتداء و لکن سے شروع ہوا ہے جس کے بعد ایک کلام ہے یعنی یہ کہ محمد رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں تو لکن حرف ابتدا کا ہوگا جب حرف ابتدا کا ہوا تو یہ محض استدراک کیلیے ہوگا عاطفہ نہیں ہو سکتا کیونکہ منتہی الارب میں لکھا ہے فَاِنْ وَلِیَہَا کَلَامٌ فَہِیَ حَرْفُ ابْتِدَاءٍ لِمُجَرَّدِ اِفَادَۃِ الْاِسْتِدْرَاکِ وَلَیْسَتْ عَاطِفَۃً کہ اگر لکن کے بعد کلام ہو تو یہ حرف ابتداء محض افادہ استدراک کیلیئے ہوگا اور عاطفہ نہیں ہوگا پس نحو کی رو سے لکن کا استدراک کیلیے اس آیت میں ہونا ہر طرح ظاہر ہے۔

پھر لکھتے ہیں روحانی ابوت یا بنوت یہ صوفیا کی ذاتی باتیں ہیں جنکے ماننے کے لیے نہ تو کوئی مکلف ہو سکتا ہے اور نہ قرآن شریف کی کوئی آیت ان خیالات کی متحمل ہے۔ قول الصوفی لیس بحجۃ مسلم بات ہے۔ دروغگو را حافظہ نباشد۔ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی ابوت کا مسئلہ تو اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ احزاب کے پہلے رکوع میں یوں فیصلہ کر دیا ہے کہ النبیُّ اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم اور یہ مسلم امر ہے کہ ماں کا خاوند باپ ہی ہوا کرتا ہے" اس قول سے ظاہر ہے کہ ملا صاحب نے صوفی کے قول "ابوت روحانی" کو بھی تسلیم کر لیا ہے اور یہ کہ "قرآن شریف کی کوئی آیت ان خیالات کی متحمل نہیں" کی آیت پیش کر کے تردید کر دی ہے۔

پھر لکھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ لکن سے پہلے تو نفی جسمانی ابوت کی کی ہے اور استدراک روحانی کا یہ کیا لطیفہ ہے تعجب آپکو کیوں نہ ہو آپ باتیں ہی تعجب انگیز کرتے ہیں! آپکو معلوم رہے کہ اسمیں وہی لطیفہ ہے جو ما زید شجاعا لکنہ کریم میں ہے کہ نفی زید سے شجاعت کی کیگئی اور استدراک کرم کا کیا گیا۔

پھر لکھتے ہیں۔ من رجالکم میں صرف غیر لوگ مخاطب کیے گئے ہیں! اسمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ محمد اپنی اولاد طاہر۔ ابراہیم۔ قاسم۔ عبداللہ مطہر رقیہ زینب وغیرہ کے بھی اب نہیں۔ ملا صاحبکو معلوم ہونا چاہیے کہ آیت میں یہ جملہ سے ابوت کی نفی کیگئی ہے اور رجل کا اناث پر اطلاق نہیں ذکور پر ہے اس وقت

جب یہ آیت ۵ھ میں نازل ہوئی آپ کا کوئی بیٹا زندہ نہیں تھا جیسا کہ تاریخ سے ظاہر ہے ملاحظہ ہو تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۳۰۰ وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقِ وُلِدَ اَوْلَادُہٗ کُلُّھُمْ غَیْرَ اِبْرَاھِیْمَ قَبْلَ الْاِسْلَامِ وَھلَکَ الْبنون قبل الاسلام وھم یرضعون - ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ کی تمام اولاد سوائے ابراہیم کے اسلام سے پہلے پیدا ہوئی اور آپکے تمام بیٹے اسلام سے پہلے دودھ پینے کی حالت میں مر گئے - اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت آپ کا کوئی لڑکا زندہ نہیں تھا کیونکہ ابراہیم ۸ھ میں پیدا ہوا تھا پس یہ کہنا کہ آنحضرت مردوں میں سے جسمانی باپ کسی کے نہیں صحیح ہے فافہم - جلال الدین شمس سیکھوانی مولوی فاضل ؕ

امکان نبوۃ بعد آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم

بہت سی آیات اور احادیث ہیں جو نبوۃ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالۃ کرتی ہیں اس چھوٹے سے مضمون میں ایک آیت قرآن مجید سے پیش کرتا ہوں جسے دروازہ نبوۃ کے مسدود ہونیکے ثبوت میں مخالف پیش کرتے ہیں وہ آیت سورہ احزاب پارہ ۲۲ میں ہے یعنی مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ؕ اس آیۃ کے متعلق جسقدر فریقین کی طرف سے لکھا جا چکا ہے وہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں سلئے میں اس مضمون میں اپنی طرف سے آیۃ کے کچھ معنی نہیں کرونگا بلکہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے مسئلہ نبوت کے متعلق سمجھا ہے تحریر کرتا ہوں - یہ آیۃ ۵ھ میں زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد نازل ہوئی ہے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نکاح کیا تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپنے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کیا ہے تو یہ آیۃ نازل ہوئی کہ آپ ظاہری طور پر مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں - اور تاریخ سے ثابت ہے کہ زینب سے آپنے ۵ھ میں نکاح کیا ہے جیسا کہ تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۵۰۰ سے ظاہر ہے اور آپکا فرزند ارجمند ابراہیم ۸ھ میں پیدا ہوا اور ۱۰ھ میں فوت ہوا ملاحظہ ہو تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ وفی ھذہ السنۃ العاشرۃ من الھجرۃ یوم الثلاثا لعشر لیال خلون من ربیع الاول توفی ابراھیم ابن رسول اللہ وکان ولد فی ذی الحجۃ من السنۃ الثامنۃ من الھجرۃ ودفن بالبقیع پس آیۃ خاتم النبیین ابراہیم کے فوت ہونے سے پہلے پانچ سال اتر چکی تھی اور ابراہیم کی وفات پر آپ فرماتے

ہیں کہ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ نَبِیًّا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو وہ نبی ہوتا۔ پس اگر آپ نے خاتم النبیین سے
یہ سمجھا ہوتا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو آپ اپنے فرزند کیلئے کیوں فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی
ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خاتم النبیینؐ کے لفظ سے نبوۃ کو اپنے بعد بند نہیں سمجھا اور اس حدیث کو
ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور تاریخ کی کتب میں بھی آئی ہے اور نیز ملا علی قاری نے موضوعات میں اسکے متعلق
یہ لکھا ہے قُلْتُ ومع ھذا لو عاش ابراھیم صار نبیا وکذا لو صار عمر نبیا لکان من اتباعه
علیه السلام کعیسیٰ وخضر والیاس علیھم السلام فلا ینافض قوله خاتم النبیینؐ اذ المعنی انه
لا یاتی بعده نبی ینسخ ملته ولم یکن من اُمته۔ موضوعات ملا علی قاری صـ۵۸ تا ۵۹ پس ملا علی
قاری نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ خاتم النبیینؐ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ آپ کے بعد اب نبوۃ مسدود ہے
مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد ایسا نبی جو آپکی اُمت سے نہ ہو اور آپکی ملت کو منسوخ کرنیوالا ہو نہیں ہو سکتا۔ پھر تکملہ مجمع البحار
صـ۸۵ میں حضرۃ عائشہؓ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وقولوا خاتم الانبیاء کہ تم
یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہے بلکہ خاتم النبیینؐ کہو۔ اس قول سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیینؐ سے یہ مراد
نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے خاتم النبیینؐ سے یہ نہیں سمجھا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتے بلکہ حدیث نے ثابت کر دیا کہ آپ نے نبوۃ کو
اپنے بعد جاری سمجھا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ابراہیم اسی واسطے زندہ نہیں رہا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا تھا تو
جواب یہ ہے کہ نبوۃ کا آپ کے بعد کوئی درجہ ہی نہیں تھا تو آپ کے لَوْ عَاشَ ابراهیم لکان نبیا کہنے کی کیا ضرورت تھی
اس حدیث سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد نبوۃ کوئی درجہ تو ہے جسکو ابراہیم زندہ رہ کر پا سکتا تھا۔ اس
کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لڑکا ایف اے کے امتحان میں پاس ہو کر مر جائے اور اُسکے مرنے پر کوئی کہے
کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہتا تو بی اے پاس کر لیتا۔ اب اس قول سے یہ نتیجہ نکالنا کہ بی اے کوئی درجہ ہی نہیں
اسلیے یہ لڑکا زندہ نہیں رہا کیسی لغو اور بیہودہ اور بے معنی بات ہے کیا ایسا نتیجہ نکالنے والا عقلمند کہلا سکتا ہے

والسلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ (جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل)

خاتم النبیین کے بعد اُمّتہ میں نبوۃ جاری ہے

قبل اسکے کہ اثبات نبوۃ میں کوی اور دلائل ہماری طرف سے پیش ہوں سب سے پہلی دلیل ہم یہی پیش کرتے ہیں کہ جب ہمیشہ سے انبیاء آتے رہے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آسکتے ہیں۔

دوسری دلیل اثبات نبوۃ میں ہم یہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝ اور دوسری جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے اپنے مجیب الدعوات ہونیکی بشارت دی ہے اور دوسری طرف جو دُعاء سکھای گئی ہے وہ یہ ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی تم منعمین کے گروہ میں شمولیت کیلیے اللہ تعالےٰ سے دعا کیا کرو۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ انعام کن پر ہوا تو دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ تو اس آیۃ سے ہمیں پتا لگا کہ بنی اسرائیل منعمین کا گروہ ہے اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ انعام ہی کیا تو اُسکے متعلق خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا وَّاٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۔ کہ نعمت کا پہلا درجہ نبیوں کی بعثت ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ایکطرف تو اللہ تعالیٰ دعا سکھاتا ہے اور ایک قوم یہ دعا دن میں کئی بار پڑھتی ہے اور دوسری طرف یہ بھی فرمایا کہ میں دعا قبول کنندہ ہوں لیکن افسوس ہے اننے کروڑوں اور اربوں افراد میں سے آجتک ایک بھی اس نعمت کا وارث نہ بنا۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ مخلف الوعد ٹھہرا یا کہ خود ہی دعا منگوائی اور وعدہ کرکے ابھی تک اُسکی انعام کا نام بھی نہیں لیتا۔

تیسری دلیل قرآن کریم صاف صاف بیان فرماتا ہے کہ عالمگیر تباہیاں جبھی آتی ہیں جبکہ خدا تعالیٰ کیطرف سے پہلے ایک نذیر جو ہم رسول ہو کر لوگوں کو سمجھا دے اگر باوجود اُسکے پھر وہ سیدھے نہ ہوں تو اتمام حجۃ کے بعد عذاب نازل کرتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُھْلِکَ الْقُرٰی وَاَھْلُھَا غَافِلُوْنَ یا ممکن ہے کہ لوگوں کو ہم بغیر ارسال رسل کے یونہی ہلاک کر دیں بلکہ ہلاک سے پہلے ہم اتمام حجۃ ضرور کر لیا کرتے ہیں۔ یہاں بالصراحۃ ہمیں معلوم ہو گیا کہ عالمگیر تباہیاں بعد میں آتی ہیں پہلے ارسال رُسل ہوا کرتا ہے جب بعد کی چیز کو ہم مشاہدہ کر رہے ہیں تو پہلی بطریق اولیٰ ہونی چاہیے اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ بیان فرمایا ہے

چنانچہ ایک مقام پر فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا اَخَذْنَا اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آجکل کے مصائب اور جتنی قیامت تک آئینگی وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے طفیل ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتراض خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غیر احمدی سے ہو سکتا تھا ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ یہ عذاب یسوع مسیح کی بعثت کے سبب سے ہی ہیں اور ایک یہودی دعویٰ کر سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی بعثت کا باعث ہے بلکہ اسی پر بس نہیں ایک دہریہ اٹھکر کہہ سکتا ہے کہ دنیا میں جتنے عذاب ابتدا سے لیکر آجتک آئے ہیں یا آئینگے یہ سب ہمارے ریشی صاحبان کی تائید میں ہیں پھر تو یہ آیت کوئی دلیل نہیں رہ سکتی اور بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ثبوت کے اس سے کسی نبی کی بھی صداقت ثابت نہ ہو سکیگی پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ فَقَدْ جَآءَکُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ سے کس طرح پر آنحضرت کی بعثت ثابت کی جا سکتی ہے۔ کیا آپ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ مطلب یہی ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی نہیں آیا تھا۔ پس جب کہ بعثت رسل کو اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کی علت قرار دیا ہے اور عذاب معلول تو پھر کون عقلمند تجویز کر سکتا ہے کہ معلول اپنے رنگ میں موجود ہو اور علت ندارد۔ اگر نبوة بند ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ عالمگیر تباہیوں کا دروازہ کھلا رہے کیونکہ تباہیوں کو خدا تعالیٰ نے رسولوں کی آمد کا سبب ٹھیرایا ہے اور اس صورت میں آیت وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا کے کیا معنے کرینگے کیا اب قانون خدا کا بدل گیا۔

چوتھی دلیل اب ہم ایک اور پہلو سے نبوة کو ثابت کرتے ہیں اور وہ یوں کہ انبیاء علیہم السلام کے تشریف لانے کی اغراض اور مقاصد کیا ہوتے ہیں اگر وہ غرض پائی جاتی ہے جسکے لیے کسی نبی کے آنیکی ضرورت ہو تو لامحالہ ماننا پڑیگا کہ نبی آنے چاہئیں ورنہ خدا تعالیٰ پر الزام آتا ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ ضرورت ہے مگر رسول نہیں بھیجتا گویا قانون بدلدیا پس پہلی غرض جو قرآن شریف بیان فرماتا ہے وہ یہ ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کہ رسول اپنے پیروؤں کیلیے عملی اور اعتقادی نمونہ ہوتا ہے کہ اسے دیکھکر وہ اپنے اعمال اور افعال کی اصلاح کریں۔ پھر آیت هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ میں چار اور غرضیں بیان فرمائیں اور دوسری جگہ هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ فرما کر منجملہ اور اغراض کے یہ بھی غرض بیان فرمائی کہ تا وہ دین حق کو مذاہب باطلہ پر غلبہ

کردے اور وما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین میں دو اور غرضیں بیان فرمائی۔ یہ آٹھ غرضیں ہیں جنکے لیے ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ نبی بھیجتا رہا ہے کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ ان غرضوں میں سے ایک بھی آجکل موجود نہیں یا آئندہ کسی زمانہ میں ان میں سے کوئی ایک نہ رہیگی پھر رسول یا نبی کے آنے میں کیا مانع رہجاتا ہے پس اگر ان اغراض کا پورا ہونا ضروری ہے تو نبی کا آنا بھی اسکو مستلزم ہے ورنہ ماننا پڑیگا کہ کوئی غرض مذکورہ اغراض میں سے پورا ہونیکے قابل نہیں

پانچویں دلیل خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے خدا تعالیٰ اُسے انبیاء اور صدیق اور شہداء اور صالحین کے زمرہ میں شامل کریگا۔ بعض نادان کہدیا کرتے ہیں کہ یہاں مع کا لفظ ہے یعنی اُن کے ساتھ ہونگے نہ کہ اُن میں شامل ہونگے۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ اگر وہ نبی نہیں بلکہ اُن کے ساتھ ہونگے تو اس سے یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ان میں سے شہید بھی کوئی نہ ہوگا۔ نہ کوئی صدیق۔ نہ صالح۔ صرف اُنکی ہمراہی کا شرف اُنکو ملے گا۔ عجیب خیر اُمت ہے جو کہ ایک ادنیٰ درجہ کے مومن یعنی صالح بننے کے لائق بھی نہیں۔ دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ مع کے معنے مِن کے بھی آتے ہیں اور یہاں بھی مِن کے ہی معنے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فسجد الملئکۃ الا ابلیس ابیٰ ان یکون مع الساجدین یہاں مع کے معنے مِن کے ہیں کیونکہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے فسجدوا الا ابلیس لم یکن من الساجدین۔ مِن کے معنے یہاں صریح بتلا رہے ہیں کہ دوسری جگہ مع کو بھی انہیں معنوں میں لایا گیا ہے۔ اس آیۃ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آسکتے ہیں +

چھٹی دلیل۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یصطفی من الملئکۃ رُسُلاً وَمِنَ النَّاسِ یعنی اُس کا قانون ہے کہ وہ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول پیدا کرتا ہے اور کرتا رہے گا یہ نہیں فرمایا کہ کیا کرتا تھا اور اب بس ہے۔ پس یہاں پر اللہ تعالیٰ کا اپنا قانون مستمرہ کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ بند نہیں ہو سکتا۔ فقط

محمد یعقوب ابن فخر الدین۔ چھاونی لاہور +

امام الزماں کی آمد

نبیوں کا چاند سماء ہدایت پر ضیا و بیز عالم ہے اور اندھی دنیا آنکھیں بند کیے ابھی تک اس انتظار میں ہے کہ وہ کب طالع ہوتا ہے کاش وہ دیکھنے والی آنکھوں سے دیکھتے تو انکی یہ حالت نہ ہوتی۔ مانتے ہیں کہ حالت خراب ہوتی جاتی ہیں کہ سخت اضطراب ہے مگر تشنگی دینے والے کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے۔ پیاسے تڑپ رہے ہیں مگر آبحیات کے چشمہ پر جھک کر ایک دو گھونٹ نہیں پیتے۔ دل میں درد ہے جگر میں سوز سینہ میں التہاب مگر مسیحائے عالم کے دست شفا سے نئی زندگی پا کر نہیں جیتے۔ آہ کب تک میرے پیارے ہموطن (اور مسلم کا وطن تمام دنیا ہے) شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنسے رہیں گے اور صراط مستقیم پر گامزن نہ ہونگے۔ کیا وہ اس رہبر پاک۔ رہنمائے لولاک کی آواز نہ سنیں گے جو انہیں پکار پکار کے اپنی جانب بلا رہا ہے۔ کیا وہ یونہی سرگشتہ وادی حیرت رہینگے اور شاہد مقصود کے آستانہ قدس پر ناصیہ فرسا نہ ہونگے۔ آہ وہ کب اپنے حقیقی خیر خواہ سچے بہی خواہ کو پہچانیں گے۔

عیار ہیں وہ لوگ جو انکو امیدوں پر امیدیں دلا رہے ہیں۔ اور مکار ہیں جو انکی توجہ پھیرنے کیلیے وعدہ و نوید دلا رہے ہیں۔ خوب سمجھتے ہیں کہ آنے والا آچکا مگر وہ یہ مچا رہے ہیں کہ نہیں آیا بلکہ کہتے ہیں کہ وہ آیا وہ آیا تاکہ جوان کے گھروں کے دروازہ پر ہے اسے شہر سے باہر سمجھیں اور وہ جو لب بام جلوہ افروز ہے اسے آسمان پر جانیں۔

میں نے خواجہ حسن نظامی کا رسالہ امام الزماں کی آمد پڑھا۔ یہ دراصل اس خفت کے مٹانے کیلیے لکھا گیا ہے جو پہلی تین چار رسالوں کی اونٹ پٹانگ پیشگوئیوں کے پورا نہ ہونے پر لاحق حال ہوئی۔ وہ جسے زندگی بخش اسلام حبیب دلارام بنایا وہ خود مقتول ناکام مغفور انام ہوا اور جسکی نسبت اعلان کیا گیا کہ مظفر و منصور ہے انقلاب زمانہ نے ثابت کر دیا کہ محبوس و مجبور ہے۔ ظہور مہدی کے لیے جو سنین بتائے وہ غلط نکل آئے اور جو بات بدلکر بنائے انکی نسبت مستقبل بتا دیگا کہ جھوٹ جھوٹ ہے اور بناوٹ پھر بصورت بناوٹ۔ تاہم ہمیں خوشی ہے کہ صغیر و کبیر برنا و پیر۔ یہ تو مان گئے کہ یہی وقت ہے امام الزماں کی آمد کا۔ + لکھتے ہیں۔

یہ رسالہ ظہور امام علیہ السلام کی آخری اطلاع ہے اسکے بعد اب اور کسی دعوت و تحریر کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ انتظار کا وقت ختم ہوگیا۔ ظہور کا وقت آگیا۔ ۔۔ ہم اپنے ہند میں آثار و قرائن اور علامات کی بنا پہلے ہی کہہ رہے ہیں کہ ظہور امام الزمان کا یہی زمانہ ہے غیر اقوام کی تحریریں تقریریں موقع بموقع درج کی گئیں ہیں تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ غیر مسلم اقوام بھی امام کی آمد کا یقین رکھنے میں مسلمانوں کے سب فرقے حضرت امام مہدی کی آمد کا یقین رکھتے ہیں کوئی کہتا ہے وہ پیدا ہونگے کسی کا عقیدہ ہے وہ موجود ہیں

مگر پوشیدہ رہتے ہیں اور اب انکے ظاہر ہونے کا وقت آگیا۔ مگر آمد اور ظہور پر سب کا اتفاق ہے اس واسطے میں دنیا بھر کے اسلامی تاجداروں اور علماء و مشائخ و مجتہدین و سیاسی لیڈروں کو اطلاع دیتا ہوں کہ وہ حضرت امام کے خیر مقدم کے لیے تیار ہو جائیں۔ تیاری قتل و جہاد کی نہیں بلکہ حضرت امام کے قبول کرنے اور انکی برکات سے فیضیاب ہونیکی کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ شیطان آمد امام کے بعد لوگوں کو بہکائے گا اور طرح طرح کے مغالطے ڈالے گا تاکہ خلقت اطاعت امام کی سعادت سے محروم رہ جائے مگر حدیثوں میں آچکا ہے کہ کچھ ایسے شقاوت مآب لوگ بھی ہونگے جو حضرت امام کا انکار کرینگے اور انکے فیض عام سے محروم رہینگے

آخری فقروں سے مجھے بھی اتفاق ہے اسلیے میں صدق دل سے چاہتا ہوں کہ مسلمانان چین و مسلمانان روس و مسلمانان افریقہ مسلمانان ایران و تاتار و عرب و شام و عراق اور مسلمانان افغانستان و ہندوستان کو مجموعی طور سے دعوت دوں کہ

امامُ الزّمان آچکا

مبارک ہو وے جو اسکے قدموں پر سر عقیدت رکھتے ہیں اور غرور نہیں کرتے۔ مبارک وے جو اسکے ہو کر دنیا میں رہتے ہیں کیونکہ جو اسکے نہیں وہ خدا کے بھی نہیں۔ مبارک وے جو آنیوالے کو پہچانتے ہیں اور اسے سچا جانتے ہیں جھوٹا نہیں کیونکہ وہ دنیا و آخرۃ میں سکھ پائیں گے۔ آخر میں پورے یقین کے ساتھ میں مشرق و مغرب کے لوگوں کو (جو امام الزمان یا دنیا کے نجات دہندہ کا انتظار کر رہے ہیں) ڈنکے کی چوٹ سنانا چاہتا ہوں کہ جیسے ۱۳۵۰ھ گذر گیا اور تمہارا موعود نہیں آیا۔ اسی طرح ۱۳۵۱ھ بھی گذر جائیگا اور وہ مزعومہ موعود نہیں آئیگا اور میں خدا کی قسم کھا کر اے حقیقت منتظرہ کے شیدائیو تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ۱۹۳۲ء کو بھی نہ کوئی آسمان سے اتریگا نہ کوئی غار سے نکلیگا بلکہ یہ صدی گزر جائیگی اور کوئی نہیں آئیگا نہ اسلیے کہ آنیوالا تھا ہی کوئی نہیں بلکہ اسلیے کہ آنیوالا آچکا۔ پس کیوں انتظار کی زحمت شدید برداشت کر رہے ہو اور عبث میں پریشان ہوتے ہو۔

وہ محبوب تو ہماری دہلیز پر ہے پس ہم آسمان کی راہ کیوں تکیں۔ اور خود تمہارا قائم مقام تمہارا داعی لکھتا ہے انتظار کا وقت ختم ہو گیا۔ ظہور کا وقت آگیا۔ پس اب بارہ سال تک انتظار کیسا۔

حمد باری

(حافظ شیخ محمود احمد صاحب عرفانی)

[illegible]

اے خدا اے خالق کون و مکاں | حمد کے قابل نہیں میری زباں
شکر تیرا کس زباں سے ہو ادا | اے کریم و کارساز و مہرباں
ہم ضعیف و عاجز و لاچار ہیں | تو قوی قادر توانا رازداں
ہم سراپا عاصی و تقصیر وار | تو ہے غفار و رحیم و نکتہ داں
تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے کوئی بات | تو ہے علام و خبیر و غیب داں
کون ہے جسکو نہیں تیری طلب | سب کا تو مطلوب ہے جانِ جہاں
کون ہے تیرے سوا فریاد رس | تیرا در ہم چھوڑ کر جائیں کہاں
دردِ دل کس سے کہیں اے کبریا | کون سنتا ہے ہماری داستاں
دور ہو کر پھر بھی تو نزدیک ہے | ذات ہے تیری مکین و لامکاں
ایک آہ آتشیں کھینچوں اگر | جلکے خاکستر ابھی ہو آسماں

عجیب و غریب مرہم المعروف بہ

مرہم عیسیٰ یا مرہم حواریین

یہ مرہم ایک بزرگ نبی مسیح علیہ السلام کی یادگار ہے جو ہر قسم کے زخموں۔ جراحتوں۔ چوٹوں۔ جلدی بیماریوں۔ اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑے۔ پھنسیوں۔ ناسوروں ورموں۔ خنازیر۔ سرطان۔ طاعون۔ گھاؤ۔ گنج۔ خارش۔ بواسیر۔ جانوروں کے کاٹ لینے۔ جلجانے وغیرہ کے لیے خصوصیت سے شفا بخش اور لاثانی علاج ہے قیمت فی ڈبیہ خورد ۱۲؍ ڈبیہ متوسط عہ ڈبیہ کلاں عہ۔ علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتا

مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان دارالامن والامان

روگ کا گھر کھانسی اور مہاراجہ صاحب کا شکریہ

جناب مہاراجہ صاحب فیوڈ ٹیری چیف۔ بولانگر ضلع سمبل پور سے تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کے روانہ کردہ کھانسی کی دوا کے لیے میں مشکور ہوں اس دوا سے میری کھانسی بالکل اچھی ہو گئی مجھے سات خوراک سے زائد پینے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دی رہی تھی اسوجہ سے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں بلغم کے رفع کرنے اور کھانسی کے دور کرنے کے لیے یہ ایک ہی دوا ثابت ہوئی۔ **قیمت فی شیشی کلاں عہ شیشی خورد ۸ر** محصول ڈاک شیشی کلاں ۱۰ر محصول ڈاک شیشی خورد ۵ر+

سیبی لائن

خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا

یہ خوشبودار بے ذائقہ دوا چند بوٹیوں سے بنی ہے اور خون بند کرنے میں بےمثل ہے ناک سے خون جاتا ہو تو تھوڑا سا یہ عرق سونگھ لینے سے اسیوقت بند ہو جاتا ہے مسوڑھوں سے اگر خون جاری ہو تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملا کر روز کلی کرنے سے مسوڑھے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے عورتوں کے پیدا ہونے کے بعد یا حمل کی حالت میں خون جاتا ہو تو اس دوا کے استعمال کرنے سے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے۔

خونی بواسیر

اس دوا کے کھانے اور پچکاری لینے سے رگیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ پچکاری کا پچ ۱۲ر محصولڈاک ۶ر اور ۸ر

کلوروڈائن

یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے ریاحی درد مروڑ خواہ کسی وجہ سے ہو اسکی ایک ہی خوراک سے جاتی رہتی ہے اور دست اور پیچش کے لیے بھی نہایت مفید ہے ڈاکٹر ایس کے برمن نے انگلینڈ کے نامی دواخانہ سے منگوایا ہے اور اسلئے دیگر قیمتی کلوروڈاین سے کہیں بہتر اور مفید ہے قیمت فی شیشی ۸ر محصول ڈاک ۵ر ایک درجن شیشی کی قیمت چار روپیہ (للعہ) محصول ڈاک چار آنہ (۴ر)

ڈاکٹر ایس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴

یہ رسالہ ہر ماہ کی ۵ تاریخ قادیان سے شائع ہوتا ہے

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ترتیب

قاضی محمد ظہور الدین اکملؔ

[illegible]

خطوط و کتابت بنام منیجر

جلد ۱۵ | بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء مطابق ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۹ ہجری | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودھری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت سالانہ عوام سے ۲ خریداروں سے ۲ طلبہ سے ۱

تشحیذ کی جلد ۱۵ کا اختتام

الحمد للہ علی احسانہ کہ محض اُسکے فضل و کرم سے تشحیذ کی جلد ۱۵ ختم ہوئی۔ رسالہ کا حجم چالیس صفحہ مقرر ہے مگر اس سال کئی نمبر مقررہ حجم سے زیادہ دیے گئے ہیں۔ حتی الوسع کاغذ بھی اچھا لگایا گیا ہے اور مضامین ایسے جو مستقل تصنیف کا حکم رکھیں اور مناظرات و وسعت معلومات میں کام آئیں ہر ایک رسالہ ٹھیک ۵ تاریخ کو ڈاکخانہ سے روانہ کر دیا گیا۔ یہانتک تو ہمارا کام تھا اب اسکی توسیع اشاعت یہ ہمارے احباب کرام کا فرض تھا۔ اور ہے۔ اس سال کا خرچ آمد سے قریباً دو سو روپیہ کم ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے احباب جماعت احمدیہ خریدار مہیا کریں۔ ورنہ کس طرح رسالہ چل سکتا ہے جلسہ پر آنے والے دوست ابھی سے تیاری شروع کر دیں اور اپنے ساتھ نہ صرف اپنے ذمہ کا بقایا اور ۲۱ء کی پیشگی قیمت لاویں۔ بلکہ ایک ایک خریدار بھی دیں جب تک ۴۰۰ خریدار نہ بڑھینگے رسالہ سلف سپورٹ نہیں ہو سکتا۔ اور اپنا خرچ آپ نہیں نکال سکے گا ٭ کیا میں امید رکھوں کہ دوست تشحیذ کی امداد کا خصوصیت سے خیال رکھیں گے اور جلسہ تک یہ نقصان پورا کر دیں گے جو خریداروں کی کمی کی وجہ سے تشحیذ کو اُٹھانا پڑا ہے ٭

التشریح الصحیح لحدیث نزول المسیح

یہ رسالہ جس میں حدیث نزول ابن مریم کی پوری پوری تشریح ہے اور تمام معتبر کتب سابقہ سے ایسے حوالے جمع کر دیے گئے ہیں جو کار آمد ہیں ۴۶ صفحہ پر ختم ہوا ہے کاغذ نہایت عمدہ لگایا گیا ہے اور لکھوائی و چھپوائی بڑی احتیاط سے ہوئی ہے اس کی قیمت ۸ر مقرر کی مگر اب ۱۵ جنوری تک یہ رسالہ صرف ۴ر میں دیا جائے گا۔ احمدیت کے متعلق تمام مسائل کا حل اس میں ملے گا۔ اور مسئلہ نزول مسیح خوب صاف کر دیا گیا ہے نہ صرف اپنی وسعت معلومات کے لیے بلکہ دوسروں میں تبلیغ کے لیے یہ رسالہ نہایت مفید ہے احباب جلد منگوالیں ٭

مینیجر تشحیذ قادیان سے ملے گا۔

کریم بخش کاتب (؟)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

بنی نوع انسان کے لئے کامل ہدایت کی ضرورت

انگریزی میں لفظ ایجوکیشن (تعلیم) عجیب و غریب معنے اپنے اندر رکھتا ہے اسکے حقیقی اور لغوی معنے ہیں to bring out یعنی دل سے کچھ باہر نکالنا اور ہمیں ایک عجیب راز پنہاں ہے وہ یہ کہ تمام انسانوں کی فطرتیں ایک ہی اصل پر واقعہ ہوئی ہیں۔ بنی نوع انسان کی نیچر ایک ہی صانع حقیقی کے دست صنعت کی بنائی ہوئی ہے۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ایک محقق اور مسلم امر ہے۔ جب ہم کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو ہمیں بعض عبارتیں ایسی ہوتی ہیں جن پر ہم نعم ما قیل کہہ اٹھتے ہیں کہ مصنف کتاب نے کیا ہی اچھا لکھا ہے گویا وہ خیالات مندرجہ کتاب ہمارے دل یعنی نیچر کو اپیل کرتے ہیں اور اسپر ہمارے خوش ہونیکی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ خیالات ہماری نیچر کے عین مطابق ہوتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں وہ خیالات ہمارے دل میں بھی پہلے ہی سے موجود ہوتے ہیں جو دل کے کسی گوشہ میں پوشیدہ تھے اور ہمکو انکا علم نہ تھا مگر کتاب پڑھنے کے بعد وہ بیدار ہو جاتے ہیں اور ہمکو انکی خبر ہو جاتی ہے اسکے بعد ہم اس بات پر قادر ہو جاتے ہیں کہ انکو باہر نکال سکیں یعنی لفظوں میں ظاہر کر سکیں۔ عربی لفظ "تعلیم" انگریزی لفظ ایجوکیشن کے ہم معنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکے معنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ
بنی نوع انسان کے لئے کامل ہدایت کی ضرورت

انگریزی میں لفظ ایجوکیشن (تعلیم) عجیب معنے اپنے اندر رکھتا ہے اسکے حقیقی اور لغوی معنے ہیں to bring out یعنی دل سے کچھ باہر نکالنا اور ایسا کرنا ایک عجیب راز نہاں ہے وہ یہ کہ تمام انسانوں کی فطرتیں ایک ہی اصل پر واقعہ ہوئی ہیں۔ بنی نوع انسان کی نیچر ایک ہی صانع حقیقی کے دست صنعت کی بنائی ہوئی ہے۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ایک متفق اور مسلّم امر ہے۔ جب ہم کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو ہمیں بعض عبارتیں ایسی ہوتی ہیں جن پر ہم نعم القول کہہ اٹھتے ہیں کہ مصنف کتاب نے کیا ہی اچھا لکھا ہے گویا وہ خیالات مندرجہ کتاب ہمارے دل یعنی نیچر کو اپیل کرتے ہیں اور اس پر ہمارے خوش ہونیکی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ خیالات ہماری نیچر کے عین مطابق ہوتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں وہ خیالات ہمارے دل میں بھی پہلے ہی سے موجود ہوتے ہیں جو دل کے کسی گوشہ میں پوشیدہ تھے اور ہمکو انکا علم نہ تھا مگر کتاب پڑھنے کے بعد وہ بیدار ہو جاتے ہیں اور ہمکو ان کی خبر ہو جاتی ہے اسکے بعد ہم اس بات پر قادر ہو جاتے ہیں کہ انکو باہر نکال سکیں یعنی لفظوں میں ظاہر کر سکیں۔ عربی لفظ۔ "لفظ" انگریزی لفظ ایجوکیشن کے ہم معنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکے معنے

بھی" باہر پھینکتے ہیں۔ آجکل کے منتظمین کا یہ گروہ جو ایجوکیشن کا صرف یہی مطلب سمجھتا ہے کہ چند کتابیں کسی مضمون کی رٹ کر اپنے دل میں جمع کرلی جائیں وہ تعلیم کے مفہوم اصلی و غرض حقیقی سے ناآشنا محض ہے کیونکہ ایجوکیشن تو اندر سے باہر نکالنے کا نام ہے نہ کہ باہر سے کچھ اندر داخل کرنا۔

الغرض کسیکی تحریر سے خوش ہونا یا کسیکی تقریر سے محظوظ ہونا یا کسیکی گفتگو کو پسند کرنا وغیرہ وغیرہ تمام اس واقعہ کی تصدیق پر دال ہیں کہ تمام انسانوں کی فطرت یا نیچر یا دل ایک ہی اصل پر ہے اور جو کچھ کسی ایک دل میں موجود ہے وہ دوسرے میں بھی موجود ہے عام اس سے کہ کوئی اس سے آگاہ ہو یا نہ ہو یا کوئی اپنے مافی الضمیر کے اظہار پر قدرت رکھے یا نہ رکھے کیونکہ کسی تحریر یا تقریر یا گفتگو پر نعم یا قیل کہہ اٹھنا یا اُسکو پسند کرنا گویا دل سے تصدیق کرنا ہوتا ہے اور دل اُسی کی تصدیق کرتا ہے جو اس کا عزیز ہو یعنی جو اُس کا اپنا ہو یا اُس کے نفس کے اندر موجود ہو۔

عربی زبان کا لفظ تعلیم یا علم اس سے بھی کہیں بڑھ کر پُر حکمت معانی اپنے اندر رکھتا ہے اسکے معنے ہیں جاننا۔ بعض اس سے مراد لیتے ہیں اپنے آپکو جاننا یعنی اپنے دل یا نیچر کی حقیقت کو معلوم کرنا اور بعض کے نزدیک علم کے معنے ہیں خدا کو جاننا۔ میرے خیال میں یہ دونو معنے ایکدوسرے کے مغائر یا مخالف نہیں دونو کا مقصد یا مدعا ایک ہی ہے اور اس بات کو عربی زبان کا ایک اور محاورہ واضح کر دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جو اپنے نفس کو معلوم کرلے وہ اپنے رب کو معلوم کرلے گا۔ یہ ایک دقیق نکتۂ معرفت ہے جسکو اہل بصیرت نے معلوم کیا ہے اور اس راز سربستہ کو محققین اور ماہرین علم القلوب نے کھولا ہے جب اُنھوں نے گردن جھکا کر اپنے دلونکو دیکھا تو ایک عجیب عالم نظر آیا۔ اور وہ جنکی خوردبین بصیرۃ کے شیشے اور بھی صفا اور Magnifying (چھوٹی اشیاء کو بڑا دکھانیوالے) ہیں اُنھوں نے تو اس جزمیں کل کا تماشا دیکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شعر اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے ؎ وتزعم انك جرم صغير وفيك انطوى العالم الاكبر۔ انسان کل مخلوقات کا خلاصہ ہے اسمیں وہ تمام قویٰ و خواص و استعداد اور تمام پائی جاتی ہیں جو کل کائنات کے مختلف درجوں اور حالتوں میں علیحدہ علیحدہ موجود ہیں۔ یہ انسانی جسم یا یہ چلتا پھرتا انسان تمام دنیا کا عطر اور روح ہے اس عالم صغیر میں سارا عالم کبیر مقید ہے۔ انسانی جسم ایک ایسا محل یا ایک ایسا شہر ہے جسمیں ہزاروں نہیں لاکھوں کمرے

اور کوٹھڑیاں ہیں۔ انسانی ہستی اور پیدایش کا علم سائنس اُسکی ابتدائی حالت سے شروع ہوتا ہے جبکہ یہ قصر عنصری صرف ایک ہی خانہ تھا اور اب موجودہ سائنس جو انسانی پیدایش اور اُسکی ترقی کے متعلق ہے اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ عالم نباتات معمولی کائی جڑی بوٹی سے لیکر چیل اور دیودار کے درخت تک اور عالم حیوانات آبی جانور گھونگا اور دیگر چھوٹی چھوٹی مچھلیوں سے لیکر شارک اور ویل مچھلی تک اور درندوں میں شیر چیتہ وغیرہ سے لیکر بندر تک اور آخیر میں انسان ان تمام کی ابتدائی حالت اور پیدایش کی اصل میں ایک زبردست مشابہت پائی جاتی ہے۔ انسانی پیدایش کی مدت پیٹ کے اندر بظاہر تو نو ماہ سے زیادہ نہیں مگر اہل علم کو انہی چند مہینوں میں بیشمار صدیوں اور عمروں کی محنت اور ترقی نظر آتی ہے وہ ان چند ہفتوں میں دنیا کی ساری تاریخ جب سے اسمیں زندگی شروع ہوئی ہے پڑھ لیتے ہیں۔ انسانی بناوٹ بطن مادر میں انسانی شکل سے شروع نہیں ہوتی بلکہ یہ حیوانی حالت سے جنین کی مختلف حالتوں پر غور اور اسمیں تحقیق کرنے والوں نے تو دنیا کو یہ کہکر حیران کردیا ہے کہ دنیا کے ایک ایک ذرہ میں زندگی ہے۔ یہ زندگی موجودہ مختلف جانداروں کی جنین میں مشاہدہ ہوسکتی ہے تو گویا انسانی جسم خاکی کی پیدایش کی ابتدا صرف اس سے معاً چھوٹے درجہ کے حیوان کی حالت جنین سے ہی مشابہ نہیں بلکہ انسانی جنین کی تدریجی حالتوں میں ایک بدیہی وعملی اور مادی تاریخ ساری جاندار دنیا کی مطالعہ ہوسکتی ہے۔ انسانی جنین کی مختلف حالتیں دنیا کی تاریخ طبعی کے ہر ایک جدا گانہ باب اور فصلوں کا خلاصہ اور اختصار ہیں۔ صحیفۂ قدرت کے مختلف اجسام کی نشو ونما کے عملیات جو ہزارہا سال میں تکمیل کو پہنچے تھے یہاں وہ اجمالاً اختصاراً اور خلاصۃً ہفتوں میں مکمل ہوتے ہیں۔ یوں سمجھو کہ انسانی جنین ایک تھیٹر ہے جسمیں ہزارہا ایکٹر اپنے گوناں گوں اور عجیب وغریب کیرکٹر ظاہر کرتے ہیں مگر ہر ایک ایکٹر جب سٹیج پر واپس جاتا ہے تو اپنی کیرکٹر کی ایک تدریجی امتداد وجہ روال یادگار یا اپنا سارا لب لباب یا عطر عطیر منجمد حالت میں پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور یہ وہ چیز ہوتی ہے جو اسکی نسل کی پچھلی گزشتہ تمام زندگی کی ترقی میں کمال کی نقش شدہ انتہائی رگ یا ذات بطور ماکل جو کہ اُس نے اپنی نسل سے ورثہ میں لی تھی سب جمع ہونیکے بعد بھی بچہ کا صرف نقشہ نیلا ہوتا ہے جس میں کچھ لکیریں سی دکھائی دیتی ہیں ابھی وہ مٹی کا ایک ڈھیلا سا ہی ہوتا ہے مگر کوئی چھپا ہوا کمہار اُس میں شکل اور رنگ دیتا رہتا ہے اور اس خفیہ خالق باری اور مصور کی اس جادوگری کو کوئی دریافت نہیں کرسکتا +

تمام انبیاء شروع سے یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ خدا نے انسان کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اُسی نے مختلف قسم کی مٹی کو اکٹھا کیا اُسکو درست کیا اور اسمیں نفخ روح کی اور زندگی بخشی ہے گویا یہ مردہ مٹی میں جان ڈالتا ہے اسی طرح شعراء نے بھی جنکی بصارۃ کے ساتھ چشم بصیرت بھی کھلی ہے صحیفہ قدرۃ کو دیکھ کر یہی کہا کہ اسمیں جسم کم ہے روح زیادہ ہے انکی نظر تعمق سطح پر ہی نہیں رہی بلکہ اُسکے پیچھو انھوں نے ایک مخفی ہاتھ کو دیکھا اور اُسکی پوشیدہ طاقت کا احساس کیا جو اس ظاہری کل کی روح رواں ہے اور اب سائنس علم الابدان نے بھی آکر اسی کی تصدیق کی بلکہ اس نے اس ساری قدرۃ کی صوری حالت کا مشاہدہ کر کے اسکو معنوی جلا دی اور جو کچھہ کسی نبی نے کہا اور شاعر نے دیکھا اور سائنس نے ثابت کیا سب ایکدوسرے کے مصدق نکلے اور ہمیشہ مصدق رہینگے کیونکہ الہام الٰہی اور عقل سلیم اور علم صحیح کبھی ایکدوسرے کے مخالف و مبائن نہیں ہو سکتے۔

خلاصہ اس مضمون کا یہ ہے کہ اس مادی دنیا میں انسان سے بڑھکر کوئی برتر و اعلی مخلوق نہیں۔ شروع دنیا سے خالق حقیقی نے جو اس دار الاسباب دنیا میں خالقیت کے سامان مہیا کئے تو اس سارے تردد کا مقصد اعلیٰ انسان کی پیدائش تھا کل کائنات کا مرکز یہ دنیا ہے اور اس دنیا کا مرکز حضرت انسان ہے۔ حیوانی ارتقاء کے درخت کی یہ چوٹی اور آخری پھل ہے بلکہ درخت کی مثال سے بڑھکر اس حیوانی ارتقاء کو ایک ایسے مندر کے ساتھ تشبیہ دیسکتے ہیں جسکے بہت سے مینار ہوں مگر جب بنکر تیار ہو چکے تو کسیکو اور اوپر نہیں بڑھا سکتے اور ان سب کا درمیانی اور مرکزی مینار انسان کا ہے جو بلند ترین ہے، اس سب سے اونچے انسانی مینار پر کھڑے ہو کر ہم سب مندر و دنیا کا نظارہ کر سکتے ہیں اور دیکھ کر اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دوسرے حیوانی مینار اسی کے سہارہ کیلیے بنائے گئے ہیں۔ یعنی عالم جمادات عالم نباتات اور عالم حیوانات سب انسان کیخاطر بنائے گئے ہیں مگر یہ سب ایک ہی اصل کی شاخیں ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات اور کل کائنات کی ایجاد کی غرض اور باعث ہے اسکی نیچری کل دنیا کی نیچر ہے اگر یہ اپنے نیچر کے مطابق اعمال بجالاتا ہے اور باہر کے نیچر کو اپنی حکومت میں کرلیتا ہے تو دراصل یہی عالم صغیر عالم کبیر ہے اور عالم کبیر عالم صغیر کے حکم میں ہوتا ہے۔

خالقیت کی اگر ساری مختلف حالتوں، عالم جمادات عالم نباتات اور عالم حیوانات اور انسان انکے اندر تدریجی ترقیات اور خلقی مدارج پر ایک گہری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سب ایک ہی سلسلہ کے مختلف

کھنڈرے اور حلقے ہیں اور یہ سب ایک ہی تسبیح کے دانے ہیں سب میں ایک ہی طاقت ایک ہی ہاتھ ایک ہی قانون اور ایک ہی انتظام دکھائی دیتا ہے۔ لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس موجودات کا خالق اور احکم الحاکمین ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی ہے اسی نے اسکو پیدا کیا پھر اسمیں انتظام کیا۔ آرام بخشا۔ اور خوبصورتی عطا کی۔ هو الله الذی لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون۔ هو الله الخالق البارئ المصور له الاسماء الحسنیٰ ۔

اس لمبی بحث کی ساری غرض یہ ہے کہ اول تو تمام انسانوں کی نیچر و فطرۃ ایک ہے اور دوسرے انسانی نیچر اور باہر کی نیچر یعنی صحیفۂ قدرۃ میں کوئی اختلاف نہیں دونوں میں اشد درجہ کی مشابہت اور مطابقت ہے۔ باہر کی نیچر یعنی سلسلۂ جسمانی یا صحیفۂ قدرۃ میں فرمانبرداری اور قوانین کی پیروی پائی جاتی ہے سب کچھ ایک ہی سلک میں منسلک ہے اور یہ سارا سلسلہ ایک خالق حقیقی پر ختم ہوتا ہے والی ربك المنتهى۔ اور رب کا خالق ہونا ضروری ہے کیونکہ خالق سے بڑھکر کوئی علیم خبیر اور بغیر علم اتم و اکمل کے ربوبیت باحسن الوجوہ نہیں ہو سکتی۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو گیا کیونکہ نفس پر غور کرنے سے خالق کا پتا لگا اور وہی رب بھی ثابت ہوا۔ اب جبکہ دونو نیچروں میں مطابقت ثابت ہو گئی تو معاً نتیجہ نکل سکتا ہے کہ دنیا میں انسان کو زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیئے۔ باہر کی نیچر میں ہم فرمانبرداری قوانین کی تابعداری اور بہیئت مجموعی اشد درجہ کی ہمواری یا harmony پاتے ہیں تو معاً یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ہم بھی اگر اس نیچر کی پیروی کریں اور اسکے مطابق زندگی بسر کریں تو ہمیں بھی ایسا آرام اور سکھ نصیب ہو اور ہمارے تفکرات و غم اور طرح طرح کی تشویش دور ہو۔ اور یہ بالکل سچ ہے اور بڑے بڑے دانا اور عقلا بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انسان نیچر کے مطابق زندگی بسر کرے تو سکھ پا سکتا ہے لیکن باہر کی نیچر اور انسانی نیچر یا سلسلۂ جسمانی اور سلسلۂ روحانی یا صحیفۂ قدرۃ اور قلب انسانی دراصل ایک ہی ہیں۔ اب سوال ہو سکتا ہے کہ جب دونو نیچریں ایک ہیں اور ایک ہی درخت کائنات کی شاخیں ہیں یا ایک ہی سمندر کے بہاؤ ہیں تو کیا وجہ کہ باہر کی نیچر میں تو چین صلح آشتی اور آرام و اطمینان پایا جاتا ہے لیکن انسان طرح طرح کے مخمصوں اور بکھیڑوں میں

الجھارہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ انسان فاعل مختار پیدا کیا گیا ہے یعنی صاحب ارادہ ہستی ہے اسکی مختلف حالات مختلف ممالک اور مختلف آب وہوا میں تربیت ہوتی ہے اور یہ تمام چیزیں اسپر اثر کرتی ہیں اسطرح یہ اپنی ایک عادت پیدا کرلیتا ہے اور یہ عادت راسخ ہو کر سیکنڈ نیچر یعنی طبیعت ثانی بنجاتی ہے اسطرح انسان اپنی اصل فطرۃ اور نیچر کو بھول جاتا ہے اور عادت کا پابند ہو جاتا ہے اور اسی طرح حقیقی خوشی وراحت اور آرام کو مفقود کر بیٹھتا ہے۔

عربی زبان میں لفظ اثم اس امر پر خوب روشنی ڈالتا ہے الاثم یعنی گناہ کی تعریف ہی یہی ہے کہ ما حاك فی الصدر یعنی جو تیرے سینہ میں کھلبلی یا گڑبڑ پیدا کرے یا جو تیری اصلی فطرۃ اور نیچر کے خلاف ہو۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ ایک ہموار سطح تالاب میں روڑا پھینکا جاوے تو اسمیں تلاطم اور لہریں اٹھتی ہیں اور مدور شکل میں تالاب کے ہر ایک کونہ کی طرف دوڑتی ہیں اور کنارہ کے خلاف ٹکراتی ہیں اور علی قدر مراتب اسمیں سے کچھ مٹی کھرچ ڈالتی ہیں اسطرح نقصان پہنچاتی ہیں۔ دل کی حالت بھی ایسے ہی تالاب کی مانند ہے جسمیں گناہ کا روڑا گرتا ہے اور چین کے کچھ حصہ کو بہا لیجاتا ہے۔ الغرض نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنا ہی اصلی مقصود انسان کا ہے اسی میں اسکے لیے آرام وراحت اور تسکین و اطمینان اور بالآخر یعنی حیات بعد الموت میں بہشت و رضوان ہے۔ نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنے سے دنیا میں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کا سارٹیفکٹ اور آخرۃ میں جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کا پاس پورٹ ملتا ہے ۔علیٰ ہذا القیاس نیچر کی خلاف ورزی کرنا جو کہ اثم یعنی گناہ ہے اس جہان میں عذاب الیم اور آگے چلکر النار والجحیم کے بئس المصیر کا وارث بناتا ہے جسمیں کہ لَا يَمُوْتُ وَلَا يَحْيٰى کی موت سے گزرنا ہوگا۔

اب ایک امر تصفیہ طلب رہ گیا ہے وہ یہ کہ نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنے کے کیا معنے ہیں وہ کونسا طریقہ اور راستہ ہے یا بالفاظ دیگر وہ کونسا مذہب و شریعت ہے جسپر چلنا نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنا کہلائیگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہزاروں مذاہب طریقے اور روشیں رائج ہیں اور ہر ایک کا یہی دعوی ہے کہ اس خاص مذہب یا طریقہ پر چلکر ابدی سکھ اور نجات ملتی ہے۔ اب نجات کا طالب کس طرف ہو اسکے لیے بڑی مشکل آپڑی ہے کیونکہ دنیا میں تو طرق و فرق کا طوفان بے تمیزی برپا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ آپس میں سخت اختلاف۔ جو ایک گروہ اصول اور قواعد

پیش کرتا ہے تو دوسرے کی عادت یا فطرت اس سے تنفر ظاہر کرتی ہے۔ ایک بت پرستی کے ذریعہ
نجات سمجھتا ہے تو دوسرا مخلوق پرستی کو اور تیسرا انسان پرستی کو۔ اور مشکل یہ ہے کہ کہتے یہی تو
ہیں کہ ہم اپنی نیچر کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ شہر پٹالہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایکدفعہ ایک انگلش
لیڈی عیسائی مشنری نے سارے شہر میں اشتہارات تقسیم کرکے لوگوں کو اکٹھا کیا تاکہ انکو وعظ
سنائے اور نجات کا راستہ بتائے لیکچر میں اسنے بڑے دلی درد اور رقت کیساتھ زور دیکر ذکر کیا کہ
انسان گناہ سے خود بخود بچ نہیں سکتا صرف خداوند یسوع مسیح کے کفارہ پر ایمان لاکر بخشا
جاسکتا ہے اور سارا لیکچر اُس نے ایسے بھرے ہوئے دل سے ادا کیا کہ جس سے نتیجہ نکلتا تھا کہ اسکی اصلی
فطرت یا نیچر اسکی گواہی دے رہی ہے کہ اس طریقۂ نجات کے سوا وہ کوئی اور راستہ پسند کر ہی
نہیں سکتی۔ اسیطرح قریباً سب مذاہب والے اپنے اپنے خیالات کیمطابق اپنی اپنی روش کو نیچر
صحیحہ کے مطابق گردانتے ہیں مگر ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ سب فطرت صحیحہ کے پیرو ہوں کیونکہ
فطرۃ یا نیچر انسانی تو ایک ہی ہے اسمیں اختلاف تو ہو نہیں سکتا۔ آخر اسکا سبب معلوم ہو جاتا ہے
جب ہم نیچر اور عادت یعنی سیکنڈ نیچر یا طبیعت ثانی جو کسی خاص حالت کے ماتحت زندگی بسر
کرنے سے پیدا ہوتی ہے میں فرق معلوم کر لیتے ہیں اور اس سارے جھگڑے کا فیصلہ کرنیکے لیے لازماً
ماننا پڑتا ہے کہ وہ مذہب یا شریعت جسکی پیروی میں نجات یا آرام وابستہ ہے وہ ایک ایسی ہستی کی
طرف سے نازل ہونی چاہیے جو ہم سب کے اوپر برتر مقام پر ہے اور ہمارے حالات سے بخوبی واقف اور
ہماری نیچر کی فاطر یعنی خالق ہے اور اختلاف عادات اور اختلاط فطرت و عادات ہمیں مجبوراً اسطرف
لے آتے ہیں کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے یعنی دنیا میں زندگی بسر کرنیکے قواعد ایسی ہستی کیطرف سے
مرحمت ہونے چاہئیں جو خالق اور رب اور علیم اور فاطر السموات والارض ہے اور واقعی ایسا ہی
ہونا چاہیئے کہ وہ خدا جو ہماری نیچر اور صحیفۂ قدرت کا فاطر یعنی خالق ہے وہی ہماری رہبری کرے
تو ہم اپنی نیچر صحیحہ کو معلوم کرسکتے ہیں اور اسی کی طرف سے ایک شریعت یا مذہب کا نزول ہونا
چاہیئے جو ہماری سوئی ہوئی فطرۃ کو جگا دے اور ہمارے نفس کو اچھی طرح ہم پر منکشف کردے۔
دوسرے لفظوں میں وہ شریعت جو ہمارے نفسوں کی پوری پوری معرفت ہم کو بخشے اور ہمارا
تزکیہ نفس بوجہ احسن کرے۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوگا کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے

الغرض ہم اپنے خالق کو بھی پہچان لیں گے اور خدا سے جا ملیں گے اور یہی ہوگا جسے نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنا کہتے ہیں۔

اب اس سے بوضاحت ثابت ہوگیا کہ ہماری زندگی کی شریعت یا مذہب یا دستور کے لیے یہ دو ضروری **شرائط ہونی چاہییں** کہ **اوّل** تو وہ آسمانی یعنی الہامی ہو اور دوسرے وہ ہماری فطرت خوابیدہ کو جگانے والی ہو اور جیسا کہ میں پہلے ایجوکیشن اور تعلیم کے لفظ سے ثابت کرا آیا ہوں **وہ تعلیم ایسی ہونی چاہیئے** کہ ہمارا دل اسکو پڑھ کر از خود نعرہ تکبیر کہہ اُٹھے وہی یقیناً ہمارے لیے قابل عملدرآمد ہوگی۔

اب طالب نجات کے واسطے راستہ صاف ہوگیا وہ فوراً معلوم کر سکتا ہے کہ **قابل عمل** درآمد **شریعت کونسی ہے** اور وہ سارے انبار میں سے فوراً معلوم کر سکتا ہے اور چن سکتا ہے اور چننے میں بھی اُسے یہ تکلیف نہ ہوگی کہ وہ ہر ایک کتاب یا شریعۃ پر علیحدہ علیحدہ عمل کرکے دیکھے اور معلوم کرے کہ کونسی تعلیم نیچر کے مطابق ہے اور کونسی اسکے خلاف بلکہ امتیازی نشانات مذکورہ بالا کو اُن میں تلاش کریگا جو کتاب اول یہ دعویٰ کرے کہ وہ الہامی اور تنزیل العزیز الرحیم ہے اور دوسرے یہ کہ وہ الذکر یعنی یاددہانی یا بیدار کنندہ فطرۃ خوابیدہ ہے طالب نجات فوراً اسکے جوئے کے نیچے گردن رکھدیگا اور اُن قوانین کا فرمانبردار اور مسلمان بنجائے گا۔

میں طالب نجات کو یہ خوشخبری اور بشارت سناتا ہوں کہ سب کتابوں سے سوائے قرآن کریم اور فرقان حمید کے کسی کا ایسا دعویٰ نہیں کہ وہ تنزیل (الہامی) اور الذکر یعنی remunder صرف یہی ایک صحیفہ حقہ ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ یعنی یہ کتاب الذکر بھی ہے اور تنزیل بھی

اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ یہ قرآن تو قریباً سب کتابوں سے پیچھے نازل ہوا ہے کیا اسکے نزول تک خدا نے مخلوق کو یونہی چھوڑ دیا تھا اُس وقت اُسکی رحمانیت نے جوش کیوں

ملا اور اب آخر زمانہ میں کیوں قرآن کو ایسے دعوے کے ساتھ نازل کر دیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن جو الذکر ہونیکا دعویٰ کرتا ہے تو مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ بھی تو کہتا ہے یعنی پہلی تعلیموں کا مصدق ہے اور مانتا ہے کہ ان میں بھی الہامی تعلیم تھی۔ وہ توراۃ و انجیل کا مصدق ہے اور اسنے دیگر کتب سماویہ جو اور قوموں میں نازل ہوئیں انکی بھی لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ کہکر تصدیق کر دی مگر وہ تعلیمیں مختص بالقوم یا مختص بالملک اور مختص بالوقت تھیں کیونکہ ذرائع آمد و رفت کی قلت اس امر کی مانع تھی کہ سب دنیا کے لیے ایک ہی کتاب شریعت نازل ہو مگر قرآن آخر زمانہ میں خاتم الکتب ہو کر آیا یعنی گزشتہ تعلیمات صحیحہ صادقہ جیدہ کا جامع جیسے فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ نص صریح شاہد ناطق ہے اور چونکہ قرآن تمام دنیا کے لیے شریعت لایا ہے اسلیے اسمیں بالبداہت اَلذِّکْر ہونیکا دعویٰ کیا گیا ہے اور حالانکہ اسکے نزول کیوقت ذرائع اور ممالک شتّٰی کے میل جول کے اسباب ظاہر نہ ہوئے تھے مگر اس کا کل دنیا کے لیے اَلذِّکْر ہونے کا دعویٰ کرنا ایک پیشگوئی تھی کہ اب وہ ذرائع پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے اور آیندہ کچھ دیر کے بعد دنیا ایک ہو جائیگی ریلیں جاری ہونگی سمندر اور ہوائی جہازوں کی یکجائی ہوگی مطابع پھیل جائینگے اور یہ سب کچھ اسلیے ہوگا کہ اس پاک اور مکمل شریعت و ہدایت کی تکمیلِ اشاعت ہوگی۔ پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہوگا کہ وہ کتاب دنیا میں نازل کسطرح ہو۔ اسکے لیے بھی یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ وہ کتاب انسانی نیچر کو واضح کرنے آئیگی اور انسانی نیچر کو جگانے والی ہوگی اسلیے اُسکا نزول بھی صحیفۂ قدرت یا نیچر بیرونی یا سلسلہ جسمانی کے مطابق ہونا چاہیئے کیونکہ انسانی نیچر یا سلسلہ روحانی باہر کی نیچر کے عین مطابق ہے

صحیفۂ قدرت جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے مختلف مدارج ترقیات اور حالات اور تبدلات کی ایک زنجیر ہے کل کی کل کائنات اور اُسکی خلقت علّت و معلول سبب و اسباب اور تاثیرات و مؤثرات کا ایک سلسلہ ہے یعنی کل دنیا دار الاسباب ہے۔ ہمارے کانوں تک آواز پہنچنے کے لیے ہوا کی ضرورت ہے اگر ہوا نہ ہو تو کان بیکار ہیں۔ علیٰ ہذا اگر روشنی نہ ہو تو آنکھ بیکار ہے اسی طرح جمادات نباتات کی زندگی کی علّت ہے نباتات اور جمادات دونو حیوانات کی بقا کا سبب ہیں اور یہ سب کچھ

حضرت انسان کی زندگی کی ضروریات ہیں۔ الغرض اسیطرح انسان اور اسکے خالق حقیقی یعنی خدا کے
درمیان بھی ایک زنجیر ہونی چاہیئے اور یہ زنجیر انسان کی روحانیت کے بیشمار درجوں اور فرشتوں کی
ہستی کے حلقوں سے بنی ہے اور اسکے شاہد اور مصدق ایک نہیں دو نہیں ہزاروں اور لاکھوں ہوئے
ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہ ایسے کہ انکی ساری زندگی پاک اور دیانت و امانت میں گزری ہے
انکی سچائی کی گواہی بڑی بڑی قوموں نے دی ہے جنکے سامنے وہ زندگی بسر کر گئے ہیں اور مزید برآں
لطف یہ کہ وہ باوجودیکہ ایک ہی زمانہ میں نہیں ہوئے بلکہ مختلف وقتوں اور مختلف ملکوں میں
پیدا ہوئے تمام کی گواہی ایک ہی ہے کہ انسان اور خدا کے درمیان فرشتوں کی بھی ایک ہستی ہے
جب روح انسانی ترقی کرتے کرتے اسقدر لطیف ہو جاتی ہے کہ دنیا کا ملکوتی گند اور کثافت اسمیں باقی
نہیں رہتی تو اس لطیف ہستی یعنی ملائکہ کا مشاہدہ کر سکتی ہے اور اسطرح انسان خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا
شرف حاصل کر سکتا ہے کیونکہ ملائکہ کے ذریعہ خدا اپنا کلام اسپر القا کرتا ہے اسطرح الہامی کتاب بھی
نبی کے ساتھ ہو۔ ملائکہ پر ایمان لانا بھی فرض ٹھہرا اور وجود نبی پر ایمان لانا بھی عین لازمی قرار پایا۔
قرآن پاک میں اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے یعنی
اللہ پر ایمان لانیکے لیے یہ ضروری اور اشد ضروری ہے کہ ملائکہ کتب اور رسل پر ایمان لایا جائے اور یہ ایمان
رسول سے ہی شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے بغیر رسول کو ماننے اور اسکی سچائی کو پرکھنے اور اسکی تصدیق کرنے
کے تم نہ کتاب کو مان سکتے ہو اور نہ فرشتوں کو جو ذریعہ نزول کتاب ہیں اور نہ ہی خدا کو مان سکتے ہو۔
خدا ایک غیب الغیب اور وراء الوراء ہستی استغناء کے تہ بر تہ پردوں میں مستور ہے وہ ذات صمدانی غنی
عن العالمین ہے مگر باینہمہ اسکی رحمانیت جوش مارتی ہے اور اسکی وہابیت اور کریمیت تقاضا کرتی ہے
کہ انسان کو جو سب مخلوقات کا مدعا اور مقصد ہے اپنی بخشش و انعام و فضل و کرم جود و سخا و بذل
و عطاء اور دیگر اسماء الحسنیٰ سے آگاہ کرے اور انکا مورد بناوے یعنی اپنے آپکو انسان پر ظاہر کرے اسلیئے
وہ ایک شریعت یا ایک کتاب مستجمع جمیع قوانین جو اس تک رسائی کے لیے از بس ضروری ہیں نازل
فرماتا ہے اور وہ شریعت نیچر انسانی کے عین مطابق ہوتی ہے تاکہ انسان کو اسکے نفس پر کلی آگاہ کرے
اور اسکو اسکے رب کی معرفت کی توفیق عنایت کرے **خلاصہ** ہوا کہ اصل مدعا شریعت کے نزول کا خدا
کی معرفت اور اسکی ذات پر ایمان لانا ہے اور یہ بغیر توسط نبی و کتاب و ملائکہ میسر نہیں آ سکتا +

دیانندی اُپدیش

سوامی جی کے چند اُپدیش ہم تم کو سُناتے ہیں ہمہ تن گوش ہو جاؤ۔ عجوبہ اک بتاتے ہیں"

معزز ناظرین! آج ہم آپ کو آریہ سماج کے بانی شری سوامی دیانند انجہانی کے چند اُپدیش سناتے ہیں امید ہے کہ آپ انکو غور اور دلچسپی سے سُنیں گے مگر قبل اسکے کہ ہم آپ کے سامنے اُن اپدیشوں کو پیش کریں یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ اسوقت اور اسجگہ ہماری حیثیت محض ایک ترجمان کی ہے اسلیے ہم سوامی جی کے کلام پر کسی قسم کی تنقید یا جرح قدح کرنے سے معذور و مجبور سمجھے جائیں۔ ہاں قارئین کرام کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ جسطرح اور جیسے بھی جرح یا تنقید کرنا چاہیں کریں اسکے وہ مختار ہیں اُن کے اس جائز فعل سے نہ ہمیں کوئی شکایت ہے اور نہ ہی سوامی جی کے معتقدوں کو شکوہ۔ بس اس مختصر سی عرض کے بعد سوامی جی کا پہلا اُپدیش جو انھوں نے ایشوری ذات و صفات کے متعلق اپنی کتاب آریہ بھونے ص۳ میں دیا ہے ذیل میں پیش کرتے ہیں

پہلا اُپدیش اے اندر دولتوں سے مالا مال! ہمارا ناش (صفایا) مت کر۔ یعنی اپنے سے الگ ہمکو مت گراؤ۔ ہم سے الگ آپ کبھی مت ہوں ہماری پیاری خوردنی اشیاء (بھوگوں کو) مت چُراؤ۔ ہمارے حملوں کا اسقاط مت کر۔ ہمارے کھانے وغیرہ کے لیے سونے وغیرہ کے برتنوں کو ہم سے الگ مت کر۔ اور ہمارے ہم خیال دوستوں کو نیست و نابود مت کر" الخ اسجگہ اگر کوئی دوست یہ کہے کہ اس دعا یا پرارتھنا سے تو ایشور کا چور ہونا لازم آتا ہے کیونکہ لوگ اسی شخص سے نہ چرانے کو کہتے ہیں جسے چور سمجھتے ہیں نہ کہ ہر کہ ومہ کو۔

سو ایسے احباب سے ہماری یہی عرض ہے کہ وہ اس قسم کے اعتراضات ہمیں سُنانے کی تکلیف گوارا نہ فرماویں کیونکہ ہم اس قسم کے اعتراضات کے صحیح یا غلط ہونے کی بابت اُن سے کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ترجمان کا کام صرف ترجمانی کرنا ہے نہ کہ ساتھ ہی نقادانہ روش اختیار کرنا۔

اپدیش ۲ "اے بیاہے ہوئے مرد و عورتو! تم دو نوں رات کو کہاں ٹھہرے تھے؟ اور دن کہاں بسر کیا تھا؟ تم نے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا؟ تمھارا وطن کہاں ہے؟ جسطرح بیوہ عورت اپنے دیور و دوسرے خاوند کے ساتھ شب باش ہوتی ہے یا جسطرح بیاہا ہوا مرد

اپنی بیاہتا عورت کے ساتھ اولاد کے لیے یکجا شب باش ہوتا ہے اُسیطرح تم کہاں پر شب باش ہوئے ہوتے ہو؟" (رگوید اشٹک ۵ ادھیائے ۸ ورگ ۱۸ منتر ۲)

محولا بالا رگوید کا منتر بقول سوامی جی مہاراج پرمیشور کا الہام اور گیان ہے اور وہی (ایشور) لوگوں سے دریافت حال کے لیے بار بار پوچھ رہا ہے کہ تم رات کہاں رہے دن کہاں بسر کیا وغیرہ اسکو سُنتے ہوئے ہمارے دوست کہیں گے کہ اس منتر سے تو ویدک ایشور کی بے علمی عیاں اور آشکارا ہے مگر ہماری طرف سے انکو بھی دو ٹک جواب ملیگا کہ ایسی شنکا (وسوسہ) کا دفعیہ اگر منظور ہے تو سوامی جی کے پیرووں سے کر سکتے ہو ہمیں معاف ہی کیا جائے تو عنایت ہوگی

اُپدیش ۳ "اے لوگو! میں ایشور جیسے براہمن کشتری۔ ویش۔ شودر۔ اور اپنے بیوی (؟) نوکر وغیرہ .... کو سکھ دینے والی (راحت بخش) چاروں وید سے ہی کلام کا اپدیش و وعظ کرتا ہوں ویسے آپ لوگ بھی اچھی طرح اپدیش کریں" (تفسیر دیانندی ہندی یجروید) دوستو! ہمیں یہ کہہ کر دق مت کرو کہ اس وید منتر سے تو ویدک ایشور کی بیوی ثابت ہوتی ہے +

چوتھا اُپدیش "اے پرمیشور جس جس مقام سے آپ دنیا کے بنانے پالنے کے لیے حرکت کریں اُس اُس مقام سے ہمارا خوف دور ہو تاکہ ہم آپ کی نظر عنایت سے سب مقاموں میں بے خوف رہیں" الخ (یجروید ادھیائے ۳۶ منتر ۲۲)

ہمارے ایڈیٹر صاحب قبلہ بھی اعتراض کرنے سے نہ چوکے فرماتے ہیں کہ اس منتر سے تو ویدک ایشور محدود ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو چیز متحرک ہوگی ضروری ہے کہ محدود ہو اور محدود تو یقیناً یقیناً حادث ہوتا ہے۔ پس حادث کیسے خدا ہو سکتا ہے اسلیے ویدک ایشور ہرگز ہرگز ایشور کہلانے کا حقدار نہیں مگر ہم ایسے اعتراضات کے جواب دینے سے قطعی قاصر ہیں ہاں ہم اپنے ملکی آریہ دوستوں سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ خدارا جسطرح بھی ہو اپنا قیمتی وقت خرچ کر کے بھی ان مُسلوں کے شکوک مٹائیں ورنہ یہ اور بھی قافیہ تنگ کرنے کے در پے ہوں گے ✻

ویدک تعلیم عالمگیر نہیں

ہندوستان کی نئی بظاہر مذہبی مگر زیادہ تر پولیٹیکل تحریک یعنی آریہ سماج کے بانی مبانی شری سوامی دیانند جی مہاراج کے بہت سے بے دلیل دعاوی میں سے ایک دعویٰ یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ "دنیا میں اگر کوئی مت کوئی مذہب کوئی تعلیم اتہاس کھشا سار وبھوملک (عالمگیر) کہلانیکی مستحق اور حقدار ہو سکتی ہے تو وہ ویدک تعلیم ہے نہ اسکے سوا کوئی اور"۔ یہ ہے وہ دعویٰ جسے سوامی صاحب کے پیرو آج بھی نہایت دلیری اور بڑے دھڑلے سے دنیا کے آگے پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسلیے ذیل میں اس دعوے کی سچائی کو ویدہی کی تعلیمی کسوٹی یا محک پر رگڑ کر پرکھتے اور جانچتے ہیں جس سے کماحقہ معلوم ہو جائیگا کہ آریہ سماج اور اسکے بانی کا یہ دعویٰ اپنے اندر کہانتک سچائی رکھتا ہے۔ وَهُوَ هٰذَا

"اے جگدیشور راجن! آپ ناچنے کے لیے کشتری سے برہمن میں پیدا ہوئے سوت (لڑکے) کو گانے کے لیئے۔ (اور) نٹ کو دھرم کی حفاظت کے لیے پیدا کیجیے۔" الخ (یجروید تفسیر سوامی دیانند)

مذکورہ بالا حوالہ کو پڑھتے ہی ایک سلیم العقل انسان فوراً پکار اٹھے گا کہ یہ کلام تو کسی علم موسیقی یا گانے بجانے کے شوقین کا ہے نہ کہ پرمیشور کا جو راگ رلیاں منانے کا ازحد متمنی نظر آتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کام پر مشغول و مصروف کرنا ضروری سمجھتا ہے تاکہ اسکا موں کو دیکھ کر اسے کوئی ملزم نہ گردانے۔

ایہا الاحباب! ویدوں میں اس قسم کا یہ ایک ہی منتر نہیں بلکہ اور بھی بہت سے موجود ہیں جس سے اسجگہ ایک اور بھی پیش کیا جاتا ہے۔

"اے پرمیشور راجن! آپ .... بین بجانے (اور) ہاتھوں سے ناد تر (ایک قسم کا ساز) بجانے اور توٹو نامی باجے کے بجانے والے ان سب کو ناچنے کے لیے اور آنند (سرور) کے لیے (دو) تالی وغیرہ بجانیوالے کو پیدا و ظاہر کیجیے" الخ (یجروید تفسیر سوامی دیانند)

شارح وید سوامی دیانند اس لفظی ترجمہ کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں کہ "لوگوں کو چاہیئے کہ ہنسی اور زنا وغیرہ گناہوں کو چھوڑ کر اور گانے بجانے ناچنے وغیرہ کی تعلیم کو حاصل کرکے مسرور ہوویں"

ہم اس پاک تعلیم کی نسبت اپنے الفاظ میں کسی قسم کی رائے زنی کرتے ہوئے آریہ دوستوں کو کبیدہ خاطر نہیں کرنا چاہتے اسلیے اسجگہ محض رشی دیانند کا مختصر سا ریمارک ہی ذیل میں نقل

کرنا کافی سمجھتے ہیں جو صاحب موصوف نے اس قسم کی تعلیم کے متعلق خود اپنی کتاب ستیارتھ میں لکھا ہے نفسانی لذتوں سے پیدا ہوئے عیبوں کا شمار سُنیئے "(۱) شکار کھیلنا (۲) چوپڑ کھیلنا (۳) دن میں سونا (۴) شہوانی بات چیت یا دوسرے کی غیبت کرنا (۵) عورت کی بہت صحبت نشہ والی چیزوں یعنی شراب (۶) افیون گانجہ۔ بھنگ چرس وغیرہ کا استعمال (۷) گانا (۸) بجانا (۹) ناچنا یا ناچ کرانا سُننا اور دیکھنا (۱۰) بیفائدہ ادھر اُدھر پھرتے رہنا = یہ دس کام (شہوت) سے پیدا شدہ عیب ہیں"۔
(ستیارتھ پرکاش اُردو ص۱۶۴)

اور بھی ملاحظہ ہو۔ "جو راجہ لذّاتِ نفسانی سے پیدا ہوئے دس عادات بد میں پھنستا ہے وہ "ارتھ" یعنی حکومت و دولت وغیرہ سے محروم ہو جاتا ہے" (ستیارتھ ص۱۶۵)

وید میں ویدک ایشور تو گانے بجانے ناچنے نچانے کی تعلیم کو انسانوں کیلئے لازمی اور ضروری بلکہ لابدی قرار دیتے ہیں اور لوگو یہ تحریک فرماتے ہیں کہ تم نٹ اور ناچنے لڑکوں کے لیے میری درگاہ میں التجا نا استدعا کرو میں بخشیں دوں گا مگر سوامی صاحب ہیں کہ ویدک ایشور کے فرمان واجب الاذعان کی شمہ بھر بھی پروا نکرتے ہوئے نہایت جرأت وجسارت سے فرماتے ہیں کہ گانا بجانا ناچنا یا ناچ کرانا یہ سب شہوانی عیب ہیں اور انہی دس عیبوں میں پھنسنے والے راجا ملک و دولت کے علاوہ دین و دھرم سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

سوامی جی کی یہ تعلیم یا فرمان تو واقعی بجا و درست ہے جس پر ہم بھی صاد کرتے ہیں مگر انھوں نے جو ویدوں کے خلاف لکھا ہے اسکا کیا جواب ہے۔ اے آریہ سماج کے روشن خیال ممبرو! بتلاؤ کیا ایسی تعلیم عالمگیر کہلا سکتی ہے کہ جس پر عمل پیرا ہونے سے انسان علم و گیان پاکیزگی و معرفت حاصل کرنے کے بجائے اُلٹا شہوانی اور نفسانی خیالات کا بیدام غلام ہو جائے اور پھر مال و دولت جاہ و جلال عزت و حکومت بھی اپنے ہاتھوں سے کھو دے۔ حالانکہ عالمگیر تعلیم اور سار و بھوم شکھشا تو وہ ہوتی ہے جو انسان کو بدیوں و بدکاریوں سے نکالکر معرفت و گیان کے بلند مینار پر پہنچا دے اور مفلسی و غریبی تنگدستی و قلاّشی سے ہٹا کر دولت و حکومت کا وارث بنائے۔

ہاں اگر کسی نظیر کی ضرورت ہو تو اسلام اور اسلامی تعلیم پر عمل کرنیوالے توحید کے علمبردار مسلمانوں کے کارنامے پڑھ لو کسطرح وہ بادیہ نشین بدو اس پاک اور مطہر اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہوتے

ہوئے قیصر و کسریٰ کے وارث بن گئے۔

اس قسم کے ایک دو اور شگوفے ناظرین کو بتلاتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں +

(۲)

"اے پرمیشور وراجن! آپ ... اگ کے لیے موٹے پدارتھ (اشیاء) زمین کے لیے بغیر پاؤں کے رینگ کے چلنے والے سانپ وغیرہ کو ۔ اکاش (آسمان) و زمین کے درمیان کھیلنے (کیلئے اور) بالشت سے ناچنے والے نٹ وغیرہ کو پیدا کیجئے" (یجروید)

سماجی دوستو! دیانندی مترو!! ذرا انصاف سے بتلانا ویدوں کی یہ تعلیم جو دعا کی صورت میں ہے، عالمگیر ہو سکتی ہے کیا اگر وید کے ہر ایک پیرو کی اس دعا کو پرمیشور روزانہ شرف قبولیت عطا کر کر اور رینگنے والے سانپ ہر روز ہی تمام آریوں کے گھروں میں پیدا کرنے شروع کر دے تو بتلاؤ انسانی زندگی دوبھر ہوگی یا مزہ سے کٹے گی۔ اور بالشت سے ناچنے والے نٹ کے لیے التجا کیا معنے رکھتی ہے از راہ نوازش اسکی فلاسفی سے تو ہمیں ضرور ہی بہرہ اندوز کریں جسکے عوض ہم اور تمام قارئین کرام بھی آپ کا تھینکس ادا کریں گے۔

سنو اور غور سے سنو! سانپوں کا گھروں میں پیدا ہو جانا انسانوں کے لیے باعث رحمت نہیں بلکہ پرلے درجہ کی زحمت کا موجب ہے۔ لاکھ لاکھ شکر ہے کہ انسانی دنیا نے اس تعلیم پر عمل نہیں کیا خدانخواستہ اگر ایسا ہو جاتا تو جیسے موسم برسات میں کھٹمل اور پسو بلائے بیدرماں ہو جاتے ہیں اسی طرح سانپ انسانی زندگی کے خاتمہ کا باعث ہو جاتے اور یہ خوشگوار اور پُر سرور زندگی ایک پل میں تلخ ہو جاتی۔

دوستو! ہم آپ کا زیادہ وقت لینا مناسب نہ سمجھتے ہوئے اس مختصر سے مضمون کو یہیں ختم کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ تعصب و طرفداری سے خالی ہو کر اس پر نیک نیتی سے غور فرمائینگے

(کرشن: ابن فضل حسین احمدی مہاجر)

اطلاع اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ آریہ مت کی مستند کتب سے ایسے حوالجات معلوم ہوں جن سے اس مذہب کی اصل کیفیت معلوم ہوتی ہے تو تشحیذ کے گزشتہ چار سالوں کے فائل منگوا لیجئے کافی مصالحہ مل جائے گا۔ قیمت فی فائل ؏ +

وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ

پیروان باب وبہاء اللہ آیۃ وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ سے استدلال پکڑتے ہیں کہ قرآن مجید کی میعاد ختم ہو چکی ہے اب کسی نئے قانون کی ضرورت ہے کیونکہ ہر امۃ کے لیے ایک اجل ہوتی ہے جسکے آنے پر اس امۃ کا دورہ ختم ہو جاتا ہے اور دوسری اُمۃ کا شروع۔

پہلا جواب آیۃ وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ سے مذکورہ بالا استدلال قرآن مجید کی منشاء کے بالکل خلاف ہے اور یہ صرف عدم قلت تدبر اور عدم تعمق کا نتیجہ ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا اگر اسکے ماقبل اور مابعد پر غور کیا جائے تو معنے بالکل صاف ہو جاتے ہیں اور بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ ولکل امۃ اجل سے کیا مراد ہے۔

یہ آیۃ سورہ یونس اور سورۂ اعراف میں وارد ہے اس آیۃ کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ معنے نکلتے ہیں کہ انبیاء اور رسل کے مخالفین کے لیے عذاب کا وقت مقرر و معین ہے جس کے آجانے پر نہ وہ آگے بڑھ سکتے ہیں نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔

چنانچہ سورہ یونس میں یہ آیۃ ایسی آیات کے درمیان آئی ہے جنمیں عذاب کا ذکر ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُھُمْ قُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُہٗ بَیَاتًا اَوْ نَھَارًا مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْہُ الْمُجْرِمُوْنَ ○ ترجمہ ہر ایک امۃ کے لیے ایک رسول ہے پس جب انکے پاس انکا رسول آتا ہے تو انکے درمیان انصاف سے بغیر کسی پر ظلم کرنے کے فیصلہ کیا جاتا ہے اور کفار کہتے ہیں کہ اگر تم صادق ہو تو بتاؤ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ اے رسول تو کہدے کہ میں تو اپنی نفس کے نفع وضرر کا مالک نہیں ہوں مگر جتنے پر مجھے خدا تعالیٰ اطلاع دے میں اپنی طرف سے تمھیں کیونکر بتا دوں کہ فلاں وقت تم پر عذاب آئیگا

ہاں ہر ایک اُمتہ کے لیے عذاب کا وقت مقرر ہے جب وہ وقت کسی اُمتہ پر آجاتا ہے تو پھر نہ آگے پیچھے ہونے نہیں دیتا۔ اے رسول تو کفار کو یہ کہدے کہ اگر تم پہ رات کو یا دن کو عذاب آجائے تو پھر تم کیا کر سکتے ہو پس کیوں جلدی چاہتے ہو۔ معلوم ہوا کہ اُمتہ سے مراد اُمتہ میں منکرین انبیاء ہیں نہ متبعین اور اجل سے مراد انکی ہلاکت ہے۔

اسی طرح سورہ اعراف میں بھی خدا تعالیٰ نے پہلے شرک اور فواحش اور اثم اور بغی وغیرہ سے منع فرمایا ہے پھر وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فرما کر بتایا ہے کہ اے لوگو اگر تم شرک اور فواحش اور اعمال سیئہ کو نہیں چھوڑو گے اور رسول کی تکذیب پر کمربستہ رہو گے تو یاد رکھو کہ ہر ایک اُمتہ کے لیے جو رسول کی مخالفت کرتی ہے تباہی کا ایک وقت مقرر ہے جسکے آنے پر وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ پھر تاکید فرمائی ہے کہ تمھیں رسولوں کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان پر ایمان لانا چاہیئے اور انکی مدد کرنا چاہیئے پھر سورہ حجر میں اس مضمون کو خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۰ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۰ حجر ۱۶ اور ہمنے ہر ایک ہلاک شدہ بستی کو اسکی معلوم میعاد پر ہلاک کیا ہے اسلیے کوئی اُمتہ بھی اپنی ہلاکت کی گھڑی سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔

پھر سورہ مومنون ۔ ۶۰ ۳ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۰ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ۰ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ پہلے تو حضرت صالح کی قوم کا ذکر فرمایا کہ ہمنے اسکو عذاب سے ہلاک کیا پھر فرمایا کہ اسکے بعد ہمنے اور قومیں پیدا کیں اور کوئی قوم ہلاکت کے دن سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی پھر ہم نے پے درپے رسول بھیجے جب کبھی کسی اُمتہ کے پاس رسول آیا تو انھوں نے اسکی تکذیب کی۔

مذکورہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ میں اُمتہ سے مراد کافروں اور مکذبوں کی جماعت ہے۔ پھر سورہ نحل رکوع ۸ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ہ کہ اگر خدا تعالیٰ لوگوں سے اُنکے ظلم کا مواخذہ کرتا تو روئے زمین پر کسی متنفس کو باقی نہ چھوڑتا لیکن اجل مسمیٰ تک انکو ڈھیل دیتا ہے پس جب انکی اجل آجاتی ہے تو وہ ایک گھڑی کے لیے بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔ پھر یہی مضمون سورہ فاطر رکوع ۵ میں مذکور ہے۔ پس قرآن مجید میں غور و فکر اور تدبّر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اجل کا لفظ رسولوں اور نبیوں کے ماننے والوں کیلیے استعمال نہیں ہوا بلکہ انبیاء کے مکفرین اور مکذبین کو ڈرانے اور انپر موت یا عذاب کے ورود کی خبر دینے کے لیے استعمال ہوا ہے اور اجل کے معنے لغت میں اہلاک کے موجود ہیں جیسے تاج العروس میں لکھا ہے وقد یراد بالاجل الاهلاك وبه فسر قوله تعالیٰ وان عسی ان یکون قد اقترب اجالهم ای اهلاكهم" کہ کبھی اجل سے مراد اہلاک ہوتا ہے اور قرآن مجید کی آیۃ وان عسی ان یکون قد اقترب اجالهم میں آجال کی تفسیر اہلاک ہی کیگئی ہے پس آیۃ ولکل امۃ اجل کے معنے سیاق و سباق کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ہوئے کہ ہر ایک نبی کے کفار کی جماعت کے لیے عذاب کا وقت مقرر ہے اور وہ عذاب آجاتا ہے تو پھر وہ کہیں بھاگ نہیں سکتے اور یہی معنے مفسرین نے کیے ہیں اور اس آیۃ سے جو بابی مذہب والوں نے سمجھا ہے بالکل صحیح نہیں ہے۔

دوسرا جواب

اگر ہم تنزل کے طور پر انکے اس استدلال کو چند منٹ کی لیے صحیح بھی فرض کرلیں کہ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ میں آیت سے مراد انبیاء کے متبعین کی جماعت ہے تو اس آیت سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ اسلام کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا ہے اور اسکی اجل ہی ختم تھی یہ آیت اثبات پر دلیل نہیں ہو سکتی کہ اسلام کی اجل ختم ہوگئی ہے کیونکہ تم اس آیت کے نزول کے وقت ہی اسلام کی اجل کو ختم نہیں قرار دیتے اب کونسی نئی وجہ پیدا ہو گئی ہے کہ جس سے یہ کہنا پڑا کہ اب نئے مذہب کی ضرورت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (آیت) جو اسلام کے سوا کوئی اور مذہب پسند کرتا ہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائیگا۔ ہم بھی اسلام کی اجل مانتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ اسکی اجل قیامۃ تک ہی اور قرآن مجید تمام ان لوگوں کے لیے اور اصلاح کا موجب ہے جو قیامۃ تک پیدا ہوں گے اور کوئی ایسی بات جو

انسان کی دینی اصلاح کی ہو اس سے باہر نہیں ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِی هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰۤی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ٭

پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول بھی آخری زمانہ میں ہے جیسا کہ آپ نے اپنے زمانہ نبوۃ کو عصر سے لیکر سورج کے غروب ہونے تک قرار دیا ہے یعنی دنیا کے ختم ہونے تک فرمایا ہے اور بُعِثْتُ اَنَا وَ السَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ فرمایا ہے پس یہ قانون قیامت تک چلیگا نئی شریعت کے مدعی کو چاہیئے کہ وہ ایسے نئے قوانین کی ضرورت و احتیاج بیان کرے جو قرآن مجید میں نہ پائے جاتے ہوں تا سمجھا جائے کہ قرآن مجید ناقص شریعت ہے اور تکمیل کی محتاج ہے اسلیے کسی نئی شریعت کی ضرورة ہے ٭

تیسرا جواب كُلٌّ بعض کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے تاج العروس میں لکھا ہے وَقَدْ جَاءَ اِسْتِعْمَالُهٗ بِمَعْنٰی بَعْضٍ وَعَلَيْهِ حُمِلَ قَوْلُ عُثْمَانَ رضؓ حِيْنَ دَخَلَ عَلَيْهِ فَقِيْلَ لَهٗ اَبِاَمْرِكَ هٰذَا فَقَالَ كُلُّ ذٰلِكَ اَیْ بَعْضُهٗ عَنْ اَمْرِیْ وَ بَعْضُهٗ بِغَيْرِ اَمْرِیْ قَالَ وَمِنْهُ قَوْلُ الرَّاجِزِ۔ قَالَتْ لَهٗ وَقَوْلُهَا مَرْعِیٌّ اِنَّ الشِّوَاءَ خَيْرُهُ الطَّرِیُّ وَكُلُّ ذَاكَ يَفْعَلُ الْوَصِیُّ۔ اَیْ قَدْ يَفْعَلُ وَ قَدْ لَا يَفْعَلُ فَهُوَ ضِدٌّ قَالَ شَيْخُنَا وَجَعَلُوْا مِنْهُ اَيْضًا قَوْلَهٗ فَكُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ قَالَ وَقَدْ اَوْرَدَ بَعْضَ ذٰلِكَ الْفَيُّوْمِیُّ فِی مِصْبَاحِهٖ وَاَشَارَ اِلَيْهِ ابْنُ السَّيِّدِ فِی الْاِنْصَافِ،، ترجمہ کُل کا لفظ کبھی بعض کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول ابامرک ھذا فقال کل ذالک میں استعمال ہوا ہے، یعنی قاتلان عثمان رضؓ جب آپ کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا یہ کارروائی تیرے حکم سے ہوئی ہے تو آپ نے جواب دیا بعض حصہ میرے حکم سے اور بعض حصہ میرے بغیر حکم کے ہوا ہے اسی طرح وکل ذالک یفعل الوصی میں کُل کا لفظ وارد ہوا ہے کہ وہ کبھی کرتا ہے کبھی نہیں کرتا پس کل کا لفظ جمع الضدین ہے، کہ اپنی ضد کو بھی اپنے اندر رکھتا ہے اور اسی طرح فکلی من کل الثمرات اور اوتیت من کل شئی میں کل لفظ بعض کے معنوں میں وارد ہے اور ان معنوں کو فیومی نے مصباح میں لکھا ہے اور ابن سید نے انصاف میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے ۔ پس لغت کی رو سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ کل امۃ سے مراد یا الضرور

کیا ہر نبی کے لیے اپنے مرنے کی جگہ میں دفن ہونا ضروری ہے

غیر احمدی علماء۔ حدیث اَلْاَنْبِیَاءُ یُدْفَنُوْنَ حَیْثُ یَمُوْتُوْنَ اور حدیث مَا قَبَضَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا فِی مَوْضِعِ الَّذِیْ یُحِبُّ اَنْ یُّدْفَنَ فِیْہِ سے ابطال نبوۃ مسیح موعود پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد اپنے مرنے کی جگہ میں دفن نہیں ہوئے لہٰذا آپ نبی نہیں ہوسکتے

اوّل تو معترض کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دونوں حدیثیں غریب اور ضعیف ہیں اور انکی اسناد میں بعض ایسے راوی ہیں جو مجروح ہیں۔ جیسے کہ پہلی حدیث کے متعلق نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۱ میں لکھا ہے وَقَدْ رُوِیَ اَنَّ الْاَنْبِیَآءَ یُدْفَنُوْنَ حَیْثُ یَمُوْتُوْنَ کَمَا رَوٰی ذَالِکَ ابْنُ مَاجَۃَ بِاِسْنَادٍ فِیْہِ حُسَیْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْھَاشِمِیُّ وَھُوَ ضَعِیْفٌ کہ حدیث ان الانبیاء یدفنون حیث یموتون کو ابن ماجہ نے ایسی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں حسین بن عبد اللہ ہاشمی راوی ضعیف ہے۔ اور دوسری حدیث کے متعلق مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ غَرِیْبٌ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ الْمُلَیْکِیُّ یُضَعَّفُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِہٖ کہ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اسکی اسناد میں عبد الرحمٰن ابن الملیکی راوی حفظ روایت میں ضعیف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان دونوں حدیثوں کی اسناد مجروح ہے اور یہ حدیثیں بوجہ اپنے ضعف کے قابل اعتماد نہیں ہیں۔

دوم اگر ہم انکو صحیح بھی تسلیم کرلیں تو ان احادیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیگر حدیثوں کی طرح مختص ماننا پڑیگا جیسے کہ حدیث وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ اِلَّا عَاشَ نِصْفَ الَّذِیْ قَبْلَہٗ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِائَۃَ سَنَۃً وَلَا اَرَانِیْ اِلَّا ذَاھِبًا عَلٰی رَأْسِ السِّتِّیْنَ میں بھی یہ قاعدہ باندھا گیا ہے کہ ہر ایک نبی کی عمر اپنے سے پہلے نبی کی نصف عمر ہوتی رہی ہے حالانکہ گزشتہ انبیاء کی عمریں اس طریق پر نہیں ہوئیں اور اگر یہی اصول پہلے انبیاء کی عمروں کے لیے استعمال کیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کی عمر تو کئی ہزار بلکہ لاکھوں سال کی ہونی چاہیے حالانکہ اتنی عمر کا ہونا صریح عقل و نقل کے خلاف ہے پس مراد اس حدیث میں نبی کریم ہی ہیں دوسرے انبیاء نہیں کوئی کم

علمی سے یہ نہ کہدے کہ یہ حدیث ضعیف ہے یہ حدیث ضعیف نہیں ہے نواب صدیق حسن خان صاحب نے حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ میں متن حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے رِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَلَهُ طُرُقٌ کہ اس حدیث کے راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور کئی طریقوں سے یہ حدیث بیان ہوئی ہے پھر اسی طرح فرمایا لا نورث ما ترکنا صدقة کہ انبیاء کا وارث کوئی نہیں ہوتا اور انکا ترکہ صدقہ شمار ہوتا ہے یہ حدیث بھی عموم پر دلالت کرتی تھی لیکن اسکی تفسیر حضرت عائشہ نے يُرِيدُ بِذَالِكَ نَفْسَهُ کی ہے (بخاری مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱) کہ اس جمع کے صیغہ مراد نبی کریم ہی ہیں۔ پس ایسی احادیث نبی کریم کے وجود باجود ہی سے مخصوص ہیں۔

سوم ۔ اگر اس حدیث کو عام بھی لے لیں تو یہ ان انبیاء کے متعلق ہو سکتی ہے جو آپ سے پہلے گذر چکے ہیں جیسے کہ لفظ مَا قُبِضَ جو صیغہ ماضی منفی کا ہے دلالت کرتا ہے اور جو بعد آنے والا نبی ہے اسکے متعلق آپ نے یہ شرط نہیں لگائی جیسا کہ حدیث أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ جو آپ کے بعد نبی آئے گا اسکو بھی نہیں دیجائیں گی۔

پس جب حدیث مَا قُبِضَ اللهُ نَبِيًّا میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے تو آئندہ آنیوالے نبی کے متعلق یہ حکم صادر نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بھی وہیں دفن ہو جہاں فوت ہو کیونکہ آئندہ آنے والے نبی کے لیے یہ حدیث نص نہیں بن سکتی۔

چہارم اگر اس حدیث کو تسلیم کیا جائے اور اسے اپنے عموم پر چھوڑا جائے تو اس سے وہ انبیاء مراد ہو سکتے ہیں جنھوں نے کسی جگہ دفن ہونیکے لیے وصیت نہ کی ہو اگر کسی نے وصیت کی ہو تو اسکو اسی جگہ دفن کیا جائے گا جہاں کہ اس نے دفن ہونیکی وصیت کی ہو جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو انکی وصیت کے مطابق مصر سے لاکر کنعان میں دفن کیا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے لاکر کنعان میں دفن کیا جیسا کہ بحر الرائق صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے۔

وَمَعَ هٰذَا إِذَا نُقِلَ مِيلًا أَوْ مِيلَيْنِ أَوْ نَحْوَ ذَالِكَ فَلَا بَأْسَ وَإِنْ نُقِلَ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ فَلَا إِثْمَ فِيهِ لِأَنَّهُ رُوِيَ أَنَّ يَعْقُوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَاتَ بِمِصْرَ فَحُمِلَ إِلَى أَرْضِ الشَّامِ وَمُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَمَلَ تَابُوتَ يُوسُفَ

عَلَیْہِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا اَتٰی عَلَیْہِ زَمَانٌ یَکُوْنُ عِظَامُہٗ مَعَ عِظَامِ اٰبَائِہٖ" اس بات میں کوئی حرج اور گناہ نہیں ہے کہ میت کو ایک میل یا دو میل یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں دفن کرنے کے لیے لیجایا جائے جیسے مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصر میں وفات پائی تھی اور آپ کو وہاں سے شام میں لاکر دفن کیا گیا تھا اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مدت گزرنے کے بعد حضرت یوسف کے تابوت کو مصر سے شام کی زمین میں لائے تاکہ انکی ہڈیاں آپ کے آباء واجداد کی ہڈیوں کے ساتھ ملجائیں ۔ اگر نبی وہیں مرتا ہے جہاں وہ اپنے دفن ہونے کو پسند کرتا ہے تو کیوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا۔

وصیت حضرت یعقوب علیہ السلام

جو شخص ہر دو مذکور انبیاء کی وصیت دیکھنا چاہے وہ آیۂ فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کے ماتحت کتاب پیدائش باب ۵۰ کو غور سے پڑھ لے ۔ یوسف نے فرعون کے گھرانے سے کہا کہ اگر میں نے تمھاری نظروں میں منظوری پائی ہو ۔ تو فرعون کے کانوں میں کہہ دیجیئے ۔ کہ میرے باپ نے یہ مجھ سے قسم لے کے کہا ہے ۔ کہ دیکھ میں مرتا ہوں تو مجکو میری گور میں جو میں نے کنعان کی زمین میں اپنے لیے کھودی ہے ۔ گاڑیو ۔ سو اس لیے مجھے رخصت دیجیئے ۔ کہ جاؤں اور اپنے باپ کو گاڑوں اور میں پھر آؤں گا فرعون نے کہا کہ جا اور اپنے باپ کو جیسے کہ اس نے تجھ سے قسم لی ہے گاڑیو سو یوسف اپنے باپ کو گاڑنے گیا .... اس کے بیٹے اُسے کنعان کی زمین میں لے گئے ۔ اور اُسے مکفیلہ کے کھیت کے مغارے میں جسے ابرہام نے گورستان کی ملکیت کے لیے عفرون حتی سے ممرے کے مقابل مول لیا تھا گاڑا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت

ملاحظہ ہو پیدائش $\frac{۵۰}{۲۴ تا ۲۶}$ اور یوسف نے اپنی بھائیوں سے کہا میں مرتا ہوں اور خدا یقیناً تم کو یاد کریگا ۔ اور تم کو اس زمین سے ! ہر اس زمین میں جسکی بابت اُسنے ابرہام اور اضحاق اور یعقوب سے قسم کی ہے لے جاویگا اور یوسف نے بنی اسرائیل سے قسم لیکے کہا ۔ خدا تم کو یقیناً یاد کریگا اور تم میری ہڈیوں کو یہاں سے لیجائیو ۔ سو یوسف ایک سو دس برس کا بوڑھا ہو کے مرگیا ۔ اور انھوں نے اسمیں خوشبو بھری اور اسے مصر میں صندوق میں رکھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب الوصیت صفحہ ۱۶ میں اپنا ایک کشف لکھا ہے فرماتے ہیں پھر مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اسکی تمام مٹی چاندی کی تھی تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اسکا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا۔ پس آپ کا لاہور سے قادیان لایا جانا آپکے الہامات کے مطابق تھا اور آپ کا مدفن قادیان ہی ہونا چاہیے۔

الغرض کسی نبی کا اپنے مدفن کو معین کر دینے کے بعد اُسمیں دفن کیا جانا اُسکی نبوۃ کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی اُسکی عدم نبوت پر دلیل ہے اگر ہے تو معترضین قبل اسکے کہ وہ حدیث سے ابطال نبوۃ مسیح موعود علیہ السلام پر استدلال کریں اُنپر لازم ہے کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوۃ سے دست بردار ہونے کا اپنے اخباروں میں اعلان کر دیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؁

(جلال الدین شمس مولوی فاضل سیکھوانی)

اسلام کے متعلق ایک انگریز کی رائے

دین اسلام بندگان خدا پر عرض کیا گیا مگر کبھی ان سے جبراً قبول نہیں کرایا گیا اور جس شخص نے اس دین کو بطیب خاطر قبول کر لیا اسکو وہی حقوق بخشے گئے جو قوم فاتح کے تھے اور اس دین نے مغلوب قوموں کو ان شرائط سے بری کر دیا جو ابتدائے خلقت عالم سے پیغمبر اسلام کے زمانہ تک ہر ایک فاتح نے مفتوحین پر قائم کیے تھے۔ قوانین اسلام کے موافق ہر قسم کی مذہبی آزادی دیگر مذہب والوں کو بخشی گئی۔ جو سلطنت اسلام کے مطیع و محکوم تھے لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (دین میں جبر نہیں ہے) دلیل بیّن اور برہان قاطع اس دعوے کی ہے اسلام میں اور غیر مذاہب والوں کو مذہبی آزادی بخشنے اور انکے ساتھ نیکی کرنیکا حکم ہے۔ یہ آیت کسی بے قابو مجذوب کی بڑ نہیں ہے۔ نہ کسی حکیم فلسفی کا خیال خام ہے بلکہ یہ اُس شخص کا قول ہے جو اسی سلطنت کا بادشاہ تھا۔ جو اتنی قدرت رکھتی تھی اور جس کا انتظام ایسا عمدہ تھا کہ جیسے اصول کو چاہتی نافذ کر سکتی تھی۔ دین میں اور ریاست مدن میں بھی کئی ایک شخصوں اور فرقوں نے مذہبی آزادی بخشنے کی ترغیب دی ہے۔ مگر انکے طور پر آزادی کی تاکید صرف اُسوقت کی ہے جب تک وہ خود بغاوت اور کمزور رہے ہیں لیکن شارع اسلام نے مذہبی آزادی کی صرف ترغیب ہی نہیں دی بلکہ اسکو احکام شریعت میں داخل کر دیا ہے الخ (تاریخ آئین سلطنت انگلشیہ مصنفہ مورخ مسٹر ہالم صاحب)

سید ہو کر مرزائی

ہارون۔ سید نسل کے ممبروں کے واسطے یہی کیا کم ہے کہ وہ اپنے آباء کے طرز و انداز مذہب و مشرب سے جداگانہ رفتار رکھتے ہوں ... سیادت کے ساتھ مدعی سنیت ہیں اور مع ذالک مرزائیت کی شاخ بھی اپنے ساتھ بڑھالی ہے ... ایسی تخیب سادات پر حسرت نہیں بلکہ حیرت ہوتی ہے مگر چونکہ یہ دور - دور قحط الرجال ہے لہٰذا ایسا ممکن ہے کہ موتی کا تناسخ خرمہرہ میں ... ؎ پدرم روضۂ رضواں بدو گندم بفروخت
ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم ؎

صادق۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ پ۲۶ س الحجرات ع۲ ترجمہ اے لوگو تحقیق ہمنے پیدا کیا تمکو ایک مرد اور عورت سے اور بنایا ہمنے تمکو کنبے اور قبیلے تاکہ ایکدوسرے کو پہچانو تحقیق بڑا معزز تم میں سے وہی نزدیک اللہ کے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ تحقیق اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ آپ نے جابر جعفی سے فرمایا۔ بتحقیق خدا تعالیٰ کی رشتہ داری و قرابت کسی کے ساتھ نہیں سب سے زیادہ خدا کا دوست وہ ہے جو سب سے زیادہ ... پرہیزگار ہو.. جو خدا کا فرمانبردار اور مطیع ہوگا ہمارا بھی دوست ہے اور جو اسکی نافرمانی کرے ہمارا دشمن ہے (عین الحیات مجلسی اردو مطبوعہ لاہور ص۳۴۳) حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا ہے کہ بہشت تو واسطے متقی کے ہے اگرچہ غلام حبشی ہو اور دوزخ واسطے گنہگار کے ہے اگرچہ سید قریشی ہو (تفسیر عمدۃ البیان اردو مطبوعہ دہلی زیر آیۃ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ ص۳۴۲) **کلینی** نے بسند صحیح حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ نے اپنی دختر عم یعنی ضباعہ دختر زبیر بن عبد المطلب کو مقداد بن اسود سے تزویج کیا اور فرمایا کہ میں نے ضباعہ کو مقداد کے ساتھ اسلیے تزویج کیا ہے کہ حسب و نسب کی رعایت نکاح کرنے میں جو مروج ہے وہ اٹھ جائے پس تم لوگ بھی رسول خدا کی سنت کی پیروی کرو اور آگاہ ہو کہ خدا کے نزدیک تم سب میں وہی شخص گرامی تر ہے جو کہ سب سے زیادہ پرہیزگار ہے (ترجمہ حیات القلوب جلد ۲ حصہ ۲ صفحہ ۱۵۱/۱۵۲) اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۱۰ میں لکھا ہے۔ "حضرت رسول یہ سنکر بالائے

منبر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا بتحقیق کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے اسوقت تک تمام لوگ
کنگھی کے دندانوں کی مانند ہیں اور عرب کو عجم پر کوئی فضیلت ہے نہ گورے کو کالے پر مگر تقویٰ و پرہیزگاری
کے سبب سلمان وہ دریا ہے جو آخر نہیں ہوتا اور وہ خزانہ ہے جو تمام نہیں ہوتا سلمان ہم اہل بیت سے
ہے امام رضاؑ سے روایت ہے کہ حسن الوشا کو فرمایا تھا ابن نوح کا ذکر کرتے ہوئے کہ انہ کان
منا ولما عصی اللہ نفاہ عنا من یطع اللہ فلیس منا وانت اذا اطعت اللہ فانت منا اھل البیت یعنی کہ وہ
جو کوئی خدا کا فرمانبردار نہ ہو خواہ وہ ہم میں سے ہو لیکن وہ ہم میں سے نہیں اور تو بھی اگر خدا کا فرمان
بردار ہو تو تو اہل بیت میں سے ہے (منقول از دلیل العرفان ص ۱۵۰-۱۵۴) پس ہم سادات
کو لازم ہے کہ صرف قومی و نسلی رخونی و لحمی سیادت پر ناز نہ کریں بلکہ تقویٰ و طہارۃ باطنی کو معیار
کرامت عند اللہ قرار دیں۔ اسی رسالہ اصلاح میں مضمون زیر بحث درج ہے ص ۳۵ پر لکھا ہے۔
"جس وقت سے حر اکر شریک لشکر امام ہوا تھا اسی وقت سے وہ گویا بنی ہاشم بلکہ بنی فاطمہ میں شامل
ہو گیا تھا خواہ وہ کسی قبیلہ کا تھا"
آبا کے طرز و انداز مذہب و مشرب کی پیروی کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد سنیئے ولکن الذین
کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون ٭ واذا قیل لھم تعالوا الی
ما انزل اللہ والی الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ اٰباءنا اولو کان اٰباؤھم لا
یعلمون شیئا ولا یھتدون (المائدہ) ترجمہ ولیکن جو کافر ہوئے باندھتے ہیں اللہ
پر جھوٹ اور بہتان کے نہیں سمجھتے اور جب کہا جاتا ہے انکو اس طرف اسکے جو اتارا اللہ نے اور طرف
رسول کے کہتے ہیں کافی ہے ہمکو وہ کہ پایا ہمنے جس پر اپنے باپ دادوں کو اگرچہ ہوں انکے باپ دادے
نہ جانتے کچھ اور نہ ہدایت پائے ٭ پھر ارشاد ہے فبشر عبادی الذین یستمعون القول
فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھدٰھم اللہ و اولئک ھم اولوا الالباب۔
(سورۃ الزمر) ترجمہ پس خوشخبری دے میرے بندوں کو وہ جو سنتے ہیں بات کو پھر پیروی کرتے
ہیں اس کے بہتر کی یہ لوگ ہیں کہ جنکو ہدایت کی اللہ نے اور یہ لوگ وہی ہیں ذوی عقل۔
چونکہ سادات کا پہلا فرض ہے کہ وہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے حقیقی متبع بنیں
اسلیے لازم ہے کہ وہ صرف مدعی سنیت ہی نہیں بلکہ فی الحقیقت اہل السنۃ ہوں۔

ملا خلیل قزوینی شیعی شارح اصول کافی کو ایک موقعہ پر اس ضرورت کا احساس ہوا ہے اسلیئے آپ نے فخریہ لکھا ہے۔ "واہل سنت در حقیقت شیعہ دوازدہ امام اند" (صافی شرح کافی کتاب العقل صہ ۱۵۱) رہی مرزائیت جو صحیح لفظوں میں احمدیت ہے کوئی نیا دین نئی شریعت نہیں۔ وہی مقدس اور مصفا محمدی شریعت ہے پس سادات کو اس سے اجتناب و احتراز کی تحریک متعصبانہ نفسانیت اور کرشمہ جہالت ہے۔ مرزائیت کے ذکر سے اگر مغل قوم کی تحقیر مراد ہے تو یہ بےعلمی اور بےعقلی کا فساد ہے۔ کیونکہ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ یہ قوم یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہے اور تفسیر صافی سورہ کہف صہ۱ میں لکھا ہے وفی العلل عن الہادی جمیع الترک والثقالبۃ ویاجوج وماجوج والصین من یافث یعنی علل میں امام الہادی سے مروی ہے کہ ترک و اہل ثقالبہ و یاجوج و ماجوج اور چینی لوگ یافث کی اولاد سے ہیں۔ پس عیاں ہے کہ مغل بھی نبی زادے ہیں۔ اور امامنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو مطابق الہام فارسی الاصل ہونے کے علاوہ بنی فاطمہ میں بھی داخل ہیں کیونکہ آپ کی بعض جدات خاندانی روایات کے مطابق سیدانیاں تھیں اور آپکو ایک مشہور خاندان سادات کی دامادی کا بھی شرف حاصل ہے اور محب اہل بیت ہونیکی شہادت میں آپکا یہ شعر کافی ہے ؎

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است خاکم نثار کوچۂ آل محمدؐ است

قرآن کریم کا ارشاد ہے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد) ہر قوم کے لیے ہادی آیا ہے پس ضرور ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے قوم مغل میں بھی کوئی ہادی آیا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت کے لیے خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم الخ (سورۃ النساء) جسکا مطلب یہ ہے کہ تمام اقوام عالم پر الہی نعمتوں کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور منعم علیہم کون لوگ ہیں نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح۔ آیت مذکورہ کے عموم میں قوم مغل بھی داخل ہے مستثنیٰ نہیں + پس اس قوم کی تحقیر کی کوئی وجہ شرعی اور عقلی موجود نہیں۔ دراصل معترضین کی یہ نکتہ چینی ان یہودیوں کی مماثلت کی وجہ سے ہے جنھوں نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر کمر بستہ ہوکر نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ کا (المائدہ) اوازہ کسا تھا یعنی ہم خدا کے بیٹے اور

اُسکے دوست ہیں اس مدعی نبوت کی ہمارے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں۔ چونکہ حدیث نبوی میں خبر دی گئی ہے کہ امت محمدی اخیر زمانہ میں قوم یہود کی مشابہ اور مثیل بنجائے گی اسلیے ضرور تھا کہ مسیح محمدی کے ظہور کے وقت اُمت محمدی کے بعض افراد یہود کی طرح محض ابناء اللہ واحباءہ کے نعرے لگائیں۔ اس ضرورت کو ممتاز الافاضل اور ان کے اقران اور اماثل نے پورا کر دکھایا مگر البیبی سلّمہ نکتہ چینیاں محض بیسود ہیں۔ اخرج یا مولانا اخرج یا مولانا کی صدائیں لگانیوالی اور عجل اللہ ظہورہٗ وغیرہ دعائیں مانگنے والی صدیوں کی منتظر قوم کا فرض تھا کہ مہدی موعود کے دعوے کو سنکر کم سے کم اس دعوی کی تحقیقات کی طرف ٹھنڈے دل سے متوجہ ہو جاتی مگر بدقسمتی سے اُسنے خیالی ڈھکوسلوں اور خود تراشیدہ اصولوں کو سنۃ اللہ پر ترجیح دیکر حق کی مخالفت اور مامور من اللہ کی تکذیب پر کمر باندھی۔ سچ ہے أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ۝ سورہ بقرہ ع ۱۱۔ پس کیا جب کبھی لایا تمھارے پاس کوی رسول وہ چیز جو نہیں چاہتے تھے تمھارے جی تو تکبر کیا تم نے پس ایک فریق کو جھٹلایا اور ایک فریق کو قتل کرتے ہو۔ دنیا میں جب کوی رسول آتا ہے تو ایک فریق اُسکی تکذیب پر کمر بستہ ہو کر استہزاء کا طریق اختیار کرتا ہے۔ مولوی ہارون صاحب! آپنے بھی وہی طریق پسند کیا اور مامور من اللہ اور اُسپر ایمان لانیوالوں کی تحقیر میں کوی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ انجام وہی ہوگا جو ہوا کرتا ہے یعنی وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔ اگر آپ سمجھ سے کام لیتے تو کچھ دقت پیش نہ آتی اور شوخی کی آپ کو جرأت نہ ہوتی۔ شیعہ مذہب کے مطابق امام جعفر صادق رضؓ نے علم نجوم کی وجہ سے ہند کے ایک برہمن خاندان کو اپنے خاندان سے تشبیہ دی ہے ملاحظہ ہو کافی کتاب الروضہ اور غایت المقصود حائری صلا میں مہدی موعود کا لقب فرزند سید خلائق کشن بزرگوار تسلیم کیا ہے اور اسی کتاب کے صد ۱۰۔ ۱۱ میں نبی آخر الزمان کے بزرگتر وصی کا لقب بشن ماتا ہے اور مہدی موعود کا لقب خلیفہ رام نقل کیا ہے ظاہر ہے کہ رام کے خلیفہ پر ہنومان جی کا اطلاق ہو سکتا ہے پس آپنے حضرت مسیح موعود مہدی مسعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی شان میں جو ہنومان جی کا لفظ لکھا ہے یہ شیعہ مسلمات کی بنا پر مومنوں کی نظر میں وجہ تحقیر نہیں ہو سکتا آپ کی خوش فہمی کے ہم ذمہ وار نہیں۔ ضرورت زمانہ اور سنۃ اللہ پر آپ نظر ڈالتے تو یہی

تو بھی یہ عقدہ حل ہو سکتا تھا۔ دیکھیے شیعوں کے اعتقاد کے مطابق ابتدائے آفرینش عالم سے کوئی نہ کوئی نبی یا وصی ہدایت خلق کے لیے ہمیشہ اور مسلسل خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا رہا ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ائمہ کا سلسلہ جاری رہا مگر ایک ہزار برس کا زمانہ گزرتا ہے کہ پہلے زمانہ کی طرح کوئی ہادی مزکی نبی یا وصی اصلاح خلق میں کوشش کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ دنیا پکار اٹھی ہے کہ لاریب قد فسد الزمان لیکن دارالامان قادیان کے سوائے کسی جگہ سے یہ آواز نہیں آتی کہ منہم امام الزمان۔ حالانکہ امامت انتظام اُمت کے لیے ہے جیسا کہ نہج البلاغہ میں مرقوم ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایسی نجیب سادات پر حسرت نہیں بلکہ حیرت ہوتی ہے میں کہتا ہوں کہ آپ کے حصہ میں حسرت کا آنا بیجا نہیں۔ قرآنی شہادت ہے کہ کذالک یریہم اللہ اعمالہم حسرات علیہم سورہ بقرہ۔ وجہ بھی بیان کی ہے یا حسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا به یستہزءون ٥ اور آپ کی حیرت بھی بجائے خود ہے قرآن مجید اسکی کیفیت یوں بیان فرماتا ہے کالذی استہوتہ الشیطین فی الارض حیران ٥ (الانعام) ہیں بیدلیل کہے ایسے پیروں کے لیے آپ کا وہ قول کہ یہ دور دور انقلابی ہے لہٰذا ایسا ممکن ہے کہ موتی کا تناسخ خرمہرہ میں زمرد و یاقوت کا تناسخ سنگ رخام میں انسان کا تناسخ چھچھوندر یا جعل میں ہو جائے بالکل درست ہے اور آپ کا پیش کیا ہوا یہ شعر کہ ؎ پدرم روضۂ رضواں بدو گندم بفروخت ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم ٭ ضرور اُن کے حسب حال ہے۔ چند مثالیں اسکی تائید میں میں بھی پیش کیے دیتا ہوں۔

(۱) امیر معاویہ اور یزید کا یہ مذہب تھا کہ اہل حل و عقد اگر کسی نااہل کو خلیفہ منتخب کر لیں تو وہ خلیفہ برحق نہیں ہو سکتا انتخاب کی کارروائی دوبارہ ہونی چاہیے چنانچہ امیر معاویہ کے خط مندرجہ شرح میثم مطبوعہ طہران جزو ۱ سے یہ بات ظاہر ہے اور وہ یہ ہے " اما بعد فلعمری لو بایعک القوم الذین بایعوک وانت بری من دم عثمان کنت کابی بکر و عمر و عثمان ولکنک اغریت بعثمان وخذلت عنه الانصار فاطاعک الجاہل وقوی بک الضعیف وقد ابی اہل الشام الا قتالک حتی تدفع الیہم قتلة عثمان فان فعلت کانت شوری بین المسلمین۔ اسکے جواب میں امیر علیہ السلام فرماتے ہیں " وہ بیعت جو مجھ سے

کی گئی ایک بیعت ہی اسمیں دوبارہ نظر کی گنجائش نہیں نہ اسمیں از سر نو اختیار حاصل ہو سکتا ہے اس سے خروج کرنیوالا اسپر طعنہ زنی کرنیوالا ہے اور اسمیں تفکر کو دخل دینے والا مداہن و منافق ہے۔ فرمان جناب امیر بنام امیر معاویہ۔ نہج البلاغہ اردو صہ ۳۰۸ - ۱۸، ۳۰۳، جو تونے سوال کیا ہے کہ میں قاتلان عثمان کو تیرے پاس بھیجدوں سنیئے اس امر میں بہت کچھ غور و پڑتال کی مگر مجھے نظر نہ آیا کہ انھیں تیرے یا تیرے غیر کے پاس بھیجدینا میرے امکان میں ہے۔ نہج البلاغہ صہ ۳۸۲ - ۳۰۳ قسم خدا کی میں نے محاصرہ کو اس سے دفع کیا (یعنی حضرت عثمان سے۔ ناقل) نہج البلاغہ اردو صہ ۱/۳۷ ہماری حالتیں یکساں ہیں مگر وہ ابتدا یہ ہوئی کہ خون عثمان میں اختلاف پیدا ہو گیا حالانکہ ہم اس سے بری تھے (نہج البلاغہ اردو صہ ۷۶۴)۔

اب شیعہ جو سیادت کے مدعی ہیں کیا جناب امیر کے مذہب کو چھوڑ کر معاویہ و یزید کے مذہب پر نہیں چل رہے؟ بلکہ ان سے دو قدم آگے نہیں بڑھ چلے کیونکہ وہ اجماع اہل حل و عقد کو بالکل ہی بیکار سمجھتے اور اسپر پھبتیاں اڑاتے ہیں حالانکہ جناب امیر نے اپنے پہلے خط میں لکھا تھا انما الشوری للمهاجرين والانصار الی قولہ ذالک

(۲) قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ازواجہ امهاتهم اور جناب امیرؑ نے جنگ جمل کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ رضی کے حق میں فرمایا ولها بعد حرمتها الاولی والحساب علی اللہ یعنی حضرت عائشہ رضی کا ادب و احترام بعد ازیں پہلے کی طرح کیا جائے گا اور حساب اللہ کے سپرد ہے مگر شیعہ جناب امیر کے ارشاد کے خلاف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کی شان میں گستاخی و بے ادبی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔

(۳) کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں مصنف نے فصول اذان کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ مفوضہ لعنہم اللہ نے اذان میں اشہد ان علیاً ولی اللہ اور اشہد ان علیاً امیر المومنین حقاً بڑھا دئے ہیں۔ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ سیادت کے مدعی شیعہ آباء کرام کے طرز و طریق مذہب و مشرب کو چھوڑ کر مفوضہ کی تقلید کرتے چلے آتے ہیں۔

(۴) عشرہ محرم میں جو تعزیہ داری علم برداری تابوت و دلدل وغیرہ وغیرہ کی رسمیں برتے

جوش و خروش کے ساتھ انجام دی جاتی ہیں مگر ائمہ اطہار کے قول و فعل سے کہیں پتہ نہیں چلتا۔ موّرخوں نے معز الدولہ دیلمی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ۳۵۲ھ میں سب سے پہلے اسی نے محرم کی دسویں تاریخ شہادت امام حسین علیہ السلام کی یادگار میں مقرر کی اور جبراً لوگوں کو حکم دیا کہ ماتم برپا کریں اور گریہ و زاری کریں سیاہ لباس پہنیں کاروبار ترک کر دیں اور دوکانیں مقفّل کر دی جائیں اور عورتیں سر کے بال کھولکر نکلیں اور ماتم کریں۔ تاریخ اسلام اُردو مطبوعہ حمیدیہ پریس لاہور صفحہ ۲۳۳- اور ہادی التواریخ مولوی محمد باقر دہلوی مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صفحہ ۱۴۷ میں بہ ضمن حالات امیر تیمور لکھا ہے کہ "یہ بادشاہ حقیقت میں مذہب حقہ امامیہ رکھتا تھا گو کہ بظاہر ملقب بہ سُنّی تھا شیعہ نہیں تھا رسم نقل ضریح مقدسہ جناب سید الشہداء ہند میں اسی کے عہد سے ہے" تعجب ہو کہ ہندی شیعوں میں سے جو سیادت کے مدعی ہیں وہ ایکطرف تو مرزائیت کی تکفیر کرتے ہیں اور دوسری طرف مرزا دبیر کے کلام کو عملاً قرآن شریف پر ترجیح دیتے اور مرزا تیمور لنگ کی ایجاد کردہ رسم نقل ضریح یعنی تعزیہ داری کو شیعیت کی جان اور دین و ایمان سمجھتے ہیں پس سید نسل کہلانیوالوں کے واسطے یہی کیا کم ہے کہ وہ اپنے آباء کے طرز و انداز مذہب و مشرب سے جداگانہ رفتار رکھتے ہوں +

غور طلب دنیا میں جتنے حمل اسقاط ہوتے ہیں۔ جتنے چھوٹے بچے تھوڑی عمر کے ہوتے ہیں جتنے بہادر مارے جاتے ہیں۔ وہ سب کے سب براہمن کی عورت کی بددعا سے ہی مرتے ہیں (اتھروید ۵-۲-۷-۷) ترجمہ پنڈت اکھلانند)۔ وید کو ایشوری گیان بتلانے والو! بتلاؤ۔ کیا تمھاری عقل اور مدعی محولہ بالا وید منتر کے مضمون کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیتی ہے؟ ہاں ذرا انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے بتلانا۔

دوسرا منتر "جو کنیا (لڑکی) پہلے خاوند کو حاصل ہو کر۔ اسکے مرنے پر دوسرے خاوند کو حاصل کرتی ہے۔ اگر وہ دونو اج پنچ اودن کا ہوم کریں تو پھر جدائی نہیں ہوگی (اتھروید) ترجمہ پنڈت اکھلانند) نکاح ثانی یا پُنر بیاہ پر مضحکہ اڑانے والے ہندو دوست فرد رالفر ور اس وید منتر کے مضمون پر غور کریں +

(مفضل حسین احمدی مہاجر دارالامان)

حل الاشکال کا جواب

دعوتی جلسہ میں گورنر جنرل صاحب نے ایک اور سوال پادری صاحب سے کیا جو یہ ہے۔ "پادری صاحب! آپ مسیحی لوگ کہا کرتے ہیں کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے خدا ایسا ہے کہ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کچھ پیدا ہوتا ہے"۔ پادری صاحب نے جواب دیا۔ گورنر جنرل صاحب میں آپ کی ترکی زبان میں اپنا عندیہ بیان نہیں کر سکتا۔ مختصر طور پر الفاظ الا آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کیونکہ آپ کی زبان میں ایسے الفاظ نہیں جن کے ذریعہ مفصل طور پر میں آپ کو سمجھا سکوں بطرز جسے خدا تعالیٰ جب اپنی مرضی انسان پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو انھیں کے الفاظ سے انکو سمجھاتا ہے تاکہ وہ سمجھ سکیں چنانچہ خدا نے جب حضرت عیسیٰ کو اپنا بیٹا کہا تو اس سے یہ مراد نہیں کہ خدا نے اُسے جنا یا وہ اسکے نطفہ سے پیدا ہوا جیسا کہ ہم اور آپ پیدا ہوتے ہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ خدا کا مظہر اور اُس کا عین عکس ہے اتنے میں کمرہ کے اندر دھوپ آئی اور پادری صاحب نے اپنا ہاتھ سورج کی روشنی میں ڈالکر کہا۔ گورنر صاحب یہ کیا ہے گورنر صاحب نے جواب دیا کہ "یہ سورج کی روشنی ہے"

جواب سب سے پہلے ہم مصنف ٹریکٹ سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح عام انسانی طریق کی طرح خدا کے بیٹے نہیں ہیں اور کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ مسیح خدا کے نطفہ سے پیدا ہو۔ تو پھر دیگر ابنائے الٰہی اور مسیح میں کیا فرق ہے۔ بائبل جاننے والوں پر یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ کتاب مقدس میں خدا کے بیٹے بیٹیوں کی کوئی کمی نہیں۔ ذیل کے حوالجات ملاحظہ ہوں +

آدم علیہ السلام خدا کے بیٹے لوقا ۳/۳۸ — تمام نوری خدا کے بیٹے ایوب ۲/۱

شیث " " پیدائش ۶/۲ — سب ایماندار " " " ایوب ۳/۹

اسرائیل " " خروج ۴/۲۲ — سب یتیم " " زبور ۶۸/۵ عاد

افرائیم " " پلوٹھا یرمیاہ ۳۱/۹ و ۲۰ — سب خاص و عام " " متی ۵/۹ و ۴۵ پیدائش

ان کے لیے خدا کی انتڑیاں مروڑی گئیں۔ — اشراف " " پیدائش ۶/۲

داؤد خدا کے بڑے بیٹے۔ زبور ۸۹/۲۶ و ۲۷ — بدکار بھی خدا کے بیٹے یسعیاہ ۳۰/۱

سلیمان " " تواریخ ۱ ۲۲/۱۰ و ۲۸/۶

قاضی و مفتی " " زبور ۸۲/۶

تثنیہ ۱۴/۱ و ۳۲/۱۹

اب ہم ٹریکٹ مذکورہ کے شائع کرنے والے سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ ان تمام ابنائے الٰہی

پر مسیح کو فضیلت دیجاوے اگر انسانی طریق کے بموجب مسیح خدا کا بیٹا نہیں تو یہ بھی نہیں پھر مسیح کی خصوصیت کونسی ہوئی کہ جسکی رو سے وہ خدا یا اقنوم ثانی متصور ہو سکتا ہے اور یہ جو کہا کہ "اس سے یہ مراد ہے کہ وہ (یعنی مسیح) خدا کا مظہر اور اسکا عین عکس ہے" یہ بھی ایک عجیب دلیل ہے کیونکہ مظہر سے اگر یہ مراد ہو کہ مسیح میں خدا تھا اور کہ اس سے اسکا ظہور ہوا تو معلوم ہونا چاہیے کہ خدا کے مظہر بہت سے ہیں چنانچہ خروج میں لکھا ہے کہ "اور موسیٰ لوگوں کو خیمہ گاہ سے باہر لایا۔ کہ خدا سے ملاوے اور وہ پہاڑ کے نیچے آ کھڑے ہوئے۔ اور سب کوہ سینا پر زیر و بالا دھواں تھا۔ کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کے اسپر اُترا۔ اور تنور کا سا دھواں اسپر اُٹھا۔ اور موسیٰ کو خدا نے ایک آواز سے جواب دیا" خروج ۱۹ / ۱۷ و ۱۹

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ وہ شعلہ جس میں ہو کر خداوند اُترا تھا خدا تھا یا خدا سے جدا کوئی اور شے تھا۔ حالانکہ خدا اس سے ہی ظاہر ہوا تھا۔ مگر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شعلہ خدا تھا بلکہ صرف یہی کہینگے کہ خداوند شعلہ میں ہو کر موسیٰ پر اُترا" پس اسی طرح مسیح میں خدا تھا مگر مسیح خدا نہ تھا اور اب یہ امر کہ خدا کہاں کہاں ہوتا ہے ہم اسکو مفصل بتائے دیتے ہیں اگر مسیح میں خدا تھا تو مسیح خدا نہ تھا بلکہ مظہر خدا تھا اور اسکے ساتھ ہی آپ یاد رکھیں کہ خدا ہر کہیں ہے کوئی ظہور خاص ہے اور کوئی ظہور عام۔ یسعیاہ نبی یوں بیان کرتا ہے "قدوس قدوس۔ خداوند رب الافواج ساری زمین خدا کے جلال سے معمور ہے" یسعیاہ ۳/۶ پھر اسکے ساتھ ہی پولوس کہتا ہے کہ "اے مسیحیو کیا تم نہیں جانتے کہ تم خدا کے مقدس ہو۔ اور خدا کا روح تم میں بسا ہوا ہے اگر کوئی خدا کے مقدس کو برباد کریگا خدا اُسکو برباد کرے گا کیونکہ خدا کا مقدس پاک ہے اور وہ تم ہو" ۱ کر ۳/۱۶ مذکورہ حوالجات سے ظاہر ہوا کہ تمام زمین خدا کے جلال سے معمور ہے اور کہ تمام مسیحی خدا کا مقدس یعنی خدا کی ہیکل ہیں۔ اور خدا ان میں رہتا ہے پس اگر مسیح میں خدا تھا اسلیے وہ خدا ہے تو سارے خدا ہو جاویں گے + اور پادری صاحب نے جو یہ کہا کہ ہم لوگ خدا کو واحد مانتے ہیں یہ یا تو ناسمجھی سے کہا یا دانستہ تجاہل عارفانہ فرمایا کیونکہ مسیحیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ذات الٰہی میں تین اقنوم ہیں۔ ایک سے دوسرا الگ یا ممتاز پوری تین ہستیاں یا شخصیتیں ملکر ایک واحد خدا بنتی ہیں مگر اقانیم کو مخلوط نہیں کیا جا سکتا ان میں کوئی کبیر یا صغیر اور مقدم و مؤخر نہیں ہمیشہ برابر ہیں پھر نامعلوم تین خدا اور کس طرح کہے جا سکتے ہیں۔

اور یہ جو کہا۔ کہ جسطرح آفتاب کی شعاع اور آفتاب ایک ہیں دو نہیں یہ بالکل غلط کہا۔ جب آپ یہ سوال لکھ رہے تھے تو اسوقت آفتاب کی شعاع آپ کی میز پر تھی بس سے آپنے آفتاب کے ہونیکا یقین کیا اسکو اگر مجازاً آفتاب کہیں تو کہیں مگر حقیقتاً یہ آفتاب نہیں البتہ آفتاب کی ایک صفت ہی اور ظہور ذات ظہور صفات سے ہی ہوا کرتا ہے اور اسکے ساتھ ہی آپکو معلوم ہو کہ کتاب مقدس میں مجازاً بہت سی مخلوق کو خدا کہا گیا ہے یہ بھی انوکھی بات نہیں جو صرف مسیح میں پائی جاتی ہو۔ پس پھر ہمکو نہیں معلوم کہ پادری صاحب نے مسیح یسوع کی کونسی اعجوبہ فضیلت بیان کی۔ اور یہ جو کہدیا کہ سورج ایک ہی ہے مگر وہ آسمان پر رہتا ہے۔ شعاع جسکو ہم دیکھتے ہیں اور کمرہ کے اندر ہے وہ بھی سورج ہی ہے مگر تاہم سورج دو نہیں بلکہ ایک ہی ہے" یہ بھی ایک دھوکا دہ بات ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ سورج میں سے روشنی نکلتی ہے یہ نہیں کہ روشنی میں سے سورج نکلتا ہے۔ آپ یوں سمجھیں کہ لیمپ آپ کے کمرہ کے اندر روشن ہے روشنی اور لیمپ ایک چیز نہیں کیا آپ بجھے ہوئے لیمپ کو ہاتھ میں لیکر لوگوں سے کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو روشنی میرے ہاتھ میں ہے مگر کمرہ آپ کا تاریک ہی ہے پس ظاہر ہوا کہ روشنی ایک دوسری چیز ہے اور سبب ایک دوسری شے سورج سے روشنی نکلتی ہے یہ اسکی صفت ہے مگر یہی روشنی سورج نہیں وہ موصوف ہے صفت موصوف ایک نہیں ہو سکتے۔ فقط

حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَکْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ

کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ صرف کفار کے لیے ہے کیونکہ ھلاك کا لفظ نیکوں کے لیے۔ یہ بالکل غلط ہے

فلما وضعت الصحفة بکی عبد الرحمن فقلت له یا ابا محمد ما یبکیك قال هلك رسول الله ای مات قال ابن حجر فیه جواز استعمال هذا اللفظ فی الانبیاء وقد استعمله فیهم المنبی فی غیر حدیث قلت وقد قال الله تعالیٰ فی حق یوسف حتی اذا هلك قلتم لن یبعث الله من بعده رسولا۔

یعنی عبد الرحمن نے نبی کریمؐ کے بارہ میں کہا هلك رسول الله۔ نیز آیت میں حضرت یوسف کے لیے یہ لفظ آیا ہے۔

{ کتاب مجمع الوسائل فی شرح الشمائل للترمذی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۱۴ }

ممتاز الافاضل شیعی زنگی پوری سے دو دو باتیں

آپ کو یاد ہوگا کہ غالباً ۱۸ء میں ایکدفعہ میرے پانچ سوالوں کے جواب میں جو تشحیذ میں شائع ہوئے تھے اخبار ذوالفقار لاہور میں خلفاء راشدین کو آیۃ استخلاف کی رو سے خلافت نبوی کا نااہل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نسبت لکھا تھا کہ بھلا ایسے لوگ بھی خلیفہ رسول صلعم ہو سکتے ہیں جنھوں نے آنحضرت صلعم کے کاغذ طلب کرنے پر کہدیا (نعوذ باللہ) یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ اور اس روایت کا حوالہ بھی بخاری کتاب المرضیٰ سے تحریر فرما دیا تھا جسکو دیکھ کر میں نے بذریعہ اخبار الفضل دوبارہ اس حوالہ کی تصدیق آپ سے چاہی تھی مگر آپ تو مدتوں خاموش رہے البتہ ایڈیٹر صاحب اصلاح نے آپ کی حمایت میں قدم آگے بڑھایا اور ایک بخاری مطبوعہ دہلی کا سنہ طبع مع صفحہ لکھ کر ہمکو ساکت کرنا چاہا چونکہ اس خاص اڈیشن والی بخاری میرے پاس نہ تھی میں نے بھائی اکمل صاحب کو تاکیداً قادیان میں لکھا کہ اگر یہ بخاری وہاں کے کتب خانہ میں ہو تو اس حوالہ کی تطبیق کر کے مطلع فرمائیں۔ انھوں نے بعنوان "شیعہ نے حوالہ غلط دیا" ایک نوٹ لکھ کر اصلاح کی بھی غلطی کا اظہار کر دیا اور پھر وہ ایک دفعہ اصلاح اور تشحیذ میں اس حوالہ کی بابت خاصی رد و کد شائع ہوتی رہی۔ لیکن آخر حق غالب آیا۔ اور چار و ناچار آپکو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا۔ چنانچہ ستمبر ۲۰ء کے تشحیذ میں بھائی اکمل صاحب سلمہ اللہ نے جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ کے اصلاح کے حوالہ سے آپ کے اعتراف کو بدیں الفاظ لکھا ہے:-

---

"یہ ارشاد کہ بخاری میں ان الرجل لیھجر نہیں ہے اگرچہ ایک حد تک درست ہے لیکن"۔ اگر جناب پہلے ہی سوچ سمجھ کر اور دیکھ بھال کر حوالہ دیتے یا جب آپکو متنبہ کیا گیا تھا تو اسوقت فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے جو کہ عین شیوہ مومنین ہے تو نہ یوں آپ کی فضیلت اور دیانت کی قلعی کھلتی اور نہ بچارہ اڈیٹر صاحب اصلاح کا فضیحت ہوتا جس نے بخاری کی ورق گردانی سے تنگ آکر آخر ادھر ادھر کی کتابوں مثل نبراس وغیرہ میں جا کر پناہ لی۔ اور پھر آپ نے خاص بخاری میں قول مذکور کے نہ ہونیکا اعتراف کیا ہے لیکن صاف الفاظ میں نہیں کیا۔ اسکی کیا وجہ ہے؟

کیا سچ مچ یہ قول حضرت عمرؓ کا بخاری میں نہیں اور آپ نے محض دھوکا دینے کے لئے بخاری کا حوالہ
مفصل بالحمد یا تھا تو پھر کیا دوسری کتب احادیث یعنی مسلم - ابوداؤد - ترمذی - موطا - ابن ماجہ
کے اندر موجود ہے؟ اگر معلوم ہے تو اس کا اعلان فرمائیے - اگر نہیں معلوم تو لیجئے میں آپکو
آپ کے دوسرے شیعہ محققین و متکلمین کا پتا بتلا دیتا ہوں جنھوں نے بخاری اور دوسری کتب
کا ذکر کر کے حضرت فاروقؓ پر اس بہتان کو بڑے وثوق اور بڑے زور شور سے باندھا ہے
کیا شیعہ آپ سے باز پرس نہیں کرینگے کہ آپ نے ماشاءاللہ ممتاز الافاضل ہو کر اسقدر جلدی
حضرت عمرؓ کو بری الذمہ تسلیم کر لیا اور اپنی غلطی کا اقرار کر کے صدیوں کے جمع جائے اعتراض کو
بودا اور کمزور فرما دیا بلکہ دوسرے لفظوں میں شیعوں کو احمدیوں کی تحقیق کے آگے ہمیشہ کیلئے
سرنگوں کرا دیا۔ جب ایسی جگادری اعتراض جو زبان زد خاص و عام ہو چکے آخر بے بنیاد ہونے
لگ گئے تو پھر چھوٹے چھوٹے مطاعن کہاں قائم رہ سکیں گے - اب غور سے اپنے جیدہ شیعہ
متکلمین کے ملفوظات کو ملاحظہ فرماتے جائیے اور چونکہ اس ندامت کی بہرہ اندوزی میں آپ ہی کو
تنہا نہیں رہنے دیا اسواسطے امید ہے کہ مزید آپ میرے مشکور رہوں گے۔

اوّل - دیکھو آپکے علامہ جہلہ ملا باقر مجلسی حدیث قرطاس کے ذکر میں ارشاد فرماتے ہیں: "عمر گفت
برگردید کہ این مرد ہذیان میگوید و بیماری بروغالب شدہ است - مؤلف گوید کہ این حدیث دوات و قلم در
صحیح بخاری و مسلم و سائر کتب معتبرہ اہلسنت مذکور است بطرق متعددہ ۔۔ وہمیں عمر گفت
کہ رسول خدا ہذیان میگوید و بروایت دیگر گفت کہ درد بروغالب شدہ است نزد شما قرآن ہست بس
است مارا کتاب خدا" اور عمر کے اس ارتکاب پر ملا صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے وہ بھی قابل دید ہے فرماتے
ہیں "اے عزیز اما بعد ازیں حدیث کہ ہمہ عامہ روایت کردہ اند ہیچ عاقل را مجال آن ہست کہ شک کند
در کفر عمر و کفر کسے کہ عمر را مسلمان داند" الخ دیکھو حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۲۴ ب ۶۲۳ لیجئے جناب
سید صاحب - بخاری کے علاوہ یہ روایت بقول علامہ مجلسی مسلم میں بھی ہے بلکہ تمام معتبر
کتب اہلسنت میں بھی۔ !!!

دوم - مشہد (ایران) کے شیعہ ناسخ ملا محمد رستم داری کے مکتوبات میں سے جان ملکم نے اپنی مشہور تاریخ میں ایک
خط وکتابت کا ذکر کیا ہے جو سنی علماء ازبک نے شیعہ علماء مشہد کے نام [illegible] میں لکھا تھا

کہ چونکہ شیعہ لوگ صحابہ رسول صلعم کی تکفیر کرتے ہیں اسواسطے یہ کافر ہیں اور شیعوں کی طرف سے ملا محمد مذکور نے جواب میں لکھا تھا کہ اصحاب ثلاثہ (نعوذ باللہ) واقعی کافر ہیں اور شیعہ اُن کی تکفیر میں حق بجانب ہیں اسی ضمن میں جان ملکم ملا کے مکتوبات میں سے منجملہ وجوہ کفر کے اسی حدیث قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔ "از انجملہ از کتاب مواقف و صحیح بخاری نقل میکنند کہ پیغمبر در مرض الموت بکسانیکہ در خدمت او بودند فرمود قلمدان و کاغذ بیارید تا دستور العمل بنویسم کہ بعد از من مابین شما خلاف واقع نشود عمر مانع شد و گفت این مرد ہذیان میگوید کتاب اللہ ما را کفایت است دیگران بر او انکار کردند الخ" تاریخ ایران جان ملکم صفحہ ۳۱۲ عنوان اول ذکر کا عقد علمائے۔ اور دیکھیئے بقول ملائے استرآباری بخاری کے علاوہ مواقف میں بھی ہے۔

سوم۔ سید عنایت علی شاہ وزیر آبادی فرماتے ہیں۔ "اور صحیح ترمذی میں قول عمر یوں لکھا ان الرجل لیہجر یعنی تحقیق یہ آدمی یعنی رسول (نعوذ باللہ ناقل کفر کفر نباشد) بکواس کرتا ہے"۔ دیکھو شمشیر ولایت حصہ ۲ باب ۶ صفحہ ۳۰۰ سطر ۱۳ لغایت ۱۵۔ اور سنیئے جناب والا بقول سید وزیر آبادی ترمذی میں بھی یہ قول عمر موجود ہے۔ پھر آپ نے کیوں اپنے حق میں اقبالی ڈگری دیدی؟ کیا ملا باقر مجلسی اور ملا محمد استرآباری اور عنایت علی شاہ وزیر آبادی نے بھی بغیر دیکھے بھالے بخاری و مسلم و مواقف اور ترمذی کے حوالے لکھ ڈالے ہیں جیسے کہ آپ نے بخاری کا حوالہ لکھدیا تھا؟ یا کہ اپنی آنکھوں سے اصل کتابوں سے مقابلہ کر کے؟ اب کے آپ پیرسالی عمر و صفات کو کمر پر ٹھنڈے دل سے ملاحظہ کر کے سوچ سمجھ کر جواب دیجیئے گا علامہ مجلسی اور ملا محمد استرآباری سے چاہے بذریعہ استخارہ کتابوں کے حوالے ٹھیک ٹھیک دریافت کر لیجیئے گا۔ اور وزیر آبادی تو اغلباً زندہ ہیں اُن سے بالمشافہ یا خط و کتابت کے ذریعہ ترمذی کا باب اور صفحہ وغیرہ تحقیق کر لیجیئے +

میں نے یہ قول تشئید المطاعن کے اندر بھی نہیں پایا جس کا مؤلف بقول آپ کے اس فن خاص میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ اس اعتراض کو قائم و مدلل کرنے میں اس نے ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا ہے لیکن یقین مانیئے کامیاب ہرگز نہیں ہو سکا۔ دیکھو تشئید المطاعن جلد اول متضمن قصہ قرطاس مطبوعہ لودھیانہ مجمع البحرین ۱۲۹۳ھ از صفحہ ۲۳۶ تا صفحہ ۳۰۳۔ اور اگر آپ کو یقیناً واضح ہو چکا ہے کہ صحاح ستہ میں عموماً اور بخاری میں خصوصاً جو قول حضرت عمرؓ کی طرف شیعوں نے واقعہ قرطاس میں صدہا سالوں سے منسوب کر رکھا ہے وہ محض افترا اور بہتان ہے تو فرمائیے ملا باقر مجلسی و ملا استرآباری و وزیر آبادی اور مؤلف تشئید المطاعن وغیرہ بھی مفتری ہیں یا نہیں؟ اور کسی پر جھوٹ موٹ افترا باندھنے کا ثواب یا عذاب بھی شیعہ مذہب میں مسلم ہے یا نہیں؟

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ (خادم حسین بھیروی)

افسر مجا